

کتاب النکاح سے کتاب الوقف تک فتاویٰ کا مجموعہ

فتاویٰ علیہ

2

محقق و مترجم الفقہاء
محمد اختر حسین قادری



for more books click on the link
<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں

<https://t.me/tehqiqat>
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لے

[https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب دعا زویب حسن عطاری

for more books click on the link

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>



کتاب النکاح کے کتاب الوقف ہم فتاویٰ کا مجموعہ

العطايا الالهيه
في
الفتاوى العليمية

2

معروف بہ

فتاویٰ علیہ

مصنف

محقق عصرتاج الفقہاء مفتی محمد اختر حسین قادری

استاذ فقه و محققات و صدر شعبہ افتاء دارالعلوم علییہ

زبیہ سنٹر، ۴۴، اردو بازار لاہور

042-37246006 (خط)

شبیر برادرز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فتاویٰ علیمیہ

محمد اختر حسین قادری

ملک شبیر حسین

فروزی

ای ایف ایس اینڈ وٹائمر دور

اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

روپے

مصنف

باہتمام

سن اشاعت

سرورق

طباعت

ہدیہ

زبیر سنٹر، بازار لاہور
042-37246006

شبیر برادرز

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

هو القادر



جميع حقوق الطبع محفوظة للناس

All rights are reserved

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تنبیہ

ہمارا ادارہ شبیر برادرز کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جواب دہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کارروائی کا حق رکھتا ہے۔

۷۸۶
۹۲

نذر عقیدت

برکتہ المصطفیٰ فی الہند محقق جلیل الشان
عاشق رسول انام ناشر احادیث نبویہ علامہ اجل

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت ۹۵۸ھ وفات ۱۰۵۲ھ

کی بارگاہ ناز میں نذر حقیر حاضر ہے

گر قبول اندز ہے عز و شرف

نیادکیش

محمد اختر حسین قادری

۷۸۶
۹۲

خراج عقیدت

عطاءئے امام اعظم مجتہد وقت موید فقہ حنفی محقق علی الاطلاق علامہ زمان

امام ابن ہمام صاحب فتح القدر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت ۷۹۰ھ وفات ۸۶۱ھ

اور

خاتم المحققین شیخ الاسلام والمسلمین علامہ

سید محمد امین بن عابدین شامی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ولادت ۱۱۹۸ھ وفات ۱۲۵۲ھ

کے دربار دی وقار میں پیش ہے

طالب فیضان

محمد اختر حسین قادری

رضویات کے خزانہ میں نادر زمن اضافہ

صاحب تصانیف کثیرہ ماہر رضویات مناظر اہلسنت عزت مآب حضرت علامہ مولانا عبدالستار ہمدانی
صاحب قبلہ دام ظلہ العالی سربراہ اعلیٰ دارالعلوم غوث اعظم پور بندر گجرات

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، امام اہلسنت، مجدد دین و ملت، امام احمد رضا محقق البریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان
کے تلمیذ و مرید اور مجاز و خلیفہ مبلغ اسلام، قاطع شرک و کفر، حامی سنت، ماحی بدعت و ضلالت حضرت علامہ عبدالعلیم
صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۵/ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۳/ اپریل ۱۹۰۲ء کو صوبہ یوپی
کے تاریخی شہر میرٹھ میں ہوئی۔

آپ نے صرف سولہ سال کی عمر میں جامعہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ سے درس نظامی کی تکمیل کر کے عالم و فاضل کی
سند حاصل کی۔ ۱۹۱۷ء میں بی۔ اے کی ڈگری حاصل کی بعدہ آپ بریلی شریف گئے اور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام
احمد رضا محقق بریلوی سے قادری سلسلہ میں بیعت کی۔ اور خرقة خلافت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ آپ نے دین
و اسلام کی نشر و اشاعت اور خدمات کے لیے اپنی زندگی وقف فرمادی تھی۔ انگریزی زبان میں آپ بہت روانی اور
سرعت سے عام فہم اور دلکش انداز میں تقریر کرنے کی صلاحیت تامہ کے حامل تھے۔ چالیس سال تک افریقہ، امریکہ
، انگلینڈ، انڈونیشینا، ملائیا، سنگاپور اور دیگر ممالک میں اپنے محدود وسائل کے باوجود اسلام کا عالمگیر پیغام پہنچایا۔ آپ
کے دست برحق پر پچاس ہزار سے زائد غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ اور دولت ایمان سے سرفراز ہوئے۔ مفکر
اسلام کی حیثیت سے عالمی میدان پر آپ کے نام کا ڈھکا بچتا رہا۔ متعدد کانفرنسیں منعقد کیں۔ تبلیغی و اشاعتی سوسائٹیاں،
لابھریاں، کالج، مدارس اور مساجد قائم کیں۔ ۱۹۵۱ء میں پوری دنیا کا طویل دورہ کیا اور دلائل و براہین کی روشنی میں
اسلام کا پیغام دیا۔ نتیجہ مختلف ممالک کے با اثر اور نامور اشخاص نے حق و صداقت کا اثر قبول کیا۔ آپ نے متعدد معتبر و
مستند و معتمد تصانیف ارقام فرمائی ہیں۔ جن میں (۱) ذکر حبیب (۲) کتاب تصوف (۳) بہار شباب اور دیگر تصانیف
شامل ہیں۔ آپ نے ۲۲/ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۲۲/ اگست ۱۹۵۴ء کو مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور مدینہ شریف
کے مشہور قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

آپ نے باقیات الصالحات کی حیثیت سے سینکڑوں مدارس، ہزاروں حلالہ اور لاکھوں کی تعداد میں

مریدین و متوسلین کا حلقہ اپنی علمی و روحانی وراثت کے طور پر ملت اسلامیہ کے لیے ترکہ میں عطا فرمایا۔ ان میں سے ایک یادگار صوبہ یوپی کے جہد اشاہی میں واقع عظیم ادارہ دارالعلوم علمیہ ہے۔ اس ادارہ سے بے شمار تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھا کر اب خود پیل رواں کی حیثیت سے قوم و ملت کی آبیاری کر رہے ہیں۔

دارالعلوم علمیہ جہد اشامی کا شمار ملک کے عظیم سنی اداروں میں ہوتا ہے ذی استعداد اور خلوص و بے لوثی کے پیکر جمیل اساتذہ کرام تلامذہ کو اپنا خون جگر پلا کر علوم و عرفان کا حسین نمونہ بناتے ہیں۔ انہیں لائق صد احترام اور واجب التعظیم، اساتذہ کے، ”جیش رضا“ میں ایک ذات گرامی ایسی ہے جو اہلسنت کی آبرو، مشائخ عظام کا محبوب نظر، اکابر علما کا محترم نظر، اصاغر علما کا ہادی و رہبر، مسند تدریس کی شان، فتویٰ نویسی کی آن بان، دلائل و براہین کا کوہ ہمالیہ، علوم و عرفان کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر، فاضل جلیل، عالم نبیل، ذی مرتبت مفتی، مصنف جلیل، مناظر عظیم، مقرر رطب اللسان، واعظ شعلہ بیان، منافقوں کے لیے سیف حیدری، مومنوں کے سپر محافظ، علوم و معارف و فنون میں ہر فن مولیٰ، مسلک اعلیٰ حضرت کا باوقار علمبردار، رضویات کے جذبہ حق کا سپہ سالار، خلوص و تقویٰ کا پیکر جمیل، دلیری و جوانمردی کا بطل نامور، میرے مخلص کرم فرماں، میرے پیارے جیجا حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدیسیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں۔ دارالعلوم جہد اشاہی کے صدر مفتی کی حیثیت سے فتویٰ نویسی کی خدمت میں آپ کا قلم شب و روز رواں دواں رہتا ہے اور کلک رضا کا جو ہر دکھلاتا رہتا ہے۔ حضرت علامہ مفتی محمد اختر حسین قادری کے فتاویٰ کے بنام ”فتاویٰ علمیہ“ جلد اول اور جلد دوم زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آنے کی سعادت پار ہے ہیں اور سرور و طرب کے ساز و سامان کے ساتھ ان کی آمد آمد ہو رہی ہے جس کا سہرہ کتب خانہ امجدیہ دہلی اور مکتبہ علمیہ خلیل آباد کے سرپرست پر مشتمل طور پر باندھا جائے گا۔

فقیر اس نیک و سعید موقع پر قلب کی گہرائی سے صدمہ مبارک باد کی صدا اور ترنم ریزی کا فریضہ بطور شکر ادا کرنے کی سعی کرتا ہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے محبوب اعظم و اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل ”فتاویٰ علمیہ“ کی بیش بہا اشاعت کو عوام و خواص میں مقبول فرمائے اور ملت اسلامیہ کو اس اشاعت سے مستفیض و مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

نقطہ خیر اندیش دعا گو

عبد الستار ہمدانی مصروف نوری برکاتی

بمقام پور بندر، کجرات

مورخہ ۲۷/ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۸/ اکتوبر ۲۰۱۷ء بروز چہار شنبہ

فہرست مسائل فتاویٰ علیمیہ دوم

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

۲۶	کسی نے کہا جب جب شادی کروں تو طلاق اب نکاح کی کیا صورت ہے؟	۱
۲۶	وکیل کے ساتھ منکولہ کا نکاح کیسا ہے؟	۲
۲۷	گوئلے کا نکاح	۳
۲۸	صلح کلی قاضی سے نکاح پڑھوانا	۴
۲۹	سسر نے بہو کو شہوت سے دانت کاٹا تو	۵
۳۱	کسی کی منکوحہ سے نکاح کرنا کیسا؟	۶
۳۲	زنا سے پیدا شدہ بہن سے نکاح کرنا کیسا؟	۷
۳۳	صرف دو گواہ ہوں تو نکاح ہوگا کہ نہیں؟	۸
۳۴	جانے انجامے میں بد مذہب سے نکاح پڑھایا تو	۹
۳۵	چچا زاد بھائی بہن سے نکاح	۱۰
۳۶	کیا زبردستی نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟	۱۱
۳۷	سگے ماموں کے لڑکے سے نکاح	۱۲
۳۸	مرتد کا نکاح	۱۳
۳۹	اگر لڑکی وہابی شوہر سے قطع تعلق نہ کرے تو	۱۴
۴۰	فرار ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا حکم	۱۵
۴۱	نسبندی کرانے والے کا نکاح	۱۶
۴۱	عیسائی سے نکاح کا حکم	۱۷
۴۲	عورت بغیر طلاق دوسرے سے نکاح کرے تو	۱۸
۴۳	تبلیغی عالم وقاضی سے نکاح پڑھوانا	۱۹
۴۳	ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسرا نکاح	۲۰

۴۴	۲۱	آپنی بیوی سے دوبارہ نکاح کرنے پر اعتراض ہوتا
۴۵	۲۲	جس کا چچا دہائی ہو اس سے نکاح
۴۶	۲۳	سستی کا نکاح اگر دیوبندی پڑھا دے تو
۴۶	۲۴	ایسی عورت سے نکاح جس نے اس کو اپنی بہن بنایا
۴۵	۲۵	کیا نکاح خواں شرعاً قاضی ہوتا ہے
۴۸	۲۶	وکیل بال نکاح دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا
۴۹	۲۷	انٹرنیٹ اور ٹیلیفون سے نکاح
۵۱	۲۸	اسلام میں کوٹ میرج
۵۳	۲۹	بیوی کو مطلق رکھ کر دوسری شادی کرنا
۵۳	۳۰	گواہوں کے بغیر نکاح
۵۵	۳۱	ٹیلی فون کے ذریعہ انعقاد نکاح کی ایک صورت
۵۷	۳۲	نکاح کے صیغے
۵۸	۳۳	قلموں میں ہونے والا نکاح شرعاً معتبر ہے کہ نہیں؟
۶۰	۳۴	ولد الحرام سے نکاح
۶۱	۳۵	کیا نکاح دولہا یا دولہن کی آبادی میں ضروری ہے؟
۶۲	۳۶	دیوبندی سے نکاح پڑھانا کیسا؟
۶۳	۳۷	دیوبندی سے نکاح و دیگر تعلقات
۶۶	۳۸	نکاح میں گانا بجانا
۶۷	۳۹	نکاح میں باپ کی جگہ پرورش کرنے والے کا نام لیا تو
۶۸	۴۰	بغیر طلاق دوسرا نکاح کرنا
۶۹	۴۱	ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا حکم
		محرمات کا بیان
۷۱	۴۲	بہو اپنے خسر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے
۷۲	۴۳	کسی کے نکاح میں ہوتے ہوئے عورت کا دوسرا نکاح
۷۳	۴۴	نابالغی میں باپ دادا کا کیا ہوا نکاح
۷۴	۴۵	پہلے شوہر کی طلاق کے بغیر دوسرا نکاح

۷۵	ایک بہن کے نکاح میں ہونے ہوئے اس کی سگی بہن سے نکاح	۴۶
۷۶	عدت کے اندر نکاح	۴۷
۷۷	لاطعی میں عدت کے اندر نکاح کا سند ہے	۴۸
۷۸	بغیر طلاق دوسرے مرد سے نکاح ناجائز	۴۹
۷۹	خسر نے بہو کا ہاتھ شہوت سے پکڑا تو	۵۰
۸۰	سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح	۵۱
۸۱	زنا سے پیدا ہونے والے بچے کی کفالت	۵۲
۸۲	حالت حمل میں نکاح	۵۳
۸۲	ناجائز حمل میں نکاح	۵۴
۸۳	لڑکی سے شہوت بوسہ و کنار کرنے کے سبب لڑکی کی ماں ہمیشہ کے لئے حرام	۵۵
۸۴	باپ کا بہو سے زنا کرنے کا حکم	۵۶
۸۵	ماموں زاد بھائی بہن کا عقد	۵۷
	ولی و کفو کا بیان	
۸۶	غیر کفو میں نکاح بغیر ولی کی اجازت کے صحیح نہیں	۵۸
۸۷	کفایت کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہوتا ہے	۵۹
۸۸	اگر بالغ لڑکا لڑکی ولی کی اطلاع کے بغیر نکاح کر لیں تو	۶۰
۸۹	ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کا اپنے کفو میں نکاح کرنا	۶۱
۹۰	دور کے رشتے دار کا کیا ہوا نکاح	۶۲
۹۱	حالم ہر ایک کا کفو ہے یہ مطلقاً نہیں	۶۳
۹۲	باپ کی موجودگی میں ماں نکاح کی ولی نہیں	۶۴
۹۳	حائلہ بالغہ کا بغیر ولی کی اجازت کے کفو میں نکاح	۶۵
۹۴	شافعیہ لڑکی حنفی سے بلا اجازت ولی نکاح کرے تو	۶۶
	مہر کا بیان	
۱۰۰	مہر فاطمی کی مقدار اور آج اس کی قیمت	۶۷
۱۰۱	مہر کی اقل مقدار اور جدید وزن سے اس کی مقدار	۶۸

۱۰۲	کیا باکرہ اور شیبہ کے مہر میں شرعاً کچھ فرق ہے؟	۶۹
	جھیز کا بیان	
۱۰۳	دوہن کو بلے تحفے میں ملکیت کس کی؟	۷۰
۱۰۴	کیا لڑکی والے سامان جھیز کی واپسی کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟	۷۱
	کافر و مرتد کے نکاح کا بیان	
۱۰۸	کلمہ پڑھانے کے بعد فوراً دیوبندی کا نکاح	۷۲
۱۰۹	عیسائی مرد سے شادی کرنے والی عورت کا حکم	۷۳
۱۱۰	کافر و مسلم سے پیدا ہونے والا بچہ	۷۴
۱۱۱	دیوبندی کا نکاح پڑھانے والا	۷۵
۱۱۲	بد مذہب جماعتوں سے نکاح	۷۶
۱۱۳	وہابی کافر و مرتد ہیں ان کا نکاح کسی سے جائز نہیں	۷۷
۱۱۶	وہابی کی سنی لڑکی سے نکاح جائز ہے؟	۷۸
۱۱۷	آج کل رافضی عموماً تہرائی ہوتے ہیں	۷۹
۱۱۹	جو دیوبندی اپنے مولویوں کے کفری عقائد پر مطلع نہیں وہ	۸۰
۱۲۱	مسلم لڑکی کا ہندو لڑکے سے نکاح	۸۱
۱۲۳	اللہ کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری نہیں	۸۲
۱۲۵	دیوبندی مرتد ہے تو	۸۳
۱۲۷	وہابی کے ساتھ نکاح کرنے والے گنہگار ہیں	۸۴
۱۲۸	دیوبندی سے بعد توبہ فوراً نکاح نہیں	۸۵
۱۳۰	غیر مقلدین سے نکاح کا حکم	۸۶
۱۳۱	وہابی کے نکاح میں گواہ بننے والوں کا حکم	۸۷
	رضاعت کا بیان	
۱۳۳	دودھ پلانے والی کا بیان مضطرب ہو تو	۸۸
۱۳۴	رضاعی بھائی بہن کا آپس میں نکاح	۸۹
۱۳۵	بینک میں جمع دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟	۹۰

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

۱۴۰	بغیر حلالہ دوبارہ بیوی کو رکھنا کیسا ہے؟	۹۱
۱۴۰	محل شرط کے فوت ہونے سے تعلیق باطل ہو جاتی ہے	۹۲
۱۴۲	۲ بیبی خلل کی حالت میں طلاق دی تو؟	۹۳
۱۴۳	طلاق معطل کا حکم	۹۴
۱۴۵	فون پر طلاق	۹۵
۱۴۵	نباہ کی صورت نہ ہو تو؟	۹۶
۱۴۷	کیا ایس ایم ایس کرنے سے طلاق ہو جائے گی	۹۷
۱۴۸	بچہ دانی نہ ہونے پر طلاق دینا کیسا ہے؟	۹۸
۱۴۹	طلاق میں شک ہو تو؟	۹۹
۱۵۰	طلاق دے کر انکار کرے تو؟	۱۰۰
۱۵۱	دو طلاق کے بعد بیوی کو لوٹانے کا حکم	۱۰۱
۱۵۲	کیا صبح کلی سے اس کی بیوی خلع لے سکتی ہے؟	۱۰۲
۱۵۳	مرگی کی حالت میں طلاق دی تو؟	۱۰۳
۱۵۵	جو بغیر حلالہ بیوی کو رکھے تو؟	۱۰۴
۱۵۵	لفظ طلاق ایک مرتبہ اور دیتا ہوں چھ مرتبہ کہا تو؟	۱۰۵
۱۵۶	دو مرتبہ طلاق کے بعد بیوی کے ساتھ رہنا چاہے تو؟	۱۰۶
۱۵۷	حالت نشہ کی طلاق کا حکم	۱۰۷
۱۵۸	خط کے ذریعے طلاق کا حکم	۱۰۸
۱۵۹	جونہ بیوی کو لائے نہ طلاق دے تو؟	۱۰۹
۱۶۰	کہا تجھے سنت کے مطابق طلاق تو کیا حکم ہے؟	۱۱۰
۱۶۱	کہا حالت نشہ میں طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟	۱۱۱
۱۶۲	غصہ میں، حالت حیض میں اور فون پر طلاق کا حکم	۱۱۲
۱۶۳	تین طلاق دینے کے بعد بیوی کو رکھنے کی کیا صورت ہے؟	۱۱۳
۱۶۵	کیا طلاق واقع ہونے کے لئے بیوی کا سننا ضروری ہے؟	۱۱۴

۱۶۶	کیا طلاق کے لئے تحریر ضروری ہے؟	۱۱۵
۱۶۶	کیا ڈرانے سے طلاق دینے سے طلاق ہو جائے گی؟	۱۱۶
۱۶۷	کیا ڈرا دمکا کر طلاق لینے سے طلاق ہو جائے گی؟	۱۱۷
۱۶۸	حرام کار عورت کو طلاق دے یا کیا کرے؟	۱۱۸
۱۶۹	طلاق دینے میں شک ہو تو؟	۱۱۹
۱۷۱	کیا وکیل کے طلاق لکھ دینے سے طلاق ہو جائے گی؟	۱۲۰
۱۷۲	بیوی طلاق کا دعویٰ کرے اور شوہر منکر ہو تو؟	۱۲۱
۱۷۲	شوہر کو اگر مرگی آتی ہو تو کیا طلاق کا مطالبہ درست ہے؟	۱۲۲
۱۷۳	کیا شوہر جس وقت طلاق کا اقرار کرے اس وقت؟	۱۲۳
۱۷۵	کسی شرط پر طلاق معلق کرنے کا حکم؟	۱۲۴
۱۷۶	کیا بغیر اضافت طلاق ہو جائے گی؟	۱۲۵
۱۷۷	کیا حلالہ میں وطی ضروری ہے؟	۱۲۶
۱۷۹	طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے؟	۱۲۷
۱۸۰	کیا اقرار طلاق سے طلاق ہو جاتی ہے؟	۱۲۸
۱۸۱	جو دوستوں سے کہتا پھرے کہ میں نے بیوی کو طلاق دے دی	۱۲۹
۱۸۲	کیا حاملہ عورت پر طلاق ہو جاتی ہے؟	۱۳۰
۱۸۳	کیا بذریعہ خط طلاق ہو جاتی ہے؟	۱۳۱
۱۸۳	ایک مجلس میں تین طلاق کا حکم	۱۳۲
۱۸۴	شوہر کے علاوہ کوئی اور طلاق دے تو	۱۳۳
۱۸۴	شوہر نے کہا مجھے طلاق ہے تو	۱۳۴
۱۸۶	تین طلاق دے کر دو کا اقرار کرے تو	۱۳۵
۱۸۸	انتقال سے نکاح ٹوٹا ہے یا نہیں	۱۳۶
۱۸۹	طلاق طلاق کی تفصیل اور رد غیر مقلدین	۱۳۷
۲۰۱	بغیر وطی طلاق دی تو کیا حکم ہے؟	۱۳۸
۲۰۲	بیوی سے کہا تمہیں آزاد کرتا ہوں تو	۱۳۹
۲۰۳	بیوی سے کہا تمہیں اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں	۱۴۰
۲۰۴	بیوی سے کہا تم سے اپنا رشتہ منقطع کرتا ہوں	۱۴۱

- ۱۳۲ کسی نے کہا میں جب جب شادی کروں تو بیوی کو تین طلاق
۲۰۵ کیا وقوع شرط سے پہلے طلاق ہو سکتی ہے؟ ۱۳۳

نسب ثابت ہونے کا بیان

- ۲۰۷ حمل کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟ ۱۳۴
۲۰۸ شادی کے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا تو؟ ۱۳۵
۲۰۹ شادی کے تین سال بعد بچہ پیدا ہوا تو؟ ۱۳۶
۲۱۰ مرتد کا بچہ کیسا ہے؟ ۱۳۷
۲۱۱ نکاح کے تین ماہ بعد بچہ کی ولادت کا حکم ۱۳۸

نفقہ اور عدت کا بیان

- ۲۱۲ مطلقہ ایام عدت میں شوہر سے کیا کیا حق طلب کر سکتی ہے؟ ۱۳۹
۲۱۳ شوہر شرابی ہو تو چھ نکارہ کی کیا صورت ہے؟ ۱۵۰
۲۱۵ جو والدین کو خرچ نہ دے تو؟ ۱۵۱

کتاب الحلف والایمان

قسم اور منت کا بیان

- ۲۱۸ قرآن مقدس کی جھوٹی قسم کھائے تو؟ ۱۵۲
۲۱۹ قرآن مقدس اٹھانے والے کا حکم ۱۵۳
۲۲۰ معمولی بات پر قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھانا کیسا؟ ۱۵۴
۲۲۰ متعین دنوں میں روزہ کی منت مان کر نہ رکھ سکا تو؟ ۱۵۵
۲۲۱ روزہ کی منت مانی مگر اب نہ جسمانی قوت ہے نہ فدیہ دینے کی حیثیت تو؟ ۱۵۴
۲۲۱ بزرگوں کی نذر کا سامان علماء و سادات لے سکتے ہیں یا نہیں؟ ۱۵۵
۲۲۲ بھگوان کی قسم کھانا کیسا ہے؟ ۱۵۶

کتاب الحدود والتعزیر

حدود و تعزیر کا بیان

- ۲۲۵ کسی کی منکوحہ کو بیوی بنا کر رکھے تو؟ ۱۵۷
۲۲۶ زید کا لڑکا بدکاری میں ملوث ہے تو زید کا کیا حکم ہے؟ ۱۵۸

۲۲۷	غیر مسلم عورت سے ہمستری بھی زنا ہے	۱۵۹
۲۲۷	سامی بایکٹ ہو تو برادری میں شامل کرنے کی صورت	۱۶۰
۲۲۸	کسی نے اپنی بیٹی سے زنا کیا تو؟	۱۶۱
۲۲۹	زنا کی تہمت لگانے والے پر شریعت کا حکم	۱۶۲
۲۳۰	جھوٹی بیٹی سے زنا کرے اس کا حکم	۱۶۳
۲۳۱	بیٹے کی بیوی سے زنا کرے تو؟	۱۶۴
۲۳۳	سالی سے زنا کرنے والے کا حکم	۱۶۵
۲۳۴	ایک لڑکی غیر مسلم کے ساتھ فرار ہو گئی تو؟	۱۶۶
۲۳۵	جس کی لڑکی ہندو کے ساتھ فرار ہو گئی اس کا حکم	۱۶۷
۲۳۶	کسی جرم پر منہ میں کالک لگا کر گھومنا کیسا ہے؟	۱۶۸
۲۳۷	مالی جرمانہ لینا شرعاً کیا ہے؟	۱۶۹
۲۳۸	وہابی دیوبندی کو خبیث مردود کہنا کیسا ہے؟	۱۷۰
۲۳۹	اگر کافر حاکم کسی پر حد لگائے تو گناہ ختم ہوگا یا نہیں؟	۱۷۱

کتاب السیر

سیر کا بیان

۲۴۲	ہندوستان دارالحرب یا دارالسلام	۱۷۲
۲۴۳	عرب میں کافر ہو سکتے ہیں یا نہیں؟	۱۷۳
۲۴۷	تقلیدائہ کس دلیل سے ثابت ہے؟	۱۷۴
۲۴۸	کتابی کسے کہتے ہیں؟	۱۷۵
۲۴۹	رائسیوں کی قسمیں	۱۷۶
۲۵۰	سرکارِ دوعالم کیا اعلانِ نبوت سے قبل ہی نہیں تھے؟	۱۷۷
۲۵۱	غیر خدا کو حاضر و ناظر ماننا کیسا؟	۱۷۸
۲۵۳	صرف "لا الہ الا اللہ" کہنے والے کا حکم	۱۷۹
۲۵۶	"حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلطی کی" یہ کہنا کیسا ہے؟	۱۸۰
۲۵۹	کیا ہندو کافر نہیں ہے؟	۱۸۱

۲۶۰	سوکھا کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے جانا کیسا؟	۱۸۲
۲۶۰	نماز اور کلمہ جلالت کو مزاحیہ انداز میں کہنا کیسا؟	۱۸۳
۲۶۳	مندرجہ بنانے کے لئے زمین دینے والے کا حکم	۱۸۴
۲۶۴	جو کہے ”عقائد کے جھگڑوں میں نہ جاؤ“ تو؟	۱۸۵
۲۶۶	علمائے دین کی توہین کرنا کیسا ہے؟	۱۸۶
۲۶۷	چھٹ منانا دیوالی میں دیا جلانا کیسا ہے؟	۱۸۷
۲۶۹	کیا کافر کو کافر کہا جاسکتا ہے؟	۱۸۸
۲۶۹	کسی ولی کو نبی سے افضل کہنا کیسا ہے؟	۱۸۹
۲۷۱	ایمان و کفر سے متعلق چند سوالات	۱۹۰
۲۷۵	سنی ہونے کی قسم کھائے تو؟	۱۹۱
۲۷۶	آپریشن والا آدمی حشر میں کیسے اٹھے گا؟	۱۹۲
۲۷۶	دیوبندی کا نکاح و جنازہ	۱۹۳
۲۷۰	دیوبندی کی اقتدار کرنے والے کا حکم	۱۹۴
۲۷۹	دیوبندی فرقہ کو اچھا سمجھنا کیسا؟	۱۹۵
۲۸۰	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ سمجھنے والے کا حکم	۱۹۶
۲۸۳	قرآن کو نہ ماننے والے کا حکم	۱۹۷
۲۸۴	نظریہ وحدت ادیان کے احکام	۱۹۸
۲۸۸	کیا یزید کو کافر کہہ سکتے ہیں؟	۱۹۹
۲۸۹	کسی کی صحابیت کا انکار کرنا کیسا؟	۲۰۰
۲۸۹	کسی مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟	۲۰۱
۲۹۱	عقائد و ہابیہ کی تردید	۲۰۲
۲۹۶	اگر سنی کہے کہ ہم بھی وہابی ہو گئے تو؟	۲۰۳
۲۹۶	اسلام و سنیت کی توہین کرنے والا	۲۰۴
۲۹۸	شکر اور کرشن کو پیغمبر کہنے والے کا حکم	۲۰۵
۲۹۹	کفار کے مذہبی تہواروں میں شریک ہونا کیسا ہے؟	۲۰۶

۳۰۱	حکم شرع کا انکار کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟	۲۰۷
۳۰۲	ملا کی توہین کرنا کیسا؟	۲۰۸
۳۰۲	ہولی کھیلنا کیسا ہے؟	۲۰۹
۳۰۳	بتوں کے سامنے سجدہ کرنا کیسا؟	۲۱۰
۳۰۴	جو کافر اسلام لانا چاہے اس کی مخالفت کا حکم	۲۱۱
۳۰۵	فتویٰ کو نہ ماننے والے پر شرعی حکم	۲۱۲
۳۰۷	غیر مسلموں سے تعلق رکھنا	۲۱۳
۳۰۸	کیا صرف زبانی کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو جائے گا	۲۱۴
۳۰۹	کسی سے بیوا اللہ کہنا	۲۱۵
۳۱۰	اب قیامت تک جتنے بھی نبی آئیں گے یہ جملہ کہنا کیسا؟	۲۱۶
۳۱۲	ہندوؤں کے مذہبی جلوس میں شرکت	۲۱۷
۳۱۳	ہندوؤں کے مذہبی تہواروں میں چندہ دینا	۲۱۸
۳۱۴	احکام شرع کی تحقیر کرنا	۲۱۹
۳۱۸	جادو منتر ختم کروانے کے لئے سوکھا کو بلانا	۲۲۰
۳۲۰	جو کہے میں کسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا	۲۲۱
۳۲۲	کفر فتنی کے مرتکب کو پیشوا بنانا	۲۲۲
۳۲۳	کفار کے مذہبی رہنماؤں کا استقبال کرنا	۲۲۳
۳۲۵	قرآن مقدس کو گالی دینا	۲۲۴
۳۲۵	جو کہے سنی وہابی فالٹو کا جھگڑا ہے تو؟	۲۲۵
۳۲۶	جو کالشی رام کی تصویر کو پھول پہنائے اس کا حکم	۲۲۶
۳۲۷	آرائیں ایس کی پائرا میں شریک ہونا	۲۲۷
۳۲۸	جو غیر مقلد ضرور بات دین کا منکر نہ ہو	۲۲۸
۳۳۰	بلا شہوت کسی کو دیو ہندی کہنا	۲۲۹
۳۳۲	دیو بندیوں سے رشتہ کرنا	۲۳۰
۳۳۳	کیا ہر دیو ہندی کافر نہیں	۲۳۱

۳۳۳	جو کہے ہم وہابی سنی سب مانتے ہیں	۲۳۲
۳۳۶	قادیانی کوئی فرقہ ہے	۲۳۳
۳۳۹	کسی سنی صحیح العقیدہ کو دیوبندی کہنے والے کا حکم	۲۳۴
۳۴۲	دیوبندی کے یہاں عقد کرنا کیسا؟	۲۳۵
۳۴۴	جو کہے کہ میں سنیہ کو اپنے گاؤں سے مٹا دوں گا	۲۳۶
۳۴۵	دیوبندیوں کی عبارتوں پر کفر کا فتویٰ دے مگر	۲۳۷
۳۴۶	ناواقفیت کی بنا پر تبلیغی جماعت میں جانے والا	۲۳۸
۳۴۷	دیوبندی عبارتوں کے بارے میں یہ کہنا کہ چھاپنے والوں پر اعتبار نہیں	۲۳۹
۳۴۸	دیوبندی وہابی اور صلح کلی کسے کہتے ہیں؟	۲۴۰
۳۵۰	حسام الحرمین کو حق ماننے والے کو دیوبندی کہنا	۲۴۱
۳۵۱	حضرت امیر معاویہ اور حضرت امام اعظم کے گستاخ کا حکم	۲۴۲
۳۵۳	صحابہ اور علما کی شان میں گستاخی کرنے والا جاہل و غیر	۲۴۳
۳۵۶	کسی عالم دین کو کبیر داس سے بدتر کہنا کیسا ہے؟	۲۴۴
۳۵۷	دیوبندی کا نکاح پڑھانے والے کا حکم	۲۴۵
۳۵۹	ہولی دیوالی منانا کیسا ہے؟	۲۴۶
۳۶۰	قرآن مجید پر پیر رکھ کر کھڑا ہونا کفر ہے	۲۴۷
۳۶۱	توہین علما کرنے والے کا حکم	۲۴۸
۳۶۲	بلاشبوت بدعقیدہ کہنا کیسا؟	۲۴۹
۳۶۳	ثانی کا حکم ڈاکٹر طاہر القادری کا عقیدہ راشریہ گیت کا حکم	۲۵۰
۳۶۷	دیوبندی عقائد سے ناواقف رشتہ داروں کا حکم	۲۵۱
۳۶۸	سنی وہابی کو برابر کہنے کا حکم	۲۵۲
۳۷۰	وندے ماترم اور بھارت ماتا کی جے کہنا کیسا ہے؟	۲۵۳
۳۷۲	ڈاکٹر طاہر القادری کے عقائد اور اس کا حکم	۲۵۴
۳۷۳	مذاق کے طور پر مسائل بیان کر کے ہنسنا کھیلنا کیسا ہے؟	۲۵۵
۳۷۵	مردہ جلانے کو دفن کرنے سے بہتر کہنا کیسا ہے؟	۲۵۶

۳۷۶	اہل قبلہ کی تعریف اور ان کی تکفیر کا بیان	۲۵۷
۳۸۰	یہود و نصاریٰ کفار ہیں یا نہیں؟	۲۵۸
۳۸۱	دوہابی دیوبندی کی جانچ اور تحقیق کا کیا طریقہ ہے	۲۵۹
۳۸۲	کیا عام دیوبندی دوہابی بھی کافر ہیں؟	۲۶۰
۳۸۳	کیا کفر فقہی کے مرتکب کو کافر کہا جاسکتا ہے؟	۲۶۱
۳۸۸	رہنے دے راز کھل گیا بندہ بھی تو خدا بھی تو کہنا کیسا ہے؟	۲۶۲
۳۸۲	اہل ہوی و بدعت کا حکم	۲۶۳
۴۰۰	کیا ندائے ”یا محمد“ درست ہے؟	۲۶۴
۴۰۶	کفر و شرک میں کیا فرق ہے؟	۲۶۵
۴۰۷	کیا انبیاء اولیا کو وسیلہ بنانا شرک ہے	۲۶۶
۴۱۱	اپنے پیر کو خدا کہنے والے کا حکم	۲۶۷
۴۱۳	وظیفہ ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی“ کا حکم	۲۶۸

کتاب المفقود

مفقود کا بیان

۴۲۰	مفقود الخمر کی بیوی کے بارے میں کیا حکم ہے؟	۲۶۹
۴۲۱	کیا زین مفقود الخمر کا نکاح اس کے والدین کر سکتے ہیں؟	۲۷۰
۴۲۲	اگر شوہر ایک طویل زمانہ سے گواہ میں ہو تو؟	۲۷۱
۴۲۳	زن مفقود کا نکاح ہوا پھر پہلا شوہر آ گیا تو؟	۲۷۲

کتاب الشریکۃ

شرکت کا بیان

۴۲۷	باپ سے الگ لڑکے نے جو کمایا وہ کس کا ہے؟	۲۷۳
۴۲۸	اگر لڑکا باپ کے مکان میں روپے خرچ کرے تو؟	۲۷۴
۴۲۹	جو لڑکا باپ کی زمین میں اکیلے درخت لگائے تو؟	۲۷۶
۴۳۰	چند بھائیوں نے کما کر کوئی جائیداد بنائی تو کیا سب اس میں برابر کے شریک ہیں؟	۲۷۶
۴۳۲	بھائیوں نے جو کچھ کمایا وہ اس کے مستقل مالک ہیں	۲۷۷
۴۳۳	جو جائیداد باپ بیٹوں کی مشترکہ کمائی سے بنی اس کا مالک کون؟	۲۷۸

کتاب الوقف

وقف کا بیان

۲۳۷	ہاپ نے زمین وقف کی تو کیا بیٹا لے سکتا ہے؟	۲۷۹
۲۳۹	مدرسہ توڑ کر مسجد بنانا کیسا ہے؟	۲۸۰
۲۴۰	دیہات میں عید گاہ کے لئے وقف تام ہے یا نہیں؟	۲۸۱
۲۴۱	کیا سامان وقف کو کرایہ پر دینا جائز ہے؟	۲۸۲
۲۴۲	کیا زمین موقوفہ کو واقف اپنے کام لاسکتا ہے؟	۲۸۳
۲۴۳	دینی دارالعلوم کو اسکول بنانا کیسا ہے؟	۲۸۴
۲۴۴	جس کا خیر کے لئے چندہ کیا گیا اس کے علاوہ میں خرچ کرنا	۲۸۵
۲۴۵	وقف نامہ کی شرعی حیثیت	۲۸۶
۲۴۷	مسجد کا چندہ کر کے حساب نہ دے تو؟	۲۸۷
۲۴۸	احاطہ مدرسہ میں لگے گورنمنٹی تل کا استعمال	۲۸۸
۲۴۹	ہجر زمین کا مالک کون ہے؟	۲۸۹
۲۴۹	مدرسہ کی عمارت کو خانقاہ بنانا کیسا؟	۲۹۰
۲۵۱	وقفی قبرستان کو کرایہ پر دینا کیسا؟	۲۹۱
۲۵۲	جائداد وقف کا بیع نامہ کرانے کا حکم	۲۹۲
۲۵۳	مسجد و مدرسہ کی رقم سے امام کو حج کرانے کا حکم	۲۹۳
۲۵۵	دارالعلوم کو انگلش میڈیم اسکول بنانا کیسا ہے؟	۲۹۴
۲۵۶	افتادہ اراضی اور چند مسائل وقف	۲۹۵

باب المسجد

مسجد کا بیان

۲۶۵	مسجد کی تعمیر میں گورنمنٹ کا پیسہ لگانا کیسا؟	۲۹۶
۲۶۶	مسجد بنانے کے بعد نیچے دوکان لگانا کیسا؟	۲۹۷
۲۶۷	ایک مسجد کا چندہ دوسری مسجد کے امام کو بطور نذر دینا	۲۹۸
۲۶۸	کیا دیوار مسجد کے متصل دوکان بنا کر کرایہ پر دینا جائز ہے؟	۲۹۹

۴۶۹	بد مذہب کی نماز جنازہ کا اعلان مسجد کے مالک سے کرنے کا حکم	۳۰۰
۴۷۰	مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں رکھنا کیسا ہے؟	۳۰۱
۴۷۱	دیوبندی کا چندہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟	۳۰۲
۴۷۲	مسجد کے مالک سے دنیوی امور کا اعلان	۳۰۳
۴۷۳	مسجد کا کام رکوانے والے کا حکم	۳۰۴
۴۷۵	مسجد کی سجاوٹ ایسی چیز سے کرنا جو محل نماز ہو	۳۰۵
۴۷۶	مسجد کی رقم اپنے ذاتی کام میں لاتا کیسا ہے؟	۳۰۶
۴۷۸	وہابیوں سے میل جول رکھنے والے کو مسجد کا ممبر بنانا کیسا؟	۳۰۷
۴۷۹	مسجد کی تعمیر روکنے والے کے بارے میں شریعت کا حکم	۳۰۸
۴۸۰	مسجد کی چھت پر موبائل کا ٹاور لگانا کیسا؟	۳۰۹
۴۸۲	مسجد کا جو سامان قابل استعمال نہ ہو اس کا بیچنا	۳۱۰
۴۸۲	مسجد کی زمین کو دوسری زمین سے بدلنا	۳۱۱
۴۸۳	نجر زمین پر دوسرے کے قبضہ کے باوجود وضو خانہ بنانا	۳۱۲
۴۸۵	مسجد میں غیر مسلم نے تل لگایا تو؟	۳۱۳
۴۸۶	مسجد کے چندہ سے امام کا حجرہ بنانا	۳۱۴
۴۸۷	مسجد میں موم بتی جلا سکتے ہیں یا نہیں	۳۱۵
۴۸۷	جس عورت نے عیسائی سے نکاح کر لیا	۳۱۶
۴۸۸	مکان مالک کی مرضی سے اس کی زمین پر مسجد بنانا	۳۱۷
۴۸۹	نجر زمین جو دوسرے کے قبضے میں ہو اس پر مسجد بنانا	۳۱۸
۴۹۰	مسجد کو مدرسہ میں بدلنا	۳۱۹
۴۹۱	نیچے دوکان اور اوپر مسجد بنانا کیسا؟	۳۲۰
۴۸۲	نگر پنجایت کی زمین پر مسجد بنانا	۳۲۱
۴۹۳	جو شخص مسجد کو اپنی ملکیت بتائے اس کا حکم	۳۲۲
۴۹۴	مسجد کی زمین تعمیر مدرسہ کے لئے کرایہ پر دینا	۳۲۳
۴۹۶	شہر میں عید گاہ کی جگہ پر مسجد بنانا کیسا؟	۳۲۴

۴۹۷	کیا پردھان نالی کے فنڈ سے مسجد کا بیت الخلاء بنا سکتا ہے؟	۳۲۵
۴۹۷	گورنمنٹ کی جگہ پر مسجد بنانا کیسا؟	۳۲۶
۴۹۸	ایم ایل اے کے فنڈ سے مسجد تعمیر کرنا کیسا؟	۳۲۷
۴۹۹	قبر کو مسجد میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں؟	۳۲۸
۵۰۰	کورٹ کے ذریعے مسجد کی زمین اپنے نام کرانا	۳۲۹
۵۰۲	کیا قبلہ سے دس درجہ انحراف کی صورت میں مسجد تعمیر ہو سکتی ہے؟	۳۳۰
۵۰۳	بینک سے ملی زائد رقم کا مسجد میں استعمال	۳۳۱
۵۰۴	مدرسہ کی زمین تو وسیع مسجد میں شامل کرنا	۳۳۲
۵۰۵	غیر وقفی جگہ میں کچھ قبریں ہوں تو اس جگہ پر مسجد بنانا کیسا؟	۳۳۳
۵۰۶	بلا اجازت کسی کی زمین مسجد میں لینا کیسا ہے؟	۳۳۴
۵۰۷	گورنمنٹی زمین پر مسجد بنانا کیسا ہے؟	۳۳۵
۵۰۷	جبرائی گئی زمین پر مسجد بنانا کیسا ہے؟	۳۳۶
۵۰۸	قبرستان کی زمین پر مسجد بنانے کا حکم	۳۳۷
۵۰۹	واقف کا اپنے خاندان کے لئے تولیت کی شرط لگانا	۳۳۸
۵۱۱	کیا کر بلا کی زمین پر مسجد بنا سکتے ہیں؟	۳۳۹
۵۱۲	مسجد میں دینی تعلیم دینا	۳۴۰

باب المقبرہ

قبرستان کا بیان

۵۱۳	موقوفہ قبرستان میں پختہ قبر بنانا کیسا؟	۳۴۱
۵۱۴	کیا کسی مزار پر وقف کو بدل کر دوسرے کام میں استعمال کرنا جائز ہے؟	۳۴۲
۵۱۵	قبرستان میں عید گاہ کی توسیع کرنا کیسا ہے؟	۳۴۳
۵۱۷	وقفی قبرستان میں مدرسہ و مسجد بنانا کیسا ہے؟	۳۴۴
۵۱۸	قبرستان کے درختوں کا حکم	۳۴۵
۵۱۹	قبرستان میں نیا راستہ نکالنا	۳۴۶

۵۲۰	قبرستان میں گائے بھینس چرا کر کیا؟	۳۴۷
۵۲۱	قبرستان کے درختوں کو کاٹ کر اس کی قیمت	۳۴۸
۵۲۲	چک بندی سے بچی زمین کی رقم مسجد و مدرسہ میں لگانا کیسا؟	۳۴۹
۵۲۲	قبرستان میں شادی محل بنانا	۳۵۰
۵۲۲	کیا قبرستان کی گھاس کاٹ کر اس کو بیچ سکتے ہیں؟	۳۵۱
۵۲۵	قبرستان کی زمین کسی کو دینا	۳۵۲
۵۲۶	قبرستان میں اگر بتی مومن بتی جلانا	۳۵۳
۵۲۷	قبرستان میں مٹی پائنے کی صورت	۳۵۴
۵۲۹	قبرستان کی زمین پر نماز عید پڑھنا	۳۵۵
۵۲۹	قبرستان کے لئے غیر مسلم کی وقف کردہ زمین	۳۵۶
۵۳۰	قبرستان میں نیا راستہ نکالنے کا حکم	۳۵۷
۵۳۰	قبرستان میں لگے درختوں کا مالک کون؟	۳۵۸
۵۳۱	غیر مسلموں نے قبرستان کے لئے زمین دی تو؟	۳۵۹
۵۳۲	مراجع و مصادر	۳۶۰

فہرست جدید مسائل

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

۴۹	۱	فون پر طلاق دی
۵۱	۲	انٹرنیٹ اور ٹیلی فون سے نکاح
۵۸	۳	اسلام میں کورٹ میرج۔
۱۰۱	۴	قلموں میں ہونے والا نکاح شرعاً معتبر ہے کہ نہیں۔
۱۳۵	۵	مہر کی اقل مقدار اور جدید وزن سے اس کی مقدار
	۶	دودھ پینک میں جمع دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

۱۴۵	۷	فون پر طلاق دینے کا حکم
۱۴۷	۸	ایس، ایم، ایس کرنے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

کتاب الحدود

حدود کا بیان

۹	لیٹ فیس لینا کیسا؟

کتاب السیر

سیر کا بیان

۲۸۴	۱۰	نظریہ وحدت ادیان کا حکم
۳۲۶	۱۱	کانشی رام کی تصویر کو مالا چڑھانا
۳۷۰	۱۲	راشٹریہ گیت کا حکم

کتاب المفقود

مفقود کا بیان

۴۲۲	۱۳	شوہر کو ماٹیں ہوتو

کتاب الوقف**وقف کا بیان**

۴۶۷	۱۴	مسجد کی سجاوٹ جو محل نماز ہو
۴۷۲	۱۵	مسجد کی چھت پر موبائل کا ٹاور لگانا کیسا؟
۴۹۰	۱۶	ایم ایل اے کے فنڈ سے مسجد تعمیر کرنا کیسا؟
۵۱۲	۱۷	مسجد میں دینی تعلیم دینا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب النکاح

قال الله تعالى

﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنً
وَتِلْكَ وَرُبْعٌ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً﴾
(النساء/ ۳)

یعنی

نکاح کرو جو تمہیں خوش آئیں عورتوں سے دو دو اور تین تین اور
چار چار اور اگر یہ خوف ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک سے۔

از ص: ۲۵ تا ص: ۱۳۸

کل فتاویٰ: ۱۲۳

کتاب النکاح

نکاح کا بیان

کہا میں جب، جب شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق اب نکاح کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: عبدالواحد علی انصاری، مقام منگرا سرولی، ضلع سیتا مرچی، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے قسم کھایا کہ:

میں جب، جب شادی کروں تو میری بیوی کو طلاق، آیا اب زید کسی سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص یعنی جس کو زید نے نکاح کا وکیل نہ بنایا ہو بغیر زید کے کہے کسی عورت سے زید کا نکاح کر دے اور جب زید کو اس کا علم ہو کہ فلاں نے میرے کہے بغیر میرا نکاح کر دیا ہے تو زبان سے نکاح نافذ نہ کرے بلکہ کوئی ایسا کام کر دے جس سے اجازت ہو جائے۔ مثلاً اس عورت کو کچھ مہر دے دے یا اس کو بوسہ لے لے یا اسی کے مثل اور کوئی ایسا کام کر دے جو زوجین کے مابین ہوتے ہیں تو اس طرح سے نکاح ہو جائے گا اور طلاق نہیں پڑے گی۔ ایسا ہی بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۶۰ پر اور فقہی پہیلیاں میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المراجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

وکیل کے ساتھ مؤکلہ لڑکی کا نکاح جائز ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری برکاتی نوری، بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نکاح کے وقت لڑکی کا وکیل

نکاحی باپ بنایا جاتا ہے۔ لڑکی نے اپنے شوہر سے طلاق لے لی اور لڑکی اس نکاحی باپ یعنی وکیل سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو کیا شریعت نکاح کی اجازت دیتی ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

محض وکیل بن جانے سے کوئی حرمت نہیں آتی ہے۔ لڑکی اگر وکیل کے محرمات میں سے نہیں ہے تو بلاشبہ یہ نکاح جائز و درست ہے۔ بشرطے اور کوئی وجہ مانع نکاح نہ پائی جاتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

گوٹنگے کا نکاح

مسئلہ از: عبدالقادر بن محمد علی، مقام و پوسٹ اموڑھا بازار، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:
زید کا ایک لڑکا ہے اور وہ لڑکا کان سے کم سنتا ہے اور زبان سے صحیح طریقے سے بول نہیں پاتا اور اس کی شادی ہونے والی ہے۔ تو وہ ایجاب و قبول کیسے کرے گا۔ دلائل شرعیہ سے مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں اس کا نکاح اشارہ سے ہوگا مگر یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ گوٹنگا لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو اور اگر لکھنا پڑھنا جانتا ہو تو بذریعہ تحریر عقد ہوگا کہ گوٹنگے کے نکاح سے متعلق فقہائے کرام نے یہی تحریر فرمایا ہے۔ چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ ”امجد علی“ صاحب قدس سرہ رقمطراز ہیں:
عائدین گوٹنگے ہوں تو نکاح اشارہ سے ہوگا۔ (۱)
اور خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں:

”ثم قال في النهر ينبغي ان لا يختلف في انعقاده بالأصميين اذا كان كل من الزوج والزوجة اخرس لان نكاحه كما قالوا ينعقد بالاشارة حيث كانت معلومة“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

۱۶/۱۱/۱۴۲۱ھ

(۱) بہار شریعت، ج: ۶، ص: ۱۲

(۲) رد المحتار، کتاب النکاح، ج: ۲، ص: ۲۷۲

صلح کلی قاضی سے نکاح پڑھوانا اور قبروں پر بنے نئے راستہ پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا عبدالحی خاں یار علوی، جامعہ صدیقیہ فیضان العلوم ساگولہ ضلع شیولا پور، مہاراشٹر
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) زید قاضی شہر ہے اور وہی سب کا نکاح پڑھاتا ہے یہاں تک کہ وہابی دیوبندی رافضی، بد مذہبوں کی نکاح خوانی کرتا ہے ایسی صورت میں سنی صحیح العقیدہ حضرات ایسے قاضی شہر سے نکاح خوانی کروائیں یا نہیں اور ایسے قاضی شہر کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟

(۲) مسلم قبرستان ہے اس قبرستان کی کچھ پرانی قبروں کو توڑ کر راستہ بنا دیا گیا ہے اب اس راستہ پر نماز ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع مفصل تحریر فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) وہابی، دیوبندی، رافضی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”مرتد منافق وہ کہ اب بھی کلمہ اسلام پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عز و جل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی شی کا منکر ہے جیسے آج کل کے وہابی رافضی، قادیانی، (۱)

اسی میں ہے: ”مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے خصوصاً وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہل سنت کہتے ہیں یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں۔“ (۲)

اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية کذا لک لا یجوز نکاح

المرتدة مع احد کذا فی المبسوط. “ (۳)

لہذا زید جو وہابی دیوبندی وغیرہ کا نکاح پڑھا کرتا ہے وہ صلح کلی و گمراہ اور بد مذہب ہے اس پر توبہ و استغفار اور تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اگر وہ صدق دل سے توبہ کر کے آئندہ وہابیوں اور دیگر بد مذہبوں کا نکاح پڑھانے سے باز آجائے تو اس سے سنی حضرات نکاح پڑھوا سکتے ہیں ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۵

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) قبروں پر راستہ بنانا ناجائز و حرام ہے اس پر چلنا پھرنا نماز پڑھنا سب حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”لان اطنی علی جمرة حتی تخلص الی جلدی احب الی من ان اطاعنی قبر مسلم“ (۱)

یعنی مجھے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنے سے زیادہ پسند چنگاری پر پاؤں رکھنا ہے۔

ردالمحتار میں ہے: ”المروور فی سكة حادثة فی المقابر حرام“ (۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”قبر مسلمین پر چلنا جائز نہیں، بیٹھنا جائز نہیں، ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں یہاں تک

کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا ہو اس پر چلنا حرام ہے“ (۳)

لہذا اگر مسلمانوں کی قبروں پر راستہ بنایا گیا تو اس پر چلنا پھرنا اور کوئی بھی نماز پڑھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد درس دارالعلوم علمیہ، جہد اشاہی، بستی

۶ ربیع الآخر ۱۴۳۳ھ

اگر سرسرنے بہو کو شہوت سے دانت کاٹا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: تسنیم ثریا بنت خلیل احمد دار ذمیرتین عید گاہ روڈ تلنی نگر، ضلع کشی نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

میری (ہندہ) شادی زید سے تقریباً دو برس قبل ہوئی اور میں (ہندہ) رخصت ہو کر پہلی بار اپنی سرال گئی اور ایک ہفتہ تک اپنی سرال میں رہی اس دوران میں ہندہ شوہر کی ناموجودگی میں اپنے سر کی غلط و گندی حرکتوں سے عاجز رہی مثلاً سر بغیر بتائے میرے کمرے میں داخل ہو کر ناز و بیامناق اور فحش گانا سننے پر مجبور کرتا مجھے اپنے ہاتھوں سے جبریہ مٹھائی کھلانے کے لیے کہتا مجبور ہو کر ایک دن جب مٹھائی کھلائی تو سرسرنے دانتوں سے میری انگلیوں کو کاٹ لیا لیکن حد اس وقت ہو گئی جب سر مٹھائی کھلانے کے بہانے مجھے اپنے باہوں میں ایک دن دبوچ لیا اس نازیبا و گندی حرکتوں کی شکایت جب میں نے اپنے شوہر سے کی تو ناراض ہو گیا اور واضح کیا کہ جب تک تمہارے والدین پانچ لاکھ روپیہ یا چار پہیا گاڑی

(۱) سنن ابی داؤد، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۲) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۲۹

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۴، ص: ۱۰۸

نہیں دیں گے تب تک تمہارے ساتھ یہ ساری حرکتیں ہوتی رہیں گی اتنا کہہ کر میرے شوہر نے گھر والوں کی رضامندی سے میرے سارے سامان اور زیورات مجھ سے چھین لیا اور پڑ رو نہ بس اڈے پر چھوڑ کر فرار ہو گیا اس کے بعد میں کسی طرح اپنے میکے پہنچی واضح ہو کہ میرا شوہر دہی رہتا ہے مجھے خوف ہے کہ جب شوہر کی موجودگی میں سرکی یہ نازیبا و گندی حرکت ہے تو اس کے دہی جانے کے بعد میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا، مذکورہ حالات کے پیش نظر میں (ہندہ) اپنی سسرال جانے پر ہرگز راضی نہیں ایسی صورت میں مجھے کیسے چھٹکارا حاصل ہوگا اور اگر شوہر طلاق نہ دے تو شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں:

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شہوت کے ساتھ بہو کو دانت کاٹنے یوں ہی شہوت کے ساتھ باہوں میں لینے سے وہ عورت اس کے ٹڑکے پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے درمختار میں ہے:

”والمعانقة كالتقبيل وكذا القرص والعص بشهوة“ (۱)

بہار شریعت میں ہے: ”حرمت مصاہرت جس طرح وطی سے ہوتی ہے۔ یونہی شہوت چھونے سے اور بوسہ لینے سے اور فرج داخل کی طرف نظر کرنے سے اور گلے لگانے اور دانت کاٹنے سے بھی حرمت ہو جاتی ہے“ (۲) مگر صرف عورت کا بیان حرمت کے لیے کوئی چیز نہیں جب تک کہ شوہر اس کی تصدیق نہ کرے یا دو گواہوں سے اس کام کا ثبوت نہ ہو جائے، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”عورت کا بیان کوئی چیز نہیں جب تک شوہر اس کی تصدیق نہ کرے درمختار میں ہے: ”لان الحرمة لیست الیہا قالوا وبہ یفتی فی جمیع الوجوہ ہذا زیة“ اور اگر پدر شوہر بھی اقرار کرے جب بھی شوہر پر حجت نہیں لائے سیرید از الہ ملک ثابت بشہادۃ واحدة لا سیما وہی علی فعل نفسه وشہادۃ المرء علی فعل نفسه لا تقبل کما نصوا علیہ قاطبہ ہاں اگر شوہر کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو تو اس پر واجب ہے کہ عورت کو اپنے اوپر حرام جانے اور متار کہ کر دے، بزاز یہ دہندیہ میں ہے فان وقع عنده صدقہ وجب قبولہ، یادو شاہ عدل کی گواہی سے یہ امر ثابت ہو“ (۳)

اور حرمت ثابت ہو جانے کی صورت میں عورت اپنے شوہر پر اگرچہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے مگر نکاح ختم نہیں ہوتا ہے جب تک کہ شوہر اسے نہ چھوڑ دے درمختار میں ہے:

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۴، ص: ۹۱، فصل فی المحرمات

(۲) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۳۳

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۳۰۵

”بحرمة المصاهرة لا ترفع النکاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة

وانقضاء العدة، (۱)

صورت مسئلہ میں آپ نے اپنے سر کی جن گندی حرکتوں کا ذکر کیا ہے بشرط ثبوت آپ اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئیں، آپ کے شوہر پر لازم ہے کہ آپ کو چھوڑ دے اگر وہ نہ چھوڑے تو آپ اپنا معاملہ قاضی شریعت کی بارگاہ میں پیش کریں وہ فیصلہ سنائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ، مجدد اشاعتی، بستی

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ

کسی کی منکوحہ کا بغیر طلاق نکاح کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد بشیر راعین کنز رٹولہ گاندھی نگر بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:

محمد بشیر راعین بن مرحوم خلیل احمد راعین عمر ۳۵ سال مقام کنز رٹولہ گاندھی نگر بستی نے اپنی ہی برادری کی ایک لڑکی افسرہ خاتون عرف پھول بانو بنت محمد سلیم راعین عمر ۲۵ سال مقام اٹوا بازار ضلع سدھارتھ نگر سے پانچ مہینہ پہلے آپسی رضا مندی سے اپنے والدین کو بغیر اطلاع کئے ہوئے شادی کر لی اب لڑکی کے گھر والے اس کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ محمد بشیر نے ابھی بھی طلاق نہیں دیا ہے اور لڑکی کے گھر والوں کو نکاح نامہ دکھاتے ہوئے سارے پر یوار کو خبر کر دی، اب افسرہ خاتون عرف پھول بانو بنت محمد سلیم کا عقد دوسرے کے ساتھ ہو گیا یا نہیں؟ نیز صورت مسئلہ کو جانتے ہوئے نکاح پڑھنے اور پڑھوانے والے پر شرعی حکم کیا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں آپ کا کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جب افسرہ خاتون کا نکاح محمد بشیر سے ہو گیا تو جب تک محمد بشیر اسے طلاق نہ دیدے یا اس کی موت نہ ہو جائے اسی کا کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره و كذا لك المعتدة كذا في السراج الوہاج“ (۲)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۹۱، فصل فی المحرمات

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸، کتاب النکاح

بہار شریعت میں ہے: ”دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہو سکتا۔“ (۱)

اگر نکاح کیا گیا تو وہ نکاح ہو گا ہی نہیں بلکہ زنا کاری و بد کاری پر پیش کرنا ہو گا جو اس میں کسی بھی طور پر شریک ہوں گے وہ شرعاً سخت مجرم و گنہ گار اور مستحق غضب جبار اور لائق عذاب نار ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم عظیمہ، جہد اشاہی، بہتی

۱۳/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ

زنا سے پیدا شدہ بہن سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد طیب خیر آباد، سیتاپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ایک عورت سے زنا کیا جس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، پھر زید نے دوسری عورت سے نکاح کیا جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا اب اس لڑکے کا مزنیہ کے شکم سے ہونے والی اس لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو روا ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس طرح حقیقی، اخیا فی اور علاقائی بہن سے نکاح حرام ہے یونہی زنا سے پیدا شدہ بہن سے بھی حرام ہے

در مختار میں ہے: ”حرم علی المتزوج اصلہ و فرعہ و بنت اخیہ و اختہ و بنتھا و لومن زنی“ (۲)
ردا مختار میں ہے: ”قولہ و لومن زنی تعمیم بالنظر الی کل ما قبلہ ای لا فرق فی اصلہ او فرعہ او اختہ ان یکون من الزنی او لا اھ“ (۳)

اور بہار شریعت میں ہے: ”زنا سے بیٹی، پوتی، بہن، بھانجی، بھتیجی بھی محرمات میں ہیں۔“ (۴)
لہذا زید کی منکوحہ کے لڑکے اور مزنیہ کی لڑکی کے درمیان نکاح ناجائز و حرام ہے ان دونوں کا آپس میں نکاح ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم عظیمہ، جہد اشاہی، بہتی

۱۳/ صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

(۱) بہار شریعت، کتاب النکاح، ج: ۷، ص: ۱۸ (۲) الدر المختار، کتاب النکاح، ج: ۲، ص: ۸۲

(۳) رد المختار، ج: ۲، ص: ۸۲، کتاب النکاح (۴) بہار شریعت، کتاب النکاح، ج: ۷، ص: ۲۲

صرف دو گواہ ہوں تو نکاح ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ ان: شفیق احمد ریلوے روڈ، لوہیا نگر، ہستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ زید نے ۲۱/۶/۱۳۶۷ھ کو ہندہ کے ساتھ دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح پڑھوایا اور اس نکاح کے بارے میں لڑکی اور لڑکے کے والدین کو کوئی اطلاع نہ رہی، دونوں آپس میں راضی ہو کر خوشی خوشی ایک دوسرے کو قبول کر لیا جب کہ لڑکی کی عمر تقریباً ۱۸ سال تھی اور لڑکے کی عمر بھی تقریباً اتنی ہی تھی۔ جواب طلب یہ ہے کہ دونوں کا نکاح منعقد ہوا کہ نہیں؟ جب کہ لڑکی کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ یہ نکاح فرضی ہے، شہر کے ایک عالم صاحب نے لکھ کر دیا ہے کہ ”یہ تو فرضی نکاح ہے“ جو امامت بھی کرتے ہیں طرفین کے درمیان اختلاف ہونے کی بنیاد پر لڑکی والے ماننے کو تیار نہیں ہیں اور لڑکی کی شادی کسی دوسرے کے ساتھ کرنے پر مصر ہیں، نکاح کے گواہان گواہی دینے کو بھی تیار ہیں۔ جواب عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی میزان عالم صاحب کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نکاح منعقد ہونے کے لیے شرط ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت مسلم مائل، بالغ، آزاد کے سامنے نکاح ہو اور یہ سب ایک ساتھ نکاح کے الفاظ سنیں، درمختار میں ہے:

”وشرط حضور شاہدین حرمین او حرو حرمین مکلفین سامعین قولہما معاً“ (۱)

صورت مسئلہ میں اگر دونوں گواہ شرعاً گواہ بننے کے قابل تھے اور زید ہندہ کا کفو تھا تو نکاح منعقد ہو گیا اسے فرضی نکاح کہنا غلط ہے جس نے اسے فرضی کہا تو بہ کرے اور ہندہ زید کی بیوی ہے تو جب تک زید طلاق نہ دے یا اس کی موت نہ ہو جائے ہندہ کا کسی سے نکاح حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ، عہدہ اشاہی، ہستی

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

جان بوجھ کر یا انجانے میں بد مذہب سے نکاح پڑھا دیا تو

مسئلہ اف: عبدالرزاق ملک بقر یا کلاں، ایس گمر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید ایک عالم دین ہیں جن سے ایک شخص عمر نے کہا کہ فلاں جگہ ایک نکاح کرنا ہے جو کہ طر فین اہل سنت ہیں۔ حضرت کے وہاں جانے پر محسوس ہوا کہ لوگ بد مذہب ہیں تو انہوں نے خطبہ نکاح اور ایجاب و قبول سے منع کر دیا لیکن مولانا موصوف اس محفل نکاح میں شریک رہے اور بعد نکاح رجسٹر نکاح فارم پر کیا اور نکاح پڑھانے کا نذرانہ آدھا قبول کیا اور آدھا قاضی نکاح بد مذہب نے لیا دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) ایسے عالم دین پر کوئی حد نافذ ہوتی ہے یا نہیں؟ (۲) اگر کوئی حد نافذ ہوتی ہے تو وہ کون کون سی ہیں؟ (۳) کیا ایسے عالم کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟ (۴) اگر نماز نہیں ہوتی ہے تو کیا نماز واپس کرنی ہوگی یا نہیں؟ نیز کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک عالم دین سے کسی شخص نے کہا کہ فلاں جگہ نکاح کرنا ہے جو اہل سنت ہیں مولانا محترم وہاں گئے اور نکاح پڑھایا لیکن دو دن کے بعد معلوم ہوا کہ لوگ بد مذہب تھے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں کوئی حد نافذ ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو کون کون سی، تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔ فقط والسلام۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) جس مولوی نے بد مذہب کے نکاح میں شرکت کی اور نکاح کا رجسٹر پر کیا اور نکاح کا نذرانہ لیا وہ سخت مجرم و گنہگار اور فاسق و فاجر ہے اس کی اقتدا کرنا ناجائز ہے اور اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا دہرا نا واجب ہے۔ رد المحتار میں ہے: ”الفساق کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم۔“ (۱)

اور در مختار میں ہے: ”کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ التحریم تجب اعادتها۔“ (۲)

اس پر لازم ہے کہ اس نکاح کے فلتا ہونے کا اعلان کرے نذرانہ واپس کرے اور توبہ و استغفار کرے اگر وہ یہ سب کر لے تو ٹھیک ورنہ اس کا بایکات کر دیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا يَنْبَغُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۳)

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج: ۱، ص: ۵۶۰

(۳) سورة الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاۃ، ج: ۱، ص: ۳۵۷

(۲) جس نے مولانا صاحب کو دھوکا دیا وہ توبہ واستغفار کرے اور مولانا صاحب سے دھوکا دہی کی بنا پر معافی مانگے، مولانا صاحب پر کوئی الزام نہیں البتہ اس وقت وہاں بیت عام ہوگئی ہے اور لوگ شریعت کی کوئی پرواہ نہیں کر رہے ہیں۔ وہابیوں سے رشتہ کرنے میں جری ہو گئے ہیں اس لیے ان کو تحقیق کر کے نکاح پڑھانا چاہئے تھا پھر بھی معلوم ہونے کے بعد اس نکاح کے نہ ہونے کا اعلان کریں اور احتیاطاً توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ، محمد اشاہی، بستی

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ

چچا زاد بھائی بہن کا نکاح کرنا کیسا ہے

مسئلہ از: محمد سعید قادری مقام لٹکا پوسٹ سونہاں، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید کے دو بھائی تھے ابماہیم اور شعیب، ابماہیم کے دو لڑکے ہوئے محمد کریم اور احمد کریم، محمد کریم کے پانچ لڑکے ہوئے ان میں بڑے کا نام جمعیت حسین، جمعیت حسین کے دو لڑکے ہوئے عدالت حسین اور محمد حسین، محمد حسین کے پانچ لڑکے ہوئے ان میں بڑے کا نام عبداللہ ہے، عبداللہ کے چار لڑکے اور چار لڑکی ہیں ان میں ایک لڑکی کا نام فاطمہ ہے۔ احمد کریم کے دو لڑکے ہوئے بڑے کا نام عبدالرحمن، عبدالرحمن کے دو لڑکے ہوئے بڑے کا نام سلمان، سلمان کے لڑکے کا نام نعمان، نعمان کے لڑکے کا نام عطاء محمد، عطاء محمد کے لڑکے کا نام مومن ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک ہی برادری کے ان دونوں یعنی فاطمہ اور مومن کا نکاح جائز ہے کہ نہیں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقلس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں مومن اور فاطمہ کا نکاح جائز ہے بشرطیکہ رضاعت وغیرہ اور کوئی وجہ حرمت نہ پائی جاتی ہو۔

قرآن پاک میں محرمات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا:

﴿وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ كُلُّهُ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ، محمد اشاہی، بستی

۲۹ ربیع الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

کیا زبردستی نکاح منعقد ہو جاتا ہے

مسئلہ ۱: مطیب اللہ، مقام جہیادواں، پوسٹ کدرہاں، ضلع بہتلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

زید اور ہندہ ایک ہی گاؤں کے باشندہ ہیں۔ مذکورہ زید اور ہندہ کے گھر والوں کے مابین اچھے مراسم تھے۔ زید کا ہندہ کے گھر آنا جانا تھا۔ اتفاقاً وہ ایک دن ہندہ کے گھر جا کر سو گیا۔ گاؤں کے کچھ لوگوں نے اس پر یہ الزام لگایا کہ زید کے ہندہ سے ناجائز تعلقات ہیں جب کہ دونوں قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھانے کو تیار ہیں کہ ہم لوگوں کے درمیان ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن گاؤں والوں کا کہنا ہے کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے بلکہ تم دونوں کے درمیان ناجائز تعلقات ہیں۔

کچھ دنوں بعد ہندہ کے گھر والوں نے زید کے گھر والوں سے کہا کہ زید کا نکاح ہندہ سے کر دو لیکن زید اور اس کے گھر والے تیار نہ ہوئے۔ ایک دن اتفاقاً زید کو اکیلا پا کر ہندہ کے گھر والوں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ تم ہندہ سے نکاح کرو ورنہ ہم لوگ ماریں گے۔ لیکن زید پھر بھی تیار نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے زید کو مارنا شروع کر دیا اور گاؤں کے ایک تاج کو ہلا کر نکاح بھی پڑھوانا شروع کر دیا۔ لیکن زید نے ہندہ کو قبول نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اس کو مارا گیا اور کہا گیا کہ قبول کرو۔ زید نے مار کھانے کے ڈر سے قہقہہ دیا۔

اب جواب طلب مسائل یہ ہیں کہ (۱) آیا ایسی صورت میں زید کا نکاح ہندہ سے ہوا کہ نہیں جب کہ زید اس کو اپنے عقد میں رکھنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ بیہوا تو جبروا۔
(۲) نکاح کا عند الشرع کیا حکم ہے؟ بیہوا تو جبروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) زبردستی نکاح کرنے کی صورت میں اگر زبان سے قبول کر لیا تو نکاح ہو جائے گا۔ چنانچہ ”در مختار“ میں ہے۔

”وصح نکاحه و طلاقه و عقدہ لو بالقول لا بالفعل“ (۱)

اور علامہ ”ابن عابدین“ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”حقیقۃ الرضاء غیر مشروطۃ فی النکاح

لصحته مع الاکراه والہزل“ (۲)

اور نور الانوار میں ہے: ”ان کان القول ممسلاً لا یفسخ ولا یتوقف علی الرضاء ولم یبطل

(۱) الدر المختار، کتاب الاکراه، ج: ۵، ص: ۸۶

(۲) رد المختار، ج: ۲، ص: ۲۷۱

بالکبرہ کا طلاق ونحوہ من العتاق والنکاح“ (۱)

اور حضرت صدر الشریعہ بدرالطریقہ علامہ مفتی امجد علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”نکاح و طلاق و عتاق پر اکراہ ہو یعنی دھمکی دے کر ایجاب یا قبول کرایا یا طلاق کے الفاظ کہلوائے یا غلام کو آزاد کرایا تو یہ سب صحیح ہو جائیں گے۔“ (۲)

لہذا صورت مسئلہ میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) کئی پر بلا وجہ جبر و اکراہ گناہ ہے اور گناہ پر مدد کرنا بھی گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۳) اس لیے نکاح خواں پر توبہ واستغفار ضروری ہے کہ اس نے گناہ پر مدد کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ

سگے ماموں کے لڑکے سے نکاح ہو جاتا ہے

مسئلہ از: عبدالوہاب رضوی، محلہ بدھیا نی، خلیل آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید اپنی لڑکی کی شادی اپنے سگے ماموں کے لڑکے سے کرنا چاہتا ہے۔ آیا یہ درست ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں زید اپنی لڑکی کا نکاح اپنے سگے ماموں کے لڑکے سے کر سکتا ہے جب کہ رضاعت وغیرہ کوئی دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو۔ کما قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۴) یعنی تمہارے لیے ان کے علاوہ حلال کر دی گئی ہیں۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

۱۶/۱۲/۱۴۱۹ھ

(۱) نور الانوار، ص: ۳۱۶

(۲) بہار شریعت، ج: ۵، ص: ۹

(۳) سورۃ المائدہ: آیت: ۲

(۴) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

مرتد مرد ہو یا عورت ان کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہو سکتا

مسئلہ ۱۵: مسیح الدین احمد قادری مصباحی، علماء الدین پور، ضلع گونڈا، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید اپنی لڑکی کی شادی وہابی مولوی جو دیوبند سے فارغ ہے اس سے کر دیا۔ شریعت کا اس پر کیا حکم ہے؟
(۲) شادی کرنے سے قبل گاؤں والوں نے اور دارالعلوم کے اساتذہ نے قرآن و حدیث کی روشنی میں سمجھانے کی کوشش کی پھر بھی نہیں مانا، شرع کا کیا حکم ہے؟

(۳) کچھ لوگ اس کی حوصلہ افزائی کرتے رہے اور اس کی حمایت کر کے بولتے رہے اور کچھ لوگوں نے کھانے، پینے میں شرکت بھی کی۔ شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۴) گاؤں کے کچھ لوگ اس کی شادی میں شریک نہیں تھے، وہ لوگ اپنے پرانے رشتہ دار جو وہابی ہیں ان کو پہلے نہیں بلاتے تھے۔ اب کچھ دنوں سے بلانے لگے ہیں۔ اس نے یہ مدعی پیش کیا کہ پہلے ان کو منع کرو وہ لوگ کیوں بلاتے ہیں تو ان لوگوں نے کہا رشتہ کرنا اور ہے اور وہابیوں کو بلانا اور ہے۔

(۵) زید اپنے اس کارنامے سے توبہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۶) شادی اور بیاہ میں ناچ اور گانا کروانے والے پر شرع کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱-۲-۳) وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں فرمایا: ”وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت ان کا نکاح تمام جہاں میں کسی سے نہیں ہو سکتا، نہ کافر سے نہ مرتد سے، نہ مسلمان سے۔ جس سے ہو گا زنائے خالص ہو گا۔“ (۱)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے:

”لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية کذلک لا یجوز النکاح

المرتدة مع احد کذا فی المبسوط“ (۲)

لہذا زید نے اپنی لڑکی کا جو نکاح فارغ دیوبند وہابی مولوی سے کیا وہ سرے سے باطل اور اپنی لڑکی کو زنا کے لیے دینے کے مترادف ہے۔ گاؤں والوں بلکہ علمائے کرام کے سمجھانے کے باوجود نہ ماننا اور اپنی لڑکی کا نکاح وہابی

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۵، ص: ۱۹۴

(۲) الفتاویٰ الہندیۃ، ج: ۱، ص: ۱۸۲

مولوی سے کر دینا سراسر حرام اور کفر انجام ہے۔ لہذا زید اور جتنے لوگ بھی اس نکاح میں شریک اور ساعی ہوئے سب پر علانیہ توبہ فرض ہے اور یہ بھی فرض ہے کہ زید فوراً اپنی لڑکی کو وہابی مولوی سے جدا کر کے اس سے بیزاری کا اعلان کرے۔ اگر زید اور دوسرے وہ لوگ جو جان بوجھ کر اس نکاح میں شریک و ساعی ہوئے علانیہ توبہ اور اس نکاح سے بیزاری کا اعلان نہیں کرتے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے سبھی لوگوں کا سخت بائیکاٹ کریں تاکہ وہ توبہ پر مجبور ہو جائیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَأَمَّا يُنْشِئَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱)

(۲) وہابیوں، دیوبندیوں سے جس طرح مناکحت ناجائز و حرام ہے۔ اسی طرح ان سے میل جول رکھنا، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا سلام و کلام کرنا بھی ناجائز و حرام ہے۔ اگر کوئی ان سے ربط و تعلق رکھتا ہے تو بجائے خود وہ مجرم اور حرام کار ہے۔ اسے دیکھ کر دوسرے لوگ اپنے لیے دلیل نہیں بنا سکتے اور نہ ہی ان کے لیے کسی طرح جائز و حلال ہو سکتا ہے۔

(۵) زید کے لئے توبہ کی صورت یہی ہے کہ اگر اس نے نکاح مذکور جائز و حلال سمجھ کر کیا تھا تو توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کے ساتھ ہی فوراً اپنی لڑکی کو مذکور وہابی مولوی سے الگ کر کے اس سے بیزاری کا اعلان کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) ناچ گانا کروانا یوں ہی ناجائز و حرام ہے۔ لیکن نکاح کی بزم میں جو سنت نبوی پر عمل کی ایک بزم ہے۔ اس میں تو ناچ گانے کی قباحت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۶ ربیع النور ۱۴۲۰ھ

اگر لڑکی وہابی شوہر سے قطع تعلق نہ کرے تو

مسئلہ از: مسیح الدین احمد قادری مصباحی، غلام عبدالقادر جیلانی، علاء الدین پور، گلرہوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا کے بارے میں کہ:

زید نے اپنی لڑکی کی شادی دیوبندی مولوی کے ساتھ کر دی وہ لڑکی قطع تعلق کرنے کے لیے اپنے شوہر سے

راضی نہیں تو ایسی صورت میں شرعی احکام زید کے بارے میں کیا ہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

یہ سوال چوں کہ سابق ہی سے متعلق ہے۔ اس لیے اس کا مختصر جواب یہی ہے کہ زید ہر ممکن طریقہ پر لڑکی کو دیوبندی مولوی سے جدا کرنے کی کوشش کرے لیکن اگر کسی طرح لڑکی اس سے جدا ہونے پر رضامند نہ ہو تو لڑکی فی سے ہمیشہ کے لیے تعلق ختم کرے اور رب کریم کی بارگاہ میں اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۶ ربیع النور ۱۴۲۰ھ

فرار ہونے والے لڑکے اور لڑکی پر توبہ فرض ہے اور ان کا نکاح درست ہے

مسئلہ از: حسرت علی، مقام نوروں، پوسٹ بکھرا بازار، ضلع کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

زید ایک غیر شادی شدہ لڑکی۔ جو بالغ تھی۔ کو لے کر فرار ہو گیا اور ممبئی میں جا کر دونوں نے نکاح کر لیا۔

(۱) یہ نکاح صحیح ہے کہ نہیں؟

(۲) زید توبہ کر کے برادری میں باعزت زندگی گزارنا چاہتا ہے، کیا کرے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر کوئی دوسری وجہ مانع جواز نکاح (مثلاً حرمت مصاہرت، حرمت رضاعت وغیرہ) نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) زید نے علانیہ گناہ کیا کہ ایک غیر محرم عورت کو لے کر فرار ہوا۔ اس کے ساتھ غلط تعلقات قائم کیے، پھر

بعد کو اگرچہ اس نے نکاح کر لیا اس سے پہلا والا گناہ ختم نہیں ہوا۔ اس لیے اس پر فرض ہے کہ وہ علانیہ توبہ واستغفار

کرے اور کچھ صدقہ و خیرات کرے، دینی مدرسہ میں کچھ بطور امداد دے یا کچھ غریب و نادار مسلمانوں کو کھانا کھلائے،

کیوں کہ حسب ارشاد حدیث صدقہ کو قبولیت توبہ میں بڑی تاثیر ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہوا:

﴿إِنَّ الصَّدَقَةَ لَتُطْفِئَ غَضَبَ الرَّبِّ﴾ اور اس لڑکی پر بھی توبہ فرض ہے جو زید کے ساتھ فرار ہوئی تھی۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۷ ربیع النور ۱۴۲۰ھ

نسبندی سے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑتا

مسئلہ از: محمد حسن، مقام لوکی لالہ، پوسٹ دودھارا، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

زید کہیں باہر رہا تھا وہاں سے ایک ایسی عورت لے کر چلا آیا جو دوسرے کی منکوحہ تھی۔ تقریباً پندرہ دنوں تک دونوں شوہر اور بیوی کی طرح رہے۔ پھر زید کے باپ بکرنے اس عورت کے شوہر سے طلاق لے لیا۔ عورت مطلقہ ہونے کے بعد بھی بدستور سابق زید ہی کے ساتھ رہی اور اسی حالت میں تین مہینے سے زائد دن گزارے۔ اب زید اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے جب کہ اس عورت کے بارے میں یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس عورت نے نسبندی بھی کرائی ہے جس سے بچہ ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ اس سلسلے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مع حوالہ قرآن و حدیث بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں زید اور وہ عورت جسے زید بھگا کر لے آیا اور اپنے ساتھ اسے بیوی کی طرح رکھا۔ دونوں ہی سخت گنہگار اور قہر مولا بے جبار و قہار کے سزاوار ہیں۔ دونوں پر علانیہ توبہ فرض ہے۔ پھر اگر اس عورت کے شوہر نے واقعاً اسے طلاق دے دیا ہے تو اب اس کی عدت گزر جانے کے بعد یعنی طلاق کے بعد سے تین ماہ واری آ کر ختم ہو جانے کے بعد زید اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ لیکن اس دوران زید اس عورت سے بالکل الگ تھلگ رہے۔ اگر اس نے مذکورہ عورت سے میاں بیوی کے تعلقات دوران عدت قائم کیے تو زید اور اس عورت پر علانیہ توبہ لازم ہوگی اور اگر مذکورہ عورت نے واقعاً نسبندی کروا بھی لی ہو تو اس سے نکاح میں فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ نسبندی کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے اگر عورت نے واقعی نسبندی کرائی ہے تو سخت گنہگار ہے اس پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ کما هو ظاہر جہاں، هذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم و غلمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی

۲۸ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

عیسائی سے نکاح کرنے والی عورت کے متعلق سوال

مسئلہ از: مولانا محمد مبین علی، جامع مسجد، تسکاراوسکا گاؤں، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ایسی عورت (جو کسی عیسائی سے شادی کر لے) کے گھر پر مسلمانوں کا جانا اور ان سے اپنا دوستی بنانا کیا ہے اور ان کے گھر پر کھانا کھانا وغیرہ کیا ہے؟ اور اس کو مسلمان اپنے سماج میں شامل کریں یا بائیکاٹ؟ جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر وہ عورت اس عیسائی سے جدا نہ ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل ہائی کاٹ کر دیں اگر وہ ایسا نہ کریں بلکہ اس سے تعلقات رکھیں لشت و برخواست کریں تو وہ مجرم و گنہگار ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

عورت شوہر کے طلاق دیے بغیر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی ہے

مسئلہ از: محمد نعیم الدین قادری، شاہ سنخ، الہ آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی ایک سال قبل زید کے ساتھ ہوئی لیکن کچھ ہی دن کے بعد زید کی بے رخی کی وجہ سے ہندہ اپنے ماں کے گھر آ گئی اور تقریباً ایک سال سے زائد ہو گئے ہیں کہ ہندہ اور زید میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہندہ طلاق چاہتی ہے لیکن زید طلاق دینے پر رضا مند نہیں ہے۔ اب اگر ہندہ قانونی طور پر طلاق لینا چاہتی ہے تو اس کے لیے کافی وقت درکار ہے۔ اس ہندہ کی زندگی برباد ہو سکتی ہے اس لیے کہ سرکاری مقدمے میں زیادہ وقت لگتا ہے۔ کیا کوئی ایسا راستہ ہے کہ ہندہ بغیر شوہر کے طلاق دیے دوسرا نکاح کر لے تاکہ اس کی زندگی آرام سے گزرے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہندہ بغیر شوہر کے طلاق دیے دوسرا نکاح ہرگز نہیں کر سکتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿يَسِدُهُ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۲) البتہ اگر ہر چہار جانب سے اس کی زندگی بسر ہونے کے دروازے مکمل بند ہو گئے ہیں تو اپنے ضلع کے قاضی شرع اور اس کے نہ رہنے پر ضلع کے سب سے بڑے سنی، صحیح العقیدہ عالم دین کی بارگاہ سے رجوع کرے پھر ان کے حکم کے مطابق عمل کرے۔ هذا ما عندی وهو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

(۱) سورة الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورة البقرة، آیت: ۲۳۷

تبلیغی عالم وقاضی سے نکاح پڑھوانا ناجائز و حرام ہے

مسئلہ از: عبدالرحیم کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ تبلیغی علمایا قاضی سے نکاح پڑھوانا کیسا ہے؟ سنی لوگوں کے لیے اس بات کا خلاصہ تحریر کریں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

تبلیغی علمائے قاضیوں سے نکاح پڑھوانا ناجائز و حرام ہے کہ وہ وہابی ہیں اور ان سے نکاح پڑھوانے میں ان کی تعظیم ہے اور کافر و مرتد اور گمراہ و بددین کی تعظیم ناجائز و حرام ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ”من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الإسلام“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ السلام واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ

پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری بیوی سے نکاح جائز ہے

مسئلہ از: محمد امیر الحق قادری بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ زید کی بیوی ہندہ ہے اور ہندہ مریض ہے۔ ایسی مریض کہ بغیر آپریشن کے کوئی چارہ نہیں اور آپریشن کے بعد بچے پیدا بھی نہیں ہوں گے۔ ویسے مریض بیوی ہندہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو ہندہ نے اپنے شوہر زید سے قرآن پاک اٹھوایا کہ قرآن پاک لے کر قسم کھاؤ کہ میری موجودگی میں تم کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کر سکتے، نہ کسی بچے کو گود لے سکتے۔ اب زید دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔ کیا زید ہندہ کی موجودگی میں دوسری شادی کر سکتا ہے؟ کیا اس کو طلاق دینا چاہیے تو دے سکتا ہے اور اس پر قرآن پاک اٹھانے اور قسم کھانے پر کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا صورت ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید نے ہندہ کو طلاق نہ دینے یا اس کی موجودگی میں دوسری شادی نہ کرنے کی قسم ایسے لفظوں کے ساتھ

کھائی جو عند الشرع قسم ہے تو وہ قسم ہوگئی۔ اب اگر ہندہ کو طلاق دینا چاہتا ہے یا اس کی موجودگی میں دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو ایسا کر سکتا ہے:

البتہ قسم توڑنے کا کفارہ اس پر لازم ہوگا اور قسم کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو صبح و شام دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا ان کو کپڑا پہنائے اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک پر بھی قادر نہ ہو تو پے درپے تین روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿وَلَكِنْ يُوَاحِدُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

اپنی بیوی سے دو بارہ نکاح کرنے پر لوگوں کا اعتراض کرنا

مسئلہ از: عبداللطیف، مقام بے بے پوسٹ پٹری، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری شادی ہوئی اور کچھ دنوں بعد بیوی کو حمل رہا۔ اسی حال میں مجھ سے طلاق لے لی گئی۔ میرے میں مطلقہ کو لڑکی پیدا ہوئی، پھر کچھ دنوں بعد اس کی شادی دوسری جگہ اس کے ماں باپ نے کر دی۔ وہ شوہر کے ساتھ تقریباً چھ ماہ رہی بعد میں اس سے بھی طلاق لے لی گئی پھر میرے ساتھ بھیج دی گئی اور میں نے نکاح کر کے گھر میں رکھ لیا۔ اب بھی میرے ساتھ ہی ہے۔ دوسرے شوہر سے طلاق لینے گئے گواہ اب بھی موجود ہیں اور میرے ساتھ دوبارہ نکاح کے گواہ مرچکے ہیں۔ البتہ نکاح پڑھانے والا موجود ہے۔ اگر ضرورت پڑے تو ان لوگوں سے گواہی دلوائی جاسکتی ہے۔ میں اپنے گاؤں میں امامت کرتا ہوں اور چند مہینوں سے کچھ لوگوں نے میرے ذہن میں یہ ڈال دیا ہے کہ اس عورت کا آخری طلاق اور میرے ساتھ دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہے۔ شریعت کے حکم سے اوپر لکھی ہوئی صورت میں میری امامت کیسی ہے؟ اور مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حکم شریعت سے مفصل آگاہ کر کے میری رہنمائی کریں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر آپ نے اپنی بیوی کو طلاق مغلطہ دی تھی اور بعد وضع حمل جس مرد سے اس عورت کا نکاح ہوا تھا اس نے

وطی کے بعد طلاق دی۔ پھر عدت کے بعد آپ نے اس عورت سے نکاح کیا اور شرائط نکاح سب پائے گئے تو آپ کا نکاح صحیح ہے اور اعتراض کرنے والے غلطی پر ہیں۔ آپ کی امامت بھی درست ہے جب کہ اور کوئی وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو جن لوگوں نے آخری طلاق اور پھر نکاح کو غلط کہا۔ اگر اس کا صحیح سبب نہ بتائیں تو ان پر کذب بیانی اور افترا کے سبب توبہ لازم اور آپ سے معافی مانگنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

جس کا چچا وہابی ہو اس سے نکاح کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد اجمل، مقام پر ساد پور، پوسٹ دیوا پارہ ضلع بہتھی

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین ملت مسئلہ ذیل میں کہ:

زید کے چار بھائی ہیں۔ ان میں سب سے بڑا بکر ہے اور وہ وہابی ہے اور زید کے لڑکے کی شادی ہندہ کے ساتھ منظور ہے۔ اب ہندہ کا باپ زید کے لڑکے کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے تو ہندہ کے چچا وغیرہ نے کہا کہ ہم شادی زید کے گھر نہیں ہونے دیں گے۔ لوگوں نے پوچھا کیوں؟ تو اس نے کہا کہ زید کا بھائی بکر وہابی ہے اور زید نے کہا کہ ہم اپنے بھائی کو شادی بیاہ نمی و خوشی میں کبھی بھی شامل نہیں کریں گے تو اس صورت میں ہندہ کی شادی زید کے گھر کرنا جائز ہے یا نہیں اور زید کے قول کے مطابق ہندہ کے چچا وغیرہ پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں اگر زید اور اس کا لڑکا سنی صحیح العقیدہ ہے اور زید اپنے وہابی بھائی سے لا تعلق رہتا ہے تو ہندہ کی شادی زید کے سنی صحیح العقیدہ لڑکے سے کرنا جائز ہے اور ہندہ کے چچا وغیرہ کا بلا وجہ غلط بات پر اصرار بیجا ہے۔ ہکذا قال العلماء الکرام لاهل السنة والجماعة کفرهم اللہ تعالیٰ، وهو تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واحکم۔

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۸ ذی قعدہ ۱۴۲۶ھ

سنی کا نکاح اگر دیوبندی پڑھا دے تو ہو جائے گا مگر اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے

مسئلہ ۱۱: حافظ محمد ضمیر احسن قادری ہدھیانی، ظلیل آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید کہتا ہے کہ کسی سنی کا نکاح کوئی وہابی دیوبندی پڑھا دے تو نکاح نہیں ہوگا اور بکر کہتا ہے کہ نکاح ہوگا۔ اگر کوئی برہمن ہی پڑھا دے تو بھی نکاح ہو جائے گا۔ دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟ احکام شرع سے مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں بکر کا قول صحیح ہے کیوں کہ نکاح پڑھانے والا وکیل ہوتا ہے اور وکالت کے لیے مسلم ہونا شرط نہیں کافر و مرتد بھی وکیل کر سکتا ہے۔ ملک العلماء علامہ ”سعود“ کا سنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”ردۃ الوکیل لا تمنع صحة الوكالة لفعوز وكالة المرتد بان وکل مسلم مرتداً“ (۱)
البتہ وہابی سے نکاح پڑھوانا ناجائز و حرام ہے کہ اس میں اس کی تعظیم و توقیر ہے جب کہ کافر و مرتد کی تعظیم حرام ہے۔
حدیث پاک میں ہے:

”من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام“ (۲) ہکذا قال العلماء الکرام لاهل السنة والجماعة شکر اللہ مساعیہم الجمیلة.. واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ رزی قعدہ ۱۴۲۸ھ

ایسی عورت سے نکاح جس کو اس نے اپنی بہن بنایا

مسئلہ ۱۲: سلمان ہاشم، مقام کشیا مستحکم پوسٹ شاہ پور، ضلع سدھار تھہر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام درج ذیل مسئلہ میں کہ:

زید نے ہندو کو اپنی بہن بنا لیا اور اس کے ساتھ حقیقی بہن جیسا سلوک کیا۔ حالاں کہ وہ اس کی حقیقی یا رضاعی بہن نہ تھی تو اب کیا وہ یا اس کا چھوٹا بھائی اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں۔ برائے کرم اس مسئلہ کو قرآن و حدیث کی

(۱) بدائع الصنائع، ج: ۵، ص: ۱۶

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۱

روشنی میں واضح فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید یا اس کے بھائی کا ہندہ سے نکاح درست ہے۔ ”لقلولہ تعالیٰ ﴿وَ اٰجِلٌ لَّكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ (۲) جب کہ اور کوئی وجہ حرمت نہ ہو،

البتہ زید کا ہندہ کو بہن بنا کر اس طور پر رکھنا کہ اس سے بے پردہ ملتا جلتا رہا اور خلوت و جلوت میں بے حجاب آتا جاتا رہا سخت ناجائز و حرام ہے۔ زید پر لازم ہے کہ اس سے اجنبیہ کی طرح ملے اور اپنی ناجائز حرکت پر توبہ کرے اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نادم ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

کیا نکاح خواں شرعاً قاضی ہوتا ہے؟ قاضی کے شرائط

مسئلہ اذ: خطیب و پیش امام خانپورہ، مندسور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

زید ایک زمانے سے قاضی کے عہدے پر فائز ہے اور اس کے کارنامے یہ ہیں:

زید حافظ، عالم، فاضل، مفتی نہیں ہے، اور نہ اس کے گھر میں کوئی حافظ، عالم، مفتی، فاضل ہے۔ زید ہر عید کے موقع پر ممبر پر بیٹھ کر نذرانہ وصول کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ قاضی صاحب کو نذرانہ پیش کریں تاکہ نماز عید وقت پر ہو جائے۔ زید نے کئی نکاح غیر مطلقہ عورت کا پڑھا دیا ہے۔ زید عدت پوری ہوئے بغیر نکاح پڑھا دیتا ہے۔

زید نے رشوت کی لالچ میں آدھا کلو چاندی کو ایک کلو کر دیا۔ زید نے اپنے بچے کی شادی کے موقع پر چندہ کرنے کے لیے مسجد میں اعلان کیا کہ میری بچی کی شادی ہے۔ اس میں مدد کیجئے۔ بچہ کی جگہ بچی بتا کر چندہ کیا جو ایک طرح سے دھوکہ دھڑی ہے۔

زید نکاح پڑھانے کے لیے ہر سنی وہابی کے وہاں جاتا ہے۔ نیز وہابی امام کو اپنا نائب بنا کر نکاح پڑھانے کے لیے بھیج دیتا ہے۔ زید نے نذرانہ زیادہ حاصل کرنے کے لیے کئی جگہ نماز عید قائم کرادی۔

زید داڑھی بھی حد شرع میں نہیں رکھتا۔ زید کا دعویٰ ہے کہ میری اجازت کے بغیر جو نکاح پڑھا یا گیا وہ فرضی ہے اور پڑھانے والا شرعی مجرم ہے۔ مذکورہ بالا شخص کے بارے میں حکم شرع کیا ہے؟ اس قاضی کے علاوہ دوسرا شخص نکاح پڑھا سکتا ہے کہ نہیں؟ قاضی بننے کے لیے کیا شرائط ہیں؟ اگر اہل کرم جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط والسلام۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت میں قاضی وہ ہے جو بادشاہ اسلام کی طرف سے لوگوں کے جھگڑوں اور منازعات کے فیصلے کرنے کے لیے مقرر کیا گیا ہو اور قاضی ایسے شخص کو بنانا چاہیے جس میں شہادت کے شرائط پائے جاتے ہوں اور وہ یہ ہیں کہ مسلمان حاکم بالغ ہو، اندھانہ ہو، گونگانہ ہو، بالکل بہرہ نہ ہو کہ کچھ کچھ سنے۔ محدثی القدر نہ ہو، علم و فہم میں معتد ہو وغیرہ۔ فیہر ذلک۔ تفصیل بہار شریعت، حصہ ۱۲، صفحہ ۵۵ پر اور فتاویٰ عالمگیری، جلد ۳، صفحہ ۷۳۰ پر اور درمختار در الفقار وغیرہ میں درج ہے۔

آج کل لوگ نکاح خواں کو جو قاضی کہتے ہیں وہ شرعاً قاضی نہیں۔ قاضی مقرر کرنا بادشاہ اسلام کا کام ہے بلکہ یہ لوگوں کی ایک اصطلاح ہے۔ ورنہ آج عموماً جنہیں قاضی کہا جاتا ہے انہیں قاضی کہنا عہدہ قضا کو ذلیل کرنا ہے۔ ایسے قاضی کے لیے صرف اتنی ضرورت ہے کہ ایجاب و قبول کے الفاظ صحیح طور پر کہہ سکے اور کہلا سکے۔ نکاح پڑھانے کے لیے نہ عالم ہونے کی ضرورت، نہ نکاح اور طلاق کے مسائل جاننے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو قاضی ہو وہی نکاح پڑھائے۔ نکاح کرنے والوں کو اختیار ہے جس سے چاہیں پڑھوائیں۔ (۱)

سوال میں مذکور قاضی شرعاً سخت فاسق و فاجر، بدکار، ظالم و جفاکار، مستحق نار و غضب جبار ہے اور مفتری و کذاب ہے بلکہ اگر وہابیوں کے عقائد کفریہ کو جاننے کے باوجود انہیں مسلمان سمجھ کر نکاح پڑھائے تو کافرو بے دین ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور تجدید نکاح کرے۔ جتنے وہابیوں کا نکاح پڑھایا ہے اس کا فائدہ ہونا بتائے اور جو پیسہ نکاح خونی کے عوض لیا ہے اسے واپس کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ اس سے سلام و کلام، نشست و برخاست سب بند کر دیں، ورنہ وہ لوگ بھی مجرم ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا يَنْبَغُ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) کو اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۹ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا

مستطابہ: اذ: مولوی حسن رضا قادری، مقام ناتھ گھر، پوسٹ گہریاں کلاں، ضلع مہراج سنگ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

(۱) الفتاویٰ الامجدیہ، ج: ۳، ص: ۲۷۶

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

زید نے نکاح پڑھاتے وقت اس طرح سے ایجاب و قبول کرایا کہ میں بحیثیت قاضی ایک وکیل دو گواہان اور تمام حاضرین مجلس کے سامنے ہندہ بنت خالد کا نکاح بعوض مہر دین سات سو چھیالیس روپے سکہ زانج الوقت مع نان و نفقہ آپ کے عقد میں دیا آپ نے قبول کیا؟

مذکورہ بالا مضمون کو زید نے تین بار اسی طرح سے کہہ کر نوشہ سے قبول کرایا۔ طلب امر یہ ہے کہ اس طرح ایجاب و قبول کرانے سے نکاح ہوگا یا نہیں۔ اگر نہیں ہوگا تو ہم کس طرح ایجاب و قبول کرائیں اور بکر جو ایک مولانا ہونے کے باوجود یہ کہتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا اس لیے کہ زید کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ہندہ بنت خالد کو آپ کے عقد میں دیا تب نکاح ہوگا ورنہ نہیں اور قانون شریعت کا حوالہ دیتا ہے اور مجلس نکاح ہی میں بکر نے شور مچانا شروع کر دیا کہ نکاح نہیں ہوا جس سے لوگوں میں فساد ہونے کا خطرہ محسوس ہوا۔ تو یہ استفتا آپ کے پاس بھیجا گیا تا کہ جو حکم شرع ہو وہ معلوم ہو جائے اور اس میں کون خطا وار ہے، یہ بھی معلوم ہو جائے۔ لہذا جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نکاح تو ہو گیا مگر غلطی یہ ہوئی کہ وکیل بالنکاح نے نکاح نہیں پڑھایا بلکہ بزبان خود قاضی نے پڑھایا جب کہ مذہب صحیح و ظاہر الروایہ میں وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں کر سکتا۔ لہذا ہونا یہ چاہیے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے اسی کے نام کی اجازت لی جائے یا اذن مطلق لے لی جائے۔ کما فی الفتاویٰ الرضویہ۔ رہا قاضی کا یہ کہنا کہ میں بحیثیت قاضی ہندہ بنت خالد کا نکاح آپ کے عقد میں دیا اس جملہ میں لفظ نکاح اور عقد دونوں کی کوئی حاجت نہیں، یا کہتا کہ کہ ہندہ بنت خالد کا عقد آپ سے کیا یا نکاح آپ سے کیا۔ قاضی سے لفظی غلطی ہوئی مگر نکاح ہو گیا۔ بکر کا نکاح نہ ہونا بتانا غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۵ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

انٹرنیٹ اور ٹیلی فون سے نکاح جائز نہیں

مسئلہ از: محمد عثمان غنی ہاپو، امین شریعت ایجوکیشن ٹرسٹ، دھروال، ضلع جام نگر، گجرات
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل یہ رواج عام ہوتا جا رہا ہے کہ لڑکے اور لڑکی دو مختلف شہروں میں رہتے ہوئے ٹیلی فون یا انٹرنیٹ پر نکاح کر لیتے ہیں۔ یہ نکاح جائز و نافذ ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ نکاح کسی طور پر جائز ہو سکتا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

فقہ کی تمام کتابوں میں مرقوم ہے کہ شرائط نکاح میں سے ایک شرط دو گواہوں کا ساتھ ساتھ الفاظ ایجاب وقبول کا سننا ہے۔ چنانچہ علامہ سعود کا سانی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:-

”منہا سماع الشاہدین کلام المتعاقدين جميعاً حتی لو سمع کلام احدهما دون الآخر

او سمع احدهما کلام الآخر کلام آخر لا يجوز النکاح“ (۱)

اور آج کل اگرچہ ایسے ٹیلی فون رائج ہیں کہ گواہان عاقدین کی آوازیں سن سکتے ہیں مگر اختلاف مجلس کے ساتھ یہ خرابی بھی ہے کہ عاقدین میں سے ایک کے حق میں بہر حال گواہ غائب ہوتے ہیں اور اس کی آواز غائبانہ طور پر سنتے ہیں اور فقہا فرماتے ہیں کہ کوئی پردہ کے پیچھے سے سنی ہوئی آواز پر گواہ ہو تو یہ جائز نہیں۔ جیسا کہ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے۔

”لو سمع من وراء الحجاب لا یسعه ان یشہد لاحتمال ان یکون غیره اذ النعمۃ تشبه النعمۃ“ (۲)

جماعت اہل سنت کے عظیم فقیہ ومفتی حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ نے بھی یہی موقف اپنایا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ فیض الرسول میں ہے:

”ٹیلی فون پر بولنے والے کی تعیین میں عموماً اشتباہ رہتا ہے تو اس کے ذریعے سننے والا گواہ نہیں بن سکتا ہے اس لئے ٹیلی فون کے ذریعے نکاح پڑھنا ہرگز صحیح نہیں۔“ (۳)

اور جب ٹیلی فون پر نکاح جائز نہیں تو پھر انٹرنیٹ پر بھی جائز نہیں کہ دونوں جگہ وجہ عدم جواز ایک ہے۔ البتہ اگر عاقدین میں سے کوئی ٹیلی فون یا انٹرنیٹ کے ذریعہ کسی کو وکیل بالنکاح بنادے اور وہ وکیل گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کا فریضہ انجام دے تو یہ نکاح نافذ و درست ہوگا کہ انٹرنیٹ یا ٹیلی فون کے ذریعہ اب صرف وکیل بنایا گیا ہے اور بذریعہ ٹیلی فون یا انٹرنیٹ وکیل بننا بھی درست ہے۔ جس طرح کہ فقہائے کرام نے بذریعہ قاصد یا خط وکیل بنانے کو درست فرمایا ہے۔ چنانچہ فاضل اجل، محقق بے بدل، شمس المظہار علامہ شمس الدین سرخسی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

”لو ان الغائب وکل هذا الحاضر بکتاب کتبہ الیہ حتی زوجھا منه کان صحیحاً“ (۴)

یوں ہی وکالت بالنکاح کے لیے گواہوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”بصحیح

(۱) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۵۷۲،

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۳، ص: ۴۵۲،

(۳) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۵۶۰،

(۴) المبسوط للسرخسی، ج: ۳، ص: ۱۵،

التوکیل بالنکاح وان لم يحضر الشهود كذا في التاتار خالية“ (۱)
ان ارشادات سے واضح ہے کہ ٹیلی فون یا انٹرنیٹ کے ذریعہ وکیل بنانا درست ہے تو اگر یہ طریقہ اپنا کر نکاح کیا جائے تو نکاح جائز اور نافذ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

اسلام میں کورٹ میرج معتبر نہیں ہے

مسئلہ از: بندہ خدا، نادر کوئٹہ والے، کولہ بندر گلی نمبر ۲، سیوڑی، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) ایک مسلمان لڑکا مسلمان لڑکی سے کورٹ میرج کر لیا ہے۔ لڑکا کورٹ میرج کا کاغذ بھی دکھا رہا ہے۔ اور یہ لڑکا دعویٰ بھی کرتا ہے کہ یہ میری بیوی ہے تو اس شکل میں اس کی بیوی ہوئی یا نہیں؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟
(۲) لڑکا اور لڑکی کا کورٹ میرج کیے تقریباً چھ سات سال ہو گیا ہے۔ لڑکا اور لڑکی کے درمیان اجتماعیت کبھی بھی نہیں ہوئی ہے اور ان دونوں کے ساتھ ہم بستری بھی نہیں ہوئی ہے۔ تو کیا اس صورت میں لڑکی اس کی بیوی بن سکتی ہے؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) کورٹ میرج جو ہوا ہے اس میں صرف ایک مسلمان مرد اور ایک غیر مسلم مرد اور ایک غیر مسلم لڑکی بطور گواہ ہے تو کیا شریعت میں ان لوگوں کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

(۴) لڑکی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ یہ میرا شوہر نہیں ہے اور نہ میرا اس کے ساتھ کورٹ میرج ہوا ہے اور نہ مجھے معلوم ہے کہ اس نے کب کورٹ میرج کرایا ہے تو اس صورت میں بات کس کی مانی جائے گی؟ شریعت میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۵) لڑکی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ نہ میرا اس کے ساتھ کورٹ میرج ہوا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ نکاح ہوا ہے تو اس صورت میں لڑکی اپنا نکاح کسی دوسرے سے کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۶) مذکورہ بالا صورت میں لڑکی اپنا نکاح کسی دوسرے کے ساتھ بغیر طلاق لیے کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۷) تقریباً ۶ سات سال کی جدائی میں لڑکی اس کی بیوی بن سکتی ہے یا نہیں؟

(۸) چھ سات سال کی جدائی میں طلاق خود بخود پڑ سکتی ہے یا نہیں؟

(۹) کورٹ میرج کرانے سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں کیا حکم ہے؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کورٹ میرج کے ذریعہ شرعی طریقے سے نکاح نہیں ہوتا ہے اس میں نہ ایجاب و قبول کرایا جاتا ہے اور نہ گواہوں کے متعلق یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ کم از کم دو مسلمان عاقل و بالغ ہوں جب کہ بغیر ایجاب و قبول اور گواہوں کے نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ درمختار میں ہے ”ینعقد بایجاب و قبول“ (۱)

اسی کے تحت علامہ شامی قدس سرہ رقمطراز ہیں

”ان الشرع يعتبر الایجاب والقبول ارکان عقد النکاح. ملخصاً“ (۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”ومنها الشهادة قال عامة العلماء انها شرط جواز النکاح هكذا فی البدائع الی قوله ولا

بحضرة الکفار فی نکاح المسلمین هكذا فی البحر الرائق“ (۳)

بلکہ کورٹ میں ہوتا یہ ہے کہ لڑکا اور لڑکی کورٹ کو اپنے بالغ ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے حاکم سے اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ ہم بغیر دباؤ کے اپنی مرضی سے میاں بیوی بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ لہذا ہماری درخواست منظور کی جائے۔ کورٹ کا حاکم قانونی کارروائی اور جانچ کے بعد ان کو میاں بیوی تسلیم کرتے ہوئے میرج شوقلیٹ دے دیتا ہے۔ ظاہر ہے ایسی اجازت اور لڑکا لڑکی کے صرف اس قول کی بنیاد پر نکاح ہرگز نہیں ثابت ہو سکتا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

”رجل وامرأة اقرا بالنکاح بین یدی الشهود وقالوا بالفارسیة مازن وشوینم لا ینعقد

النکاح بینهما هو المختار کذا فی الخلاصة“ (۴)

ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ کورٹ میرج کی بنیاد پر لڑکا اور لڑکی میاں بیوی ہرگز نہیں ہوئے اور جب نکاح ہی نہ ہوا تو طلاق کی بھی حاجت نہیں۔ لڑکی جس سنی صحیح العقیدہ لڑکے سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اور اگر کسی مرد نے شرعی طریقے سے نکاح کیا تو پھر بغیر اس کے طلاق دیئے ہوئے خود بخود نکاح نہیں ٹوٹتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿يَبْدِئُ عَقْدَةَ النِّكَاحِ﴾ (۴) عوام میں یہ غلط مشہور ہے کہ اگر دس یا بیس سال میاں بیوی اکٹھا نہ ہوئے تو نکاح خود بخود ختم

(۱) الدر المختار، ج: ۲، ص: ۲۸۵

(۲) الدر المختار، ج: ۲، ص: ۲۵۸

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۶۷

(۴) سورة البقرة، آیت: ۲۳۷

ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اہم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۸ ربیع الاول شریف ۱۴۲۵ھ

کیا بیوی کو معلق رکھ کر دوسری شادی کرنا جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد رئیس منگور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ دو طلاق دینے کے بعد معلق رکھ کر دوسری شادی کرنے والے کے بارے میں کیا حکم شرع ہے؟ بیٹو! وتوجروا۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مرد بشرط استطاعت اور بشرط عدل وانصاف بیک وقت چار عورتیں رکھ سکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَإِنْ كُنْتُمْ خَوْفًا مَّا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبْعَ﴾ (۱) اور جب بیک وقت چار عورتوں کو نکاح میں رکھنا جائز ہے تو ایک عورت کو دو طلاق دے کر دوسری عورت سے نکاح بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ بشرطیکہ حقوق زوجیت ادا کرنے پر قدرت اور مصالحت نکاح کی نگہداشت رکھتا ہو اور جب اس نے بیوی کو دو طلاق دے دی تو یہ معلق رکھنا نہ ہوا کہ ایسی صورت میں اگر شوہر نے عدت کے اندر رجعت نہ کی تو عدت گزرنے کے بعد عورت جس مسلمان سے چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم شعبان ۱۴۳۱ھ

گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں

مسئلہ از: محمد غیاث الدین برکاتی، نصیب گنج، بازار لکھائی، پوسٹ مرزا پور، بلراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین و شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ:

زید نے پہلی شادی کی پھر دوسری شادی کی، پھر تیسری شادی کی، پھر چوتھی شادی کی۔ پہلی والی عورت سے دو بچے ایک لڑکا ایک لڑکی۔ دوسری عورت آئی تھی کچھ دن تھی اس کے بعد چلی گئی۔ تیسری عورت جب لایا تو نکاح کرنے سے پہلے اس کے ساتھ زنا کیا اس کو حمل ہو گیا اس کے بعد لڑکا پیدا ہوا پھر نکاح پڑھایا۔ اس کے بعد اس سے

لگ بھگ پانچ بچے پیدا ہوئے، پھر اس کو کوئی بیماری ہو گئی تو اس کی خدمت کرنے کے لیے ایک خادمہ لایا جس سے مراد چوتھی عورت ہے تو جب بیمار بیوی انتقال کر گئی تو زید نے اس کے ساتھ زنا کر دیا جس کی بنیاد پر خادمہ کو حمل ہو گیا۔ پھر کچھ دن بعد لڑکا پیدا ہوا تو زید کو نکاح کی تمنا ہوئی تو بکر سے کہا کہ میرا نکاح ہندہ کے ساتھ کر دو تو بکر نے کہا نکاح تو ہوگا مگر شریعت کا مسئلہ کیا ہے۔ بکر نے کہا قرآن خوانی کرنا، فقیروں کو کھانا کھلانا، میلاد مصطفیٰ سننا، مسجد میں چٹائی یا لوٹا رکھنا، توبہ و استغفار کرنا۔ تو زید نے کہا تین چار کام کر لوں گا۔ مسجد میں چٹائی یا لوٹا نہیں رکھ سکتا۔ اس لیے کہ میرے پاس بہت مجبوری ہے تو بکر نے کہا کہ جب تمہاری عادت شروع ہی سے خراب ہے تو تمہاری بات پر کون بھروسہ کرے۔ تو زید کو اس بات پر ناراضگی گزری تو زید نے جو شریعت کا مسئلہ تھا چھوڑ دیا۔ پھر آ کر عمر سے کہا تم میرا نکاح ہندہ کے ساتھ کر دو۔ عمرو نے آ کر زید کی شادی ہندہ کے ساتھ کر دیا بغیر گواہ کے اور جب کہ ہندہ کے ماں باپ زندہ ہیں۔ ان لوگوں کو بھی نہیں بلایا اور نکاح کر دیا۔ اب زید کو گاؤں سے بائیکاٹ کر دیا گیا تو اس کو کچھ تکلیف ہوئی تو گاؤں والوں نے مل کر میٹنگ کیا کہ گاؤں میں شادی بیاہ میں زید کو شریک کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ تو گاؤں والوں نے مل کر کہا کہ اس نے اگر نکاح کیا ہے تو کیا ثبوت ہے۔ ہم اس کو ماننے کے لیے تیار نہیں تو ان ساری باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے قرآن و حدیث کے ذریعہ ہمیں جواب عطا کریں۔ کیا ایسی حالت میں نکاح ہوا کہ نہیں۔ ہمیں جواب روانہ کریں۔ ایسا نکاح پڑھانے والے پر شریعت کیا کہہ رہی ہے اور جو شریعت کا مسئلہ ہے زید نے ایک بھی نہیں کیا اور نکاح ہو گیا۔ اس بنیاد پر گاؤں والوں کا بھروسہ نہیں ہے اور اگر شریعت کا کوئی راستہ ہو تو بتائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب :

زید اپنی ذلیل و قبیح حرکتوں کی بنا پر سخت حرامکار، بدکار، مجرم و گنہگار اور فاسق و فاجر ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو دونوں کو بہت سخت سزا دی جاتی۔ اب جب کہ یہاں اسلامی حکومت نہیں تو دونوں کے لیے حکم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کریں اور صدق دل سے رب کی بارگاہ میں رجوع کریں۔ عورت عورتوں کے بچ اور زید مردوں کے بچ اپنے گناہ سے تائب ہو اور جو بھی غریب و مساکین پر خرچ کر سکتا ہے کرے۔ مسجد میں کچھ ضرورت کی چیزیں رکھ دے کہ یہ سب کام قبولیت توبہ میں معاون ہوتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا﴾ (۱) اور عمرو نے زید کا ہندہ سے جو نکاح بغیر گواہوں کے کیا وہ منعقد ہی نہیں ہوا۔ درمختار میں ہے:

”وشرط حضور شاہدین حرمین او حرائین مکلفین سامعین قولہما معاً“ (۲)

(۱) سورة الفرقان، آیت: ۷۱

(۲) الدر المختار، ج: ۲، ص: ۲۷۲

جانتے ہوئے اس طرح کرنے سے عمرو پر توبہ واستغفار لازم ہے اور زید اگر ہندہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو علانیہ توبہ واستغفار کر کے شرع کے مطابق نکاح کرے، پھر مسلمانوں کے ساتھ کھائے پئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

ٹیلی فون کے ذریعہ انعقاد نکاح کی ایک صورت

مسئلہ از: عبد الستین، مقام جنگ پور، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

ہندہ اور بکر عاقل و بالغ ہیں اور دونوں آپس میں شادی کرنا چاہتے ہیں مگر فون پر ہی ایک دوسرے سے اقرار کرنا چاہتے ہیں۔ ہندہ نہ تو قاضی کے سامنے اقرار کرنا چاہتی ہے اور نہ مجلس نکاح میں سامنے آکر اقرار کرنا چاہتی ہے۔ ایسی صورت میں کیا ہندہ کے بذریعہ فون اقرار کرنے سے بکر کسی جگہ مجلس نکاح قائم کر کے ہندہ سے نکاح پڑھوا سکتا ہے اور اس مجلس میں قاضی ہندہ اور بکر کا نکاح پڑھ سکتا ہے؟ اور کیا وہ نکاح درست ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نکاح کی مذکورہ صورت خطاب کی ہے اور بذریعہ خطاب نکاح منعقد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کرنے والے ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں۔ اور عاقدین میں سے کوئی دوسرے کی نگاہ سے غائب نہ ہو اور اگر کوئی نگاہ سے غائب ہو مثلاً گھر میں ہو یا پس دیوار تو ضروری ہے کہ یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ فلاں نے یہ ایجاب یا قبول کیا ہے۔ اس میں کسی بھی جہت سے اس کے بارے میں شک اور اشتباہ نہ ہو۔

قادیانی مالگیری میں ہے:

”اذا كان احدهما غالباً لم ينعقد حتى لو قالت امرأة بحضرة شاهدين زوجت نفسي من

فلان وهو غائب فبلغه الخبر فقال قبلت او قال رجل بحضرة شاهدين تزوجت فلانة وهي غائبة

فبلغها الخبر فقالت زوجت نفسي منه لم يجز ان كان القبول بحضرة ذينك الشاهدين“ (۱)

اسی میں ہے:

”وفي فتاوى ابي السيث رجل قال لقوم اشهدوا اني تزوجت هذه المرأة التي في هذا

البيت فقلت المرأة فسمعت الشهود مقلتها ولم يروا شعضا فان كانت في البيت وحدها جاز النكاح وان كانت في البيت معها اخرى لا يجوز“ (۱)

اور ٹیلی فون سے نکاح کی صورت میں عاقدین الگ الگ مقام پر رہ کر ایک دوسرے سے قاصد ہوتے ہیں اور صرف ایک دوسرے کی آواز سنتے ہیں اور اگر کہیں فون پر عاقدین کی شکل بھی نظر آرہی ہو تو اسے عکس اور شبیہ تو کہا جائے گا مگر عین لڑکا یا لڑکی ہرگز نہیں اور ظاہر ہے کہ نکاح کسی لڑکے یا لڑکی کی شبیہ سے نہیں ہوتا بلکہ ان کی جسم ذات جیکر حیات سے ہوتا ہے اور وہ ذات ضرور ایک دوسرے کی نگاہ سے اوجھل ہے۔

ایسی صورت میں وہ یقیناً شرعی ہرگز نہیں حاصل ہے جس کی بنا پر یہ حکم لگایا جاسکے کہ فلاں لڑکے اور لڑکی نے ایجاب و قبول کیا ہے۔ علاوہ ازیں شرائط نکاح میں سے ایک شرط دو گواہوں کا ساتھ، ساتھ ایجاب و قبول کا سننا ہے۔ چنانچہ علامہ ”سعود“ کا سانی قدس سرہ الربانی تحریر فرماتے ہیں:

”منها سماع الشاهدين كلام المتعاقدين جميعاً حتى لو سمعا كلام احدهما والاخر كلام الاخر لا يجوز النكاح“ (۲)

اور آج کل اگرچہ ایسے ٹیلی فون رائج ہیں کہ گواہان عاقدین کی آواز سن سکتے ہیں مگر گواہ عاقدین میں سے ایک کے حق میں بہر حال غائب رہتے ہیں۔ اور اس کی آواز غائبانہ طور پر سنتے ہیں۔ اور علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ آڑ سے سنی گئی آواز پر احکام شرعیہ کی بنا نہیں ہو سکتی کہ آواز آواز کے مشابہ ہوتی ہے۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے

”لو سمع من وراء الحجاب لا يسعه ان يشهد لاحتمال ان يكون غيره اذ النغمة تشبه النغمة“ (۳)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ٹیلی فون پر ایجاب و قبول سے نکاح صحیح نہیں ہے۔ ہاں اگر عاقدین بذریعہ ٹیلی فون ہی نکاح کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک کسی کو اپنا وکیل نکاح بنا دے اور وہ وکیل گواہوں کی موجودگی میں دوسرے سے ایجاب و قبول کرادے۔ اس طرح یہ نکاح نافذ و درست ہوگا کہ اب بذریعہ ٹیلی فون صرف وکیل بنایا گیا ہے اور توکیل میں نہ موکل کی حاضری ضروری، نہ شہادت شرط۔ چنانچہ شمس الائمہ ”شمس الدین“ سرخی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

”لو ان الغالب و كل هذا الحاضر بكتاب كتبه اليه حتى زوجه منها كان صحيحاً“ (۱)

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۲) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۵۲۷

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۳، ص: ۳۵۲

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”یصح العوکیل بالنکاح وان لم يحضر الشهود كذا في العتار خاتمة“ (۲) هذا ما عندي

والعلم بالحق عند ربی وهو تعالیٰ اعلم وعلمه اتم واحکم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۳۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

نکاح ماضی، حال، امر کے صیغوں سے منعقد ہوتا ہے

مسئلہ از: نظام الدین قادری، دارالعلوم اہل سنت، بزم رسول سورہا، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے ایجاب و قبول کرانے میں کہا کہ ”میں نے ہندہ بنت بکر کو تمہارے نکاح میں دی جاتی ہے“ اور کہا کیا آپ نے قبول کیا؟ زید نے کہا میں نے قبول کیا۔ اس لفظ کو تین مرتبہ کہا۔ عبدالرحمن آیا اور کہا دوبارہ ایجاب و قبول کراؤ۔ عبدالرحمن کہتا ہے کہ آپ نے ماضی کا صیغہ استعمال نہیں کیا۔ عبدالرحمن نے بھری مجلس میں پھر سے ایجاب و قبول کرایا۔ قرآن و حدیث اور فقہاء کی روشنی میں واضح فرمائیں۔ نیز حوالہ کے ساتھ۔ بینوا توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نکاح ایجاب و قبول سے منعقد ہوتا ہے اور ایجاب و قبول کے الفاظ خواہ دونوں ماضی ہوں مثلاً ایک نے کہا میں نے تجھ سے نکاح کیا۔ دوسرا کہے میں نے قبول کیا یا ان میں سے ایک ماضی اور دوسرا حال یا امر ہو جیسے کسی نے کہا تو مجھ سے اپنا نکاح کر اس نے کہا میں نے تجھ سے اپنا نکاح کیا یا مثلاً یوں کہے میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں۔ اس نے کہا میں نے قبول کیا۔ چنانچہ درمختار میں ہے:

”ینعقد بايجاب وقبول وضعاً للمضى كزوجة وبما ای بلفظین وضع احدهما

للمضى والاخر للاستقبال او للحال“ (۳)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ینعقد بالایجاب والقبول وضعاً للمضى او وضع احدهما للماضی، والاخر لغيره

(۱) المبسوط للنسخسی، ج: ۳، ص: ۱۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۹۴

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۶۳

مستقبلاً گمان کلاماً، وحالاً کالمضارع، کذا فی النہر الفائق اذا قال لها اتزوجک بکذا
فلما قلت قد قبلت نعم النکاح وان لم یقبل الزوج قبلت، کذا فی الذخیرۃ (۱)
فقید النفس امام "قاضی خاں" قدس سرہ فرماتے ہیں

"النکاح ینعقد بلفظ النکاح والعروج کان علی وجه الغیر عن العاضی لحو ان تقول
المرأة زوجت نفسی منک بکذا بمحض من الشہود علی کذا فتقول المرأة قبلت" (۲)
تفصیل مذکور سے واضح ہوا کہ ایجاب وقبول کے دونوں صیغوں میں ایک حال کا اور دوسرا ماضی کا ہو تو بھی
نکاح ہو جائے گا۔ سوال میں بیان کردہ ایجاب کا صیغہ "ہندہ بنت بکر کو تمہارے نکاح میں دی جاتی ہے" حال ہے اور
قبول کا صیغہ ماضی ہے۔ لہذا نکاح منعقد ہو گیا۔ مہد الرحمن کا اعتراض بیجا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۳ رجب الثانی ۱۴۳۰ھ

فلنوں میں ہونے والے نکاح شرعاً معتبر ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: قاری احمد حکیل، ذہبی، غلیل آبادی، بیہڑی منڈی، بھیرت گنج، لکھنؤ
کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام ذیل کے مسئلہ میں کہ

شرعی نکاح کے لیے لڑکا اور لڑکی کے ایجاب وقبول کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو فلموں،
ٹیلی ویژن اور ڈراموں میں بطور مذاق ہیر و ہیر و دن خاوند بیوی ہونے کا اقرار کرتے ہیں جس کے چشم دید گواہ بھی
ہوتے ہیں اور سننے دیکھنے والے بھی ہزاروں کی تعداد میں گواہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایجاب وقبول کی صورت میں
انہیں ڈرامہ دکھانے کے بعد یا فلمی کردار ادا کرنے کے بعد شوہر بیوی کی حیثیت کیوں نہیں دی جاتی؟ جب کہ مہر بھی
باندھا جاتا ہے، یہ ایجاب وقبول شرعی اعتبار سے کیسا ہے؟ یہ دنوں میاں بیوی بغیر طلاق دے کر نکاح کرتے ہیں شرع
کی رو سے درست ہے یا نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرمائیں۔

"باسمہ تعالیٰ وتقدس"

الجواب نعمون الملک الوہاب:

مرد و عورت کا گواہوں کی موجودگی میں دن و شوہر ہونے کا محض اقرار کر لینا نکاح نہیں ہے۔ چنانچہ حضور صمد

(۱) الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۱، ص: ۲۷۰

(۲) الفتاویٰ الخانیۃ مع الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۱، ص: ۲۳۱

الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”یہ اقرار کہ بیہی مری عورت ہے نکاح نہیں یعنی اگر پیشتر سے نکاح نہ ہوا تھا تو فقط یہ اقرار نکاح نہ قرار پائے گا۔“ (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”رجل وامرأة اقرا بالنکاح بین یدی الشہود وقالوا بالفارسیة

”مازن وشوینم“ لا ینعقد النکاح بینہما هو المختار کذا فی الخلاصة“ (۲)

اور اگر نکاح کے لیے ایجاب و قبول کرتے ہیں مثلاً: یوں کہتے ہیں کہ میں نے فلاں سے نکاح کیا اور دوسرا قبول کرتے ہوئے کہتا ہے میں نے قبول کیا تو اگر عورت (ہیروئن) کسی دوسرے مرد کے نکاح میں ہے تو اس صورت میں بھی نکاح ناجائز ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیرہ“ (۳) یعنی مرد کو دوسرے کی بیوی سے نکاح کرنا ناجائز ہے۔

اور بہار شریعت میں ہے ”دوسرے کی منکوحہ سے نکاح نہیں ہو سکتا“ (۴)

اور اگر کسی دوسرے مرد کے نکاح میں یا عدت میں نہیں ہے اور نکاح کے شرائط پائے جاتے ہوں تو اگرچہ ایجاب و قبول، ہنسی و مذاق کے طور پر ہو نکاح منعقد ہو جائے گا اور وہ عورت و مرد شرعاً میاں بیوی ہو جائیں گے۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ ”ابن عابدین“ شامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں:

”حقیقة الرضاء غیر مشروطة فی النکاح لصحته مع الاکراه والہزل“ (۵)

اور اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں: ”ان النکاح ممنا یتسوی فیہ

الہزل والجد فلا یحتاج الی لبة وقصد حتی لو تکلم بالایجاب والقبول ہازلین او مکروہین ینعقد“ (۶) اور اب اس عورت (ہیروئن) کا کسی دوسرے سے ہرگز نکاح نہیں ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کا شوہر ہیر واس کو طلاق نہ دے دے یا اس کی موت نہ ہو جائے اور کسی کا اس سے جانتے ہوئے نکاح کرنا بھی ناجائز و حرام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

(۱) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۸

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۷۲

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۰

(۴) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۲۹

(۵) رد المختار، ج: ۲، ص: ۲۷۱

(۶) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۹۷

ولد الحرام سے نکاح جائز ہے

مسئلہ از: شاکر علی نظامی، مقام مسرولیا، پوسٹ ساؤں گھاٹ ضلع کبیر نگر، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

زید نے اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی سے بعد طلاق نکاح کیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اب بکر سے اس کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ بکر کو اس کی ساری تفصیل معلوم ہے۔ پھر بھی زید کی لڑکی سے شادی کرنا اس کو پسند ہے۔ لیکن بخوف شرع شادی سے رک رہا ہے۔ اس لیے کہ وہ دونوں ابھی نکاح مذکور پر قائم ہیں اور اب بوڑھے ہو چکے ہیں۔ اب تک نہ جدا ہوئے اور نہ ہی توبہ کی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے والدین کی لڑکی سے شادی کرنا عند الشرع کیسا ہے؟ جب کہ لڑکی نکاح مذکور کے بعد اسی بیوی سے پیدا ہوئی۔ بینوا تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ولد الحرام سے نکاح جائز ہے کہ قصور حرامی اولاد کا نہیں۔ جس نے حرام کام کیا گنہگار وہ ہے۔ قال اللہ

تعالیٰ ﴿لَا تَزِدُْوا زِدَّةً وَزُرْ أَخْرَى﴾ (۱)

البتہ زید بہو کو اپنی بیوی بنا کر رکھنے کے سبب سخت مجرم و حرام کار، مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے۔ انتہائی ظالم و جفا کار، فاسق فاجر اور بدکار ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو زید اور اس کی بہو کو سخت سزا ملتی چونکہ یہاں اسلامی حکومت نہیں اس لئے اس پر لازم ہے کہ فوراً اپنی بہو سے جدا ہو جائے اور دونوں علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ اللہ جل مجدہ کی بارگاہ میں سچے دل سے تائب ہو کر نماز کی پابندی کریں۔ صدقات و خیرات کریں اور غربا و مساکین کو کھانا کھلائیں۔ اگر زید اور اس کی بہو ایسا کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے ان کا مکمل بایکٹ کر دیں اور ان سے تمام تعلقات ختم کر لیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

ایسی صورت میں بکر وہاں شادی کرنے سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

(۱) سورة الفاطر، آیت: ۱۸

(۲) سورة الانعام، آیت: ۶۸

کیا نکاح دولہا یا دلہن کی آبادی میں ضروری ہے؟

مسئلہ از: عبداللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے تقریباً چھبیس سال پہلے ہندہ سے نکاح کیا اور پھر تقریباً آٹھ سال پہلے یعنی شادی کے اٹھارہ سال بعد زید نے ہندہ کو مسجد کے کچھ اراکین کو گواہ بنا کر تین طلاق دیا اب وہ دوسری شادی سمرن سے طے کر کے قرمبی ایک مسجد میں صبح دس بجے نکاح کا وقت مقرر کیا ہوا۔ نکاح کے مقررہ وقت کے پانچ منٹ پہلے ہندہ کا بھائی غصہ کے عالم میں مسجد کے اندر گھس کر باواز بلند یہ کہنے لگا کہ زید اٹھ جاؤ تم چور جیسے بیٹھے ہو اور اس کے علاوہ ہندہ کے کچھ رشتہ داروں نے یہ کہہ کر نکاح روکنے کی کوشش کی کہ ہندہ کی اجازت کے بغیر یہ نکاح نہیں ہو سکتا جبکہ ہندہ اور زید کے درمیان طلاق ہونے کا واقعہ جو اٹھارہ سال پہلے پیش آیا تھا اس وقت جو لوگ موجود تھے وہی لوگ زید اور سمرن کے جس وقت نکاح ہونے جا رہا تھا موجود تھے اور ان لوگوں نے اہل جماعت کو یہ بتانے کی کوشش نہیں کی کہ ہندہ اور زید کے درمیان آٹھ سال پہلے طلاق ہو چکی ہے اور زید کو دوسری یا تیسری شادی کرنے کے لئے ہندہ سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں جبکہ طلاق واقع ہو جانے کے بعد زید اور ہندہ اجنبی ہو گئے لیکن زید کی دوسری شادی ہندہ کے میکے والوں کے دباؤ میں آ کر سمرن سے نہیں ہو پائی۔

مسجد کے ذمہ داروں نے مقررہ وقت میں زید اور سمرن کا نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔ زید شرم کے مارے بھری محفل کے روبرو گھر لوٹ گیا اور اسی دن عشاء کے وقت زید کے گاؤں سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر زید اور سمرن کا نکاح مسجد میں وہاں کے ذمہ داروں کے روبرو منع وکیل اور گواہوں کے نکاح پڑھ دیا گیا۔

(۱) نکاح جو کہ ایک اہم سنت رسول ہے جبکہ زید نکاح کے لئے تیار ہو کر مسجد میں آ کر بیٹھ گیا زید کو بے عزت کر کے اس کا نکاح پڑھنے سے انکار کر کے وہاں سے واپس لوٹا نا کیسا فعل ہے؟ جبکہ اس وقت مسجد کے ذمہ داران اور اہل جماعت موجود تھے۔

(۲) زید اور سمرن کے درمیان جو نکاح ہوا اس کے مقامی گاؤں سے تقریباً پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہوا تو کیا وہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

(۳) جو نکاح زید اور سمرن کے درمیان ہوا اس نکاح کے بارے میں مقامی مسجد کے کچھ اراکین یہ کہتے ہوئے پھر رہے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں تو کیا مسجد کے اراکین کا ایسا کہنا جائز ہے؟ مسلمانوں سے اہل جماعت کا کس طرح سے برتاؤ کرنا چاہئے؟

(۴) زید اور سمرن کے نکاح کے وقت مسجد کے اراکین و اہل جماعت کی خاموشی کیسا فعل ہے؟ جبکہ زید اور ہندہ کے درمیان جو طلاق ہو چکی تھی اس کا علم بھی ان لوگوں کو تھا۔
برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں مسئلہ کا حل فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر حاضرین محفل نے زید کو بلا وجہ ذلیل و رسوا کرنے اور اسے ایذا پہنچانے کے لئے ایسا کیا تو وہ گنہگار ہیں کہ ایذا مومن حرام و گناہ ہے۔ حدیث پاک میں ہے:
”من اذى مسلما فقد اذانى.“ (۱)

اور اگر اچانک ایسے حالات پیش آ گئے کہ وہ اٹھ کر چلے گئے تو کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) نکاح صحیح ہونے کے لئے عاقدین کا اپنے گھر یا اپنی آبادی میں ہونا شرط نہیں ہے لہذا اگر زید اور سمرن سنی صحیح العقیدہ ہیں اور گواہان بھی قابل شہادت ہیں اور ایجاب و قبول گواہوں کے روبرو پایا گیا تو نکاح درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جب ایجاب و قبول مع شرائط پائے گئے تو اراکین مسجد کا بلا وجہ اس نکاح کو ناجائز کہنا غلط ہے اور ان پر توبہ لازم ہے اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان سے دور رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۴) اگر کسی صحیح حکمت و مصلحت کے تحت خاموش رہے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

دیوبندی کا نکاح پڑھانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد واحد علی، مقام سعد اللہ پور، ضلع بہتئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ
زید کے گاؤں میں ایک شادی کی تقریب ہوئی جس میں عاقدین میں سے ایک دیوبندی ہو یا دونوں
دیوبندی ہوں اور ایک سنی صحیح العقیدہ عالم ان کا نکاح پڑھادے تو اس نکاح کا کیا حکم ہے؟ اور اس نکاح پڑھانے
والے کے لئے کیا حکم ہے؟

(۱) کنز العمال ج: ۱۶، ص: ۱۰۰

حضور والا سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں!

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر یہ مطابق ”فتاویٰ حسام الحرمین“ کا فرد مرتد ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”وہابیہ ونبیہ وفتاویٰ وغیرہ غیر مقلدین دیوبندیہ وچکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ! جمعین قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔“

ملخصاً (۱) اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے جیسا کہ فتاویٰ مالگیری میں ہے:

”لا یجوز للمرتدة ان یعزج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية وکذا لک لا یجوز نکاح

المرتدة مع احد کذا فی البسوط۔“ (۲)

لہذا لڑکا لڑکی دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک بھی اگر واقعی دیوبندی ہے تو نکاح نہیں ہوگا اور نکاح پڑھانے والے نے اگر جانتے ہوئے ایسا نکاح پڑھایا تو فاسق و فاجر اور مجرم و گنہگار ہے۔ اس پر توبہ واستغفار لازم اور اس نکاح کے ناجائز ہونے کا اعلان کرنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ

دیوبندی سے نکاح اور دیگر تعلقات؟

مسئلہ از: محمد قمر الدین قادری

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکی کا نکاح کسی وہابی دیوبندی لڑکے کے ساتھ منعقد ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح کسی سنی

صحیح العقیدہ لڑکے کا نکاح کسی وہابی دیوبندی کی لڑکی کے ساتھ منعقد ہوگا یا نہیں؟

(۲) خود کو سنی مسلمان کہتے ہوئے دیدہ ودانستہ اگر کسی نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی مرتد وہابی دیوبندی کے

ساتھ کر دیا اس کے نتیجے میں جوادلا دہوئی وہ حلال ہوئی یا کچھ اور؟

(۳) جس گاؤں جس آبادی کے بارے میں مشہور ہو کہ یہ وہابیوں کا گاؤں دیوبندیوں کی آبادی ہے یا جس

فحص کے بارے میں معلوم ہو کہ یہ وہابی دیوبندی ہے یہ لوگ نیاز و فاتحہ سلام و قیام غوث اعظم کے مرغ حسین اعظم

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۹

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

کے شربت و ملیدے شب برأت کے حلوے سے چڑھتے اور مزارات مقدسہ پر حاضری سے اجتناب کرتے ہیں اور وہابی دیوبندی مولویوں کی پیروی کرتے ہیں ایسے وہابیوں دیوبندیوں کو کافر و مرتدین کہنے کے لئے ان سے ترک موالات کرنے کے لئے کیا اس گاؤں آبادی کے ہر ہر گھر کے ہر ہر فرد کے پاس جا کر ان کے سامنے وہابیوں دیوبندیوں کے پیشوا اور مقتدا مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا غلیل احمد بیٹھی، مولانا قاسم نانوتوی وغیرہ مرتدین کے کفریات بیان کر کے ان سے ان کی کفریات کی تائید کروانا ضروری ہے۔

اگر ان عناصر رابعہ دیاہنہ کو کافر و مرتدین کہنے سے انکار کریں تب ان کو کافر و مرتدین کہا جائے ان سے ترک موالات کیا جائے؟ یا جو جس امام و پیشوا کی تقلید و پیروی کر رہا ہے اس پر وہی حکم شرعی نافذ ہوگا جو اس کے امام و پیشوا پر حکم شرع نافذ ہے۔

(۴) خود کو سنی مسلمان کہلانے والے کسی شخص کی رشتہ داری وہابیوں میں ہو اور وہ سنی مسلمان کہلانے والا اس مرتد وہابی کو بخوشی اپنے گھر بلاتا بھی ہو خود اس کے گھر جاتا ہو سارے اسلامی معاملات اس سے قائم رکھتا ہو اس کے گھر کے افراد اس پر راضی ہوں ایسے گھر کے کسی فرد کو جو حافظ مولوی ہو نماز پنجگانہ و نماز جنازہ و عیدین کی نماز کے لئے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟ اگر ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو نماز ہو جائے گی یا واجب الاعدادہ ہوگی؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے سبب اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

”مرتد منافق وہ کہ اب بھی کلمہ اسلام پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے اور پھر اللہ عز و جل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا ہے یا ضروریات دین میں سے کسی شئی کا منکر ہے جیسے آج کل کے وہابی رافضی قادیانی“۔ (۱)

اور آگے اسی میں فرماتے ہیں ”مرتدوں میں سب سے بدتر مرتد منافق ہے۔ خصوصاً وہابیہ خصوصاً دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت کہتے ہیں یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں“۔ (۲)

اور مرتد لڑکا یا لڑکی کا نکاح کسی سے منع نہیں ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے لا یجوز للمرتد ان

(۱) العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۵

(۲) العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۵

یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك لا يجوز نكاح المرتد مع احد كذا في المسبوط۔ (۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے ”حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب فرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا جس سے ہوگا محض زنا ہوگا۔“ (۲)
لہذا کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکا یا لڑکی کا نکاح کسی وہابی دیوبندی سے منعقد نہیں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) وہابی دیوبندی مرتد کا دانستہ خواہ غیر دانستہ نکاح کسی سے ہوگا ہی نہیں تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد حلالی نہیں ہوگی۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”مرد یا عورت جس کا عقیدہ کفر یہ ہو اولاد حرامی ہے۔“ ”اذلا لنکاح مرتد ولا مرتدة اصلحتى مع مثله فی الارتداد کما نص علیہ الائمة الامجاد۔“ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (۳)

(۳) وہابی دیوبندی کے بے شمار عقائد باطلہ میں سے یہ عقیدہ ہر خاص و عام جاہل و عالم کہے جانے والے وہابی دیوبندی میں پایا جاتا ہے کہ جو ان کے ہم عقیدہ نہیں وہ مشرک ہیں۔ چنانچہ خاتم المتقین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی عقائد وہابیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”واعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون۔“

دیوبندی فرقہ کے شیخ الاسلام حسین احمد نانڈوی نے لکھا ہے ”محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و قمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو چھین لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے۔“ (۴)
اور جو شخص کسی ایک بھی مسلمان کو کافر کہے وہ خود بحکم حدیث و فقہ کافر ہے۔ چنانچہ ارشاد حدیث ہے: ”ایما امرء قال لا ینحیه کافر فقد باء بها احدهما۔“ (۵)

جامع الفصولین میں ہے ”والمختار للفتوی من جنس هذه المسائل ان قاتل هذه المقالات لو اراد الشتم ولا یعتقدہ کافرا لا یکفر ولو اعتقد کافرا کفر۔“ (۶)

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) المعطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۵

(۳) المعطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۲۲۸

(۴) الشہاب القاب، ص: ۵۱

(۵) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۶) جامع الفصولین

تو جو شخص پوری دنیا کے مسلمانوں پر شرک و کفر کا حکم لگائے اس کا کیا حال ہوگا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہابی دیوبندی پر ایک صورت میں جمیع ائمہ دین حضرات متکلمین و فقہائے شرع بین کے نزدیک حکم کفر و ارتداد ہے۔ اور ایک صورت پر جمہور فقہائے اسلام کے نزدیک حکم کفر و ارتداد ہے۔ تو وہابی دیوبندی پر حکم کفر و ارتداد ہے اور جو لوگ وہابیت و دیوبندیت سے مشہور ہوں اور سوال میں مذکور امور ان میں موجود ہوں ان پر حکم کفر ہے۔ ان سے ترک موالات لازم ہے۔ ان سے ترک موالات کے لئے یونہی ان کو کافر و بے دین کہنے کے لئے ان کا وہابی ہونا ہی کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) اگر وہ حافظ و مولوی بھی سوال میں ذکر کردہ معاملات سے راضی ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز اور اسے امام بنانا گناہ ہے اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا اعادہ واجب ہے غنیۃ میں ہے ”لو قدموا فاسقا یا ثمنون“ (۱)

در مختار میں ہے ”کل صلاة ادیت مع کراهة التحريم تجب اعادتها“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

نکاح میں گانا بجانا اور نکاح خانہ لینا

مسئلہ از: مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

آج کل شادی وغیرہ کے موقع پر نکاح پر ناچ گانا تماشا وغیرہ ہوتا ہے اور علمائے کرام جب منع کرتے ہیں تو لوگ یہی جواب دیتے ہیں کہ مولانا لوگ جب نکاح پڑھاتے ہیں تو نکاح خوانی کے ۵۰۰ روپے یا ۷۵۰ روپے لیتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں کہاں لکھا ہے کہ نکاح پڑھانے کا معاوضہ لیا جائے۔ جواب عطا فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ناچ گانا بجانا شریعت مطہرہ میں ناجائز ہے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں ان امور

(۱) غنیۃ المستعملی، ص ۴۷۵

(۲) الدر المنثور مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۱۳۰

کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ امام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

”قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم صوتان ملعونان في الدنيا والاخرة منها عند نعمة لانه عند المصيبة.“ (۱)

ایک حدیث شریف میں ہے ”من قعد وسط الحلفة فهو ملعون.“ (۲)

ایک مقام پر ہے ”ليكونن من اقوام امتي يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف“ (۳)

اور لہو ولعب کے بارے میں ارشاد حدیث ہے ”كل لهو المسلم حرام الا الغلالة.“ (۴)

ان ارشادات سے واضح ہے کہ ناکح گانا بجانا تماشاہ کرنا ناجائز و گناہ اور شریعت مطہرہ کے نزدیک سخت جرم ہے۔ مگر نکاح پڑھانے پر کچھ رقم لینے کی ممانعت کسی آیت یا حدیث میں نہیں ہے نہ اس کا لینا شرعاً ناجائز ہے کیونکہ وہ بطور انعام و اکرام دیا لیا جاتا ہے اور اگر بالخصوص اجرت و معاوضہ کے طور پر لیا جاتا ہے پھر بھی شرعاً جائز ہے کہ آدمی اپنے وقت کی اجرت لے رہا ہے جو بلاشبہ جائز ہے لہذا ناکح گانے سے روکنے کے سبب نکاح کے معاوضہ پر اعتراض کرنا جہالت و نادانی اور شریعت پر جرأت ہے۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ شریعت پر عمل کریں اور نادانی سے باز آئیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۲ رذیقہ ۱۴۳۳ھ

نکاح میں باپ کی جگہ پرورش کرنے والے کا نام لیا تو؟

مسئلہ از: قاری نصیب اللہ عزیزی، خطیب و امام جماعت لطیفیہ مسجد ملن مگر، پونہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے بکر کی بیٹی کی پرورش کی اور اس کا نکاح عمرو سے کر دیا اور بوقت نکاح حقیقی باپ بکر کے بجائے زید کا نام لیا گیا جس نے اس کی پرورش کی ہے یعنی ہندہ بنت زید کا نکاح عمرو سے کیا گیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح از روئے شرع شریف درست ہے یا نہیں جبکہ اس کے حقیقی باپ کی جگہ اس کی پرورش کرنے والے کا نام ذکر کیا گیا ہے۔ بینوا تو جبروا

(۱) کنز العمال، ج: ۱۵، ص: ۲۹۹

(۲) مسند الامام احمد بن حنبل، ج: ۵، ص: ۲۵۳

(۳) صحیح البخاری، ج: ۲، ص: ۸۲۸

(۴) مسنن ابی داؤد، ج: ۲، ص: ۶۷۵

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر ہندہ اس مجلس نکاح میں خود موجود نہ تھی اور اس کی طرف اشارہ کر کے اس طرح نہ کہا گیا کہ اس ہندہ بنت دید کا نکاح حیرے ساتھ کیا بلکہ ہندہ کی عدم موجودگی میں یہ الفاظ کہے گئے تو ہندہ کا نکاح نہ ہوا ہاں اگر ہندہ کی پرورش کی وجہ سے لوگوں میں ہندہ بنت دید کہی جاتی ہے اور اس طرح بولنے سے اسی ہندہ کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہو گیا۔ درمکار میں ہے

”غلط و کیلہا بالنکاح فی اسم ایہا بغیر حضورہا لم یصح“ (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”قال امرأته عمرة بنت صبیح طالق و امرأته عمرة بنت حفص ولانہ لہ لا تطلق امرأته. فان کان صبیح زوج ام امرأته و کانت تنسب الیہ وہی فی حجرہ فقال ذلک و هو یعلم نسب امرأته او لا یعلم طلقت امرأته۔“ (۲)

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

”اگر بکر نے اسے پرورش یا حتمی کیا تھا اور وہ عرف میں ہندہ بنت بکر کہی جاتی ہے اور اس کہنے سے اس کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہو گیا۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۵ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ

بغیر طلاق دوسرا نکاح کرنا کیسا؟

مسئلہ از: رمضان علی ابن عباس علی مقام سرحدنا پوسٹ شکار گڑھ مہراج گنج

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ کی شادی تقریباً چار سال پہلے ہوئی تھی ہندہ اپنے سسرال بھی ایک ہفتہ کے لئے گئی تھی اس کے بعد اپنے والدین کے گھر واپس آئی۔ ہندہ کی شادی کے تقریباً چار ماہ بعد اس کے شوہر کا دماغی توازن بگڑ گیا اور اس کی دوا وغیرہ بھی ہوئی لیکن فرق نہیں ہوا تین سال سے ہندہ اپنے والدین کے پاس ہے اور ہندہ کا شوہر پاگل ہو گیا ہے۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۴، ص: ۹۶

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۵۸

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۱۶۶

ہندہ ایسی صورت میں طلاق چاہتی ہے لیکن ہندہ کے خسر طلاق نہیں دینے دے رہے ہیں۔ ہندہ مجبور ہو کر دوسری شادی کرنا چاہتی ہے ایسی صورت میں ہندہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شوہر کی موت یا اس سے طلاق حاصل کئے بغیر ہندہ دوسرے سے ہرگز ہرگز نکاح نہیں کر سکتی ہے اگر کرے گی تو حرام ہوگا۔ اور صحبت زنا ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۱) فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”عورت کو ہرگز روا نہیں کہ بے طلاق یا فرقت شرعیہ کے دوسرے سے نکاح کر لے اگر کرے گی محض حرام ہوگا۔“ (۲) اگر واقعی ہندہ کے شوہر کا دماغی توازن خراب ہو گیا ہے اور افاقہ کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے اور ہندہ چھٹکارا چاہتی ہے تو اپنا معاملہ قاضی شریعت کے پاس لے جائے وہ جو فیصلہ کریں اس پر عمل کرے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲/۱۲/۱۳۳۲ھ

ٹیلی فون کے ذریعہ نکاح کا حکم

مسئلہ از: محمد محمود حسین اشرفی دارالعلوم شاہ اعلیٰ قدرتیہ جان منو، کانپور، یوپی

- (۱) انٹرنیٹ کے ذریعہ پڑھایا گیا نکاح درست ہے یا نہیں؟
 - (۲) آج کل انٹرنیٹ کے ذریعے نکاح پڑھایا جاتا ہے جس میں لڑکا سے دو گواہ اور وکیل کی موجودگی میں قاضی ایجاب وقبول کرواتا ہے ایسا نکاح شرعاً معتبر ہے یا نہیں؟
- فقہائے کرام کے اقوال کی روشنی میں دلیل تفصیلی کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ٹیلی فون اور انٹرنیٹ کے ذریعہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں فقہی سمینار بورڈ دہلی کی جانب سے ۲۳ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ کو منعقد سمینار میں علمائے اہل سنت کا جو فیصلہ ہوا اجماع حاضر ہے، اس مجلس میں خود راقم الحروف بھی

(۱) سورۃ النساء، آیت ۲۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۹۱

شریک تھا، بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ ”لڑکا اور لڑکی دو مختلف شہروں میں رہ کر یا ایک ہی شہر کے اندر رہ کر عا بنانہ طور پر ٹیلی فون یا انٹرنیٹ پر گفتگو کے ذریعہ ایجاب و قبول کرتے ہوئے نکاح کریں تو یہ نکاح صحیح نہیں، اگرچہ دو گواہ لڑکی کے پاس اور دو گواہ لڑکے کے پاس موجود ہوں، اور دونوں کی تصویر بھی نظر آتی ہو۔

کیونکہ صحت نکاح کے لئے ایجاب و قبول کی مجلس (ہیئت) ایک ہونا اور محفل نکاح میں گواہان کا حاضر ہونا اور ان کے ایجاب و قبول کو ایک ساتھ سننا شرط ہے۔ اسی طرح گواہان کے نزدیک ایجاب و قبول کرنے والوں کا معلوم و معین ہونا بھی شرط ہے، جبکہ محفل ایجاب کے گواہ محفل قبول میں حاضر نہیں، یوں ہی محفل قبول کے گواہ محفل ایجاب میں حاضر نہیں اور تنہا ایجاب یا قبول کی محفل میں حاضر ہونا معتبر نہیں کہ نکاح دونوں کے مجوصہ کا نام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۲۶۱ پر ہے

”ومنہا سماع الشاہدین کلاہما معا کذا فی فتح القدیر، ولو سماعا کلام احدہما دون الآخر او سمع احدهما کلام احدهما والاخر کلام الآخر لا یجوز النکاح کذا فی البدائع، رجل زوج ابنته من رجل فی بیت و قوم فی بیت اخر یسمعون ولم یشہدہم ان کان من هذا البیت الی ذلک البیت کوة راوا الاب منها تقبل شہادتهم وان لم یراوا الاب لا تقبل کذا فی الذخیرة“ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰/ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ

باب المحرمات

محرمات کا بیان

بہو اپنے خسر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے

مسئلہ از: محمد اقرار خاں، کانپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:

آج سے تقریباً ۷ سال قبل زید کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ دونوں کے درمیان خلوت صحیحہ واقع ہوئی، پھر زید نے ہندہ کو دو سال پہلے طلاق مغلظہ دے دی۔ ہندہ زید کے گھر پر اب بھی رہتی ہے۔ اب بکر یعنی خسر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے زید یعنی بیٹے سے پہلے ہندہ یعنی بہو سے نکاح پڑھا لیا تھا۔ بکر لوگوں کو اپنا نکاح نامہ بھی دکھاتا ہے جس میں ہفتہ عشرہ سے پہلے کی تاریخ پڑی ہوئی ہے تو ایسی صورت میں ہندہ بکر کے لیے حرام ہے یا حلال؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بکر کا زید کی مطلقہ ہندہ سے نکاح کا دعویٰ قطعاً باطل، غیر معتبر اور ناقابل سماعت ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے ”قلت وقد نصوا ان من راي احداً يتصرف في شئى زماناً ثم ادعى انه له ولم يكن ثم مانع من دعواه لم تسمع قطعاً للحيل وقد بيناه في الدعوى من فتاونا“ (۱) یعنی: کوئی شخص ایک زمانہ تک کسی کو کسی شئی میں تصرف کرتا دیکھتا رہا، پھر عرصہ بعد مدعی ہوا باوجود کہ پہلے بھی دعویٰ سے کوئی شئی مانع نہ تھی تو اس کا دعویٰ مسوع نہ ہوگا۔

اور زید نے اگرچہ ہندہ کو طلاق مغلظہ دے دی ہے۔ اس کے باوجود اب ہندہ کسی حال میں زید کے باپ بکر کے لیے حلال نہیں ہو سکتی ہے۔ بلکہ ہمیشہ کے لیے بکر پر حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ﴾ (۲) یعنی: تمہارے نسلی بیٹوں کی بیویاں تم پر حرام ہیں۔

اور علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”تحريم زوجة الاصل والفرع بمجرد

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۵، ص: ۵۵۰،

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۲۳،

العقد دخل بها أولا“ (۱) یعنی اصل وفرع کی بیوی حرام ہے۔ محض عقد سے اس سے وطی کی ہو یا نہ کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کسی کے نکاح میں ہوتے ہوئے عورت کا دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا ہے

مسئلہ از: مولانا محمد مبین علی، بستوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شادی شدہ عورت ہے۔ اپنے میکے میں چار سال سے رہتی ہے جب کہ اس کا شوہر بار بار لینے آتا ہے مگر وہ عورت اپنے شوہر کے گھر جانے کو تیار نہیں۔ بار بار انکار کی وجہ سے شوہر نے دوسری شادی کر لی اور جب عورت کو معلوم ہوا تو اس عورت نے دوسری شادی کر لی اور ایک آدمی نے اس عورت کا سر پرست بن کر شادی کروادی اور سب کو بخوبی معلوم ہے کہ اس عورت کی طلاق نہیں ہوئی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس شادی شدہ عورت جس کا دوسرا نکاح کیا گیا بغیر طلاق کے تو یہ نکاح منعقد ہوا کہ نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور جس نے نکاح پڑھایا اس کا خود نکاح باقی رہے گا یا نہیں اگر نہیں تو کیوں؟ اور اس کے لیے شریعت مطہرہ کے کیا احکام ہیں اور جو دونوں گواہ ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے۔ کیا ان کو تجدید نکاح کی ضرورت پڑے گی اور جو آدمی سر پرست بنا اگر چاہتا تو شادی نہیں ہوتی مگر اس نے شادی کروادی جب کہ اس سے صاف، صاف کہا گیا کہ طلاق لے کر آؤ تو جماعت کی طرف سے نکاح کیا جائے گا مگر اس نے نہ سنی اور ایک نیم ملا سے نکاح پڑھوادی تو اس سر پرست کے لیے کیا حکم ہے؟ اور جس نے شادی کیا جب کہ اس کو بھی بتایا گیا کہ اس عورت کا نکاح نہیں ہوا۔ بغیر طلاق کے دوسرا نکاح نہیں ہوتا مگر وہ بھی نہیں مانا اور شادی کر لی اس کے لیے کیا احکام ہیں؟ براہ کرم ان سوالوں کے جواب مدلل و مفصل تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو عورت کسی کے نکاح یا عدت میں ہو بغیر طلاق اور بغیر عدت گزرے اس کا کسی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۲)

(۱) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۷۹

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

اور ملک العلماء امام "سعود" کا سنی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

"ومنہا ان لا تكون منكوحۃ الغیر لقولہ تعالیٰ والمحصنۃ من النساء معطوفاً علی قولہ عزوجل حرمت علیکم امہاتکم الی قولہ والمحصنۃ من النساء ومن ذوات الازوج" (۱) اور خاتم الفقہین علامہ "ابن عابدین شامی" علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"امبا منكوحۃ الغیر ومعتدۃ فالدخول فیہ لا یوجب العدة ان علم النہا للغیر لانه لم یقل بسجوازه احد فلم یستفد اصلاً ولہذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لانه زنی كما فی القنیۃ وغیرہا" (۲)

صورت مسئلہ میں بغیر طلاق لیے جو نکاح کیا گیا وہ ہرگز ہرگز منعقد نہ ہوا۔ عورت بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے اور جس نے جانتے ہوئے وہ نکاح پڑھایا اور گواہان جو نکاح کے گواہ بنے اور جس کے ساتھ وہ نکاح ہوا اور جو سرپرست بناسب کے سب مجرم و گنہگار اور زنا کا دروازہ کھولنے والے ظالم و جفاکار، مستحق ناروغضب جبار ہوئے۔ نکاح پڑھانے والے پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ نکاح کے غلط ہونے کا اعلان کرے اور اگر نکاحانہ پیسہ لیا ہو تو پیسہ واپس کرے۔ یوں ہی جس کے ساتھ نکاح ہوا وہ فوراً اس عورت سے جدا ہو جائے اور جس کی بیوی ہے اس کے حوالہ کر دے اور علانیہ توبہ واستغفار کرے۔ اسی طرح گواہان اور سرپرست اور جتنے لوگ جانتے ہوئے اس نکاح میں شریک ہوئے سب پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۳ جمادی الآخرہ ۱۴۲۲ھ

نابالغی میں باپ دادا کا کیا ہوا نکاح لازم و درست ہے

مسئلہ از: عبدالباری، بھولا پور، پوسٹ شکر پور، ضلع بہت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: ہندہ کی شادی (نکاح) سن بلوغ کو پہنچنے سے قبل ہو چکا تھا۔ ذیہاتی رسم و رواج کے مطابق بالغ ہونے کے بعد (گونا) رخصت کرنا تھا کہ سن بلوغ کو پہنچنے پر

(۱) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۵۲۸

(۲) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۱۳۳

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

ہندہ بکر کے ساتھ چلی گئی۔ اب جب کہ ہندہ دوسرے آدمی کے ہمراہ ہے آیا بکر کا نکاح ہندہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ نیز زید جو کہ پہلا شوہر ہے زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ قائم ہے یا نہیں۔ بیٹو! توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ ہندہ کا نکاح اس کے باپ نے کیا تھا۔ لہذا یہ عقد لازم اور صحیح و درست ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”فان زوجہما الاب والجد فلا خيار لهما بعد بلوغهما کذا فی الہدایۃ“ (۱) اور اب زید سے طلاق لیے بغیر ہندہ کا نکاح کسی سے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ ہندہ اور بکر سخت فاسق و فاجر، بدکار و مستحق نار و غضب جبار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان کا مکمل بایکٹ کر دیں، ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل شانہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ

پہلے شوہر کی طلاق کے بغیر بیوی کا دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا ہے

مسئلہ از: محمد مقدس حسین، مقام و پوسٹ بھاوک پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلے میں کہ:

ہندہ زید کی بیوی ہے۔ زید کئی سالوں سے شہر ممبئی میں رہتا تھا، پھر ہندہ یعنی زید کی بیوی اپنے نہال چلی آئی۔ اس کے بعد ہندہ اور بکر سے تعلقات ہو گئے یعنی ہندہ اور بکر سے بدفعلی کرنے کی محبت پیدا ہو گئی۔ پھر زید یعنی ہندہ کا شوہر شہر ممبئی سے گاؤں میں چلا آیا۔ گاؤں میں آنے کے بعد زید اپنی بیوی ہندہ کے پاس آیا تو زید کو بکر اور ہندہ سے جو تعلقات تھے یہ جل گیا تو زید نے ہندہ سے قرآن شریف پر ہاتھ رکھا کہ تم قسم کھاؤ کہ اب میں بکر کی طرف چہرہ نہیں دکھاؤں گی تو ہندہ نے قسم کھا لیا کہ اب میں بکر کی طرف چہرہ نہیں دکھاؤں گی۔ یہ کہہ کر زید شہر ممبئی چلا گیا۔ چار پانچ سال ہو گئے ابھی تک زید گھر کو نہیں آیا اور نہ اپنے بال بچوں کی خبر لی رہا ہے تو اب ہندہ کے والدین زید کے پاس بھیجنا بھی نہیں چاہتے ہیں اور ہندہ کی دوسری شادی کسی دوسرے آدمی کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں تو کیا اس کے والدین دوسرے آدمی کے ساتھ شادی کر سکتے ہیں اور جو زید نے قسم کھلایا ہے وہ قسم کیسے اترے گی۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بیٹو! توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿يَسِّرْهُ لَكُمْ وَيَسِّرْهُ﴾ (۱) یعنی طلاق کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔ حدیث شریف ہے ”الطلاق لمن أخذ بالساق“ (۲) یعنی طلاق شوہر کے لئے ہے اس سے ثابت ہوا کہ جب تک زید ہندہ کو طلاق نہ دے یا اس کی وفات نہ ثابت ہو جائے ہندہ کے والدین اس کا نکاح ہرگز نہیں کر سکتے۔ اگر کر دیں گے تو نکاح ہی نہ ہوگا کہ ایک کے نکاح میں رہتے ہوئے دوسرے سے نکاح حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ الْآيَةُ﴾ (۳) اور اگر ہندہ نے بعد قسم بکر کو چہرہ دکھایا تو اس کا کفارہ ادا کرنا ہوگا یعنی دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنائے اور اگر ان دونوں میں سے کسی کی استطاعت نہ ہو تو تین دن پے درپے روزے رکھے کما فی عامة الكتب الفقهية۔ مگر یہ واضح رہے کہ اگر بکر اجنبی ہے تو ہندہ پر لازم ہے کہ اس سے پردہ کرے اور اس کو چہرہ نہ دکھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

ایک بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسری سگی بہن سے نکاح کرنا حرام و باطل ہے

مسئلہ از: محمد ابراہیم رضوی، ساکن بلاری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور اس سے تین بچے اور پچاس پندہ ہوئیں، پھر زید نے ہندہ کو طلاق دیئے بغیر ہندہ کی سگی بہن سے نکاح کیا۔ کیا یہ نکاح شریعت کی رو سے درست ہو یا نہیں۔ جواب منایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں زید کا اپنی بیوی ہندہ کے ہوتے ہوئے اس کی سگی بہن سے نکاح حرام قطعی ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿خَرَجْتُ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتِكُمْ﴾ (الی) وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ (۴)

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۷

(۲) ابن ماجہ باب الطلاق العبد رقم الحدیث، ۲۱۵۹

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

(۴) سورۃ النساء، آیت: ۲۳

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”وان تزوجہما فی عقدین فکاح الاخیرۃ فاسد“ (۱) زید کا اپنی سالی کو بیوی بنا کر رکھنا اور اس سے صحبت کرنا سخت حرام ہے۔ بلکہ اگر اس سے صحبت کر لی تو اب ہندہ کے پاس جانا بھی حرام ہو گیا۔ جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے۔ زید پر فرض ہے کہ فوراً سالی کو چھوڑ دے اور صدق دل سے اللہ کی بارگاہ میں تادم ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۹ صفر ۱۴۳۰ھ

عدت کے اندر نکاح حرام ہے

مصنفہ اذی: محمد نصیر الدین، مقام وپوسٹ للولی، ضلع فتح پور، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہندہ زید کے دادا کے بھائی کی بیٹی ہے۔ یعنی رشتے میں زید کی پھوپھی ہے۔ زید اور ہندہ میں آپسی تعلقات تھے لیکن ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی۔ شادی کے بیس پچیس دن کے بعد ہندہ نے زید پر الزام لگایا کہ زید نے مجھے ڈراپا اور غلط سلط کہا ہے جب کہ زید کا کہنا ہے کہ اللہ کی قسم میں نے کچھ نہیں کہا ہے۔ یہ بات جب ہندہ کے شوہر بکر کو معلوم ہوئی تو بکر نے ہندہ کو طلاق دے دی اور گاؤں والوں نے اسی وقت یعنی طلاق کے فوراً بعد زید کو ڈرا کر مار ڈالنے کی دھمکی دے کر ہندہ سے اس کا نکاح کرادیا اور زبردستی مہر ایک لاکھ پچاس ہزار بندھوایا تو کیا زید سے ہندہ کا نکاح ہو گیا اور اگر نہیں ہوا تو جن لوگوں نے زبردستی کی اور زبردستی مہر بندھوایا ان کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے۔ حضور والا سے گزارش ہے کہ مفصل جواب عطا فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر ہندہ سے بکر کی غلط ہو چکی تھی تو زید سے اس کا نکاح عدت کے اندر ہوا اور محض حرام حرام حرام ہوا کہ عدت کے اندر نکاح حرام قطعی اور ناجائز و باطل ہے اور اس میں قربت خالص زنا زید پر فرض ہے کہ وہ فوراً ہندہ سے جدا ہو جائے اور اگر اس سے قربت ہو گئی ہو تو اللہ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ و استغفار کرے اور جن لوگوں نے یہ نکاح کرایا یا اس میں دانستہ شریک ہوئے وہ سب سخت مجرم و گنہ گار ہیں۔ ان سب پر توبہ فرض ہے۔ اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ فقال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا يَنْبَغِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذَّنْبِ مَعَ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۷۷

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۱) وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاحْكُم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۷ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

لا علمی میں عدت کے اندر نکاح فاسد ہے جس میں طلاق نہیں متاثر کہ ہے

مسئلہ از: ارشد جاوید، پرانی بستی، ضلع بستی

ایک شخص جو کہ شادی شدہ ہے اس نے ایک دوسری لڑکی جو کہ طلاق شدہ تھی ابھی عدت نہیں پوری ہوئی تھی۔ لاطمی میں اس نے اس سے نکاح کیا۔ بعد میں لوگوں کے دباؤ کی وجہ سے اس لڑکی کو طلاق دیا گیا۔ کچھ دن بعد پتہ چلا کہ عدت میں نکاح جائز نہیں ہے اور اس طرح سے طلاق بھی درست نہیں ہوا۔ پھر اس شخص نے اس لڑکی سے اس کی عدت ختم ہونے کے بعد نکاح کیا۔ اب وہ حاملہ ہے۔

سوال: اس مسئلہ میں کیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور کیا اس مسئلہ میں حلالہ کی ضرورت ہے؟

نوٹ: جس لڑکی کے بارے میں یہ مسئلہ پوچھا گیا ہے اس کا کوئی بھی مددگار نہیں ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس لڑکی کی کس طرح مدد کی جائے اور اس کی حفاظت کی جائے۔ بینوا توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو عورت عدت میں ہو اور کوئی شخص لاطمی میں عدت کے اندر اس سے نکاح کرے تو یہ نکاح فاسد ہے۔ جس میں طلاق نہیں بلکہ متاثر کہ یا تفریق ہوگی اور اگر لفظ طلاق کے ذریعہ متاثر کہ ہو تو بھی اسے طلاق نہیں بلکہ متاثر کہ مانا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر تین طلاق سے کم دے اور اس سے نکاح صحیح کرے تو تین طلاق کا مالک رہے گا۔ چنانچہ تاویلی مالگیری میں ہے:

”وفی مجموع النوازل الطلاق فی النکاح الفاسد بكون متاركة ولا ينتقص من عدد الطلاق كذا فی الخلاصة“ (۲) اور جب نکاح فاسد میں طلاق نہیں تو بعد متاثر کہ نکاح صحیح کے لیے حلالہ کی بھی ضرورت نہیں ہوگی۔ تاویلی مالگیری میں ہے:

”لو تزوج امرأة نکاحاً فاسداً و طلقها ثلاثاً جاز له ان يعزوها ولو لم تنكح زوجاً غيره“

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۲۸

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۳، ص: ۳۳۰

کذا فی السراج الوہاج“ (۱) لہذا صورت مذکورہ میں لڑکی کی عدت ختم ہونے کے بعد جو نکاح بلا حلالہ ہو اور صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۵ صفر ۱۴۳۰ھ

بغیر طلاق دوسرے مرد سے نکاح ناجائز و فاسد ہے

مسئلہ از: محمد ابراہیم، گرام و پوسٹ گائے گھاٹ بازار، بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

ایک لڑکا شادی ہونے کے بعد نو سال گھر سے غائب رہا۔ اس کی ایک بچی بھی ہے، جب اس کی کوئی خبر نہیں ملی کہ وہ مر گیا یا زندہ ہے آئے گا یا نہیں۔ اس کا انتظار کرنے کے بعد اس کی بیوی اپنے میکے چلی گئی۔ سارا واقعہ سننے کے بعد اس کے والدین نے اس کی دوسری شادی کر دی۔ دوسرے شوہر سے بھی دو لڑکے ہوئے پھر اس کا پہلا شوہر واپس آ گیا۔ گھر پر بیوی کو نہ پا کر اس کے میکے گیا اور بیوی کو طلب کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس کی شادی کر دی گئی اور اس کے دو بچے بھی ہیں تو اس نے کہا کہ میں نے طلاق نہیں دیا تھا۔ آپ نے کس کی اجازت سے اس کی شادی کر دی۔ اب وہ لڑکے کس کے ہوئے۔ اس کا نکاح ہوا یا نہیں؟ اور دوسرے والے شوہر سے جو بچے ہیں وہ ناجائز ہیں، یا ناجائز؟ اور اس عورت کو کس کے حق میں دینا چاہیے؟ اس پر کس کا حق ہے؟ لہذا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

”معاذ اللہ رب العالمین“ شادی شدہ لڑکی کو طلاق حاصل کیے بغیر دوسرے کے عقد میں دینا لڑکی کو حرام کاری کے لیے پیش کرنا ہے، جو حرام سخت حرام ہے۔ والدین پر لازم ہے کہ اپنی لڑکی کو فوراً واپس بلا لیں اور شوہر ہر اول کے حوالے اور اپنی قبیح حرکت پر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ و استغفار کریں اور اگر والدین یہ چاہتے ہیں کہ لڑکی دوسرے کے ہی ساتھ رہے تو لڑکی کے شوہر سے طلاق حاصل کر کے عدت گزارنے کے بعد اس کی دوسری شادی کر دیں۔ جب تک شوہر طلاق نہ دے یا مر نہ جائے اس وقت تک کسی دوسرے کے لیے وہ عورت حلال نہیں ہو سکتی ہے۔

قال الله تعالى ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۱)

اس طرح کی صورت حال میں اگر نکاح صحیح ہوا ہوتا تب بھی شوہر اول کی طرف بیوی لوٹائی جاتی یہاں تو فاسد و ناجائز ہے عورت بہر حال شوہر اول کی ہے۔

علامہ ”ابن عابدین“ شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”المرأة تترد إلى الأول أجمعاً“ یعنی: عورت شوہر اول کی طرف واپس کر دی جائے گی۔ اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔

اور دوسرے مرد سے پیدا ہونے والے بچے اگر نکاح ثانی اور وطی کے چھ ماہ بعد پیدا ہوئے تو شوہر ثانی کے مانے جائیں گے، ورنہ شوہر اول کے ہوں گے کہ نکاح فاسد سے پیدا شدہ بچہ بھی ثابت النسب اور اسی شوہر کا مانا جائے گا جس سے پیدا ہوا ہے۔ علامہ ”علاء الدین“ حصکفی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے ”غاب عن امرأه فتزوجت بآخر و ولدت اولاداً

ثم جاء الزوج الأول فالاولاد للثاني على المذهب الذي رجع إليه الإمام وعليه الفتوى“ (۲)
اسی طرح امام اہل سنت سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ پر تحریر فرمایا ہے۔ (۳)
والله تعالى اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

خسر نے بہو کا ہاتھ شہوت سے پکڑ لیا زنا کیا تو بہو اس کے بیٹے پر حرام ہو گئی

مسئلہ از: محبت علی علیہ السلام، دارالعلوم اہل سنت انوار العلوم، میکوڑیا، بہتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مذکورہ مسئلہ کے بارے میں کہ:

زید نے اپنی بہو کا ہاتھ شہوت سے پکڑا، یا شہوت سے اس کے سینے پر ہاتھ لگایا، یا اس کے ساتھ زنا کیا اب ان تمام صورتوں میں اس کی بہو اس کے بیٹے بکر کے لیے حلال ہے یا نہیں یا وہ اب اس کو اپنی زوجیت میں رکھے یا طلاق دے اور کیا بکر اب اپنی اس بیوی سے وطی کر سکتا ہے کہ نہیں۔ بینوا بالادلة الشرعية.

(۱) سورة النساء، آیت: ۲۴

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۳۱

(۳) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۳۱

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۸۶۳

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید نے اپنی بہو کا ہاتھ شہوت سے پکڑ لیا شہوت سے اس کے سینے پر ہاتھ لگایا یا معاذ اللہ رب العالمین زید نے اس کے ساتھ زنا کیا تو ان تمام صورتوں میں زید کی بہو زید کے بیٹے بکر پر حرام ہوگئی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”محرم المزدنی علی اہل الزانی واجدادہ وان علوا وابنائہ وان سفلا کذا فی فتح القلیر“ (۱)

اور اسی میں ہے: ”کما ثبت هذه الحرمة بالوطی ثبت بالمس والتقبیل والنظر الی الفرج بشهوة کذا فی الدخیرہ“ (۲)

اور جب بکر پر وہ حرام ہوگئی تو اس پر فرض کہ فوراً اپنی بیوی سے متارکہ کرے اور اسے الگ کر دے۔ کسی بھی صورت میں بکر کا اس سے وطی کرنا جائز نہیں ہے۔ ”ہکذا فی در المعتمار والفتاویٰ الرضویہ وغیرہا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔“

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تقیر قادری

۱۸ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ

سوتیلی ماں کی بہن سے نکاح جائز ہے

مصنفہ از: مقصود احمد قادری، مہراج منجھوی، مقام سرہوا، پوسٹ سکھو اباہو، ضلع مہراج منجھ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے پہلے ہندہ سے شادی کی، اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا پھر ہندہ انتقال کر گئی۔ اس کے بعد پھر زید نے نعنہ سے شادی کی اور نعنہ کی ایک حقیقی بہن کلثوم ہے اس سے زید کے بیٹے بکر نے شادی کر لی تو اس شادی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ شادی جائز ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جائز ہے، کیوں کہ کلثوم بکر کی سوتیلی ماں کی بہن ہے اور اس سے نکاح جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”علما تصریح فرماتے ہیں کہ: سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۷۴

(۲) حوالہ سابق

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

زنا سے پیدا ہونے والے بچے کی کفالت کی ایک صورت

مسئلہ از: سرور احمد خاں گڑھی دلاور ضلع رائے بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں:

خالد اور سلمہ کے ناجائز تعلقات تھے۔ سلمہ کو حمل ہو گیا۔ حمل جب پورے دن کے قریب ہوا تو لوگوں کو معلوم ہوا۔ سلمہ سے پوچھنے پر یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ کام خالد کا ہے لیکن خالد نے انکار کر دیا تو خالد کے باپ نے کہا کہ اگر سلمہ قرآن کی قسم کھالے تو ہم اپنے لڑکے خالد کے ساتھ نکاح کروادیں گے۔ سلمہ نے قرآن شریف کی قسم کھالی اور خالد کے گھر بغیر نکاح رہنے لگی۔ جب سلمہ کو لڑکا پیدا ہوا اس کے بعد خالد اور اس کے گھر والوں نے لڑائی جھگڑا کر کے سلمہ کو گھر سے نکال دیا۔ اب ایسی صورت میں سلمہ کہاں جائے۔ جب قوم نے اس کا کوئی راستہ نہیں بنایا تو سلمہ اس وقت اپنے باپ کے گھر میں ہے۔ فریقین کے لیے شرعی حکم کیا ہے اور پیدا ہونے والا بچہ اور اس کی ماں کہاں جائے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر واقعی خالد اور سلمہ کے درمیان ناجائز تعلقات تھے اور ان سے زنا سرزد ہوا تو وہ دونوں سخت مجرم و حرام کار اور مستحق تہر لائق تہر تہار ہیں اگر اسلامی حکومت ہوتی تو انہیں سنگسار کر دیا جاتا مگر یہاں ہندوستان میں ان کے لیے یہ حکم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کریں اور صدق دل سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تائب و نادم ہوں۔ اور خالد اور سلمہ کے گھر والے اگر دونوں کے ناجائز تعلقات پر مطلع تھے تو وہ سخت مجرم و خطا کار ہیں۔ ان پر بھی توبہ و استغفار لازم ہے اگر یہ لوگ توبہ و استغفار نہ کریں تو تمام مسلمان مل کر ان کا مکمل ہایکٹ کر دیں ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَعَاذُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَفْعَلْ بَعْدَ الذِّكْرِ﴾ (۲)

اور سلمہ کو جن لوگوں نے بغیر نکاح خالد کے گھر رہنے کے لیے بھیجا انہوں نے سخت جرم کیا اور معاذ اللہ رب العالمین یک گونہ گناہ پر مدد کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ ایسوں پر بھی توبہ لازم ہے۔ رہ گیا سلسلے کا خالد سے نکاح کا معاملہ تو اگر خالد سلسلے کا کفو ہے تو سلمہ اپنی مرضی سے اور اگر کفو نہیں ہے تو ولی کی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے اور سلمہ کے گھر والوں کو

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۲۱۷

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

یوں ہی خالد کے گمروالوں کو چاہیے کہ دونوں کا آپس میں نکاح کر دیں تاکہ فتنہ فساد کا سد باب ہو جائے اور پیدا شدہ بچہ کی پرورش اس کی ماں کرے۔ ہنکدا فی الکتاب الفلہیة والاسفار الدہیة۔ ”واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔“

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

حالت حمل میں نکاح

مسئلہ از: محمد اسلم، جماعت ثانیہ معلم دارالعلوم، علمیہ ہمدان شاہی بستی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
حالت حمل میں نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

اگر حمل ثابت النسب ہے تو حالت حمل میں نکاح ناجائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”و حبلی ثابت النسب لا یجوز نکاحها اجماعاً“ (۱) اور اگر حمل زنا کا ہے تو نکاح حالت حمل میں درست ہے۔ پھر اگر حمل اسی شوہر کا ہے تو اس کے لیے عورت سے وطی بھی جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”وفی مجموع النوازل اذا تزوج امرأة قد زنی بها هو وظہر بها حبل فالنکاح جائز عند الكل وله ان يطأها“ (۱) واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تقیر قادری

۲۹ رزی قعدہ ۱۴۲۲ھ

ناجائز حمل میں نکاح درست ہے

مسئلہ از: افتخار احمد نظامی، مقام تنواں پوسٹ گور بازار، ضلع بستی، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلوں میں: (۱) زید کے ہندہ کے ساتھ ناجائز تعلق جس سے استقرار حمل ہو گیا اور وضع حمل (بچہ پیدا ہونے) سے پہلے زید نے اس سے نکاح کر لیا۔ دریافت

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۰

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۰

طلب امر یہ ہے کہ آیا نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اور زید کا بعد نکاح بچہ ہونے سے پہلے ہم بستری کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید اور ہندہ پر شرعاً کیا حکم لازم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں زید کا ہندہ سے نکاح درست ہے اور چوں کہ ناجائز حمل معاذ اللہ رب العالمین خود زید کا ہی ہے تو بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس سے ہم بستری بھی کر سکتا ہے۔

چنانچہ فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی ”امجد علی“ صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”جس عورت کو زنا کا حمل ہے اس سے نکاح ہو سکتا ہے پھر اگر اسی کا وہ حمل ہے تو وہ وطی بھی کر سکتا ہے اور اگر دوسرے کا ہے تو جب تک بچہ نہ پیدا ہوئے وطی جائز نہیں۔“ (۱)

اور زید و ہندہ سخت محرم و جفا کار مستحق غضب جبار ہیں۔ اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ان کو سو کوڑے لگائے جاتے مگر چوں کہ یہاں اسلامی حکومت نہیں ہے اس لیے ایسی صورت میں زید و ہندہ دونوں پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کریں اور کچھ خیرات و صدقہ کر کے اللہ تعالیٰ سے صدق دل سے معافی کے طلب گار ہوں۔ اگر دونوں ایسا نہ کریں تو تمام مسلمان ان کا بایکٹ کر کے سماج سے نکال دیں، ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدُوا عَنْهَا﴾ اللہ تعالیٰ مع القوم الظالمین (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

لڑکی سے بے شہوت بوس و کنار کرنے کے سبب لڑکی کی ماں ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہوگئی

مسئلہ از: محمد انعام احمد، نخاس روڈ، لکھنؤ، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سے زبانی معلوم ہوا کہ بکرنے اپنی لڑکی کو شہوت کے ساتھ پکڑا اور بوس و کنار بھی ہوا لیکن زنا سرزد نہ ہوا۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۲۹

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر واقعی بکرنے اپنی لڑکی سے مذکورہ حرکتیں کی ہے تو بکر خالم و جفا کار اور سیہ کار و بدکار مستحق غضب جبار و عذاب نار اور سخت حرام کار ہے۔ بکر کی لڑکی کی ماں اب ہمیشہ کے لیے بکر پر حرام ہوگئی۔ بکر پر لازم ہے کہ فوراً اس سے مقاطعہ کر لے۔ چنانچہ حضور صدر الشریعہ علامہ ”مفتی امجد“ علی صاحب علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”یہ افعال (شہوت کے ساتھ چھوٹا بوسہ لینا وغیرہ) قصداً ہو یا بھول کر یا غلطی سے یا مجبوراً بہر حال حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ مثلاً: اندھیری رات میں مرد نے اپنی عورت کو جماع کے لیے اٹھانا چاہا غلطی سے شہوت کے ساتھ مشہوۃ لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا۔ اس کی ماں ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہوگئی۔“ (۱)

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی اپنی مشہوۃ لڑکی کو شہوت کے ساتھ پکڑ لے یا بوس و کنار کر لے تو اس لڑکی کی ماں اس آدمی پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے۔ بکر پر لازم ہے کہ وہ فوراً اپنی لڑکی کی ماں یعنی اپنی بیوی کو اپنے سے الگ کر دے اور ساتھ ہی علانیہ توبہ و استغفار بھی کرے اور سچے دل سے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں معافی کا طلب گار ہو۔ حدیث شریف ہے:

”توبۃ السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ“ (۲) اور اگر بکر ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور اس سے سلام و کلام سب ختم کر دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَلَا تَقْفُذْ بَعْدَ الذِّكْرِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

۱۴۲۲/۵/۱۷ھ

باپ کا بہو سے زنا کرنے کی وجہ سے ”بہو“ باپ بیٹے دونوں پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی

مسئلہ از: عزیز الرحمن شمتی، پھری بزرگ، پوسٹ بھدوکر، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید مولوی ہے اور کہتا ہے کہ بہو کو اگر سر نے شہوت سے اس کے نگے بدن کو چھو لیا تو لڑکے کا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ تو مولوی زید کا یہ کہنا آیا شریعت مطہرہ کے مخالف ہے یا موافق؟

(۱) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۲۳

(۲) کنز العمال، ج: ۴، ص: ۲۰۹

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر کسی بدکار عالم و جفاکار نے اپنی بہو کے ساتھ مذکورہ ذلیل حرکت کی تو وہ سرور شوہر دونوں پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ مگر نکاح نہیں ٹوٹے گا بلکہ شوہر اس سے متارکہ کرے گا۔ مثلاً یوں کہہ کر جدا کر دے گا کہ میں نے تم سے متارکہ کیا یا تم کو چھوڑا، جیسا کہ در مختار میں ہے۔

”بحرمة المصاهرة لا يرتفع النکاح حتى لا يحل لها التزوج باخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۷/ ذی قعدہ ۱۴۲۳ھ

ماموں زاد اور پھوپھی زاد بھائی بہن کا عقد آپس میں جائز ہے

مسئلہ از: احقر عبدالرشید قادری برکاتی نوری، بھوپال

بخدمت شریف حضرت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دیگر احوال یہ ہیں کہ مندرجہ ذیل میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید اور ہندہ دونوں ایک باپ اور ماں کی اولاد ہیں۔ دونوں کی ماں ایک ہے اور دونوں سکے بھائی بہن ہیں۔ زید کو شمیم نام کا لڑکا ہے اور ہندہ کو اسماء نام کی لڑکی ہے۔ یعنی بہن کی لڑکی ہے اور بھائی کا لڑکا ہے۔ کیا ان دونوں کی شادی ہو سکتی ہے۔ شریعت ان دونوں کی شادی کا کیا حکم دیتی ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شمیم کی شادی اسماء کے ساتھ جائز ہے بشرطے کہ رضاعت وغیرہ کوئی دوسری وجہ مانع جواز نہ ہو۔ اس لیے کہ شمیم اسماء کا ماموں زاد بھائی ہے اور اسماء شمیم کی پھوپھی زاد بہن ہے اور ماموں زاد و پھوپھی زاد بھائی بہن کا آپس میں عقد جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَحِلُّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۴، ص: ۱۱۴

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

باب الولی والكفو

ولی اور کفو کا بیان

غیر کفو میں نکاح بغیر ولی کی اجازت کے صحیح نہیں

مسئلہ ۱: مولانا محمد قمر مصباحی برکاتی پر ساہتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید (گوجر) ہندہ (پٹھان) دونوں سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہیں اور وہ دونوں ایک دوسرے سے نکاح کرنا

چاہتے ہیں۔ کیا یہ نکاح از روئے شرع درست ہے؟ بیٹو! توجروا!

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

یہاں کے معاشرہ میں گوجر برادری پٹھان برادری کی کفو نہیں ہے اور غیر کفو میں نکاح بغیر ولی کی اجازت

کے صحیح نہیں۔ ”رد مختار“ میں ہے:

”بعض فی ہر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وهو المختار للفتویٰ لفساد الزمان“ (۱)

”رد المختار“ میں ہے:

”هذا ای عدم جواز النکاح اذا کان لها ولی لم یرض بہ قبل العقد“ (۲)

لہذا زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ولی کی اجازت سے ہو سکتا ہے۔ بغیر اجازت ہرگز صحیح نہیں ہوگا۔ ”فتاویٰ

امجدیہ“ میں ہے۔

”اگر ولی ہے اور وہ غیر کفو سے نکاح پر راضی ہے جب بھی صحیح ہے۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ

الم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

(۱) الدر المختار، ج: ۲، ص: ۲۹۶

(۲) رد المختار، ج: ۲، ص: ۲۹۶

(۳) الفتاویٰ الامجدیہ، ج: ۲، ص: ۱۳۲

کفایت کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہوتا ہے اگرچہ عورت کم درجہ کی ہو

مسئلہ ۱۵: برکت علی، ناظم اعلیٰ دارالعلوم اہل سنت سراج العلوم، مقام دپوسٹ، پورینا، ضلع بہتھی، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جو عربی، اردو، انگریزی، ہندی ہر زبان پر یکساں عبور رکھتا ہے۔ علوم دینیہ و دنیویہ دونوں کا حامل ہے اور خان
برادری کا ہے۔ زید پڑھی لکھی دیندار اور گریجوٹ لڑکی سے شادی کا خواہاں ہے۔ زید کا جس لڑکی سے رشتہ لگ رہا ہے ان
کے آباد اجداد میں بہتر گھرانہ تھا مگر اب اس کے گھر والے جو شادی کرتے ہیں سب خان برادری میں کرتے ہیں۔ تقریباً
تیس سال کا عرصہ ہو گیا اور زید کے والد اس بات کو جانتے ہیں کہ لڑکی کے گھر والے اور لڑکی سب دیندار اور عادت و کردار
اور شریعت محمدیہ اور مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اس لڑکی سے شادی کر سکتا ہے یا
نہیں؟ بینوا تو جو روا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اس لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے کیوں کہ کفایت کا اعتبار صرف مرد کی طرف سے ہوتا ہے۔ عورت اگرچہ کم
درجے کی ہو اس کا اعتبار نہیں ہے: در مختار میں ہے۔

”الكفاءة معتبرة في ابتداء النكاح للزومه او لصحته من جانبہ ای الرجل ولا تعتبر من
جانبہا لان الزوج مفتوش فلا تفيظه دناءة الفراش وهذا عند الكل في الصحيح“ (۱) علامہ شامی
قدس سرہ فرماتے ہیں: ”اذ تزوج بنفسه مكافئة له او لا فانه صحيح لازم“ (۲) زید خان برادری کا ہے اور
لڑکی اس سے کم درجے کی برادری سے تعلق رکھتی ہے تو یہ لڑکی یا اس کے ولی کے لیے ماریونگ نہیں ہے۔ لہذا زید کا اس
سے نکاح جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔

الجواب صحیح: محمد تقیر قادری قیامی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ ربی المرجب ۱۴۲۲ھ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۱۷

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۱۷

اگر بالغ لڑکا لڑکی ولی کی اطلاع کے بغیر نکاح کر لیں تو

مسئلہ از: مجتہد علی ناتھ گھر، پرانی بازار، ضلع سمنٹر، کیر گھر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید اور ہندہ دونوں میں بڑے دنوں سے محبت تھی۔ (تقریباً سال دو سال تک) اچانک لڑکے کو یہ خبر ملی کہ عنقریب ہندہ کی شادی ہونے والی ہے تو لڑکے نے لڑکی پر دباؤ ڈالا کہ تم مجھ سے شادی کر لو ورنہ تمہارا باپ تمہاری شادی کر دے گا۔ چنانچہ دونوں نے ۳ مئی بروز سنچر وقت شام آٹھ بجے کی رات میں والدین اور گاؤں والوں سے چھپ کر گواہوں کی موجودگی میں (جبکہ ایک گواہ کمرے سے باہر تھا) نکاح کر لیا اور لڑکی سے کہا گیا کہ نکاح نامہ تمہیں کل مل جائے گا تم گھر جاؤ لیکن لڑکی کو نکاح نامہ نہیں ملا۔ اب آیا کہ شریعت کی رو سے نکاح منعقد ہوا کہ نہیں اور جب ۵ مئی شام میں لوگوں کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو لوگ جمع ہوئے اور لڑکے سے پوچھا کہ تمہاری شادی ہندہ سے ہوئی ہے تو اس نے کہا ہاں! اس کے بعد لڑکی والوں کو اطلاع ملی تو لڑکی سے بھی پوچھا گیا کہ تمہارا نکاح زید سے ہوا ہے تو اس نے جواب دیا ہاں اس کے بعد مجمع میں یہ بات طے پائی کہ زید ہندہ کو بارہ مئی کو اپنے گھر لے جائے اور اس میں دونوں کے والدین بھی راضی تھے۔ اب نکاح نامہ نہ ملنے کی وجہ سے لڑکے کے ماموں لڑکے اور لڑکے کے والدین اور نکاح پڑھانے والے اور گواہوں پر دباؤ ڈالا کہ وہ لوگ نکاح کا انکار کریں اور اسے جھوٹا ثابت کریں۔

چنانچہ سب لوگوں نے اس بات کی تکذیب کی کہ نکاح نافذ نہیں ہوا۔ شریعت ان لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟ جن میں ناسخ اور گواہان بھی شریک ہیں، جب کہ یہ کام لوگوں سے چھپ کر ہوا۔ (یعنی نکاح پڑھانے کا کام) اگر نکاح ہو گیا ہے، تو لڑکی کا نان و نفقہ، اور گھر نہ لے جانے کی صورت میں شوہر کے لیے کیا حکم ہے اور لڑکی کا دوسری جگہ نکاح کرنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا جائے۔ اس سلسلے میں مقدمہ وغیرہ بھی چل رہا ہے۔ بیٹو! توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بحون الملک الوہاب:

زید اگر ہندہ کا کفو ہے، یعنی مذہب قوم پیشہ وغیرہ میں ہندہ کی بہ نسبت ایسا کم نہیں ہے، کہ ہندہ کے ولی کے لیے باعث عار ہو، اور جو گواہ کمرے کے باہر تھا وہ ہندہ کو مکمل طور سے جانتا تھا کہ زید کا اسی ہندہ سے عقد ہو رہا ہے، اور الفاظ ایجاب و قبول دونوں لوگوں نے سنا، تو نکاح صحیح و درست ہے۔ ایک گواہ کا کمرے سے باہر رہنا صحت نکاح میں مغل نہیں۔

”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے

”فی ”فتاویٰ ابی الیث“ رجل قال: لقوم! اشهدوا انی تزوجت هذه المرأة التي فی هذا البيت، فقامت المرأة: قبلت، فسمع الشهود مقالتها، ولم يروا شخصها، فان كانت فی

الہوت و وحدہا جاز النکاح“ (۱)

اور جو لوگ اب نکاح کا انکار کر رہے ہیں وہ مجموعے اور لعنتی ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ وَلَعَنَتُ اللّٰہُ عَلٰی الْکٰذِبِیْنَ (۲) اور صحت نکاح کے بعد نان و نفقہ اور سکنی شوہر پر واجب ہے۔ اگر نہ دے تو مجرم و گنہگار اور حق العباد میں گرفتار ہوگا۔ جب یہ نکاح صحیح ہے تو جب تک زید ہندہ کو طلاق نہ دے، یا اس کا انتقال نہ ہو جائے۔ ہندہ کا کسی سے نکاح ناجائز و حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ هُوَ الْمُحْصَنُ مِنَ النِّسَاءِ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کا اپنے کفو میں نکاح کرنا جائز ہے

مسئلہ ۱۵: عبدالکریم صدیقی، سکر ایوسف پور، کچھوچہ شریف، امبیڈ کرنگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

ہندہ۔ جو سنی صحیح العقیدہ عاقلہ بالغہ ہے۔ نے بذات خود اپنا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر بکر سے بذریعہ

کورٹ میرج کیا پھر شرعاً نکاح کیا۔ تقریباً ۱۶ سال گزر گئے۔ اس دوران ہندہ کو چار اولادیں بھی ہوئیں۔ اب

دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) ہندہ کا نکاح بغیر ولی کی اجازت شرعاً منعقد ہوا یا نہیں؟

(۲) ہندہ کے والدین ملاقات کی غرض سے اس کے یہاں جاسکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) ہندہ کے میکے آنے پر اس کے والدین جبر کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) ہندہ کے اس کے کتوت کی وجہ سے شرعاً اس پر کوئی سزا عائد ہے یا نہیں؟

(۵) ہندہ کے شوہر کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

حضور والا سے گزارش ہے کہ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر بکر ہندہ کا کفو ہے یعنی بکر کی قوم یا، پیشہ، یا مذہب وغیرہ میں کوئی ایسا عیب اور کمی نہیں جو ہندہ کے ولی

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۱، ص: ۲۶۸

(۲) سورۃ قال عمران، آیت: ۶۱

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۲۴

کے لیے باعث شرم و عار ہو تو ہندہ کا نکاح ہو گیا۔
در مختار میں ہے:

”نكاح حرة مكلفة بلا رضی ولی و بغی فی غیر الكفو بعدم جوازہ اصلاً“ (۱)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) سوال میں مذکور تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ کا بکر سے تعلق نکاح سے قبل ہی تھا، اور دونوں کا ملنا جلنا بھی تھا۔ ظاہر ہے کہ دونوں کا یہ فعل سخت ناجائز و حرام اور گناہ ہے۔ اور دونوں شرعاً ظالم و جفا کار اور محرم و گنہگار ہیں۔
اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدُوا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)
لہذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ دونوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور جب ان کے بائیکاٹ کا حکم ملے تو ان سے ملاقات کے لیے جانے یا میکہ آنے پر جبر کرنے کا کیا معنی ہے۔ ہندہ و بکر پر طائفہ توبہ و استغفار لازم ہے۔ اگر دونوں ایسا کر لیں تو ان کے پاس جانے یا ان کو اپنے گھر لانے کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری

دور کے رشتے دار کا کیا ہوا نکاح لازم ہے یا نہیں؟

مسئلہ ۱: ذاکر قریشی، ناگور راجستان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: ”روزینہ ہانو“ جب ایک سال کی تھی تو ”محمد عمر“ چودھری جو دور کے رشتہ دار تھے ہیں ان کی وکالت سے اس کا نکاح ہوا تھا لیکن جب ”روزینہ ہانو“ سن شعور کو پہنچی تو اس کے گھر والوں نے اس کے سامنے اس بات کو ظاہر کیا کہ تمہارا نکاح ”محمد اکرام“ سے ہو چکا ہے۔ اسی وقت چند لوگوں کی موجودگی میں جن میں سے دو دستخط پیچھے ہیں۔ روزینہ ہانو نے اس نکاح سے انکار کیا اور اظہار کیا کہ نہ تو میں اکرام کو جانتی ہوں اور نہ مجھے قبول ہے۔ تو جو وکیل دور کے رشتہ دار تھے ہیں کیا ان کی وکالت کو معتبر مانا جائے یا نہیں؟ ایسی صورت میں نکاح فسخ ہوا یا نہیں؟ روزینہ ہانو بالغ ہونے کے بعد نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل و مدلل جواب دیں۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ج: ۲، ص: ۲۹۶

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۲۸

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

البحواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں روزینہ ہالو کا عقد ایک سال کی عمر میں اگر ”محمد عمر“ چودھری نے ”روزینہ ہالو“ کے باپ یا دادا کی اجازت سے کیا تھا یا بغیر اجازت کر دیا تھا مگر بعد میں روزینہ ہالو کے باپ، یا دادا نے اسے جائز کر دیا تھا تو ان تمام صورتوں میں نکاح لازم ہو گیا۔ روزینہ ہالو کا انکار فضول ہے۔ ”محمد اکرام“ اس کا شوہر ہے۔ اس سے طلاق حاصل کیے بغیر دوسرا نکاح ہرگز نہیں کر سکتی۔ ہایہ میں ہے:

”فان زوجہما الاب او الجد یعنی الصغیر والصغیرۃ فلا خیار لهما بعد بلوغهما“ (۱)
یعنی اگر باپ یا دادا نے صغیر اور صغیرہ کا نکاح کیا ہے تو بعد بلوغ انہیں اختیار نہیں۔ اور اگر محمد عمر نے روزینہ ہالو کا نکاح حالت نابالغی میں بغیر کفو یا مہر مثل میں بہت زیادہ کی کے ساتھ کیا تو نکاح جائز نہ ہوا۔ در مختار میں ہے:

”ان کان المزوج غیرہما ای غیر الاب وایہ لا یصح النکاح من غیر کفو اصلاً“ (۲)
یعنی اگر باپ، دادا کے علاوہ نے غیر کفو میں نکاح کیا ہے تو وہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں۔

اور اگر کفو میں مہر مثل کے ساتھ کیا تو نکاح جائز ہو گیا مگر اس صورت میں بالغ ہوتے ہی یا بعد بلوغ علم ہوتے فوراً روزینہ ہالو کو نکاح کر سکتی تھی اور اگر کچھ بھی وقفہ ہوا اختیار فتح جاتا رہا یہاں تک کہ آخر مجلس تک اختیار نہیں اور اس مسئلہ کو نہ جاننے کا مدد عند الشرع مسوع نہ ہوگا۔ در مختار میں ہے:

”ان بلغت وہی عالمة بالنکاح او علمت بہ بعد بلوغها فلا بد من الفسخ فی حال البلوغ او العلم فلو سکت ولو قليلاً بطل خیارہا ولو قبل تبدل المجلس“ (۳) یعنی اگر بالغ ہوتے ہی نکاح کا علم ہوا یا بالغ ہونے کے بعد ہوا تو بالغ یا علم کے وقت ہی نکاح فسخ کرنا ضروری ہے اور اگر وہ تھوڑی دیر بھی خاموش رہی اگرچہ مجلس بدلنے سے پہلے تو اس کا اختیار باطل ہو گیا۔

مذکورہ صورتوں میں سے جس صورت میں ”روزینہ ہالو“ کے لیے حق فسخ حاصل ہے اگر اس نے گھر والوں کے ظاہر کرنے پر فوراً انکار کر دیا تو یہ نکاح فسخ ہو گیا اور روزینہ ہالو دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

محمد عمر چودھری نے روزینہ ہالو کا نکاح اگر کفو میں مہر مثل کے ساتھ کیا تھا لیکن روزینہ ہالو کے

(۱) الہدایہ، ج: ۲، ص: ۳۱۷

(۲) الدر المختار، ج: ۲، ص: ۳۱۰

باپ، دادا یا موجود ولی اقرب نے اسے جائز نہیں کیا تھا تو یہ نکاح فضولی تھا۔ اگر روزینہ ہالو کو بالغ ہونے سے پہلے اس نکاح کا علم ہو گیا تھا تو بالغ ہوتے ہی اس کو فسخ نکاح کا اختیار تھا وہ بالغ ہوتے ہی فسخ کر دیتی تو فسخ ہو جاتا۔ لیکن اگر کچھ بھی وقفہ گزرا تو حق فسخ جاتا رہا اور اگر بالغ ہونے سے پیشتر روزینہ ہالو کو اس نکاح کا علم نہیں تھا تو جب اسے اس نکاح کا علم ہوا فوراً فسخ کرنے کا اختیار ہے، تاخیر سے حق فسخ جاتا رہے گا۔ وہو تعالیٰ اعلم۔“

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۳/۱۱/۱۴۱۲ھ

عالم ہر ایک کا کفو ہے یہ مطلقاً نہیں بلکہ ایسا عالم مراد ہے جو متقی اور دیندار ہو

مسئلہ از: شہاب الدین احمد برکاتی، حسن گڑھ، ہستی، یونی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید عالم ہے اس کے ساتھ ہندہ فرار ہو کر زید کے گھر چلی آئی۔ زید نے اس کے ساتھ نکاح کر لیا جو غیر کفو ہے۔

ہندہ کے والدین راضی ہیں، یہ نکاح درست ہے کہ نہیں؟ جواب عنایت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شرعاً غیر کفو کا معنی یہ ہے کہ لڑکا مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ لڑکی کا نکاح اس کے اولیا کے لیے واقعاً باعث تنگ و غار ہو۔ زید اگر اس اعتبار سے غیر کفو ہے اور ہندہ کے باپ نے قبل نکاح یہ جاننے ہوئے کہ زید اس کا کفو نہیں ہے صراحتاً اپنی رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح جائز و درست ہے اور اگر وقت نکاح خاموش رہا یا بعد نکاح اپنی رضامندی ظاہر کی تو ان صورتوں میں نکاح نہ ہوا۔ اسی طرح فتاویٰ رضویہ، جلد: ۵، صفحہ: ۴۶۰ میں اور فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۶۹۱، پر تحریر ہے۔

اور در مختار مع الشامی میں ہے: ”ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاً وهو المختار للفتویٰ

لفساد الزمان“ (۱)

اس عبارت کے تحت رد المحتار میں ہے۔

”هذه رواية الحسن عن ابي حنيفة وهذا اذا كان لها ولي ولم يرض به قبل العقد فلا

یفید الرضاء بعده“ (۱)

اور دوسرے آگے اسی میں ہے ”فلا بد حیثی لصلحة العقد من رضاء صریحاً علیہ فلو مسکت قبلہ

ثم رضی بعده لا یفیدہ“ (۲)

ان تمام عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ مفتی بہ قول کی بنیاد پر غیر کفو میں قبل نکاح دلی کی صراحتاً رضامندی کے بغیر نکاح ناجائز ہے اور اگر قبل نکاح رضامندی کا اظہار کر دیا تو یہ نکاح جائز و درست ہے۔ رہا یہ شبہ کہ عالم ہر ایک کا کفو ہے تو یہ حکم مطلقاً نہیں ہے بلکہ ایسا عالم مراد ہے جو دیندار اور متقی ہو اور ایسے پیشے سے تعلق نہ رکھتا ہو کہ جس کو لوگ ذلیل سمجھتے ہوں اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک نہ ہو تو ایسا عالم شریف خاندان کی لڑکی کا کفو نہیں ہو سکتا۔ کما هو مستطور فی الفتاویٰ الرضویۃ واللہ تعالیٰ اعلم،

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

باپ کی موجودگی میں اولاد کے نکاح کی ولی ماں ہر گز نہیں ہو سکتی

مسئلہ از: غلام محی الدین، وارڈ نمبر ۱، محلہ فاروقی نزدیک، پیسمنج، پونچھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱) سائل نے اپنے حقیقی چچا کی لڑکی سے شادی کی ہے اور نکاح کے بعد دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اس کے بعد

اختلافات شروع ہو گئے۔

(۲) سائل کی بیوی سخت بیہودہ و نافرمان ہے۔ اور غیر محرم سے تعلقات قائم کرتی ہے جس کا علم عام لوگوں کو ہے۔

(۳) سائل کی بیوی نے سائل کی لڑکی کو اپنی مرضی سے غیر کفو میں سائل کی مرضی کے خلاف دھوکہ دے کر

اخوا کر دیا کہ نکاح کروائی ہے۔ کیا یہ نکاح سائل (لڑکی کا والد) فسخ کر سکتا ہے؟

(۴) سائل کی بیوی سمجھانے کے باوجود اور ہٹ دھرمی کرتے ہوئے اپنے شوہر کی نافرمانی کر کے اپنے

باپ کے گھر غیر محرم کو لاتی ہے جب کہ اس گھر میں کوئی محرم موجود نہیں ہے۔ (اس کے والد کا انتقال ہو چکا ہے) کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

(۵) سائل کی بیوی نے کئی بار سائل پر یعنی: اپنے شوہر پر جان لیوا حملے بھی کروائے اور مسلسل بے راہ روی

(۱) ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۲۹۷

(۲) حوالہ سابق

اور شریعتی کرواتی ہے اور شوہر کی مکمل نافرمانی کرتی ہے۔ اس پر برادری کے چند افراد اس کے ساتھ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے ہیں۔ کیا شرعاً اس کے گھر میں شوہر کی مرضی کے خلاف کنبہ، خاندان اور دیگر لوگ تعلقات قائم کر سکتے ہیں جب کہ سب لوگوں کو یہ علم ہے کہ سائل کی بیوی مذکورہ بالا افعال خبیثہ کی مرتکب ہے۔

(۶) جو لوگ سائل کی بیوی کے ساتھ تعلقات قائم رکھیں ان کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟

(۷) سائل کی لڑکی صوم و صلوة کی پابند اور قرآن پاک کی تلاوت کرنے والی تھی جب کہ سائل کی بیوی نے دھوکہ دہی سے پھسلا کر ایسے شخص کے ساتھ اغوا کر لیا جو غیر کفو بد کردار اور شرابی ہے۔ دین سے کوسوں دور ہے اور عقیدہ کا بھی صحیح نہیں ہے۔ کیا لڑکی کا نکاح ایسے شخص کے ساتھ ہو سکتا ہے؟ اور کیا ماں نکاح کے معاملے میں ولی بن سکتی ہے یا باپ؟

(۸) سائل کی بیوی حقیقی طور پر اپنے شوہر سائل سے عرصہ چھ سال سے الگ ہے اور زوجین کے تعلقات قائم نہیں ہیں۔ اس عرصہ میں سائل کی بیوی جو اپنے باپ کے گھر پر ہے۔ غیر محرم سے مکمل رابطہ کیے ہوئے ہے اور ایک سال سے ایک شخص رات کو بھی قیام کرتا ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر واقعہ یہی ہے تو سائل کی بیوی حد درجہ ستم گرد و خفا کار، روسیاء و بدکار، بے حیا و حرام کار، مجرم و گنہ گار اور فاسقہ و فاجرہ ہے۔ اس پر واجب ہے کہ اپنی تمام حرام کاریوں پر صدق دل سے نادم ہو۔ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں تائب ہو اور آئندہ ان افعال خبیثہ سے بچنے کا پختہ عہد کرے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔

اس سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھیں۔ خصوصاً کنبہ و خاندان کے لوگ اس سے دور ہو جائیں ورنہ وہ بھی گنہ گار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا يُنْسِنُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) اور جو لوگ اس کی غلط حرکتوں سے واقفیت کے باوجود اس سے دور نہیں رہتے ہیں وہ مجرم ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ ایسی عورت سے بیزار رہیں۔ باپ کی موجودگی میں اولاد کے نکاح کی ولی ماں ہرگز نہیں ہو سکتی، نہ ہی باپ کے ہوتے ہوئے اسے کفو یا غیر کفو میں اولاد کے نکاح کا کوئی اختیار ہے۔ صورت مذکورہ میں ماں نے اپنی لڑکی کا جو نکاح غیر کفو میں کیا وہ محض باطل ہے۔ باپ کو فتح کی حاجت نہیں وہ جب چاہے اس لڑکی کا عقد کر سکتا ہے۔

علامہ اجل علامہ الدین عسکری قدس سرہ فرماتے ہیں:

”وان كان المزوج غيرهما ای غیر الاب وایہ ولو الام لا یصح النکاح من غیر کفو او

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸،

بعض فاحش اصلاً، (۱) اور سیدی اعلیٰ حضرت امام "احمد رضا" قادری برکاتی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "ناہالہ کی شادی اس کی ماں نے خصوصاً ایسے شخص سے کر دی خواہ دانستہ یا دھوکے سے اور والد کا اذن نہ اجازت تو اس صورت میں بدرجہ اولیٰ یہ نکاح سرے سے بے ثبات محض ہوا باپ کو نکاح منع کرانے کی اس حالت میں بھی حاجت نہ تھی کہ نکاح کفو سے ہوا ہوتا۔" (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۵ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

عائقہ بالغہ کا بغیر ولی کی اجازت کے کفو میں اپنا نکاح کرنا جائز ہے

مسئلہ از: محمد اعظم خاں، حال مقیم واشی، نیو مینی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جو عالم دین، پابند صوم و صلوٰۃ، دارالعلوم کا استاذ، جامع مسجد کا خطیب و امام اور ذات کا پشمان ہے۔ بکر جو ذات کا کسگر ہے کے گھر عرصہ پندرہ سال سے آتا جاتا رہا اس مدت میں زید نے بکر کے گھر والوں پر بے اندازہ پیسہ خرچ کیا اور کوئی بھی موقع مدد کا خالی نہ جانے دیا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ بکر جب سخت مالی بحران کا شکار ہوا اور قرضہ پر قرضہ ہو گیا تو بھی زید نے خطیر رقم دے کر بکر کی جان چھڑائی۔

آج ۹ سال کے قریب ہو رہے ہیں مگر بکر نے زید کو قرضے کی رقم واپس نہیں کی ہے۔ زید کی انہیں تمام ہمدردیوں کو دیکھ کر بکر کے گھر والے اسے جان و دل سے چاہنے لگے۔ بکر کی دولت کیاں ہیں "تعلمون" اور "سونی"۔ تعلمون کی شادی عرصہ دراز پہلے ہو چکی تھی اور اب طلاق ہو گیا ہے اور کئی سالوں سے بیٹھی ہے اور جوان در جوان ہو کر طرح طرح کے مرض و مصیبت میں مبتلا ہو کر تلخ زندگی گزار رہی ہے۔ بکر برادری کا معقول و مناسب رشتہ نہیں آ رہا ہے۔ سونی جو بالغہ ہے زید کے اخلاق و دینداری سے متاثر ہو کر زید کو نکاح کی پیشکش کر دیا۔ بایں الفاظ کہ آپ ذات کے پشمان ہیں اور میں کسگریہ رشتہ گھر اور خاندان کے لوگ کبھی منظور نہیں کریں گے پھر تو ہماری زندگی بڑی بہن کی زندگی کی طرح خراب ہو جائے گی اور غربت کی بنا پر برادری کا مرضی کے موافق پیغام نہ آئے گا۔

لہذا آپ مجھے اپنا بنالیں اور مجھ سے شادی کر لیں۔ تب زید نے صحیح صورت حال کو دیکھتے ہوئے ۲۸ اپریل ۲۰۰۸ء کو گاؤں کی ایک مسجد میں دو گواہوں کے سامنے قاضی کے ذریعہ سونی سے نکاح کر لیا، پھر ایک سال بعد کورٹ میرج بھی کروا لیا۔ کچھ دنوں کے بعد سونی نے زید سے کہا مجھے ڈر ہے کہ یہ راز فاش ہو گا تو گھر والے ماریں پیش

(۱) الدر المنہار مع الشامی، ج: ۲، ص: ۲۰۵،

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۴۶۴،

گئے۔ اس لیے مجھے کہیں لے چلو۔ زید نے کہا ہم عالم دین ہیں۔ سبھی عام و خاص مجھے جانتے ہیں۔ اس طرح کوئی بھی قدم اٹھانا بدنامی کا باعث ہوگا۔ ہم کسی طرح تمہارے ماں باپ کو راضی کر لیں گے کہ وہ تم کو ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ اس پر سونی نے کہا اگر آپ مجھے نہیں لے کر چلتے اور بعد میں حالات بگڑے اور مجھ پر دباؤ ڈالا گیا تو ہم نکاح کا انکار کر دیں گے اور ہوا بھی یہی کہ جب زید نے اس خفیہ نکاح کا اظہار کیا تو سونی کے ماں باپ اور خاندان والے سبھی آگ بگولہ ہو گئے اور زید کے سارے احسانات کو ہالائے طاق رکھتے ہوئے جہالت نگہی پر آمادہ ہو گئے۔ زید کو گالیاں بھی دیں۔ قسم قسم کے بے بنیاد الزام بھی لگائے۔ اسے ہر طرح قصور دار ٹھہرایا۔ قانونی چارہ جوئی کی بھی دھمکی دی۔ نیز سونی کو بھی جان سے مارنے اور سنگین نتائج کا سامنا کرنے کی بات کہی۔ جس سے مرعوب ہو کر سونی بدل گئی اور نکاح کا صاف انکار کر دیا۔ زید بھند ہے کہ میں سونی کو لے جاؤں گا اس لیے کہ اس سے میرا عقد ہو چکا ہے۔ گواہ اور ثبوت بھی پیش کرتا ہے لیکن سونی کے والدین جو جاہل اور خود غرض ہیں کسی بھی حال میں ماننے کو تیار نہیں۔ کہتے ہیں ہماری بچی قسم کھا رہی ہے لہذا ہم اسی کی بات مانگیں گے۔ برادری اور محلہ کے بااثر لوگوں کی تفہیم پر بھی کان نہیں دھرتے اور الٹا جاہلانہ جواب دیتے ہیں کہ ہماری بچی مانگ کر کھالے گی، زندگی بھر بیٹھی رہے گی مگر غیر برادری میں نہیں جائے گی اور حد یہ ہے کہ بکر اور اس کی بڑی لڑکی شریعت اور فتویٰ کے حکم کو برادری کی ریت و رواج کے مقابل کمتر اور ناقابل عمل سمجھتے ہیں۔ نیز ابھی تازہ رپورٹ ہے کہ بکر سونی کی شادی کہیں دوسری جگہ کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے اور اس کام میں بکر کو زید کے مخالفین کی بھرپور حمایت حاصل ہے۔ ایسی صورت میں مندرجہ ذیل سوالات کا حکم قرآن و حدیث سے مطلوب ہے۔

(۱) کیا زید کا نکاح سونی کے ساتھ مانا جائے گا یا نہیں؟ اگر نکاح ہو گیا اور سونی اب دباؤ میں آ کر نکاح کا انکار کرتی ہے اور قسم کھاتی ہے تو اس کا انکار و قسم قبول ہے یا نہیں؟

(۲) ایسے نکاح کے گواہان و وکیل وغیرہ کو جو کہ سب عالم دین ہیں۔ کورٹ پچھری اور تھانہ کو تو ابلی میں کھڑے ہو کر کے ذیل و رسوا کرنا ان کے علم کی توہین کرنا اور غیر مسلم حکام سے ڈانٹ کھلوانا کیا جائز ہے اور اس کام میں جو لوگ بکر کا ساتھ دیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) بکر کا یہ کہنا کہ ہماری لڑکی زندگی بھر غیر شادی شدہ رہے گی۔ بھیک مانگ کر کھالے گی وغیرہ۔ مگر زید کے

ساتھ نہیں بھیجیں گے۔ یہ بات کہاں تک درست ہے؟ جب کہ بکر کو اپنی بڑی لڑکی کو بیٹھانے کا تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔

(۴) بکر اور اس کے بھائیوں کی کوشش ہے کہ سونی کا رشتہ جلد از جلد دوسری جگہ کر دیں تاکہ زید سے جان

چھوٹ جائے تو کیا سونی کا رشتہ زید کے نکاح میں ہوتے ہوئے کہیں اور جگہ درست ہے اور اس کام میں جو بکر کی مدد کریں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۵) کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ زید سر پر قرآن رکھ کر قسم کھائے اور بہرائچ میں ایک درگاہ ہے۔ جہاں لوگ قسم کھانے جاتے ہیں۔ وہاں چل کر حلف اٹھائے تب ہم نکاح کو سچ مانیں گے۔ کیا زید پر گواہ و ثبوت کے ہوتے ہوئے بھی قسم ہے؟

(۶) زید جب کہ حسب و نسب مال و دولت حسن و جمال اور تقویٰ و دینداری ہر اعتبار سے ہندہ یعنی سونی سے اعلیٰ ہے تو کیا بکر پر لازم نہیں کہ وقت و حالات پر نظر کرتے ہوئے ساتھ عزت کے اپنی بچی زید کے حوالہ کر دے اور مزید بگاڑ کی صورت نہ پیدا ہونے دے۔ بینوا تو جو روا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) صورت مسئلہ میں جب زید شرعاً سونی کا کفو ہے اور سونی عاقلہ بالغہ ہے تو نکاح ہو گیا۔

درمختار میں ہے ”نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی و یفتی فی غیر الکفو بعلم جوازہ اصلاً“ (۱) اب رہا ثبوت نکاح کا معاملہ تو اگر زید کے پاس شہادت عادلہ کافیہ ہو تو نکاح ثابت و نافذ قرار پائے گا اور عورت کے انکار و قسم کا کوئی اعتبار نہ ہوگا کہ نکاح میں منکر پر قسم نہیں۔

درمختار میں ہے:

”ولا تحلیف فی نکاح انکرہ ہوا و ہمی“ (۲)

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی احمد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ ”بعض دعوے ایسے ہیں کہ ان میں منکر پر قسم نہیں نکاح میں مدعی مرد ہو یا عورت۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بلا وجہ شرعی کسی مومن کی تحقیر و تذلیل ناجائز و حرام ہے کہ یہ ایذا ئے مسلم ہے، اور ایذا ئے مسلم حرام

ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَا اكْتَسَبُوا فَلَقَدْ اخْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ (۴)

اور ارشاد نبوی ہے:

”من اذى مسلماً فقد اذانى ومن اذانى فقد اذى الله“ (۵) یہ حکم عام مسلمانوں کا ہے اور علمائے

دین چوں کہ مذہبی پیشوا اور مقتدا ہیں تو ان کو ذلیل و رسوا کرنا اور زیادہ اشد ہوگا۔ اس لیے جو لوگ وکیل و گواہ کو ذلیل

(۱) الدر المختار، ج: ۲، ص: ۲۰۶

(۲) الدر المختار، ج: ۴، ص: ۴۲۵

(۳) بہار شریعت، ج: ۱۳، ص: ۱۵

(۴) سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۸

(۵) المعجم الاوسط، ج: ۴، ص: ۳۷۱

ورسوا کر رہے ہیں وہ سب مجرم و گنہگار اور حق العہد میں گرفتار ہیں اور جو لوگ ایسے لوگوں کا ساتھ دے رہے ہیں وہ بھی مجرم ہیں۔ ایسے لوگوں پر لازم ہے کہ جن کو بلا وجہ شرعی ذلیل و رسوا کیا ان سے معافی مانگیں اور توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”یا علی! ثلاثة لا توخرها الصلوة اذا اتت والجنابة اذا حضرت والايم اذا وجدت كفوا“
یعنی: اے علی! تین چیزوں میں تاخیر مت کرو۔ نماز کا جب وقت ہو جائے، جنازہ جب موجود ہو جائے، بے شوہر والی کا جب کفول جائے۔ (۱)

لہذا بکر ارشاد نبوی کی مخالفت کرنے والا اور جاہلانہ بکواس کرنے والا ہے۔ ایسی باتوں اور خیالات سے احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) سونی چوں کہ زید کی منکوحہ ہے اور کسی کی منکوحہ سے نکاح حرام قطعی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۲)

اور قادیانی عالمگیری میں ہے ”لا يجوز للرجل ان يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة كذا في السراج الوهاج“ (۳) اس لیے سونی جب تک زید کے نکاح میں ہے اس کا نکاح کسی سے ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ بکر اور جو لوگ بھی زید کے نکاح میں ہوتے ہوئے سونی کے دوسرے رشتہ کی کوشش کر رہے ہیں وہ سب حرام کام کی کوشش کر رہے ہیں اور سخت گنہگار ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) زید مدعی ہے اور مدعی کے ذمہ گواہ دینے پیش کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”البينة على المدعى واليمين على من انكر“ (۵) لہذا کچھ لوگوں کا یہ مطالبہ کہ زید قسم کھائے جب کہ زید کے پاس گواہ موجود ہیں ان کی جہالت اور احکام شرعیہ سے ناواقفیت کی علامت ہے انہیں ایسے مطالبہ سے احتراز ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) جامع الترمذی، ج: ۱، ص: ۱۲۷

(۲) سورة النساء، آیت: ۲۴

(۳) الفعائنی العالمگیری، ج: ۱، ص: ۲۸۰

(۴) سورة المائدة، آیت: ۲

(۵) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۲۶

(۶) جب زید شرعاً کفو ہے اور سونی سے اس کا نکاح صحیح ہو چکا ہے اور اس نکاح کا ثبوت یہی ہے تو اب بکر پر لازم ہے کہ سونی کو اس کے شوہر زید کے ساتھ رخصت کر دے اور خود کو عند اللہ محرم ہونے سے بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

شافعیہ لڑکی حنفی لڑکے سے بلا اجازت ولی نکاح کرے تو

مسئلہ از: مولانا واجد علی مصباحی، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین و علمائے کالمین دین۔ مسئلہ کہ ہندہ سنی شافعیہ بالغہ بلا اجازت اپنے ولی کے سنی زید حنفی کے نکاح میں آگئی۔ کیا یہ نکاح منعقد ہو گیا جب کہ اس موصوفہ کے اولیائے شافعیہ کو خبر نہ دی گئی۔ ہمارے مذہب صحیح سنی العقیدہ زید پر ہندہ مذکورہ حلال ہے یا نہ جواز نکاح ہذا کی دلیل مع کتب معتبرہ عطا ہو۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نکاح مذکور صحیح ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”سئل شیخ الاسلام عطاء بن حمزہ عن امرأة شافعية بکر بالغة زوجت نفسها من حنفی بغیر اذن ابیہا والاب لا یرضی وردہ هل یصح هذا النکاح قال نعم“ (۱)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ ”شافعیہ عورت بالغہ کنواری نے حنفی سے نکاح کیا اور اس کا باپ راضی نہیں تو نکاح صحیح ہو گیا۔ یوں ہی اس کا گیس۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۳۹

باب المہر

مہر کا بیان

مہر فاطمی کی مقدار اور آج اس کی قیمت سے متعلق ایک سوال

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ رضوی، مقام دیوریا، پوسٹ رامپور، ضلع بستی، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ:

اللہ کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عقد شریف کتنی عمر میں کیا؟ اور مہر شریف کتنی باندھی گئی اور اس وقت اس مہر شریف کی کتنی قیمت ہوگی؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیدۃ عالم طیبہ طاہرہ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر پاک عقد کریم کے وقت ۱۸ سال تھی۔
”الاصابة فی تمییز الصحابة“ میں علامہ ابن حجر قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”ومن طریق عمر بن علی قال تزوج علی فاطمة فی رجب سنة مقدمهم المدينة وبنی

بہا بعد مرجعه من بدر ولها يومئذ ثمان عشرة سنة“ (۱)

یعنی عمر بن علی کے ذریعے روایت آئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سے نکاح ماہ رجب میں کیا اور عہتی غزوہ بدر سے واپسی کے بعد ہوئی جب کہ آپ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی اور مہر شریف کے متعلق قول محقق یہ ہے کہ چار سو شقال چاندی تھی جس کا وزن ایک سو ساٹھ روپے مہر چاندی ہوتی ہے۔ جیسا کہ علی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں ”چار سو شقال چاندی مہر حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا یہاں کے سکے سے ایک سو ساٹھ روپے مہر چاندی ہوئی۔“ (۲)

نئے وزن سے ایک کلو آٹھ سو چھیاسٹھ گرام اور دو سو چالیس ملی گرام چاندی ہے اس مقدار چاندی کی جو قیمت ہو وہ دی جائے۔ چونکہ چاندی کی قیمت میں کمی اور زیادتی ہوتی رہتی ہے اس لئے قیمت مہر میں کمی بھی کی زیادتی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ التمس والحقم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵ ربیع الاول شریف ۱۴۲۳ھ

(۱) الاصابة فی تمییز الصحابة، ج: ۴، ص: ۳۷۸ (۲) الفتاویٰ الرضویة، ج: ۵، ص: ۵۰۸

مہر کی اقل مقدار اور جدید وزن سے اس کی مقدار کیا ہے؟

مسئلہ از: نور محمد قادری، موڈ ہداری کرناٹک۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ مہر کی کم از کم کتنی مقدار ہے اور جدید پیمانہ سے اس کی کیا مقدار بنتی ہے بعض لوگ سات سو چھپاسی روپیے مہر رکھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ بینواتو جروا
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نکاح میں کم از کم دس درہم مہر یا اس کی قیمت کے برابر کوئی اور چیز ضروری ہے دارقطنی میں ہے: ”روی
عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ ﷺ انه قال لا مہر دون عشرة دراهم“ (۱)
اور بدائع الصنائع میں ہے:

واما بیان ادنی المقدار الذی یصلح مہر افادناہ عشرة دراهم او ما قیمته عشرة دراهم
وهذا عندنا“ (۲)

اور دس درہم کی مقدار تولہ ماشہ کے اعتبار سے دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے
فتاویٰ رضویہ میں ہے

”کم سے کم مہر دس ہی درہم ہے یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی“ (۳)

اور دو تولہ سوڑھے سات ماشہ جدید وزن یعنی اعشاریہ کے حساب سے ۳۰ گرام ۶۱۸ ملی گرام ہوتا ہے
اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ سات سو چھپاسی روپے یعنی نوٹ مہر رکھتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے
اگرچہ نکاح ہو جائے گا اور مہر مثل لازم ہوگا۔ ہدایہ میں ہے

”یصح النکاح وان لم یسم فیہ مہر لان النکاح عقد انضمام وازدواج لغة فیتم بالز
وجین اھ“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیہ جہد اشائی ہستی

(۱) سنن الدار قطنی کتاب النکاح باب المہر ج: ۳، ص: ۲۲۵

(۲) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۵۶۱

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۵۰۰

(۴) الہدایہ، ج: ۲، ص: ۳۲۳

کیا باکرہ اور ثیبہ کے مہر میں شرعاً کچھ فرق ہے؟

مسئلہ از: عدیل اختر رضوی، ہلراپور

مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ثیبہ اور باکرہ عورت کے مہر میں شرعاً کچھ کمی بیشی رکھی گئی ہے یا نہیں؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شریعت مطہرہ میں ثیبہ اور باکرہ عورت کے مہر کی اقل مقدار کی تعیین میں کوئی تفریق نہیں ہے دونوں کے لئے مہر کی اقل مقدار دس درہم ہے کتب حدیث و فقہ میں مطلقاً کم از کم دس درہم مہر بتایا گیا ہے چنانچہ حدیث شریف ہے
”عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قال لا مہر دون عشرة دراهم (۱)
فتح القدیر میں ہے

واقل المہر عشرة دراهم فضة وان لم تکن مسکوکة بل تبرا (۲)

ان ارشادات میں باکرہ یا ثیبہ کی کوئی تفریق نہیں ہے لہذا عورت باکرہ ہو یا ثیبہ اس کا کم از کم مہر دس درہم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جہد اشاعتی بستی

(۱) سنن الدار قطنی باب المہر ج: ۳، ص: ۲۴۵

(۲) فتح القدیر باب المہر ج: ۳، ص: ۳۰۵

باب الجہاز

جہیز کا بیان

دلہن کو ملے تحفے کے سامان میں ملکیت کس کی ہوگی

مسئلہ از: محمد رییس، بنگلور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ لڑکی کی جب شادی ہوتی ہے تو رشتہ دار اعزہ و اقارب مثلاً دولہا دولہن کے دوست و احباب، پھوپھا پھوپھیاں، بھابھیاں، ماموں مامیاں وغیرہ اور ساس سر وغیرہ دولہن کو اپنی خوشی سے بغیر کچھ کہے ہوئے سامان زیورات وغیرہ دیتے ہیں۔ حسب استطاعت دریافت طلب امر یہ ہے کہ طلاق ہو جانے کی صورت میں دولہن کو جو سامان ملے ان پر کس کی ملکیت ہوگی۔ لڑکے والوں کا دعویٰ ہے کہ وہ ساس سر کی ملکیت ہوگی یہی رواج ہے۔ جب کہ لڑکی والوں کا دعویٰ ہے کہ ایسا نہیں بلکہ اپنی خوشی سے دیا ہوا سامان یہ لڑکی کی ملکیت ہوگا کیوں کہ کوئی بھی دولہن کو سامان واپس لینے کے لیے یا استعمال کرنے کے لیے نہیں دیتا ہے۔ بلکہ بطور تحفہ دیتا ہے اور تحفہ ملکیت ہو جاتی ہے۔ اگر واپس لینے کے لیے یا استعمال کے لیے دیتا ہے تو اس کی وضاحت کر دیتا ہے۔ اس بارے میں شرع مطہرہ کا حکم کیا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

عورت کو جو سامان زیور وغیرہ میکہ سے ملے وہ سب عورت کی ملکیت ہے۔ دوسرے کا اس سامان میں کوئی حق نہیں ہے رد المحتار میں ہے ”فان کل احد يعلم ان الجہاز ملک المرأة وانه اذا طلقها تاخذہ کلہ و اذا ماتت یورث عنها ولا یختص بشئی منه۔“ (۱)

اور شادی کے موقع پر جو تحفے دلہن کو دیئے جاتے ہیں وہ ساس سر کو نہیں بلکہ دلہن کو ہی دیئے جاتے ہیں۔ راقم الحروف نے سائل کے علاقے کا عرف و رواج معلوم کیا تو پتہ چلا کہ دلہن کو تحفے میں دیئے گئے سامان ساس و سر

کو نہیں بلکہ دہن کو ہی دیے جاتے ہیں اس لیے شرعاً ان سامانوں کی مالک لڑکی ہوگی۔ لڑکے والوں کا دعویٰ قابل اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

لڑکی والے سامان جہیز کی واپسی کا مطالبہ کر سکتے ہیں اس کی قیمت کا نہیں

مسئلہ از: اشتیاق احمد بن نصیب دار، مقام مہدیوانا نکار، پوسٹ بورہیاس، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل صورت حال میں:

اشتیاق احمد بن نصیب دار نے اپنی بیوی آمنہ خاتون بخت عبدالمصطفیٰ کو ان تحریری الفاظ میں طلاق دی۔ (میں

اشتیاق احمد اپنی بیوی آمنہ خاتون بخت عبدالمصطفیٰ کو ہوش و حواس کے ساتھ بغیر کسی دباؤ کے تین طلاق دے رہا ہوں)

پھر علاقے (شکری) میں "قمر الدین" ضلع پریشد کے توسط سے لڑکے اور لڑکی دونوں طرف کے ذمہ داران

کو "موضع شکری" دھرم سنگھوا بازار بلایا گیا، تاکہ سامان وغیرہ کے واپسی کے تعلق سے فیصلہ کیا جاسکے جس میں لڑکی کے ذمہ داران نے درج مطالبات کیے۔

(۱) جہیز میں دیے گئے سامانوں کی قیمت (جہیز میں دیئے گئے سامانوں کی جو لسٹ لڑکی والوں نے دی ہے

وہ اس کے اعتبار سے سامان واپس لینے کے لیے تیار نہیں ہیں بلکہ اس کی قیمت مانگ رہے ہیں)۔

(۲) بارات وغیرہ میں لڑکی والوں کی طرف سے جو کھانا وغیرہ کھلایا گیا اس کا معاوضہ مانگ رہے ہیں۔

(۳) مطلقہ کی گود میں تین چار ماہ کی ایک لڑکی کا دو سال دودھ پلانے کا معاوضہ مانگ رہے ہیں۔ ہر سال کا

خرچ گیارہ گیارہ ہزار روپے مطلوب ہے، پھر دونوں طرف کے لوگوں نے لڑکے اور لڑکی کی طرف سے آنے والے

علمائے مجلس پر فیصلہ چھوڑ دیا کہ یہ حضرات جو فیصلہ کر دیں وہ ہر دو فریق کے لیے قابل تسلیم ہے۔ اس کے بعد لڑکی کی

طرف سے آئے ہوئے عالم مولانا غوث محمد نے کہا کہ "شریعت کے اعتبار سے جہیز کے سامان کو موجودہ صورت میں

واپس ہونا چاہیے اس کی قیمت کے مطالبہ کا حق نہیں اور باراتیوں وغیرہ کو جو کھانا وغیرہ کھلایا گیا اس کے معاوضے کا

مطالبہ نہیں ہو سکتا۔

اس پر لڑکی کی طرف سے آئے ہوئے لوگوں نے اس پر بولنا شروع کر دیا اور قرآن اور حدیث کی روشنی میں

کوئی فیصلہ نہ ہو پایا۔ پھر لڑکی والوں نے شادی کا خرچ جس کی مقدار لڑکوں کی طرف سے دیئے گئے زیورات وغیرہ کی

قیمت گھٹانے کے بعد ۵۴ ہزار روپے ہے مورخہ بائیس اگست ۲۰۱۰ء کو دینے کا مطالبہ کیا اور لڑکے والوں کی طرف سے

آنے والوں سے دستخط کرا لیے چوں کہ لڑکی کی طرف سے آنے والوں کی تعداد تین چار گنا تھی۔ لہذا لڑکے والوں نے ڈر کی وجہ سے اس کاغذ پر دستخط کر دیا۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ:

- (۱) مذکورہ بالا صورت میں آمنہ خاتون پر طلاق پڑی یا نہیں اور کون سی؟
- (۲) جہیز وغیرہ کے سامان مستعمل حالات میں واپس ہونا چاہیے یا لڑکی والوں کو ان کی قیمت کے مطالبے کا

حق ہے؟

- (۳) باراتیوں وغیرہ کو کھلانے پلانے کا خرچ واپس مانگنے کا حق شریعت کے اعتبار سے حاصل ہے یا نہیں؟
 - (۴) دودھ پیتی بچی کے خرچ کی مقدار شرعی اعتبار سے کیا ہے؟
- مذکورہ سوالات کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت سے تحریر فرمائیں تاکہ دونوں فریق باہمی صلح کر لیں اور جوان جوابات کو تسلیم نہ کرے اس کا حکم بھی تحریر فرمادیں۔ بینوا تو جروا۔
- ”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

- (۱) صورت مذکورہ میں آمنہ خاتون پر تین طلاق مغلظہ واقع ہوگئی کہ اب بغیر حلالہ اشتیاق احمد کے لیے وہ

حلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱) واللہ اعلم بالصواب.

- (۲) جہیز کا سامان خاص ملک ہے آمنہ خاتون کا، دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین

شامی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”کل احد يعلم ان الجهاز ملك المرأة انه اذا طلقها تاحده كله..... الخ“ (۲)

اور سرکار اعلیٰ حضرت سیدی امام ”احمد رضا“ فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”جہیز ہمارے بلاد کے

عرف عام شائع سے خاص ملک زوجہ ہوتا ہے۔ جس میں شوہر کا کچھ حق نہیں۔ طلاق ہوئی تو کل لے لے گی۔ (۳)

شوہر یا اس کے گھر والے اگر سامان جہیز کو استعمال کرتے ہیں تو یہ عاریۃ ہوتا ہے۔

چنانچہ اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”ہاں مرد بلکہ بحالت ہم خانگی ان کے والدین بھی بعض اشیاء جہیز مثلاً: ظروف وفروش وغیرہ اپنے استعمال

(۱) سورة البقرة، آیت: ۲۳۰

(۲) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۵۸۵

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۵، ص: ۵۳۰

میں لاتے ہیں اور عرفاً اس سے ممانعت نہیں ہوتی۔ اس کی بنا ملک شوہر یا والدین شوہر پر نہیں بلکہ باہمی انبساط کہ زن و شو کے اطلاق میں تفاوت نہیں سمجھا جاتا۔ جیسے عورتیں بے تکلف اموال شوہر استعمال میں رکھتی ہیں۔ اس سے وہ ان کی ملک نہ ہو گئے۔“ (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جہیز کا سامان اگرچہ شوہر استعمال کرتا ہے مگر وہ عورت کی ملکیت میں ہوتے ہیں۔ اور اگر اس کے استعمال کرنے میں نقصان آجائے تو عورت اس کا تاوان بھی نہیں لے سکتی۔ مگر شرط ہے کہ شوہر نے استعمال کرنے میں قصد آخرابی پیدا نہ کی ہو۔

چنانچہ فصول عمادی کے حوالہ سے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”إذا التقص عين المستعار في حالة الاستعمال لا يجب الضمان بسبب التقصان“ (۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لڑکی والوں نے جو سامان جہیز دیا تھا اسی کو واپس لینے کا حق رکھتے ہیں۔ اس کی قیمت کا مطالبہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر شوہر یا اس کے گھر والوں نے قصد کسی سامان جہیز میں خرابی پیدا کر دی ہے تو اس کا تاوان لے سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) شادی کے موقع پر لڑکی والوں نے جو کچھ براتیوں کو کھلانے پلانے پر خرچ کیا وہ ایک طرح کا تبرع واحسان ہے۔ اس خرچ کا مطالبہ کسی سے کرنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام ”احمد رضا“ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

”وہ یہ کہ زید نے ابو محمد کی شادی میں صرف کیا بھکم عرف شائع وعام تبرع واحسان قرار پائے گا کہ زید اس کا مطالبہ کسی سے نہیں کر سکتا۔“ (۳) لہذا صورت مسئلہ میں براتیوں کے کھلانے پلانے کا خرچ مانگنا شرعاً غلط اور ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) بچی کی پرورش میں آنے والے خرچ کی شرعاً کوئی مقدار متعین نہیں ہے۔ بلکہ باہمی رضامندی سے جو متعین ہو جائے وہی مانی جائے گی۔ البتہ ضروری ہے کہ وہ مقدار بچی کے باپ کی حیثیت سے زائد نہ ہو اور نہ ہی اس سے کم ہو۔ قتلائی عالمگیری میں ہے: ”ويعتبر في هذه النفقة ما يكفيها وهو الوسط من الكفاية وهي غير مقدرة لان هذه النفقة نظير نفقة النكاح يعتبر فيها ما يعتبر في نفقة النكاح.“ (۴)

(۱) الفتاوى الرضوية، ج: ۵، ص: ۵۳۰

(۲) الفتاوى الرضوية، ج: ۵، ص: ۵۵۲

(۳) الفتاوى الرضوية، ج: ۵، ص: ۵۳۴

(۴) الفتاوى العالمگیریة، ج: ۱، ص: ۵۴۷

چنانچہ صدر الشریعہ علامہ مفتی ”احمد علی“ اعظمی شاہ قدس سرہ فرماتے ہیں: ”بچہ جب تک ماں کی پرورش میں ہے اخراجات بچہ کی ماں کے حوالہ کرے یا ضرورت کی چیزیں مہیا کر دے اور اگر کوئی مقدار معین کر لی گئی ہو تو اس میں بھی حرج نہیں اور جو مقدار معین ہوئی اگر وہ اتنی زیادہ ہے کہ اندازہ سے باہر ہے تو کم کر دی جائے گی اور اگر اندازہ سے باہر نہیں تو معاف ہے اور کم ہے تو کمی پوری کی جائے گی“ (۱)

صورت مسئلہ میں گیارہ ہزار روپیہ سالانہ بچی کے دودھ کے لیے اگر باپ کی مالی حیثیت سے باہر ہے تو فریقین کو سنجیدگی سے غور کر کے اس میں کمی کرنی چاہیے نہ کہ جذبات اور عداوت و عناد کا مظاہرہ کریں۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بالصواب۔

(۵) جو حضرات احکام شرعیہ کو جانتے بوجھتے ہوئے بھی نہ تسلیم کریں تو ایسے لوگ سخت مجرم و جفاکار اور گنہگار ہیں۔ انہیں طبیعت پر نہیں شریعت پر عمل کرنا چاہیے۔ اگر وہ محض ضد اور نفسانیت کی بنیاد پر احکام شرع نہیں تسلیم کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا بایکاٹ کر دیں اور ان سے سلام و کلام ختم کر دیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿فَلَا تَقْعُدُوْا عَنْ الدِّیْنِ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾ (۲)

وہو اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

(۱) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۱۶۳۔

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸۔

باب نکاح الکافر والمرتد

کافر و مرتد کے نکاح کا بیان

کلمہ پڑھانے کے بعد فوراً دیوبندی کا نکاح نہیں ہو سکتا ہے

مسئلہ از: شفیق اللہ نوری علمی، مدرسہ سراج العلوم، پورینا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جو کہ سنی ہے اس کا نکاح ہندہ جو کہ دیوبندی عقائد سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ ہوا اور بکر جو کہ سنی عالم ہے اس نے کلمہ پڑھا کر نکاح پڑھایا تو کیا نکاح ہو جائے گا یا نہیں اور بکر جس نے نکاح پڑھایا اس کے لیے شریعت میں کیا حکم ہے؟ جواب جلد عنایت فرمائیں، عین نوازش و کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ قطعیہ مندرجہ ”حفظ الایمان“ صفحہ: ۸، ”تخذیر الناس“ صفحہ: ۳، صفحہ: ۱۳، صفحہ: ۲۸ اور ”براہین قاطعہ“ صفحہ: ۵۱ کی بنا پر بمطابق ”فتاویٰ حسام الحرمین“ اور ”الصوارم الہندیہ“ کافر و مرتد ہیں اور مرتد یا مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے:

”لا يجوز للمرتد ان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك لا يجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط“ (۱) لہذا زید کا نکاح ہندہ دیوبندیہ سے ہرگز نہیں ہوا اگرچہ کلمہ پڑھانے کے بعد نکاح پڑھایا گیا کہ دیوبندی مرتدین تو کلمہ پڑھتے ہی رہتے ہیں ان کے اس طرح کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ تمام عقائد کفریہ سے توبہ نہ کریں اور بکر جس نے کلمہ پڑھا کر فوراً نکاح کر دیا وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اس طرح نکاح پڑھانے کے سبب سخت گنہگار اور فاسق ہے اور زنا کا دروازہ کھولنے والا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے۔ نکاح مذکور کے باطل ہونے کا اعلان عام کرے اور نکاحانہ پیسہ لیا ہو تو واپس کرے۔ اگر بکر ایسا نہ کرے تو سب مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ”ہکذا قال العلماء الکرام لاهل السنة

والجماعة في كتب الفقه والفتاوى مرة خيرة مرة "والله تعالى اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ

عیسائی مرد سے شادی کرنے والی مسلمان عورت کا حکم

اور کیا اس کا نکاح کسی کافر سے نہیں ہو سکتا ہے؟

مسئلہ از: مولانا محمد حسین علی، گوا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں
عورت مسلم اور مرد عیسائی دونوں نے حکومت کے قانون کے مطابق شادی کر لی۔ اب اس صورت
میں عورت کو مسلم مانا جائے یا عیسائی جب کہ دونوں اپنے اپنے مذہب پر قائم ہیں۔ بالتفصیل جواب تحریر فرمائیں،
عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے: ”لا یجوز تزوج

المسلمة من مشرک ولا کتابی کذا فی السراج الوہاج“ (۱)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی مذہب والے سے نہیں ہو سکتا ہے۔“ (۲)

تو جس مسلمان عورت نے کسی عیسائی مرد سے بمطابق قانون حکومت نکاح کیا وہ نکاح ہوا ہی نہیں اور صحبت
خالص دنیا کاری ہوگی جو حرام، حرام سخت حرام ہے۔ جس کا مرتکب مستحق ناروغضب جبار ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) مگر
جب عورت اپنے مذہب اسلام پر قائم ہے تو اس گناہ کبیرہ کے سبب اسلام سے خارج اور کافر نہ ہوگی کیوں کہ گناہ کبیرہ
کا مرتکب کافر نہیں۔

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲.

(۲) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۲۸.

شرح عقائد میں ہے ”الكسيرة التي هي غير الكفر لا تخرج العبد المومن من الايمان لبقاء التصديق الذي هو حقيقة الايمان“ (۱)

لہذا جب تک اس عورت سے کوئی کفر سرزد نہ ہو محض عیسائی سے نکاح کی بنا پر کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے۔ البتہ وہ فاسق، فاجر، بدکار اور لائق ناروغضب جبار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اس عیسائی مرد سے فوراً جدا ہو جائے اور توبہ واستغفار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۷ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

کافر و مسلم سے پیدا ہونے والا بچہ مسلمان قرار دیا جائے گا

مسئلہ از: محمد حبیب خان، مقام اگیا، پوسٹ چھاتا، ضلع کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

غیر شادی شدہ ہندو نے حج و زیارت سے فارغ ہونے کے بعد ایک ہندو سے سابقہ محبت کی بنیاد پر ہندوانہ رواج کے مطابق نکاح کر بیٹھی اور اس سے بچہ پیدا ہوا۔ بچے کی ولادت کے بعد دونوں مسلمان ہو گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ دونوں مسلمان عورت اور کافر مرد کا نکاح ہوا یا نہیں اور بچہ ثابت النسب ہے یا نہیں اور اس بچہ کو مسلم کہا جائے یا کافر۔ مدلل طریقے پر جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسلمان عورت کا کسی کافر سے نکاح ہرگز جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ مالگیری میں ہے ”لا يجوز تزوج

المسلمة من مشرک ولا کتانی کذا فی السراج الوہاج“ (۲)

حضور صدر الشریعہ مفتی ”امجد علی“ اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی مذہب والے سے نہیں ہو سکتا۔“ (۳)

صورت مسئلہ میں ہندو کا نکاح ہندو مرد سے ہوا ہی نہیں۔ محبت خالص زنا کاری ہوئی۔ بچہ غیر ثابت

النسب اور ولد حرام ہوا اور ہندو اپنے اس فعل حرام کی بنا پر سخت مجرم و گنہگار مستحق ناروغضب جبار ہے۔ اس پر علانیہ توبہ

(۱) شرح العقائد، ص: ۱۰۷۔

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲۔

(۳) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۲۸۔

واستغفار لازم ہے۔ پھر اگر اس نے وقت نکاح یا کبھی کسی کفر کا ارتکاب کیا تو اس پر تجدید ایمان بھی ضروری ہے اور اگر کوئی کفر نہ کیا اور بعد نکاح وہ اپنے مذہب اسلام پر قائم رہی تو بچہ مسلمان مانا جائے گا۔ علامہ اجل امام ”برہان الدین“ مرغینانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

”او یسلم احد ابویہ فانہ یتبع خیر الابوین دیناً“ (۱)

فکیف ابن لیس له الا الام فان ولد الزنا لا اب له. واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۵ ارزی قعدہ ۱۴۲۷ھ

دیوبندی کا نکاح پڑھانے والا علانیہ توبہ کرے اور بیوی والا ہو تو پھر سے نکاح کرے

مسئلہ از: محمد علی حسین نظامی، مقام وپوسٹ پیڑاہستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک سنی عالم نے جان بوجھ کر دیوبندی دو لہے کا نکاح پڑھایا اب اس سنی عالم کے سلسلے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتسلة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية وکذلک نکاح المرتدہ مع احد“ (۲) جس سنی عالم نے جان بوجھ کر دیوبندی کا نکاح پڑھایا اس پر علانیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ اگر بیوی والا ہو تو پھر سے نکاح کرے۔ مرید تھا تو تجدید بیعت کرے اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا عہد کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمان اس کا مکمل بایکٹ کر دیں۔ اس سے سلام و کلام نشست و برخاست سب ختم کر دیں۔ اس کی اقتدا میں نماز نہ پڑھیں، نہ اس سے کوئی تعلق رکھیں۔ ورنہ وہ بھی مجرم و گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

(۱) الہدایۃ، ج: ۱، ص: ۱۶۱

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۲۸

بد مذہب جماعتوں سے نکاح کے متعلق ایک سوال

مسئلہ از: مولانا محمد قاتل رضوی، جامع مسجد بانگرہ ضلع داؤنگرہ، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ:-

ہندہ سنی صحیح العقیدہ شخص کی لڑکی ہے۔ اس کے والد نے اپنی لڑکی کا نکاح عصر حاضر کی بد مذہب جماعتیں یعنی: تبلیغی جماعت، اہل حدیث، جماعت اسلامی وغیرہ کہلانے والے عامی تبلیغی جماعت وغیرہ سے مقرر کیا ہے۔ وقت نکاح مسجد کبھی اہل سنت و جماعت کو مدعو کرتے ہیں کہ مسجد کے خطیب و امام سے نکاح پڑھوا دیجیے آیا ایسی صورت میں کہ اس ہندہ لڑکی کا نکاح عامی بد مذہب لڑکے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ہندہ کا والد ایسا رشتہ طے کر سکتا ہے یا نہیں؟ مسجد کبھی اہل سنت و جماعت کی شرکت کر سکتی ہے یا نہیں؟ نیز وہ اپنی نگرانی میں مسجد کے خطیب و امام سے نکاح پڑھوا سکتی ہے یا نہیں؟ مسجد کا خطیب و امام یہ نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور تمام افراد اہل سنت و جماعت شرکت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ دونوں صورت حال میں شرکائے نکاح پر علی حسب نوعیت کیا شرعی احکامات نافذ ہوں گے؟ قرآن و حدیث اور فقہائے کرام کے مبسوط دلائل کی روشنی میں مکمل و مفصل جواب مرحمت فرمائیں، غایت درجہ کرم ہوگا اور عند اللہ ماجور ہوں گے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مذکورہ جماعتوں کے کفری عقائد پر یقینی اطلاع رکھنے کے باوجود ان کو مسلمان ماننے والا اور ان کے مولویوں کو اپنا پیشوا یا کم از کم مسلمان سمجھنے والا کافر ہے اور اگر ان کے عقائد کفریہ پر اطلاع نہیں رکھتا اور نہ ہی اہل سنت و جماعت کو کافر و مشرک سمجھتا ہے اور نہ تو ضروریات دین سے کسی کا انکار کرتا ہے۔ البتہ وہابیوں دیوبندیوں اور تبلیغیوں کے طور پر پتے پر چلتا ہے اور خود کو وہابی کہتا ہے تو ایسا شخص کافر و مرتد صحیح مگر گمراہ اور بد مذہب اور بد عقیدہ ضرور ہے۔

اور بد مذہبوں کے متعلق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”اہل البدع کلاب اہل النار“ (۱)

دوسری حدیث ہے:

”اہل البدع شر الخلق والخلق“ (۲) یعنی بد مذہب تمام لوگوں اور تمام جانوروں سے بدتر ہیں۔

(۱) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۱۹۹

(۲) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۱۹۹

اور ان سے نکاح اور تعلقات کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

”ان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم وان لقيتموهم فلا تسلموا عليهم ولا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواكلوهم ولا تناكحوهم ولا تصلوا عليهم ولا تصلوا معهم“
یعنی: بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔ ان سے ملاقات ہو تو سلام نہ کرو، ان کے پاس نہ بیٹھو۔ ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو، اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ یہ حدیث ابو داؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایتوں کا مجموعہ ہے۔ ان احادیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ بد مذہب خواہ کافر ہو یا کافر نہ ہو بلکہ بد عقیدہ اور گمراہ ہو تو بھی اس سے رشتہ کرنا ناجائز ہے۔ مسجد کمیٹی کے افراد کا شرکت کرنا، امام کا ایسا نکاح پڑھنا یوں ہی کسی بھی سنی کا ایسے نکاح میں شرکت کرنا سب ناجائز ہے۔ جو لوگ جان بوجھ کر شریک ہوں گے وہ شرعاً مجرم و گنہ گار ٹھہریں گے اور شرکت کر لینے کی صورت میں ان سب پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳/ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

وہابی کافر و مرتد ہیں ان کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں

مسئلہ اذ: محمد بابر علی قادری، مقام دمرگی رائے ڈیہ، پوسٹ رام چندر پور، ضلع دیو گھر، جھارکھنڈ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سنی صحیح العقیدہ عالم دین ہوتے ہوئے بھی سنی لڑکی کا نکاح غیر مقلد وہابی (بکر) کے ساتھ پڑھایا بغیر کسی کے دباؤ میں نیز ان پڑھ وہابی کے ہاتھ کا ذبیحہ کھایا۔ اب جان عوام کہتی ہے کہ سنی مولانا کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ ایک روکتے ہیں، ایک کھاتے ہیں اس سے جاہل عوام پر اثر پڑتا ہے آیا وہابی سمجھتے ہوئے زید مولانا نے نکاح پڑھایا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور پڑھانے والے کا نکاح شریعت کے نزدیک رہا یا نہیں؟ گواہ اور مجلس نکاح میں جتنے شریک ہوئے ان سب کا نکاح رہا یا نہیں؟ اور اس مولانا کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ نیز وہابی کے یہاں بیٹی دینا کیسا ہے؟ اور اس کی بیٹی لا سکتے ہیں یا نہیں؟ بحوالہ کتب مع صلحہ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں عربی عبارت کے اعراب بالتفصیل مدلل مع دستخط و مہر کے جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

امارۃ شریعہ سے فتویٰ دیا کہ مولوی کا نکاح شریعت کے نزدیک باقی رہا اور بکر وہابی کا نکاح سنی کے ساتھ ہو گیا، نیز وہ سب دیوبندی مسلک کے ہیں، کیا دیوبندی مسلک یا وہابی وغیرہ کا فتویٰ مانا جائے گا یا نہیں۔ قرآن

وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں، کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہابیوں کے پیشوا مولوی ”اسماعیل دہلوی“ نے لکھا ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ (۱) وہابیوں کا عقیدہ ہے کہ ساری مخلوق حتیٰ کہ انبیاء کرام چار سے زیادہ ذلیل ہے۔ جیسا کہ دہلوی نے لکھا ہے کہ:

”اور یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چار سے زیادہ ذلیل ہے“ (۲)

وہابیوں کے نزدیک نماز میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال لانا تیل اور گدھے کا خیال لانے سے بدتر ہے۔ چنانچہ دہلوی صاحب نے لکھا ہے کہ:

”زنا کے دوسے اور اپنی بیوی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں۔ اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے تیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے۔“ (۳)

اسی طرح کے بے شمار کفری عقائد ان کی کتابوں میں مرقوم ہیں جن کے سبب فقہائے کرام نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت پیشوا اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”غیر مقلدین زمانہ بحکم فقہا تصریحات عامہ کتب فقہ کافر تھے ہی جس کا روشن بیان الکوکبة الشہابیہ ورسالہ مسل السنوف ورسالہ النہی الاکید وغیرہا میں ہے اور تجربہ نے ثابت کر دیا کہ وہ ضرور منکرین ضروریات دین ہیں اور ان کے منکروں کے حامی و ہمراہ تو یقیناً اجماعاً ان کے کفر و ارتداد میں شک نہیں۔“ (۴)

اور کافروں کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (۵) یعنی اے ایمان والو! کافروں کو دوست نہ بناؤ مسلمانوں کے سوا۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَأَخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنْ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ﴾

(۱) رسالہ ہکروزہ، ص: ۱۲۵

(۲) تقویۃ الایمان، ص: ۱۶

(۳) صراط مستقیم، ص: ۱۳۶

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۲۵۵

(۵) سورۃ النساء، آیت: ۱۳۳

وَمَنْ يَقُولْهُمْ مِنْكُمْ فَلَاؤُفِكَ هُمْ الظَّالِمُونَ (۱) یعنی اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائی کو دوست نہ سمجھو! کہ وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم سے جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہے۔
ان ارشادات کریمہ سے واضح ہوا کہ کافروں کو اپنا بنانا ناجائز و حرام ہے اور ان سے نکاح و بیاہ کرنا بلاشبہ ان کو اپنا بنانا ہے۔

لہذا یہ بھی نص قرآن سے ناجائز و حرام ہے۔ بد مذہبوں اور کمرہوں کے متعلق حدیث پاک ہے:

”سیأتی قوم یسبونہم ینقصونہم فلا تجالسوہم، ولا تشاربوہم، ولا تؤاکلوہم، ولا تناکحوہم، ولا تصلوا علیہم، ولا تصلوا معہم“ (۲) یعنی عنقریب ایک قوم آئے گی جو میرے اصحاب و اصہار کو برا کہے گی، اور ان کی شان گھٹائے گی، تم ان کے پاس نہ بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا، نہ شادی بیاہ کرنا، نہ ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔ یہ حکم بد مذہبوں کا ہے تو کافروں اور مرتدوں کا کیا حال ہوگا۔ بلاشبہ ان کا حکم بد مذہبوں سے سخت تر ہے۔

چنانچہ مرتد کے نکاح کے متعلق ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے ”لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدة، ولا مسلمة ولا کافرة اصلية“ و کذا لک لا یجوز نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط“ (۳) یعنی مرتد کا نکاح نہ کسی مرتد عورت سے ہو سکتا ہے نہ مسلمہ سے، نہ کافرہ اصلیه سے اور اسی طرح مرتدہ کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی مبسوط میں ہے۔

حاصل یہ کہ کافر و مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے اور وہابی کافر و مرتد ہوتا ہے لہذا اس کا نکاح کسی سے جائز نہیں۔ جس عالم نے جان بوجھ کر نکاح پڑھایا وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ سنی صحیح العقیدہ نہیں گمراہ اور زنا کا دروازہ کھولنے والا ہے۔ وہابی کا نکاح اگر اس نے جان بوجھ کر وہابی کو مسلمان سمجھتے ہوئے پڑھایا تو خود اس کا نکاح ختم ہو گیا۔ اس پر لازم ہے کہ تجدید ایمان و نکاح کرے۔ جب تک وہ توبہ و استغفار اور تجدید ایمان و نکاح نہ کرے اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا ناجائز اور اس سے سلام و کلام کرنا ناجائز اور اس کے پاس نشست و برخاست ناجائز ہے اور جتنے لوگ جانتے ہوئے اس نکاح میں شریک ہوئے سب پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی صلیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”برادر یوں نے اگر زید کو وہابی جانتے ہوئے نکاح مذکور میں شرکت کی ہے تو سب علانیہ توبہ کریں۔“ (۴)

(۱) سورة التوبة، آیت: ۲۳

(۲) جامع الاحادیث، ج: ۱، ص: ۱۱۰

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۴) الفتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۶۱۳

وہابی کو لڑکی دینا، یا اس کی لڑکی لانا دونوں حرام حرام اشد حرام ہے کہ مرتد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کا نکاح دنیا میں کسی سے نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ”فتاویٰ عالمگیری“ کے حوالہ سے گزرا۔

ان پڑھ وہابی اگر وہابیوں کے کفریہ عقائد سے آگاہ ہو کر انہیں اپنا مقتدا اور پیشوا جانتا ہے تو وہ بھی مرتد ہے اور اس کا ذبیحہ حرام ہے۔

چنانچہ ہدایہ میں ہے ”لا توکل ذبیحة المجوسی والمرد لانه لاملة له“ (۱) جس نے ایسے وہابی کا ذبیحہ کھایا اس نے مردار کھایا، اس پر توبہ ضروری ہے۔

امارت شرعیہ کا فتویٰ سراسر غلط اور باطل ہے۔ اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ وہابیوں سے شرعی مسئلہ پوچھنا حرام و ناجائز ہے۔ سیدی حضور مفتی اعظم ہند فرماتے ہیں:

”وہابیوں سے مسائل پوچھنا حرام ہے۔“ (۲)

فقیر ملت حضرت مفتی ”جلال الدین احمد“ امجدی تحریر فرماتے ہیں:

”وہابی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر ہیں۔ کفار سے شرعی فتویٰ حاصل کرنا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔“ (۳)

واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

وہابی کی سنی لڑکی سے نکاح جائز ہے مگر اس کے گھر بار ات لے کر جانا جائز نہیں

مسئلہ ۱۵: محمد تنویر رضا، معلم علیمیہ جمہور شاہی، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ:

زیر ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان ہے اور علمائے اہل سنت کی قدر بھی کرتا ہے، مگر اپنے ایک لڑکے کی شادی ایک

وہابی کے لڑکے سے کرنا چاہتا ہے جب کہ وہابی کی لڑکی عقیدہ سنی ہے اور سنی بن کر زید کے لڑکے کے ساتھ شادی کرنا

چاہتی ہے۔ تو ایسی حالت میں زید کے لڑکے کا نکاح پڑھنا شرعاً درست ہے کہ نہیں۔ بیٹو! تو جوہو!

(۱) الہدایۃ، ج: ۴، ص: ۳۳۳

(۲) الفتاویٰ المصطفویۃ، ص: ۲۲۰

(۳) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۲، ص: ۲۳۶

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر لڑکی واقعی سنی صحیح العقیدہ ہے یعنی دیوبندیوں کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی غلیل احمد انیسٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کبرائے وہابیہ کو کافر و مرتد مانتی ہے تو زید اپنے لڑکے کا نکاح اس سے کر سکتا ہے اور یہ نکاح پڑھانا درست ہے، مگر شرط یہ ہے کہ اس لڑکی کے وہابی باپ اور اس کے گھر والوں سے زید اور اس کا لڑکا کوئی تعلق نہ رکھے، نہ اس کے یہاں بارات لے کر جائے، نہ اس سے کسی طرح کی راہ و رسم رکھے بلکہ نکاح کر کے گھر لائے اور پھر اس لڑکی کے گھر والوں سے مکمل بے تعلق ہو جائے۔ اگر ایسا نہ کر سکے تو اس کا نکاح پڑھانے سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸ ربیع الآخر ۱۴۳۲ھ

آج کل رافضی عموماً تبرائی اور قاذف ہوتے ہیں جو باجماع مسلمین مرتد ہیں

مسئلہ از: سید ابرار حسین، موضع بدر گنج بلکوا، صابر پور، گوٹا

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور مفتیان اسلام ذوی الاحترام مسائل ذیل کے بارے میں کہ:

زید جو سنی صحیح العقیدہ کہلاتا ہے۔ اس نے اپنے بیٹے عمر کی شادی بدعتیہ وہابی، دیوبندی کی بچی کے ساتھ کی جسے بہو بنا کر زید اپنے گھر رکھتا ہے اور ہندہ اور اس کے دیگر متعلقین (باپ بھائی وغیرہما) کا زید کے گھر آنا جانا برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ نیز زید کی بہن زینب جو قبل از شادی صحیح العقیدہ سنیہ تھی مگر ایسے گاؤں میں بیاہ کر گئی جس میں رافضیوں کی کثرت ہے، تو رفتہ رفتہ زینب اور اس کے گھر کے لوگ رافضیت کے رنگ میں رنگ کر اپنی نفیسہ کی شادی بھی رافضی کے یہاں کر دی ہے۔ لہذا زید کے متعلق حکم شرع واضح بالادلة فرمائیں؟

(۱) اہل سنت و جماعت زید کے ساتھ تعلق رکھیں یا نہیں اور رکھیں تو کیسا ہے؟

(۲) نہیں رکھتے تو دیگر حضرات جو زید کی ہمنوائی میں اس کے ساتھی بنیں۔ ان کے متعلق شرع اسلام کا کیا

ارشاد ہے؟ شادی، بیاہ یا دیگر تقریبات میں روابط کیسے ہوں؟

(۳) رافضیوں کے یہاں رشتہ قائم کرنا کیسا ہے؟ اور رافضیوں سے رشتہ برقرار رکھنے والوں کے ساتھ کیا

برتاؤ سنیوں کا ہونا چاہیے یا دیگر بد مذہبوں کے متعلق حکم شرع پاک کیسا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) دیوبندی وہابی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاویٰ علماے حرمین طہیین و علماے عرب و عجم کافر و مرتد ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية و کذا لک لا یجوز

نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط“ (۱)

اسی طرح آج کل رافضی عموماً تبرائی اور قاذف ہوتے ہیں جو باجماع مسلمین مرتد ہیں۔ ان کا نکاح بھی دنیا میں کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔

زید نے اپنے بیٹے عمر کی شادی جس لڑکی سے کی ہے اگر وہ اپنے باپ کے مذہب پر ہے تو یہ نکاح قطعاً ہوا ہی نہیں۔ قربت خالص زنا اور اولاد زنا کی اولاد ہوگی۔ یوں ہی اس کی بہن زینب نے اپنی لڑکی کی شادی جو رافضی سے کیا ہے وہ نکاح بھی نہ ہوا۔

ایسی صورت میں زید دیوث، فاسق، فاجر، مستحق ناروغضب جبار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ یا تو اس لڑکی کو فوراً جدا کر دے یا دیوبندیت سے توبہ کرا کر بعد اطمینان پھر عمر سے نکاح کرے۔ اگر عمر اور زید ایسا نہیں کرتے ہیں تو مسلمان ان کا بایکات کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) اسی طرح اگر زید

زینب سے رشتہ ناظر رکھتا ہے ہو تو فوراً اسے ختم کرے، توبہ واستغفار کرے اور زینب سے اپنا تعلق یکسر منقطع کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جو لوگ زید کی ہموائی کرتے ہیں وہ حرام کاری پر مدد کر رہے ہیں جو سخت ناجائز و حرام ہے۔ ارشاد باری

تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۳) ان پر لازم ہے کہ زید کی ہموائی سے باز آئیں اور صدق دل سے توبہ واستغفار کریں، ورنہ عذاب الہی کا انتظار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) جواب نمبر ۱ سے اس کا جواب واضح ہے۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

جو دیوبندی اپنے مولویوں کے کفری عقائد پر مطلع نہیں وہ گمراہ و بد مذہب ہے

مسئلہ ۱۱: محمد خالد رضا ثنائی، انجمن ثنائیہ دارالایتامی، میراروڈ، تھانہ، مہاراشٹر
مندرجہ ذیل مسائل کے مدلل جواب قرآن و حدیث سے تحریر فرمادیں، نوازش ہوگی۔

(۱) ہمارے استاذ گرامی حضرت مفتی ”محمد علاء الدین“ رضوی قادری برکاتی کامبئی سے اپنے وطن مالوہ آتا ہوا۔ اتفاق سے مولانا ”اکبر رضا“ ثنائی کے چھوٹے بھائی جناب ”محمد اختر رضا“ کی شادی میں بطور برات خلیج سیتا مڑھی کے ایک گاؤں زین پور جانا پڑا۔ بوقت نکاح شکل و صورت سے کچھ لوگ دیوبندی نظر آئے تو ہمارے مفتی صاحب قبلہ نے کہا کہ بھائی نکاح آپ نہیں بلکہ میں خود پڑھاؤں گا، وہ لوگ راضی ہو گئے اور مفتی صاحب قبلہ نے اس لڑکی سے توبہ و استغفار (دستور اہل سنت کے مطابق) کے بعد گیارہ ہزار سات سو چھیاسی روپے اور دوسنی گواہان کی موجودگی میں اجازت لے کر جناب ”اختر رضا“ کا نکاح کر دیا۔ بعدہ مجلس کا اختتام فاتحہ اور درود و سلام پر عمل میں آیا۔ اب جب کہ لڑکی اپنے سسرال آگئی تو مولانا ”ابوالکلام“ اشرفی جو ہمارے گاؤں ”پیردادن“ کے ہی رہنے والے ہیں اور ہمارے استاذ حضرت مفتی صاحب سے بغض رکھتے ہیں۔ مولانا موصوف لوگوں کو یہ کہنے لگے کہ مفتی صاحب نے چوں کہ دیوبندی لڑکی سے ایک سنی لڑکے کا نکاح کر دیا ہے اس لیے مفتی صاحب اور گواہان اور جملہ حاضرین مجلس کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔ سب لوگ کافر و مشرک ہو گئے۔

لہذا سب کو پھر سے ایمان لانا ہوگا اور تجدید نکاح کرنی ہوگی۔ مولانا موصوف یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ لڑکی اور اس کے ماں باپ سب مرتد ہیں جب کہ ایسا نہیں ہے تو کیا عام غیر پڑھالکھا دیوبندی جس کو صحیح سے دوم سے سوم کلمہ بھی یاد نہیں ہے ایسے مرد و عورت کافر و مشرک کے زمرے میں آتے ہیں۔ مولانا موصوف کا یہ بھی کہنا ہے کہ عام دیوبندی خواہ پڑھالکھا ہو یا نہیں عقائد کفریہ سے آگاہ ہو یا نہیں، محض دیوبندی ہونے کی بنیاد پر علمائے اہل سنت کے نزدیک کافر و مشرک ہیں اور جو لوگ بھی اس نکاح کی مجلس میں تھے مفتی صاحب کے ساتھ سب لوگوں کا ایمان و نکاح ختم ہو گیا ہے۔ وہ سب کے سب تجدید ایمان و نکاح کریں۔ جب کہ نووے فیصد ہم سنی شریک نکاح تھے۔ اور حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں چوں کہ وہ لڑکی اور اس کے ماں باپ غیر پڑھے ہیں علم دین اور دنیا دونوں سے بے بہرہ ہیں۔ اس لیے اگر ایسی لڑکی کا نکاح کسی سنی لڑکا سے ہو تو اس لڑکی کو عقائد کفریہ سے آگاہ کر کے توبہ و استغفار کے بعد نکاح کر دینا جائز ہے۔ ہاں اگر وہ لڑکی اور اس کے ماں باپ تعلیم یافتہ ہیں۔ دیوبندی وہابی مولوی کے عقائد کفریہ پر مطلع ہیں تو یقیناً اس لڑکی سے شادی بیاہ ناجائز و حرام ہے۔ آں حضرت قرآن و حدیث سے جواب مرحمت فرمادیں۔ جو بھی حکم شرع ہوگا کسی انا کے بغیر ہم سب عمل کے لیے تیار ہیں۔

(۲) کیا علمائے اہل سنت کے نزدیک غیر پڑھا لکھا شخص علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ پر مطلع نہ ہونے کے باوجود شخص دیوبندی ہونے یا کہنے کی وجہ سے کافر مشرک ہیں، یا نہیں؟ جو حکم شرع ہو تحریر فرمادیں۔

(۳) ہمارے ہی علاقے کے ایک مولانا صاحب ”مڑیا“ کی جامع مسجد میں اپنی تقریر کے دوران ایک بات کہی کہ تم لوگ دیوبندی کو اپنی بیٹی دیتے ہو اور وہ اس کے ساتھ زنا کرتا ہے، اس سے زیادہ بہتر ہے کہ ایک ہندو دنا کرے۔ کیا اس طرح کی گفتگو ایک عالم کے شایان شان ہے؟ حکم شرع بیان فرمادیں، چوں کہ گاؤں کا ماحول پوری طرح بگڑ چکا ہے اور لوگ اس طرح اپنی ناواقفیت کی بنیاد پر اچھے علمائے بھی نفرت و بیزاری کا اظہار کرنے لگے ہیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) جو لوگ علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہیں بلکہ ان کے ظاہری طور و طریقے کو دیکھ کر انہیں مسلمان سمجھتے ہیں اور خود کو دیوبندی کہتے ہیں ان پر کفر کا فتویٰ نہیں ہوگا۔ لیکن ان کی یہ جہالت و لاعلمی مستقل عذر نہیں۔ ایسے لوگوں کو جب دیوبندیوں کے کفریہ عقائد سے آگاہ کیا جائے اور یہ بتایا جائے کہ دیوبندی مولویوں کی شان رسالت میں گستاخیوں کی بنا پر علمائے عرب و عجم نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا ہے تو ان پر لازم ہے کہ وہ غلط مذہب سے بیزاری کا اظہار کر کے توبہ کریں اور تجدید ایمان و نکاح کر کے سنی بن جائیں۔

اگر ایسا کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان لوگوں پر بھی حکم کفر ہوگا، پھر جب دیوبندی کہلانے والا اپنے مذہب سے توبہ کر لے تو فوراً اس کا نکاح کسی سنی سے پڑھا دینا قطعاً درست نہیں بلکہ اتنی مدت تک اسے جانچا جائے کہ اس کی سنیت پر اطمینان ہو جائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ دیوبندی بمعنی مرتد ہو یا دیوبندی بمعنی ”مگراہ“ یعنی وہ شخص جو دیوبندی عقائد سے ناواقف ہو اور خود کو دیوبندی کہتا ہے ان دونوں میں سے کسی سے بھی بعد توبہ فوراً کسی سنی سے نکاح کرنا درست نہیں۔ مزید تفصیل کے لیے حضرت فقیہ ملت مفتی ”جلال الدین احمد“ امجدی علیہ الرحمہ کا رسالہ مبارکہ ”بد مذہبوں سے رشتے“ مطالعہ کریں۔

ہماری اس گفتگو سے واضح ہوا کہ نکاح مذکور پڑھانے والے مولانا صاحب اور ان پر اعتراض کرنے والے مولانا صاحب دونوں غلطی پر ہیں۔ نکاح پڑھانے والے اس طرح کہ ایک دیوبندی لڑکی کا نکاح بعد توبہ فوراً پڑھا دیا جب کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ یوں ہی اعتراض کرنے والے مولانا صاحب اس طرح کہ انہوں نے دیوبندیوں پر کافر کے ساتھ مشرک کا بھی فتویٰ لگا دیا اور اسے علمائے اہل سنت کی طرف منسوب کیا جب کہ علمائے اہل سنت نے دیوبندیوں کے اوپر کافر ہونے کا فتویٰ دیا مگر مشرک نہیں فرمایا ہے۔ یوں ہی یہ حکم بھی علی العموم نہیں بلکہ صرف ان

لوگوں پر ہے جو علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ پر یقینی طور پر اطلاع کے باوجود ان کو مسلمان مانتے ہیں۔ رہے وہ دیوبندی جو دیوبندی مولویوں کے گندے گھناؤنے عقیدے سے ناواقف ہیں تو ان پر بلا تحقیق اگرچہ کفر کا حکم نہیں ہوگا۔ لیکن وہ لوگ بزمِ مذہب و گمراہ بلکہ بحکم فقہاء کافر ہیں۔ لہذا دونوں صاحبان اور شرکائے نکاح سب اپنی غلطی پر توبہ واستغفار کریں اور صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تادم ہوں اور آئندہ بے تحقیق شرعی مسئلہ بتانے سے پرہیز کریں اور احتیاطاً تجدیدِ ایمان و نکاح بھی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جواب اول سے واضح ہو گیا کہ دیوبندی خواہ پڑھا لکھا ہو یا جاہل، اگر علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ کو جانتے ہوئے ان کو اپنا پیشوا اور مذہبی رہنما جانتا ہے تو وہ بھی دائرۃ اسلام سے خارج اور کافر ہے اور اگر ان مولویوں کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہیں ہے تو وہ بزمِ مذہب اور گمراہ ہے لیکن مشرک کا اطلاق دونوں قسموں سے کسی کے لیے نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) جو دیوبندی علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ سے آگاہ ہونے کے باوجود ان کو مسلمان مانتا ہے وہ کافر و مرتد ہے اور مرتد کا نکاح دنیا میں کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔ ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے ”لایجوز للمرتدان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة“ (۱)

لہذا جو لوگ ایسے دیوبندیوں سے اپنی لڑکی کا رشتہ کرتے ہیں وہ بلاشبہ اپنی لڑکیوں کو زنا میں مبتلا کرتے ہیں کہ جب نکاح ہی نہیں تو قربت خالص زنا ہوگی، یہ حکم شرع ہے۔ مگر مولانا صاحب کا یہ کہنا کہ اس سے بہتر ہے کہ ہندو زنا کرے بالکل غلط ہے کہ اس میں زنا کو بہتر کہا جا رہا ہے۔ (معاذ اللہ رب العالمین) مولانا صاحب فوراً اپنی غلطی پر تادم ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ واستغفار کریں اور آئندہ ایسی بات کہنے سے پرہیز کریں اور کوئی بھی مسئلہ بتائیں تو مہذب انداز اختیار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۹ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ

مسلم لڑکی کا ہندو کافر لڑکے سے نکاح کیسا ہے؟

مسئلہ از: فیاض احمد نقشبندی، بھاول پور، الہ آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید جو کہ ہندو کافر ہے۔ وہ ایک مسلم لڑکی سے عشق کر بیٹھا اور کلمہ پڑھ کر کورٹ میریج بھی کر لیا لیکن زید

بظاہر کلمہ پڑھنے کے بعد بھی مذہب اسلام پر کار بند نہ رہا، اور نہ ہی اس کا کوئی فعل و عمل اسلام کے مطابق ہے بلکہ اپنے اسی سابق افعال کفریہ پر ثابت قدم ہے جو بظاہر اس کے مسلمان ہونے پر بھی دلالت نہیں کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد زید (کافر) کے گھر والوں نے زید کی شادی کسی ہندو لڑکی سے کروادی۔ یہ شادی ہندو رسم و رواج کے مطابق انجام پائی، پھر اس کے بعد اس نے مسلم لڑکی سے شادی رچانے کی بابت گفتگو کی اور شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب لڑکی کے والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے تفتیش کی اور زید (کافر) سے پوچھا تو اس نے لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کی وجہ سے مسلمان ہو گیا ہوں لیکن اس کے باوجود زید (کافر) افعال کفریہ یعنی اپنے ہندو مذہب پر قائم ہے۔

- (۱) ہندو (مسلم لڑکی) کا نکاح اس زید کے ساتھ عند الشریع جائز ہے یا نہیں؟
 - (۲) ہندو کے والدین کا اس کے ساتھ نکاح کروانا صحیح ہے یا نہیں اور اگر شادی کروادیں تو کیا حکم ہے؟
 - (۳) ہندو کا اس لڑکے کے ساتھ بات چیت کرنا اور ملنا جلنا کیسا ہے؟
 - (۴) ایسے لڑکے یا لڑکی کا نکاح پڑھانے والے پر کیا حکم ہے؟
- ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

- (۱) کسی مسلمان عورت کا نکاح کافر سے نہیں ہو سکتا۔
- ”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے ”لا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابی كذا فی السراج الوہاج“ (۱) یعنی: مسلمان عورت کا نکاح کسی مشرک یا کتابی سے جائز نہیں ہے۔ لہذا ہندو کا نکاح زید (ہندو) سے ناجائز و حرام ہے۔ یہ نکاح محض باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) اگر ہندو کے والدین ہندو کا نکاح اس شخص سے کر دیں تو یہ نکاح باطل محض اور شرعاً غیر معتبر ہوگا اور والدین ناجائز و حرام کام کے مرتکب، زنا کے دلال اور سخت مجرم و گنہگار، مستحق نار و غضب جبار، فاسق و فاجر ہوں گے۔ ان پر لازم ہوگا کہ فوراً ہی لڑکی کو اس سے جدا کر لیں اور علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمان ان کا مکمل بایکات کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا يُنْبِئُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) حرام حرام سخت حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) حرام ہے جان بوجھ کر ایسا کرنے والے پر لازم ہے کہ وہ علانیہ توبہ و استغفار کرے، اگر نکاحانہ پیسہ لیا ہو تو اسے واپس کرے اور نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۰ رزی قعدہ ۱۴۲۹ھ

اللہ کی نافرمانی میں کسی کی فرماں برداری نہیں

مسئلہ از: ارشاد احمد، موضع کبرا، پوسٹ پچو کھری بازار، ضلع سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ ہے۔ اپنی دو بیٹیوں کی شادی دیوبندی گھرانے میں کر دی ہے جب کہ زید کی دونوں بیٹیاں بھی سنی خوش عقیدہ ہیں۔ زید کی مذکورہ دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی ہندہ کبھی اپنے پڑوسی دیوبندی سے بھی فاتحہ کرا لیتی ہے۔ نیز کسی سنی مولوی کے موقع پر نہ ملنے سے کسی دیوبندی بد عقیدہ سے قربانی کی نیت بھی پہنچا لیتی ہے۔ زید کی بیٹی ہندہ مزاجا سنی ہے۔ اس کے اکثر فعل سنی عقیدہ کے مطابق ہیں۔ مگر کبھی شوہر کی ناراضگی کے سبب دیوبندی مدرسہ کے بچوں سے قرآن خوانی بھی کرا لیتی ہے اور اپنے شوہر سے مجبور ہو کر اپنے بچوں کو دیوبندی مدرسہ میں پرائمری کی تعلیم دلواتی ہے، نیز دیوبندی حافظ کو گھر بلا کر ٹیوشن بھی کراتی ہے۔

دوسرے یہ کہ زید کی مذکورہ بیٹی ہندہ نے اپنی بیٹی کا رشتہ بھی اپنے دیوبندی بہنوئی کے بیٹے سے طے کر لیا ہے۔ منع کرنے پر کہتی ہے کہ ابا (خسر) نے زبان دے دیا تھا اس لیے ہم وہاں شادی کرنے پر مجبور ہیں، شادی وہیں کریں گے۔ تو کیا دیوبندی بہنوئی کے وہاں رشتہ کر لینا جائز ہے؟ ایسی صورت میں زید اور اس کی بیٹی ہندہ کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

ہندہ کے شوہر سے یہ کہنے پر کہ چلو سنیوں کی مسجد میں نماز پڑھو تو کہتا ہے کہ مجھے ادھر جانے میں شرم آتی ہے۔ جب کہ اس کا بارہ سالہ بیٹا باپ کے منع کرنے باوجود سنی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اور افطار کرنے میں بھی سنی مسجد کی اذان کا انتظار کرتا ہے۔ ہندہ کا شوہر کسی وقت کوئی نیاز و فاتحہ دلانے سے بولتا نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندہ کے شوہر کا کوئی خاص عقیدہ نہیں ہے مگر ساری نمازیں وہ دیوبندی امام کی اقتدا میں ہی ادا کرتا ہے۔ ہندہ کے شوہر کو اگر علمائے دیوبندی کفری عبارتیں پڑھ کر ستانے اور ہتانے کے بعد بھی توبہ نہیں کرتا اور اپنا ہر فعل سنیوں جیسا نہیں کرتا اور سنیوں کی مسجد میں نماز نہیں ادا کرتا ہے تو کیا زید پر واجب ہے کہ اپنی بیٹی کا طلاق لے لے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی فرقے کا عقیدہ ہے کہ جیسا علم حضور کو حاصل ہے۔ ایسا علم تو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کو بھی ہے جیسا کہ دیوبندی پیشوا مولوی ”اشرف علی“ قانوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ (۱) اور ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی نہیں ہیں۔ آپ کے بعد دوسرا نبی ہو سکتا ہے جیسا کہ ”مولوی قاسم“ قانوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ (۲) اسی طرح ان کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ شیطان و ملک الموت سے بھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم کم ہے جیسا کہ ”خلیل احمد“ امپٹھوی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ (۳) ان کفری عقائد کے علاوہ اور بھی بہت سے کفری اور گندے عقیدے اس گروہ کے ہیں۔ انہیں عقائد کفریہ اور اقوال ملعونہ کی بنا پر حرمین طہین اور عالم اسلام کے سیکڑوں علمائے کرام اور مفتیان عظام نے دیوبندی عقیدہ والوں کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا۔ تفصیل ”حسام الحرمین“ میں موجود ہے اور جب دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہے تو اس کا نکاح کسی سے بھی نہیں ہو سکتا۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية وکذلک لا یجوز

نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط“ (۴)

اس لیے زید نے اپنی بیٹیوں کا نکاح اگر دیوبندی عقیدہ رکھنے والوں سے کیا ہے جو خود مذکورہ بالا کفری عقیدہ رکھتے ہیں یا اشرف علی خلیل احمد وغیرہ دیوبندی مولویوں کے عقائد کفریہ پر یقینی اطلاع کے باوجود ان کو دینی پیشوا اور مسلمان مانتے ہیں یا ان کے کفر میں شک کرتے ہیں تو یہ نکاح ہوا ہی نہیں یا پہلے ایسے نہ تھے بعد میں ہوئے تو اب یہ نکاح نہ رہا۔ دونوں صورت میں طلاق کی حاجت نہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں تنویر الابصار کے حوالہ سے ہے ”وارد ترداد أحدهما ففسخ فی الحال“ (۵)

اور زید کی بیٹی کا یہ کہنا کہ اہانے زبان دے دی ہے اس لیے ہم وہیں شادی کریں گے، یہ سخت گناہ اور اپنی بیٹی

(۱) حفظ الایمان، ص: ۸

(۲) تحذیر الناس، ص: ۳، ۱۴، ۳۱

(۳) البراہین القاطعة، ص: ۵۱

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۵۶۳

کوڑا کے لیے خوش کرتا ہے۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ دیوبندی سے نکاح ہی نہیں ہو سکتا تو پھر اس میں والدین یا کسی کی اطاعت نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق“ (۱) اس لیے زید اور اس کی بیٹی ہندہ ان حرام کاموں سے

توبہ کریں اور ہرگز ہرگز کسی دیوبندی اور وہابی سے رشتہ نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱/ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

جب دیوبندی کفری عقیدے کی بنا پر مرتد ہوا تو اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے

مسئلہ اذ: نذیر احمد کشمیری، مقام وپوسٹ بھوراباری، گورکھپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ:

زید نے دیدہ و دانستہ اپنی لڑکی حبیب النساء کا عقد ایک دیوبندی کے ساتھ کیا۔ دیوبندی عالم نے نکاح پڑھایا۔ آبادی کے لوگ اور علمائے اہل سنت عقائد دیوبندیت سے باخبر ہونے پر سخت تالاں ہوئے اور رشتہ قائم کرنے کے سلسلے میں ناپسندیدگی کا اظہار کرتے رہے۔ زید ایک اہل سنت والجماعت کے مدرسہ کا ناظم بھی ہے، اس کے باوجود سنی علماء کے کہنے پر بھی نہ عمل کرتے ہوئے زید بدطینت نے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ دیوبندی کے ساتھ عقد کر ہی دیا اور رخصت بھی لڑکی کو کر دیا۔ لڑکے کا باپ اور اس کے تینوں بھائی کی رضامندی سے یہ سب کام ہوا۔ زید کا بڑا لڑکا وہی مدرسہ کا ناظم ہے جس کے کہنے پر یہ سب کچھ ہوا ہے۔ جب سنی علمائے ان کو ان سب باتوں پر فتویٰ دیا کہ تم مرتد اور کافر ہو گئے۔ الناعی ادھر سے سنی علمائے دین کی توہین اور گندی گندی گالیاں دینے لگا اور کہا کہ میں کسی سنی بریلوی کا فتویٰ نہیں مانتا ہوں، اس کو میں نے سنی جماعت کی کتابیں اور فتویٰ پڑھ کر سنائیں اور کتاب ”فتاویٰ فیض الرسول“ ج: ۱، ص: ۴۰۹ سے لے کر ۴۱۵ تک اسے پڑھ کر سنایا اور اس نے خود بھی پڑھا مگر اس کے باوجود وہ علمائے اہل سنت کو اور اولیاء کرام کو گالی گلوچ دینے لگا اور اس نے گالی گلوچ دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ بریلوی علما جو ہیں وہ ایک کہاوت یاد کر رکھے ہیں کہ شیطان نے ہزاروں برس ہمارے پڑوسی مگر پھر بھی وہ مردود ہوا۔ یہ سب اپنی کہاوت ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جس شخص نے یہ باتیں کہی اور جو دیوبندی کے ساتھ عقد ہوا شرعاً ہوا کہ نہیں؟ کیا زید اور اس کے بیٹوں کے ساتھ آبادی کے لوگ جو سنی ہیں نشست و برخاست، سلام و کلام میل و جول قائم رکھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ زید جو کہ ایک جاہل آدمی ہے مگر

اس کے لڑکے اور لوگ علم والے ہیں جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا۔ زید ہی کا بڑا لڑکا مدرسہ کا ناظم ہے۔ اس کی وجہ سے یہ سب ہوا اور وہی یہ سب بکنا اور کہتا ہے۔ کیا ایسا آدمی کسی سنی مدرسہ کا ناظم ہو سکتا ہے کہ نہیں اور ایسے آدمی کے ساتھ کیا کرنا چاہیے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب وضاحت کے ساتھ مرحمت فرمائیں۔ دیوبندی اور وہابی پر حکم شرع کیا ہے۔ بالتفصیل تحریر کریں اور اجازت جزیل کے مستحق بنیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بحون الملک الوہاب:

دیوبندی علما اپنے عقائد کفریہ مندرجہ ”تخذیر الناس“، ص: ۱۳، ۳، ”حفظ الایمان“ ص: ۸، براہین کاٹھ، صفحہ: ۵۱ کے سبب کافر و مرتد ہیں دیکھئے حسام الحرمین۔ اور جو کوئی جانتے ہوئے ان دیوبندی علما کو مسلمان مانے اور اپنا پیشوا جانے وہ بھی بحکم شرع کافر و مرتد ہے۔ اور جب دیوبندی کفری عقیدے کی بنا پر مرتد ہوا تو اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔

”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے:

”لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية وكذلك لا یجوز

نکاح المرتدة مع احد کذا فی المبسوط“ (۱)

لہذا حبیب النساء کا دیوبندی عقیدہ کے حامل لڑکے سے نکاح ہی نہیں ہوا۔ زید نے حکم شرعی کا انکار کیا اور علمائے اہل سنت و اولیائے کرام کو معاذ اللہ رب العالمین گالی دی۔ جانتے ہوئے دیوبندی لڑکے سے اپنی لڑکی کا نکاح کیا، ان حرکات شنیعہ و قبیحہ و رذیلہ کی بنا پر توبہ واستغفار، تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔ اسی طرح گھر کے جن لوگوں نے جانتے ہوئے اس نکاح میں شرکت کی سب پر طاعنیہ توبہ واستغفار لازم ہے۔ جب تک زید اور اس کے گھر والے توبہ واستغفار، تجدید ایمان و نکاح نہ کر لیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان سے سلام و کلام، نشست و برخاست، لین دین یک لخت ختم کر دیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا يَنْبَغُ لَكَ الشُّطْنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ﴾ (۲) ایسا نہ کریں تو وہ

بھی مجرم و گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ انہم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

دہابیوں کے ساتھ نکاح کرنے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے والے سنی گنہگار ہیں

مسئلہ ۱۴: محمد حاصر رضا، کرلا، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) سنی لڑکی کی شادی دہابی کے لڑکے کے ساتھ اور دہابی لڑکی کی شادی سنی لڑکے کے ساتھ ہو سکتی ہے کہ نہیں؟

(۲) جان بوجہ کراس طرح نکاح پڑھانے والے مولوی کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۳) ایسی تقریب میں سنیوں کو جانا چاہیے کہ نہیں، جائے تو کیا حکم ہے، نہ جائے تو کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) دہابیوں کے ”پیشوا رشید احمد“، ”کنگواہی“، ”قاسم“، ”نانوتوی“، ”اشرف علی“، ”تھانوی“ اور ”خلیل احمد“ ایٹھوی

اپنے کفریات کی بنا پر بھٹابق فتویٰ حسام الحرمین کافر مرتد ہیں اور جتنے دہابی ہیں سب ان کو مسلمان اور اپنا مقتدی مانتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اس لیے وہ بھی کافر و مرتد اور بے دین ہیں اور مرتد خواہ مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لا یجوز للمرتدان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية وکذا لک لا یجوز

نکاح المرتدة مع احد“ (۱)

یعنی: مرتد مرد کا نکاح مرتدہ عورت یا مسلم عورت یا کافرہ اصلیہ کسی سے جائز نہیں ہے اور یوں ہی مرتدہ عورت کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔ اس لیے کسی بھی سنی لڑکے یا لڑکی کا نکاح کسی بھی دہابی دیوبندی سے ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(۲) جو شخص دہابیوں کا نکاح جان بوجہ کر پڑھائے اس پر توبہ، تجدید ایمان، تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ

توبہ نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے شخص کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) نہیں جانا چاہیے جو جائیں گے مجرم و گنہگار ہوں گے۔ فقیہ ملت مفتی ”جلال الدین احمد“ احمدی قدس

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

سرہ فرماتے ہیں:

”ایسی دعوت میں سنیوں کو شرکت نہیں کرنا چاہیے جن سنیوں نے وہابیوں کے ساتھ کھایا وہ گناہ گار ہوئے۔“ (۱)
لہذا ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۷ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

دیوبندی سے بعد توبہ فوراً نکاح نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ کچھ مدت تک دیکھا جائے گا

مسئلہ از: مولانا محمد نصیر، مقام چھتر گاؤں، پوسٹ پرلا زہریا، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) کہ زید سنی صحیح العقیدہ عالم ہے اور جس گاؤں میں وہ درس وتدریس کا کام انجام دیتا ہے اس میں سنی دیوبندی دونوں فرقہ کے لوگ رہتے ہیں اور فتنہ نہ پھیلنے کی وجہ سے پورے قریہ والے زید کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ سنیوں کی طرح دیوبندیوں کا بھی نکاح پڑھائے اور نہ پڑھانے کی صورت میں وہ لوگ عالم صاحب کو سب و شتم کا نشانہ بناتے ہیں۔ نیز نوکری سے برخاست کرنے کی دھمکی دیتے ہیں۔ غور طلب ومطلوب امرا ہیں کہ اس کشمکش کے عالم میں عالم مذکور کیا کرے؟

(۲) کیا دیوبندی کا نکاح توبہ واستغفار کر لینے کے بعد پڑھانا جائز ہے کہ نہیں؟ اور دوہے کو توبہ کس طریقہ سے کرایا جائے۔ مدلل ومفصل جواب فی ضوء السنۃ والکتب عنایت فرمائیں؟

”باسمہ تعالیٰ وتقّدر“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) دیوبندیوں کے پیشوا ”رشید احمد گنگوہی“، ”خلیل احمد“، ”ابن کھوی“، ”حسین نانوتوی“ اور ”اشرف علی“ قاضی وغیرہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب حضور سرکارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخانہ کلمات لکھے ہیں جیسا کہ براہین قاطعہ (۲) تحذیر الناس (۳) اور (۴) حفظ الایمان میں ان کے کندے اور گستاخانہ عقائد موجود ہیں۔ ان گستاخوں کی ان کفری عبارتوں کے سبب حریم شریفین زادہما اللہ شرفاً وفخراً کے علمائے ذوی الاحترام اور دیگر

(۱) بلغاریا بعض الرسول، ج: ۲، ص: ۵۹

(۲) البراہین القاطعہ، ص: ۵۱

(۳) تحذیر الناس، ص: ۳، ۱۳، ۲۸

(۴) حفظ الایمان، ص: ۸

اور دولہا سے توبہ کرانے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس سے بدعتیہ کی وغیرہ سے توبہ کرائی جائے، پھر درود پاک اور کلمہ طیبہ اور کلمہ استغفار پڑھایا جائے اور توبہ پر قائم رہنے کی تلقین کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ تعالیٰ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۸ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

غیر مقلدیت و وہابیت ارتداد ہے مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا

مسئلہ از: شہاب الدین، حسن گڑھی، ہستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید سنی کی لڑکی ہندہ کا نکاح اہل حدیث کے ساتھ ہو گیا، یہ نکاح عند الشرع جائز ہے کہ نہیں اور زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

غیر مقلدین سے کسی سنی لڑکی کا نکاح ہرگز جائز نہیں کہ غیر مقلدیت و وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔

چنانچہ فتاویٰ مالگیری میں ہے:

”لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية وکذلک لا یجوز

لنکاح المرتدة مع احد“ (۱)

لہذا ہندہ سنیہ کا جو نکاح اہل حدیث لڑکا سے کیا گیا ہے وہ ناجائز ہے اور زید نے اگر جانتے ہوئے یہ نکاح کیا ہے تو وہ سخت فاسق و فاجر مستحق نار و غضب جبار ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اپنی لڑکی ہندہ کو اس غیر مقلد کے یہاں بے واپس لائے اور علانیہ توبہ و استغفار کرے، غربا و مساکین پر صدقات و خیرات کرے اور مسجد میں ضرورت کی چیزیں رکھے۔ اگر زید ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل سماجی بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿لَا تَقْبَلُوا لَهُ مَعِ الْكُفْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۶۳

(۲) سورة الانعام: آیت: ۶۸

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
الجواب صحیح: فروغ احمد علی

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

دیوبندی، وہابی کے نکاح میں شریک ہونے والے گواہ و وکیل

بننے والے اگر توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کا بایکٹ کر دیں

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ قادری، انصار مارکیٹ، انکلیشور، کجرات۔
قابل صدا احترام مفتی صاحب قبلہ
سلام مسنون

بعدہ عرض خدمت اینکه ان مسائل میں علماء کرام و مفتیان عظام کی کیا رائے ہے؟

(۱) سنی صحیح العقیدہ بالغہ لڑکی ہندہ کا عقد دیوبندی لڑکے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) سنی عالم دین موصوفہ کا نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کسی سنی عالم دین نے موصوفہ کا نکاح پڑھائی دیا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۴) اور جو سنی صحیح العقیدہ مسلمان ایسے نکاح میں وکیل و گواہ بنا ہو دیگر سامعین کے بارے میں کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی لڑکا اگر پیشوایان وہابیہ و دیانہ مولوی ”رشید احمد“ کنگوہی، مولوی ”قاسم“ نانوتوی، مولوی ”اشرف

علی“ قناتوی وغیرہ کے عقائد باطلہ کفریہ مندرجہ ”براین قاطعہ“، (۱) تحذیر الناس (۲) حفظ الایمان (۳) پر یقینی

اطلاع رکھتے ہوئے ان کو کافر و مرتد اور خارج از اسلام نہیں مانتا بلکہ ان کو مسلمان سمجھتا ہے تو وہ خود بھی شرعاً کافر و مرتد

ہے۔ تفصیل فتاویٰ ”حسام الحرمین“ میں ہے: اور مرتد کا نکاح کسی سے منعقد نہیں ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”لا یجوز للمرتد ان یتزوج مرتلة ولا مسلمة ولا کافرة اصلية وکذا لک لا یجوز نکاح

المرتلة مع احد“ (۴) یعنی: مرتد مرد کا نکاح مرتدہ عورت یا مسلمہ عورت یا کافرہ اصلیہ عورت (کسی سے) جائز

(۱) البراهین القاطعہ، ص: ۵۱

(۲) تحذیر الناس، ص: ۳، ۱۲، ۲۸

(۳) حفظ الایمان، ص: ۸

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

نہیں ہے اور یوں ہی مرتدہ عورت کا نکاح کسی سے جائز نہیں ہے۔ اس لیے کسی سنی صحیح العقیدہ لڑکی کا نکاح خواہ ہندو ہو، یا کوئی اور، ہرگز ہرگز کسی دیوبندی دوہابی سے نہیں ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۲) جب ماسبق جواب میں یہ واضح ہو گیا کہ دیوبندی کا نکاح کسی سے ہو ہی نہیں سکتا تو کسی بھی سنی عالم دین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ دیوبندی لڑکے کا عقد کسی سنی لڑکی سے کرے۔ لہذا کوئی سنی عالم دین ہندو کا عقد ہرگز ہرگز کسی دیوبندی سے نہیں کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) اگر نکاح پڑھانے والا دیوبندی کے کفری عقائد پر مطلع تھا اور اسے مسلمان جان کر ہندو کا نکاح اس سے کیا تو اس پر تجدید ایمان، تجدید نکاح، تجدید بیعت اور توبہ واستغفار لازم و ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کرے اور اگر نکاح کرنے کا پیسہ لیا تھا تو اس کو بھی واپس کرے۔ ہکذا فی فتاویٰ الشیخ فقیہ المملۃ المفتی جلال الدین احمد الامجدی قدس سرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) اگر انہوں نے دیوبندی کے کفری عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود اس کو مسلمان سمجھ کر اس کے نکاح میں وکیل و گواہ کی حیثیت سے یا سامع اور حاضر مجلس ہو کر ہی شرکت کی تو ان سب پر توبہ واستغفار، تجدید ایمان و تجدید نکاح اور تجدید بیعت لازم ہے اور اگر وہابی ہی سمجھ کر شریک ہوئے تو بھی توبہ واستغفار بہر حال لازم ہے اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کا مکمل بایکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدُوا بِعَثَرَ ذَبَابٍ﴾۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کا مکمل بایکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدُوا بِعَثَرَ ذَبَابٍ﴾۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۵/زی قعدہ ۱۴۲۲ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الرضاع

رضاعت (دودھ کے رشتے) کا بیان

دودھ پلانے والی کے اضطرابی بیان کی صورت میں

بھی رضاعی بھائی بہن کا نکاح حرام ہے

مسئلہ از: امتیاز احمد، سیتا مڑھی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی اور اس سے ایک بچی پیدا ہوئی جس کی عمر تقریباً چار ماہ کی تھی پھر ہندہ زید کو چھوڑ کر چلی گئی اور اس بچی کی پھوپھی نے اس بچی کو گود لے لیا۔ پھر زید نے اپنی اس بچی کی شادی اس کے پھوپھی کے لڑکے سے کرنا چاہا تو اس کی پھوپھی نے اپنے لڑکے کی شادی اس لڑکی سے کرنے سے انکار کر دیا، یہ کہتے ہوئے کہ میں نے اس کو دودھ پلایا ہے، پھر کچھ دنوں کے بعد اس بچی کو دودھ پلانے سے انکار کر دیا۔ اور بولی میں اس لیے کہہ رہی تھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس لڑکی کی شادی میرے لڑکے سے ہو جائے۔ جب کہ مجھے غالب گمان ہے کہ میں دودھ نہیں پلائی ہوں۔ اب زید کی بہن جو اس بچی کی پھوپھی ہے اپنے لڑکے کی شادی اس بچی سے کرنا چاہتی ہے؟ جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

لڑکی کی پھوپھی کا بیان مضطرب ہے۔ اولاً اس نے کہا کہ:

میں نے اس کو دودھ پلایا ہے، پھر اس نے کہا کہ میں نے اس لڑکی کو دودھ نہیں پلایا ہے اور پھر کہتی ہے مجھے غالب گمان ہے کہ میں دودھ نہیں پلائی۔ اس لیے ظاہر یہی ہے کہ اس نے دودھ پلایا ہے اور وہ اس لڑکی کی رضاعی ماں ہے۔ لہذا اس لڑکی کا نکاح اس کی پھوپھی کے لڑکے سے حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”فی القضاء لا تثبت

الحرمۃ بالشک وفي الاحتياط ثبت (۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

رضاعی بھائی بہن کا آپس میں نکاح سخت حرام

مسئلہ اذ: عبدالمنان رضوی، موضع پھری کولہوی، پوسٹ داری چورہ، بلراپور، یوپی
کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و شرح متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بکر کی شادی ہندہ سے ہوئی اور بکر ہندہ
کی ماں سے دودھ پی لیا تھا۔ شادی کیے ہوئے کئی سال گزر گئے جب کہ اس کے بچے ہو گئے تب اس کو معلوم ہوا کہ میں
ہندہ کی ماں سے دودھ پیا ہوں تو اب بکر ہندہ کو رکھ سکتا ہے کہ نہیں؟ فقط۔
دلائل شرعیہ سے مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں، عین کرم ہوگا۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں اگر بکر نے ہندہ کی ماں کا دودھ مدت رضاعت متعلق بحرمۃ یعنی ڈھائی سال کی مدت میں
پیا تھا تو ہندہ اس کی رضاعی بہن ہو گئی اور رضاعی بہن سے نکاح حرام اشد حرام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَأَسْخُوا لَكُمْ مِنَ الرِّضَاعَةِ﴾ (۲)

اور حدیث شریف میں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”یحرم من الرضاعة ما یحرم
من النسب“: (۳)

حضور صدر الشریعہ علامہ ”امجد علی“ قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”جونسب میں حرام ہے۔ وہ رضاع میں بھی حرام
ہے۔“ (۴)

لہذا بکر اور ہندہ دونوں پر فرض ہے کہ فوراً دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور میاں بیوی کے تعلقات
منقطع کر دیں اور علانیہ توبہ و استغفار کریں اگر وہ ایسا نہ کریں تو سب مسلمان ان کا بایکٹ کریں۔ ”ہکذا فی الجزء
الاول من فتاویٰ لبض الرسول لفقیہ الملة والدين“ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۹ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

(۲) سورة النساء آیت: ۲۳

(۳) بہار شریعت، ج: ۷، ص: ۳۲

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۴۴

(۳) الصحیح المسلم، ج: ۱، ص: ۳۶۷

(۵) فتاویٰ لبض الرسول، ج: ۱، ص: ۷۲۲

دودھ پینک میں جمع ہونے والے دودھ کو پلانے سے رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد عسین جعفر آباد

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ بہت سے شہروں میں اسپتالوں کے اندر دودھ پینک قائم ہے وقت ضرورت پر بچوں کو دودھ پلایا جاتا ہے، دودھ عورتوں کی پستان سے نکال کر ڈبوں میں رکھ دیا جاتا ہے اور ان عورتوں کو اس کا معاوضہ بھی دیا جاتا ہے، اب سوال یہ کہ:

(۱) عورتوں کا معاوضہ لے کر دودھ دینا کیسا ہے؟

(۲) ان دودھوں کے پینے سے رضاعت ثابت ہوگی ہے یا نہیں؟

(۳) اور اگر رضاعت ثابت ہو تو بچہ کس کا رضاعی بیٹا ہوگا؟ اس لیے کہ اسے یہ معلوم ہی نہیں کہ دودھ کس

عورت کا تھا؟

امید ہے کہ ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں گے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) آزاد آدمی کے کل یا کسی جزء کو خواہ زندہ ہو یا مردہ، خریدنا بیچنا ناجائز و حرام ہے۔

ہدایہ میں ہے:

”ولا بیع لبن امرأة فی قدح (الی ان قال) ولا یجوز بیع شعور الانسار ولا انتفاع به لان

الآدمی مکرم“۔ ملخصاً (۱)

در مختار میں ہے:

”وشعر الانسان لکرامة الآدمی ولو کافرا ذکره المصنف وغیره فی بحث شعر

الخنزیر“۔ (۲)

اسی کے تحت رد المحتار میں ہے:

”قوله ذکره المصنف حیث قال: والآدمی مکرم شرعاً وان کان کافراً فایراد العقد علیہ

وابتذاله به والحاقه بالجمادات اذلال له اه ای وهو غیر جائز وبعضه فی حکمہ“۔ (۳)

(۱) الہدایہ، ج: ۲، ص: ۳۹

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۷، ص: ۷۹

(۳) رد المحتار، ج: ۷، ص: ۷۹

لہذا عورتوں کا اس طرح دودھ کا معاوضہ لینا اور دودھ پینا ناجائز و حرام ہے، عورتوں پر لازم ہے کہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) عورت کا دودھ پستان سے اتنی مقدار میں پیا جائے کہ جوف تک پہنچ جائے تو تھوڑا ہو یا زیادہ مدت رضاعت کے اندر جو بچہ پئے گا رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

”فی الخانیة القلیل الارضاع و کثیرہ فی اثبات الحرمة سواء عندنا“۔ (۱)

اسی میں ہے:

”فی الینابیع القلیل مفسر بما یعلم انہ وصل الی الجوف“۔ (۲) فتاویٰ خانیہ میں ہے:

”و کما یحصل الرضاع بالمص من الثدي یحصل بالصب و السعوط و الوجور“۔ (۳)
اور اگر دودھ کسی برتن میں نکال کر رکھ دیا جائے تو اس کی متعدد صورتیں ہیں (۱) دودھ میں کوئی رقیق و سیال اور بہنے والی دوا وغیرہ ملا دی جائے تو اگر دودھ غالب اور ملائی ہوئی چیز مغلوب ہے یا دونوں برابر ہیں تو ایسی صورت میں رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ولو خلط لبن المرأة بالماء او بالداء او بلبن البهیمة فالعبرة للغالب کذا فی الظہیریۃ“۔ (۴)

اسی میں ہے:

”ولو استویا وجب ثبوت الحرمة لانه مغلوب کذا فی البحر الرائق“۔ (۵)

(۳) دو چند عورتوں کا دودھ ملا دیا جائے تو خواہ کسی کا کم ہو یا زیادہ، جس جس عورت کا دودھ ملا ہوا ہے سب سے رضاعت کا ثبوت ہو جائے گا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”اذا اختلط لبن امرأتین تعلق التحريم باغلبها عندهما وقال محمد تعلق بها کیفما کان، وهو رواية عن ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وهو اظهر واحوط. مکذا فی التبیین قیل: الاصح قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی شرح مجمع البحرین لابن الملک“۔ (۶)

(۱) الفتاویٰ التاتارخانیہ، ج: ۲، ص: ۴۲۲

(۲) الفتاویٰ التاتارخانیہ، ج: ۲، ص: ۴۲۲

(۳) الفتاویٰ الخانیہ مع الہندیہ، ج: ۱، ص: ۳۱

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۴۳

(۵) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۴۳

(۶) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۴۳

(۴) دودھ کو کسی خشک چیز مثلاً چاول وغیرہ میں ملا کر پکادیا گیا تو دودھ کم ہو یا زیادہ رضاعت کا ثبوت نہیں ہوگا اور اگر پکایا نہیں گیا، یونہی ملا دیا مثلاً روٹی میں ڈال دیا گیا تو اگر روٹی غالب ہے تو رضاعت ثابت نہیں ہوگی اور اگر دودھ غالب ہے تو اس میں اختلاف ہے مگر صحیح تر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی ثبوت رضاعت نہیں ہوگا۔
فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وإذا انحطط اللبن با لطعام فإن كانت النار قد مست اللبن والضعف الطعام حتى تغير فلا يحرم سواء كان اللبن غالباً أو مغلوباً وإن كانت النار لم تمسه فإن كان الطعام غالباً ثبتت الحرمة به أيضاً وإن كان اللبن غالباً فكذلك عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى عليه لأنه إذا عطلت المائع بالجماد صار المائع تبعاً فخرج من أن يكون مشروباً حتى قالوا لو كان الطعام قليلاً وبقي اللبن مشروباً ثبت به حرمة الرضاع وقيل هذا إذا كان لا يعطى طر اللبن من الطعام غيد حمل القمة وأما إذا كان يتقاطر منه اللبن ثبت به الحرمة عنده لأن القطرة من اللبن إذا دخلت حلق الصبي تكفي بثبوت الحرمة والأصح أنه لا تثبت بكل حال عنده كذا في الكافي وهو الصحيح لأن التغذي بالطعام هكذا في الهداية“۔ (۱)

اس تفصیل کی روشنی میں واضح ہوا کہ اگر دودھ بیک میں صرف عورتوں کا دودھ جمع ہو اور اس میں کسی اور چیز کی آمیزش نہ ہو تو مدت رضاعت یعنی ڈھائی سال کی عمر کے اندر کا جو بھی بچہ اسے پئے گا اسی کے حق میں رضاعت ثابت ہو جائے گی اور دوسری صورتیں ہوں تو اوپر مذکور تفصیل کے مطابق حکم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) اگر کسی بچے نے چند عورتوں کا دودھ پیا اور اسے معلوم نہیں کہ کس کس عورت کا دودھ پیا ہے نہ عورت کو علم ہے کہ اس نے کسے دودھ پلایا ہے نہ اور کسی معتبر طریقہ سے معلوم ہو رہا ہے تو کسی بھی عورت سے حکم رضاعت متعلق نہیں ہوگا۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”فی ملقط الملحص ارضعتها بعض اهل القرية لا يدري من ارضعتها منهن فعزوها رجل من اهل تلك القرية فهو في سعة من المقام معها في الحكم كذا في المضمرات وإن تنزهوا عن ذلك فهو افضل كذا في الذخيرة في كتاب الاستحسان“۔ (۲)

در مختار میں ہے:

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۳۴

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۳۵

”لو ارضعها اکثر اهل القرية ثم لم يدر من ارضعها فاراد واحدہم تزوجها ان لم تظهر علامة ولم يشهد بذلك جاز بحالیه“۔ (۱)

لہذا اگر کسی بچے نے دودھ بینک سے دودھ پیا ہے تو اگر معلوم ہے کہ فلاں فلاں عورت کا دودھ تھا تو ان سے رضاعت ثابت ہو جائے گی اور ان عورتوں کے بچے سے اس کا نکاح حرام ہوتا ورنہ نہیں۔

یہ تو سوالات کے جوابات ہوئے مگر اس طرح دودھ بینک قائم کرنے اور اس میں معاوضہ یا بلا معاوضہ دودھ دینے کی شرعاً اجازت نہیں ہے لہذا مسلمان اس سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جمہ اشاہی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الطلاق

قال الله تعالى

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَإِمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ

تَسْرِيحٍ بِإِحْسَانٍ﴾

(البقرہ/۲۲۹)

یعنی

طلاق (جس کے بعد رجعت ہو سکے) دو بار تک ہے
پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

تاس: ۲۱۶

ازس: ۱۳۹

کل فتاویٰ: ۶۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الطلاق

طلاق کا بیان

بغیر حلالہ دوبارہ بیوی کو نکاح میں رکھنا کیسا؟

مسئلہ از: منظر علی، مقام ہری جوت، ضلع سدھارتھ نگر، یوپی

علمائے کرام و مفتیان عظام کا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دیں پھر سال بھر کا عرصہ گزرنے کے بعد زید نے ہندہ کو بلا حلالہ کرائے رکھ لیا، دریافت طلب امر ہے کہ از روئے شرع زید اور ہندہ پر کیا حکم ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں ہندہ زید پر اس طرح حرام ہو گئی ہے کہ اب بغیر حلالہ کسی طرح اس کے لئے جائز و حلال نہیں ہو سکتی۔ ارشاد بانی ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱)

یعنی تیسری طلاق کے بعد عورت شوہر پر بغیر حلالہ کسی طرح جائز و حلال نہیں ہو سکتی۔

سال بھر یا چند سال کا عرصہ گزر جانے سے حرام حلال نہیں ہو جائے گا۔ زید و ہندہ پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے علاحدہ ہو کر علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ اگر وہ دونوں ایسا نہیں کرتے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان دونوں کا سخت و شدید مقاطعہ اور بایکات کریں تاکہ یہ دونوں مجبور ہو کر علاحدگی اختیار کریں اور علانیہ توبہ کرنے پر مجبور ہو جائیں، اگر مسلمان ایسا نہیں کرتے ہیں تو وہ خود گنہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۲/ صفر المظفر ۱۴۲۰ھ

محل شرط کے فوت ہو جانے سے تعلیق باطل ہو جاتی ہے

مسئلہ از: محمد نعیم احمد لوری کانپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے شادی کی پھر کچھ مدت

بعد کچھ تنازع ہو جانے کی وجہ سے زید نے اپنی سسرال میں قسم کھائی کہ اگر میں اس گھر کی دہلیز کو پار کر جاؤں تو ہندہ کو طلاق غور طلب امر یہ ہے کہ قسم کے وقت مکان کچا تھا پھر مکان پکا بن جانے کے بعد زید دہلیز پار کر کے گھر میں داخل ہو گیا تو لوگوں کے پوچھنے پر زید کا کہنا ہے کہ اگرچہ مکان اس طرز پر بنا ہے لیکن دہلیز کے پکی ہونے کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوئی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا گیا اور شرط کا محل نہ رہ جائے تو یہ تعلیق باطل ہو جائے گی مثلاً اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر فلاں سے بات کرے تو تجھ پر طلاق اب وہ شخص مر گیا تو تعلیق ختم ہو گئی اور بالفرض وہ شخص کسی ولی کی کرامت سے زندہ ہو جائے اور اب وہ عورت اس سے بات کرے تو طلاق نہیں پڑے گی۔ اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا اگر تو اس گھر میں گئی تو تجھ پر طلاق اور وہ مکان گر کر ختم ہو گیا پھر دوبارہ اسی جگہ مکان تعمیر کیا گیا اب اگر عورت اس گھر میں جائے گی تو طلاق نہیں پڑے گی چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”قوله“ نقله فی البحر عن الثانی لکن بلفظ ومما یبطله فوت محل الشرط کفوت محل الجزاء کما اذا قال ان کلمت فلانا الخ“ والتمثیل المذكور لفوات محل الشرط فان الشرط هو کلمت ودخلت ای مضمونهما وهو الکلام والدخول ومحلها هو فلان والدار المشار الیها“ (۱)

اسی میں ہے: ”ولا یقال یمکن حیاة زید بعد موته واعادة البستان داراً لا ن یمینه انعقد علی حیلة کانت فیہ کما قالوا فی لیقتلن فلانا وما اعید بعد البناء دار اخرى غیر المشار الیها کما صرحوا به ایضاً فی لا یدخل هذه الدار تأمل“ (۲)

لہذا زید نے جس مکان میں جانے پر طلاق کو معلق کیا تھا جب وہ مکان منہدم ہو گیا اور اس جگہ دوسرا مکان بن گیا تو اب اس مکان میں جانے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جمہ اشاہی ہستی

۶ روی الحجہ ۱۴۳۶ھ

(۱) رد المحتار کتاب الطلاق، ج: ۳، ص: ۶۰۰

(۲) حوالہ سابق

آسیبی خلل کی حالت میں طلاق دی تو

مسئلہ ۱۵: حافظ منیر عالم نظامی مقام و پوسٹ صالح پور ضلع کبیر نگر یو پی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید آسیبی خلل کا شکار تھا اس حالت میں اس
نے اپنی بیوی کو طلاق دی، اس کا کہنا ہے کہ مجھے کچھ بھی خبر نہیں ہے کہ میں نے کیا کہا ہے؟ تو زید کی بیوی پر طلاق واقع
ہوگئی یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر کسی کی عقل اس طرح زائل ہو جائے کہ اسے ہوش و حواس نہ رہ جائے اور یہ تک خبر نہ ہو کہ کیا کہتا ہوں
اور زبان سے کیا لکھتا ہے تو ایسی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوگی حدیث پاک میں ہے: ”رفع القلم عن
ثلاثة عن النائم حتى يستيقظ وعن الصبي حتى يبلغ وعن المعتوه حتى يعقل اه“ (۱)
اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”لا يقع طلاق الصبي والمجنون والمدهوش هكذا في فتح
القدير وكذلك المعتوه لا يقع طلاقه ايضا وهذا اذا كان في حالة العته“ (۲)
اب عقل کا زوال کسی بیماری کی وجہ سے ہو یا شیطانی خلل کی بنا پر ہو دونوں کا حکم یکساں ہے چنانچہ خاتم
المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”لا يقع طلاق المجنون قال في التلويح الجنون اختلال القوة المميزة بين الأمور
الحسنة والقبیحة المدركة للعواقب بان لا تظهر آثارها وتتعطل فعالها اما لنقصان جبل عليه
دماغه في اصل الخلقة واما لمعروج مزاج الدماغ عن الاعتدال بسبب خلط او آفة واما لا
ستيلاء الشيطان عليه والقاء الخيالات الفاسدة اليه بحيث يفرح و يفرح من غير ما يصلح
سبباً اه“ (۳)

اور ہوش و حواس درست نہ رہنے کی حالت میں طلاق دینے کا ثبوت یا تو دو عادل گواہوں سے ہو گا یا آدمی
خود بقسم اقرار کرے کہ مجھے کچھ خبر نہیں اور اس کی اس حالت کا لوگوں کو علم بھی ہو کہ اس پر ایسا حال طاری ہوتا رہتا

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۸۲

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۵۳

(۳) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۳۲

ہے چنانچہ مجددین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”جب کہ گواہان عادل شرعی سے ثابت ہو کہ واقعی وہ اس وقت حالت جنون میں تھا یا یہ معلوم و مشہور ہو کہ اسے جب غصہ آتا ہے عقل سے باہر ہو جاتا ہے اور حرکات مجنونہ اس سے صادر ہوتی ہیں اس حالت میں اگر وہ قسم کھا کر کہہ دے گا کہ اس وقت میرا یہی حال تھا اور میں عقل سے بالکل خالی تھا تو قبول کر لیں گے اور حکم طلاق نہ دیں گے اگر جھوٹا حلف کرے گا وبال اس پر ہے“ (۱)

زید نے دارالافتاء جہاد شاہی میں آکر بحلف بیان دیا کہ میں چونکہ آسیبی خلل کی وجہ سے بے ہوش و حواس تھا مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں نے اس حالت میں اپنی بیوی کو کیا کہا ہے لہذا اذروئے شرع زید کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوگی: واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دارالعلوم علمیہ، جہاد شاہی، بستی

یکم ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

نوٹ: زید کا حلفیہ بیان اور موجود حضرات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

میں علی حسین ولد خیر اللہ ساکن بلوہی پوسٹ اڑواڑہ ضلع بستی خدائے وحدۃ لا شریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ”میں نے اپنی بیوی بدر النساء بنت ساکن کوہڑوہ ضلع بستی کو ہوش و حواس میں ایک بھی طلاق نہیں دی ہے۔ ماہ مئی ۲۰۱۴ء کی کسی تاریخ میں آسیبی خلل کی حالت میں میری زبان سے کیا نکلا مجھے کچھ خبر نہیں ہے۔

وہاں موجود لوگوں میں سے جناب حافظ منیر عالم صاحب، محمد وسیم، محمد عارف بتاتے ہیں کہ اس حالت میں میں نے اپنی بیوی بدر النساء کو طلاق دی ہے مگر واللہ العظیم مجھے اس کا کچھ ہوش و حواس نہیں تھا نہ مجھے کچھ معلوم ہے کہ میں نے کیا کیا ہے۔ واللہ علی ما اقول و کمل

علی حسین

۲۰۱۵ء ۲۱

ہماری موجودگی میں علی حسین نے قسم کھائی۔

محمد نصیر عزیزی استاد دارالعلوم علمیہ، جہاد شاہی بستی

حافظ منیر عالم نظامی، محمد وسیم سلمانی، محمد عارف

طلاق معلق کا حکم اور تعلیق ختم کرنے کا طریقہ

مسئلہ از: مولانا عبدالحکیم علمی، صاحب شہج، جہاد کھنڈ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو اپنی لڑکی کو گھر میں رکھے یا اپنے لڑکے کو پڑھائے تو تجھے سات طلاق، لڑکی شادی شدہ تھی گھر چلی گئی اور لڑکے کو پڑھانے کی ذمہ داری کسی اور نے لے لی، کیا اب زید کی بیوی مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ اور کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ لڑکی گھر میں رہے اور لڑکے کو پڑھائے بھی اور مطلقہ نہ ہو؟ جواب مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

طلاق کو کسی شرط پر معلق کرنے کی صورت میں طلاق اس وقت واقع ہوگی جب شرط پائی جائے، ہدایہ میں ہے: ”وإذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامراتہ ان دخلت الدار فالت طالق وهذا بالاتفاق“ (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”وإذا اضافہ الی الشرط وقع عقیب الشرط اتفاقاً“ (۲) لہذا اگر زید کی بیوی نے اپنی لڑکی کو گھر میں نہیں رکھا یا اپنے لڑکے کو نہیں پڑھایا تو اس پر طلاق واقع نہیں ہوگی، اور اگر تعلیق ختم کرنی ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دیدے اور جب عدت ختم ہو جائے تو بیوی اپنی لڑکی کو اپنے گھر میں رکھ لے اور اپنے لڑکے کو اپنی ذمہ داری پر پڑھائے پھر زید اس سے نکاح کرے اس طرح تعلیق ختم ہو جائے گی اس کے بعد اب اگر اس کی بیوی اپنی لڑکی کو گھر میں رکھے گی یا اپنے لڑکے کو پڑھائے گی تو اس پر طلاق نہیں پڑے گی۔ درمختار میں ہے:

”تتحلل الیمین بعد وجود الشرط مطلقاً لکن ان وجد فی الملک طلقت والا لا فحیلة من علی الفلث بدخول الدار ان یطلقها واحدة لم بعد العدة تدخلها فتتحلل الیمین فیکسحها“ (۳)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”لأنه لما أبانها وانقضت العدة لم تبق محلاً للطلاق فاذا حث بعده نزل الجزاء المعلق ولم یضادف محلاً فمضی حملاً وقد انتهى الیمین“ (۴) بہار شریعت میں ہے: ”اگر کسی نے یہ کہا کہ اگر تو فلاں کے گھر جائے تو تجھ پر تین طلاق اور چاہتا ہو کہ اس

(۱) الہدایۃ کتاب الطلاق، ج: ۲، ص: ۳۸۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الطلاق، ج: ۱، ص: ۴۲

(۳) الدر المختار، ج: ۳، ص: ۶۰۹

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، کتاب الطلاق، ج: ۵، ص: ۸۷

کے گھر آمد و رفت شروع ہو جائے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ عورت کو ایک طلاق دیدے پھر عدت کے بعد عورت اس کے گھر جائے پھر نکاح کر لے اب جایا آیا کرے طلاق واقع نہ ہوگی“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی بستی

۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

فون پر طلاق دینے کا حکم

مسئلہ از: حافظ شفیق اللہ جہادوی علیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ
زید ممبئی سے موبائل فون پر بیوی سے تکرار پر تین بار طلاق کہہ دے بعد میں قسم کھاتے ہوئے کہے کہ میں
شراب کے نشے میں تھا مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کیا کہا اور کتنی بار کہا تو کیا طلاق واقع ہو جائے گی؟ قرآن وحدیث کی
روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

فون پر نشہ کی حالت میں طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”وطلاق السكران واقع اذا سکر من الخمر والنہد و هو مذهب اصحابنا رحمہم اللہ
تعالیٰ کذا فی المحيط۔“ (۲)

لہذا زید کی بیوی پر تین طلاق مغلطہ پڑ گئی اور وہ زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۲/ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

نباہ کی صورت نہ ہو تو طلاق لی جاسکتی ہے

مسئلہ از: مولانا ظفر امام مصباحی ناسک مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

۳۵/۳۰ سال قبل زید اور ہندہ کی شادی ہوئی چار بچے اور بچیاں ہیں جن کی شادی ہو چکی ہے اب زید

(۱) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۱۵۱

(۲) فتاویٰ عالمگیری ۱/ ۳۵۳

دوسری عورت سے ناجائز تعلقات رکھتا ہے اور اپنی پہلی بیوی ہندہ کو زد و کوب کرتا ہے اور اس کو طلاق بھی نہیں دیتا حالانکہ وہ طلاق لینا چاہتی ہے، طلاق نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ ہندہ نے زید کو ۳۰ لاکھ ۲۰ ہزار روپیہ اور ۳۰ ہجرت سونا گھر کی تعمیر کے لیے دیا تھا۔

- (۱) اس حالت میں زید کا دوسری عورت سے تعلق رکھنا شرعاً کیسا ہے؟
 (۲) زید سے ہندہ اگر مذکورہ رقم کی واپسی کا مطالبہ کرے تو کیا صورت ہوگی؟
 (۳) اس حالت میں زید سے طلاق لینے کی شرعاً کیا صورت ہوگی؟ بینوا تو جو روا
 ”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) زید کا کسی بھی حالت میں کسی عورت سے ناجائز تعلقات رکھنا ناجائز و حرام ہے حتیٰ کہ اجنبیہ سے تنہائی اختیار کرنا بھی حرام و گناہ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”خلوت اجنبیہ کے ساتھ حرام ہے، تحرم المخلوۃ بالاجنبیۃ ویکرہ الکلام معها“ (۱)

زید پر واجب ہے کہ فوراً اجنبیہ سے اپنے تعلقات ختم کرے اور علانیہ توبہ و استغفار کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہنے کا وعدہ کرے اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا بایکاٹ کر دیں ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَأَمَّا يُنَبِّئُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر ہندہ نے وہ رقم بطور قرض دی تھی تو اس کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اس سلسلہ میں جو جائز و مناسب صورت ہو اپنا سکتی ہے مثلاً آبادی کے با اثر حضرات سے دباؤ ڈلوائے، قانونی چارہ جوئی کرے یا کسی موثر عالم دین کے ذریعہ سمجھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) اگر بیاہ کی کوئی صورت بن جائے تو بہتر ہے ورنہ زید سے طلاق لی جاسکتی ہے اور اگر وہ باسانی طلاق نہ دے تو با اثر لوگوں یا پولیس وغیرہ کے ذریعہ جبراً بھی طلاق لی جاسکتی ہے کہ احناف کے نزدیک زبردستی میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ در مختار مع رد المحتار میں ہے:

”یقع طلاق کل زوج بالغ عاقل ولومکرها“ (۳)

اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”حنفیہ کے نزدیک حالت اکراہ یعنی زبردستی میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے اھ“ (۴) اور اگر اس طور پر بھی طلاق نہ دے تو اب ہندہ قاضی شریعت کی بارگاہ میں استغاثہ دائر کرے

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۷۷

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۲۸

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۵۲

(۴) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۲، ص: ۷۹

وہ حالات کی تحقیق کے بعد اگر نفع نکاح کی صورت پائے گا تو نکاح منع کر سکتا ہے کہ بعض حالات میں قاضی کو منع نکاح کا حق حاصل ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ، جمد اشاہی ہستی

۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

کیا طلاق ایس، ایم ایس کرنے سے واقع ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد حسین ہر سولیہ، ہمت نگر، سبھرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میری بیوی کے اپنے میکے جانے کے بعد ہمارے بیچ میں جھگڑا ہو گیا اور اس نے واپس آنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو جاؤ تب میں آپ کے ساتھ رہوں گی لیکن میں آپ کے والد اور والدہ کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ مجھے اس بات پر غصہ آیا اور میں نے اسے ڈرانے کے لئے اپنے موبائل سے طلاق، طلاق، طلاق لکھ کر ایس ایم ایس بھیج دیا تا کہ وہ ڈر سے واپس آ جائے۔ میرا اسے طلاق دینے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

مجھے یہ جاننا ہے کہ کیا ایس ایم ایس سے طلاق ہو جاتی ہے؟ اور دوسرے یہ کہ کیا طلاق لکھ دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ یا پوری طرح سے میں تجھے طلاق دیتا ہوں، یا میں طلاق دے رہا ہوں“ لکھنے کے بعد ہی طلاق ہوتی ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

طلاق واقع ہونے کے لئے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ تحریر سے بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ فقہ کی تمام

کتب میں مذکور ہے کہ تحریر گفتگو اور خطاب ہی کے حکم میں ہے۔ چنانچہ علامہ مرغینانی قدس سرہ نے فرمایا:

”الکتاب کا الخطاب“ (۱)

اور ایس ایم ایس بھی تحریر ہے لہذا اس سے طلاق ہو جائے گی۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر

فرماتے ہیں ”تحریر سے بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے جبکہ مرسوم یا نیت طلاق ہو۔“ (۲)

اور طلاق واقع ہونے کے لئے اپنی بیوی کی طرف نسبت ضروری ہے۔ نسبت خواہ لفظ میں ہو۔ مثلاً تجھ کو یا

(۱) الہدایہ، ج: ۳، ص: ۲

(۲) لغاوی امجدیہ، ج: ۲، ص: ۱۷۲

تجھے طلاق ہے یا بیوی کا نام لے کر کہا کہ اسے طلاق ہے یا نسبت لفظوں میں نہ ہو مگر شوہر کی نیت اور مراد میں ہو بغیر اضافت اور نسبت طلاق واقع نہیں ہوگی۔ در مختار میں ہے:

”ولم يقع لعرقه الاضافة اليها۔“ (۱)

اور رد المحتار میں ہے:

”ولا يلزم كون الاضافة صريحه في كلامه لما في البحر لو قال طالق فقبل له من عنيت

فقال امراتي طلقت امراته“ (۲)

لہذا اگر کسی نے صرف لفظ طلاق کہا اور اس کہنے سے اس کی مراد اپنی بیوی کو طلاق دینا ہے تو طلاق ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۷/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

بچہ دانی نہ ہونے پر طلاق دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد افسر بلو امیر پوسٹ سائنٹھ ضلع کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا ہندہ رخصت ہو کر زید کے گھر آئی۔ زید نے ہندہ کے ناف کے نیچے آپریشن کا نشان دیکھا پھر زید نے پوچھا کہ تیرے پیڑ پر کیا نشان ہے بار بار دریافت کرنے پر ہندہ نے کوئی جواب نہ دیا تو زید کو فکر ہوئی ہندہ کو ڈاکٹروں کے پاس لے جا کر دکھایا ڈاکٹروں نے الٹراساؤنڈ کرانے کو کہا الٹراساؤنڈ کرانے کے بعد یہ پتہ چلا کہ آپریشن کے ذریعہ ہندہ کی بچہ دانی پہلے ہی نکالی جا چکی ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ہندہ تازہ زندگی ماں بننے سے قاصر ہے۔

لہذا ایسی صورت میں اگر زید ہندہ کو طلاق دے کر دوسری شادی کر لے تو کیا کوئی شرعی گرفت زید پر ہوگی یا نہیں؟ از روئے شرع مدلل جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر میاں بیوی میں نباہ کی صورت نہ ہو تو شریعت طلاق دینے کی اجازت دیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۴، ص: ۳۳۸

(۲) رد المحتار، ج: ۴، ص: ۳۳۸

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَهُ تَلَابُثٌ فِي عُنُقِهِ ۚ وَلَهُ فِي اللَّهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ
تَعْتَذِرُ هَاكِي (۱)

لہذا اگر زید اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دینا چاہتا ہے تو شرعاً اجازت ہے البتہ اگر زید صبر کرے اور ہندہ کے ساتھ نباہ کر لے تو مستحق ثواب ہوگا۔ علاوہ ازیں اگر عدل و انصاف کے ساتھ دوسری بیوی رکھنے کی استطاعت ہو تو دوسرا نکاح بھی کر سکتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿فَإِنْ كُنْتُمْ خَوْفًا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَنًى وَفُلْتُ وَزُبْنُكَ﴾ (۲)
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۳/ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ

طلاق میں شک ہو تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: سردار علی، گرام بھپورہ، پوسٹ سکری، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی اور زید کو دماغی پریشانی بھی تھی بعد میں پتہ چلا کہ چار سال کے بعد اس نے ہندہ کو طلاق دے دیا اور جب اس کے بارے میں غور و خوض ہوا تو اس نے سر پکڑ کر کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں نے دوبار طلاق دیا ہے یا تین بار۔ بعدہ ہندہ سے پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ مجھے دوبار زید نے طلاق دیا ہے اور گواہ دونوں طرف سے نہیں ہیں لہذا حضور والا کی بارگاہ میں عرض ہے کہ تسلی بخش جواب دے کر عند اللہ مشکور ہوں عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر طلاق دینے والے کو شک ہو کہ میں نے دو طلاق دی ہے یا تین دی ہے اور شرعی گواہ بھی نہ ہوں تو دو طلاق مانی جائے گی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”جب طلاق میں شک ہو کہ دو تھیں یا تین تو دو ہی سمجھی جائیں گی۔ جب تک گواہان شرعی سے زیادہ کا ثبوت نہ ہو۔“ فی الاشباہ والنذر المختار والعقود الدریۃ وغیرہا شک طلاق واحدًا واکثر مبنی علی

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۲۹

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۳

الاولیٰ. (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

طلاق دے کر انکار کرے تو؟

مسئلہ از: ریاض احمد مہراج سنج

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان اسلام صورت ذیل کے بارے میں کہ ہندہ کی شادی زید سے ہوئی اور ہندہ زید کے گھر گئی اور تین چار مہینے تک اس کے گھر بھی رہی پھر ایک دن زید نے فون کیا۔ دوران گفتگو زید نے غصے میں آکر ہندہ کو طلاق دے دی پھر چند دنوں کے بعد زید نے ہندہ کو اپنے گھر آنے کے لئے کہا تو ہندہ نے کہا کہ انہوں نے مجھے طلاق دے دی ہے اور زید انکار کر رہا ہے کہ اس کو طلاق نہیں دی ہے جبکہ زید نے ہندہ کی پھوپھی سے فون پر بتایا تھا کہ میں نے ہندہ کو طلاق دے دی ہے اور اس بات کو ہندہ کی ماں بھی سنی تھی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں برائے کرم اس کا جواب عنایت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اور ہندہ کے پاس دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت قابل شہادت بطور گواہ نہیں ہیں تو طلاق ثابت نہیں ہوگی۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جب گواہ نہیں مرد کو اقرار نہیں اس کا غزوہ اپنا لکھا مانتا نہیں تو طلاق ہرگز ثابت نہیں ہوگی“ (۲)

البتہ اگر ہندہ کو یقین ہو کہ واقعی اس کے شوہر زید نے اسے طلاق دی ہے تو اگر طلاق رجعی تھی تو کوئی حرج نہیں بدستور وہ زید کی بیوی ہے اور اگر طلاق بائن تھی تو ہندہ کو اس سے سمجھا بچھا کر تجدید نکاح کر لینے کا حکم ہے اور اگر ہندہ یہ جانتی ہے کہ زید اسے تین طلاق دے چکا ہے تو جس طرح ممکن ہو زید سے چھٹکارہ لے لے اور

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۷۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۶۳

اگر چھٹکارہ نہ مل سکے تو برضا و رغبت زید کو اپنے اوپر قابو ہرگز نہ دے سارا عذاب و وبال زید پر ہوگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

دو طلاق کے بعد بیوی کو لوٹانے کا حکم

مسئلہ از: مختار احمد دیواریا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو دو طلاق دیا اور ساڑھے تین مہینے گزر جانے کے بعد وہ بیوی کو پھر سے اپنانا چاہتا ہے تو شریعت کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔
عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید کی بیوی کی عدت ابھی ختم نہیں ہوئی ہے یعنی تین حیض کامل نہیں آگئے ہیں تو بغیر نکاح واپس لے سکتا ہے اور اگر عدت گزر چکی ہے تو عورت کی مرضی سے جدید مہر کے ساتھ نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ فَإِمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ”صورت مسئلہ میں دو طلاقیں رجعی واقع ہوئیں حکم ان کا یہ ہے کہ مابین عدت کے رجعت کا اختیار ہے اور بعد انقضائے عدت اگر چاہے اس سے نکاح جدید کر سکتا ہے۔ (۲)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵/رمزی الحجۃ ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) سورة البقرة، آیت: ۲۲۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۲۲

کیا صلح کلی سے اس کی بیوی خلع کر سکتی ہے؟

مسئلہ از: عبداللہ گمرناٹک

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید ایک آدمی ہے جس کا وہابیوں کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ ہے کہ:

☆ اکثر وہابیوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ وہ لوگ بد عقیدہ ہیں ان کے ساتھ میل ملاپ نہیں رکھنا چاہئے، پھر بھی خوش دلی کے ساتھ ان سے دوستی رکھتا ہے اور خود کو سنی کہتا ہے۔

☆ سنی علمائے کرام اور سنی لوگوں سے دل میں بغض رکھتا ہے اور سنیوں کو پیٹھ پیچھے گالیاں بکتا ہے۔

☆ نماز جمعہ کے بعد بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں سلام پیش کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہوتا۔

☆ بد عقیدہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتا ہے۔

☆ نہ کبھی کسی فاتحہ کا خوش دلی سے اہتمام کیا ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت سے اس کا دل خالی ہے۔

ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ اس کی بیوی اس کے نکاح میں ہے یا خارج از نکاح ہے؟ اور اس کی بیوی اس سے خلع لے سکتی ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہابی دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر بمطابق فتاویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”وہابیہ نہجریہ و قادیانیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ و چکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین قطعاً یقیناً کفار و مرتدین ہیں“ (۱)

ان سے میل ملاپ رکھنا، سلام و کلام اور نشست و برخاست کرنا ناجائز و کناہ ہے حضور سرور کائنات علیہ تحیۃ و الثناء ارشاد فرماتے ہیں ”لا تجالسوہم ولا تشاربوہم ولا تؤاکلوہم ولا تناکحوہم ولا تصلو علیہم ولا تصلوا معہم“ (۲)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے:

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۹۰

(۲) المستدرک للحاکم، ج: ۳، ص: ۶۳۲

”ان سے میل ملاپ، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور ان کا ہم نوا ہونا اور ہم بیجا ہونا حرام“ (۱)
سنی علمائے کرام اور سنیوں سے بغض حرام اور ان کو گالی دینا اشد حرام ہے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے: ”کسی
مسلمان کو بلا وجہ شرعی برا کہنا اس پر طعن کرنا حرام ہے“ (۲)

اور بعد نماز جمعہ اگر کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کو غلط سمجھتا ہے تو یہ علامت و ہابیت ہے اور وہابیت کفر ہے،
اور وہابیوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کے پیچھے نماز جائز کہنے والا کافر ہے فتاویٰ امجدیہ میں ہے:
”جو شخص ان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہے اور باوجود اسکے اس کو مسلمان جانتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو
جائز جانتا ہے وہ کافر ہے۔“ (۳) کسی ولی کی بارگاہ میں حاضری نہ دینا اور قاتحہ کی مجلس میں شرکت نہ کرنا اگر
بر بنائے وہابیت ہے۔ تو یہ خود کفر ہے، عظمت نبی سے دل خالی ہونا محرومی و بد قسمتی بلکہ کفر انجام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتَعَزَّزُوا وَتُوقِرُوا﴾ (۴)

صورت مذکورہ میں زید اپنی حرکات و سکنات اور افعال و اقوال کی بنا پر وہابی معلوم ہوتا ہے اس کے سامنے
کبرائے وہابیہ رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انیسٹھوی، اشرف علی تھانوی وغیرہ کے متعلق ان کے اقوال پیش کر کے
پوچھا جائے اگر زید کو ان قائلین کے کفر میں شک و تردد ہو تو زید بھی قطعاً وہابی اور کافر ہے ایسی صورت میں اس کی
بیوی خود بھی نکاح سے باہر ہے کہ کفر و ارتداد سے نکاح ختم ہو جاتا ہے فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:

”اذا ارتداد احد الزوجین وقعت الفارقة بینہما فی الحال“ (۵)

در مختار میں ہے: ”وارتداد احد الزوجین فسخ عاجل“ (۶)

اور اگر وہ اکابرین وہابیہ و دیانہ کی تکفیر کا قائل ہو کر سوال میں مذکورہ افعال سے باز نہ آئے تو اسکی بیوی
اس سے خلع کر سکتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يَفْقِمََا حُلُودَ اللَّهِ فَلَاحُنَا حَ عَلَيْهِمَا فِيمَا
الْفَتْتِ بِهِ﴾ (۷) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جہد اشاعتی ہستی

۱۶ ربیعہ ۱۴۳۵ھ

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۲، ص: ۱۶ (۲) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۲، ص: ۴

(۳) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۲، ص: ۵۲۰ (۴) سورة الفتح، آیت: ۹

(۵) الفتاویٰ التاتارخانیہ، ج: ۲، ص: ۳۸۹ (۶) الدر المختار، ج: ۴، ص: ۲۷۲ (۷) سورة البقرہ آیت: ۲۲۹

مرگی کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد ارشد برکاتی صلیبی امرڈوبھا، سنت کبیر نگر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ
ایک شخص نے مرگی کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دیا تو طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ڈاکٹر حضرات کی تحقیق اور مشاہدے سے معلوم ہے کہ مرگی آنے کی حالت میں آدمی کی عقل زائل ہو جاتی ہے اور اسے کچھ بولنے کہنے کی بھی طاقت نہیں رہ جاتی ہے، آدمی ایسی حالت میں اگر کچھ بولے اور کوئی بات کہے تو شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”رفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستيقظ وعن الصبی حتی یبلغ وعن المعتوه حتی یعقل (۱)“
لہذا مرگی کی حالت میں دی ہوئی طلاق واقع نہیں ہوگی فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ولا يقع طلاق الصبی والمجنون والمدهوش هكذا فی فتح القدير وكذا لك المعتوه لا يقع طلاقه ایضا وهذا اذا كان فی حالة العته اه“ (۲)
اور فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”عقل زائل ہو جائے خبر نہ رہے کیا کہتا ہوں کیا زبان سے نکلتا ہے تو بے شک ایسی حالت کی طلاق ہرگز واقع نہ ہوگی“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ، جہد اشاہی، ہستی

۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۸۴

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الطلاق، ج: ۱، ص: ۳۵۳

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۳۰

جو بغیر حلالہ عورت کو اپنے پاس رکھے اس سے

دینی اور دنیوی تعلقات رکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ: از عہد اکرم، ہستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو تین طلاقیں دی۔ زید کو چاہئے تھا کہ حلالہ کرائے لیکن اس نے بلا حلالہ ہندہ کو رکھ لیا ہے اور اس سے اپنی بیوی جیسا برتاؤ کرتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید اور اس کے گھر والوں کے ساتھ دینی اور دنیوی تعلقات نیز زید کے یہاں کھانا پینا از روئے شرع کیسا ہے اور زید کے گھر میلا دخوانی کے لئے جانا کیسا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ والقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں زید سخت گنہگار، ظالم، جفاکار اور مستحق عذاب نار ہے اس پر لازم ہے کہ اس عورت سے فوراً جدا ہو جائے اور توبہ و استغفار کرے اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو اس کے یہاں کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا جملہ تعلقات ختم کر دیئے جائیں۔ زید کے گھر والے جو اس کے ساتھ رہتے، سہتے، کھاتے پیتے ہیں ان پر بھی علائقہ توبہ و استغفار لازم ہے ورنہ ان سے بھی تمام تعلقات ختم کر دیئے جائیں اور ان سب کا مکمل بایکٹ کر دیں۔

زید کے گھر میلا دخوانی کے لئے بھی ہرگز نہ جائیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿وَاَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۲۰/۲/۲۹ھ

لفظ طلاق ایک مرتبہ اور دیتا ہوں چھ مرتبہ کہنے سے کون سی طلاق واقع ہوگی

مسئلہ: از: منور حسین، مقام بھنگر ایرانی، پوسٹ لوکی، بڑا دودھارا ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی کو کہا کہ ”جائیں تجھے طلاق دیتا ہوں“ لفظ طلاق ایک مرتبہ زبان سے ادا کیا اور دیتا ہوں کا جملہ چھ مرتبہ کہا تو کیا ایسی صورت میں طلاق مغلطہ واقع ہو جائے گی کہ نہیں؟ شریعت مطہرہ کا جو حکم ہو بیان فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق مغلطہ واقع ہوگئی وہ عورت اب زید کے لئے بغیر حلالہ حلال نہیں ہو سکتی ہے، ایک مرتبہ لفظ طلاق دیتا ہوں کہہ کر چھ مرتبہ ”دیتا ہوں“ کا لفظ ادا کرنے سے طلاق مغلطہ واقع ہو جاتی ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ”اگر واقع میں ”تین باروی“ کا لفظ کہا تو اس پر فرض ہے کہ اسے چھوڑے اور بے حلالہ ہاتھ نہ لگائے اگر خلاف کرے گا مبتلائے زنا ہوگا اور مستحق عذاب شدید۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۱ شعبان المعظم، ۱۴۲۰ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد بیوی کے ساتھ مثل

سابق زندگی گزارنا چاہے تو کیا کرے؟

مسئلہ: از حمید اللہ، مقام اٹنی، پوسٹ بکسولی، کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اپنی بیوی سے کہا جہان کی بیٹی کو میں نے طلاق دیا، یہ جملہ دوبار کہا۔ اب زید مثل سابق زندگی گزارنا چاہتا ہے وہ کیا کرے؟ واضح ہو کہ زید کے خسر کا نام جہان ہے اور واقعہ مذکورہ کو ابھی ۲۲ یوم ہوئے ہیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں زید کی بیوی اگر زید کی مدخلہ ہے تو اس پر دو طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ اگر زید چاہے تو عدت کے اندر رجعت کر سکتا ہے۔ رجعت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ لفظ سے رجعت کرے اور رجعت پر دو عادل شخصوں کو گواہ بھی کر لے۔ اور اگر زید اپنی مطلقہ رجعیہ سے عدت گزرنے سے پہلے ہمبستری کر لے یا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لے تو بھی رجعت ثابت ہو جائے گی۔

اور اگر عدت کے اندر رجعت نہ کیا تو بعد عدت عورت کی رضا سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے، حلالہ کی ضرورت

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۵۹

نہیں۔ ہکذا فی فتاویٰ فیض الرسول۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

ارشوال المکتبہ المہدیہ ۱۴۲۲ھ

حالت نشہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ ۱۵: محمد ثمس الدین قادری چشتی عفی عنہ محلہ ہارہ گدی، قصبہ مہنداول، ضلع سڈت کیرنگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اتنا کافی شراب پی رکھی تھی کہ شراب کے نشہ میں بدمست تھا اور اسی بدمستی میں اپنی بیوی ہندہ سے سوالیہ جملہ میں کہا ”کیا میں تم کو طلاق دے دوں“ دو مرتبہ کہا، بیوی خاموش روتی رہی کچھ نہیں بولی، یہ مکان کے اندر کی بات ہے جس کے گواہ گھر کے بھی افراد ہیں۔ علاوہ ازیں کچھ دیر کے بعد گرتے پڑتے نشہ کی حالت میں باہر اپنے دروازہ پر آیا اور کہا کہ اگر طلاق میں کمی رہ گئی ہو تو طلاق، طلاق، طلاق، طلاق، متعدد بار کہا۔ پڑوس کے لوگوں نے سنا جن کا بیان الگ الگ حسب ذیل ہے۔

(۱) محمد رضا عرف زنگی نے کہا کہ صرف طلاق طلاق چلاتے رہے کئی بار۔

(۲) صغیر النساء زوجہ محمد ایوب نے کہا کہ باہر آنے کے بعد ایک مرتبہ کہا کہ طلاق دے رہا ہوں اور لفظ طلاق

کئی بار کہتے رہے، یہ بھی کہا کہ زید بے تحاشہ شراب پئے ہوا تھا اور نشہ کی گہری کیفیت میں طلاق، طلاق کا نام لے رہا تھا۔

زید کا بیان صبح نشہ اترنے کے بعد یہ ہے کہ میں کیوں طلاق دوں گا میری قطعی نیت طلاق کی نہیں ہے، رہا نشہ

میں تو مجھے معلوم نہیں کہ میں نے کیا کہا، مجھے مطلق ہوش و حواس نہیں تھا، جواب طلب امر یہ ہے کہ طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اگر واقع ہوئی تو کوئی طلاق، رجعی یا بائن یا مغلطہ، بینوا تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں زید نے نشہ کی حالت میں جب گھر سے باہر نکل کر یہ کہا کہ ”اگر طلاق میں کمی رہ گئی ہو تو

طلاق، طلاق طلاق، اس جملہ سے اس کی بیوی ہندہ پر تین طلاق پڑ گئیں اور وہ مغلطہ ہو کر زید کے نکاح سے اس طرح

نکل گئی کہ اب بغیر حلالہ کسی طرح اس کے لئے جائز و حلال نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ

بَعْدَ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (۱)

رہ گئی یہ بات کہ نشہ کی وجہ سے اس کے ہوش و حواس بجا نہیں تھے تو ایسی حالت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟
فقہائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس سلسلے میں تصریح فرمائی ہے کہ خود سے تازی یا شراب پینے سے نشہ
ہوا تو ایسے شخص کی طلاق واقع ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”حالت نشہ کی طلاق واقع ہے“ (۲)
فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”وطلاق السكران واقع اذا سکر من الخمر والنبيذ و هو مذهب
اصحابنا کذا فی المحیط“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

۳/ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ

خط کے ذریعہ طلاق دینے سے طلاق ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ از: معین الدین، موضع پر سا بزرگ، پوسٹ بکھر بھنڈا، ضلع مہراج گنج، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت اس مسئلہ میں کہ زید نے خط کے ذریعہ اپنی بیوی کو طلاق دیا، اس کا مضمون
اس طرح ہے:

خط زید کی طرف سے جارہا ہے پورے گھر والوں کو میرا سلام عرض ہو، آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے پاس
خط بھیجا تھا، آپ اس کا کوئی نتیجہ نکالیں، جو میں چاہتا ہوں آپ کو معلوم ہے۔ میں سوچ سمجھ کر جو کرنا تھا کر دیا، میں یہ
آخری خط دے رہا ہوں، آپ نہیں آئیں گے تو میں مجبور ہو کر (خلیقین) کو بائن دے رہا ہوں میں طلاق طلاق طلاق
آپ اپنا دیکھیں میں اپنا دیکھ رہا ہوں۔

نوٹ: اس خط میں جو خلیقین لکھا گیا ہے تو زید نے خلیقین اپنی بیوی کا نام سمجھ کر لکھا ہے جب کہ زید کی عورت
کا نام سلیمان ہے اور جب یہ خط لکھا گیا تو عورت حمل سے تھی اور یہ بات دو سال پہلے کی ہے تب سے وہ عورت اپنے
میکے میں ہے۔

اب زید اپنی بیوی کو لانا چاہتا ہے اور وہ عورت بھی آنا چاہتی ہے، علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ زید کا طلاق
ہوا کہ نہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں آگاہ فرمائیں۔

(۱) سورة البقرہ، آیت: ۲۲۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۵۴

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۸

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں زید کی بیوی پر تین طلاق مغلطہ ہو گئی۔ اب بغیر حلالہ اس کے لئے حلال نہیں ہے۔ زید نے اگرچہ نام غلط لکھا مگر مراد اپنی بیوی کو ہی لیا ہے اس لئے حکم طلاق نافذ ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”اذا سمي بغیر اسمها ولا نية له فی طلاق امرأته فان لوی طلاق امرأته فی هذه الوجوه طلقت امرأته كذا فی الذخيرة“ (۱) اسی طرح فتاویٰ رضویہ جلد پنجم ص ۶۰۵ پر امام اہل سنت سرکار علی حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے اور حالت حمل میں بھی طلاق پڑ جاتی ہے۔ کما فی عامة الكتب الفقهية.

اب اگر زید اسے پھر اپنے نکاح میں لانا چاہتا ہے تو وہ عورت دوسرے سے نکاح کرے اب وہ شوہر بعد و طی طلاق دے پھر عورت عدت کے دن گزرنے کے بعد شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتابت: محمد اختر حسین قادری

۳ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب حق و صواب: محمد شفیق الرحمن عفی عنہ

شادی کے بعد جو بیوی کو نہ لائے اور نہ ہی طلاق دے اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ: از عبد الواحد انصاری مقام دپوسٹ رمکرا ضلع سیٹا مڑھی بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے شادی کیا اور اس کے چار روز بعد لڑکی اپنے میکے چلی گئی تو زید کے دل میں کچھ فطور پیدا ہوا اور وہ کہنے لگا کہ میں اس لڑکی کو نہ ہی بلا کر اپنے گھر لاؤں گا اور نہ ہی اس کو طلاق دوں گا یوں ہی اس لڑکی کی زندگی گزر ادوں کا تا کہ وہ کسی قابل نہ رہے۔ اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اگر واقعی اس طرح کی حرکت کر رہا ہے تو وہ ظالم وجفا کار اور گناہ گار ہے بیوی کو بیچ ڈھنگ سے نہ رکھنا اور اسے طلاق بھی نہ دینا حرام و گناہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلْيَذْوَ بِهَا كَالْمُغْلَقَةِ﴾ (۲) زید پر لازم ہے کہ وہ یا تو اس لڑکی کو لے آئے یا طلاق دے دے اور اگر نہ اسے لے آتا ہے نہ طلاق دیتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے طلاق

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۵۸

(۲) سورة النساء، آیت: ۱۲۹

دینے یا لے جانے پر مجبور کریں اگر وہ نہ مانے اور کوئی وجہ معقولی بھی نہ بیان کرے تو سب مسلمان اس کا بایکاٹ کریں کہ وہ ظالم و ستم کر رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْعُدُوا عَنْ الْإِسْلَامِ فَتُؤْخَذَ بِكُم بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (۱) اور لڑکی تو بہر صورت طلاق حاصل کئے بغیر یا قاضی شریعت کے ذریعہ طلاق کے بغیر دوسرا نکاح ہرگز نہیں کر سکتی ہے۔

ہکذا فی فتاویٰ فیض الرسول۔ (۲) للفقہ المملہ المفتی جلال الدین احمد الامجدی علیہ الرحمۃ۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

صحیح الجواب: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

۲۶ ربیع الآخر ۱۴۲۱ھ

صحیح الجواب: محمد قمر عالم قادری

جس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے سنت کے طریقہ پر تین طلاق پھر پہلے طہر میں

رجعت کر لے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد رضا مقام رام نگر ضلع سیٹا مڑھی (بہار)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی سے کہا تجھے تین طلاق سنت کے طریقہ پر پھر زید نے پہلے ہی طہر میں رجعت کر لیا تو اب اس کے بعد والے دو طلاق واقع ہوں گے یا نہیں جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کی بیوی پر رجعت کے بعد بھی دونوں طلاق واقع ہو جائیں گی چنانچہ درمختار میں ہے:

”قال لموطوبة وهي حال كونها ممن تحيض انت طالق ثلاثا او التین للسنۃ وقع

عند كل طهر طلقۃ و تقع اولاه في طهر و طی فیہ (۲) یعنی کسی نے موطوءہ بیوی کو سنت کے مطابق دو یا تین طلاق دیں تو اگر عورت کو حیض آتا ہو تو ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہوگی جس میں پہلی طلاق ایسے طہر میں واقع ہوگی جس میں مرد نے بیوی سے طی نہ کی ہو۔

اور حضرت فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ: موطوءہ سے کہا تجھے سنت کے موافق دو یا

تین طلاقیں اگر اسے حیض آتا ہے تو ہر طہر میں ایک واقع ہوگی۔“ (۳)

(۲) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۶۳۴

(۱) مہر قالالعام، آیت: ۶۸

(۳) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۶۰

(۳) الدر المختار، ج: ۴، ص: ۴۳۷

اور حضرت فقیہ ملت مفتی حلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ اس طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ”اگر بالفرض رجعت بھی ہو جاتی تو وہ تین طلاقیں تین طہر میں بہر حال واقع ہوں گی“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۳۲۱ھ/۶/۲۸

کیا حالت نشہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد شمشاد برکاتی جماعت ثانیہ، دارالعلوم علیہ جہد اشاہی ہستی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے جو ان پڑھ کنوار ہے۔ شراب پی کر نشے کی حالت میں اپنی بیوی ہندہ کو جو گھر پر موجود نہیں تھی اس کا نام لے کر کئی مرتبہ طلاق کا لفظ دہرایا جب ہندہ کے گھر والوں کو لوگوں کے ذریعہ یہ اطلاع ملی تو ہندہ کے بھائی عمر نے اپنی بہن ہندہ سے جواب بھی زید کے پاس رہ رہی ہے فون کے ذریعہ پوچھا کہ کیا زید نے آپ کو طلاق طلاق کئی مرتبہ کہا ہے؟ تو ہندہ نے جواب میں کہا ہاں انہوں نے مجھے کئی مرتبہ طلاق طلاق کہا ہے اور جب خود زید سے پوچھا گیا تو اس نے کہا مجھے نہیں معلوم میں نے کہا ہے یا نہیں کہا ہے۔ حالاں کہ محلے کی ایک عورت نے کہا کہ خود سنا ہے زید نے ہندہ کا نام لے کر طلاق کا لفظ دہرایا ہے نشے کی حالت میں تو کیا ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر واقع ہوگی تو کون سی طلاق ہوگی۔ تفصیل سے تحریر فرمائیں اور نیز یہ بھی حکم تحریر فرمائیں کہ اب وہ رشتہ قائم رکھنے کے لئے کیا کرے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نشہ کی حالت میں بھی طلاق ہو جاتی ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”و طلاق السكران واقع اذا

سكر من الخمر والنبيذ هو مذهب اصحابنا رحمهم الله تعالى كذا في المحيط“ (۲)

لہذا زید نے اگر واقعی تین مرتبہ اپنی بیوی کو طلاق دی ہے تو تین طلاق مغلطہ ہوگئی اور بیوی زید کے لئے حرام ہوگئی۔ اگر اسے رکھنا چاہتا ہے تو حلالہ کے بعد نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔ حلالہ کی صورت یہ ہے کہ ہندہ عدت گزارنے کے بعد کسی مرد سے نکاح صحیح کرے اور یہ دوسرا شوہر اس سے ہمسری بھی کرے پھر اس شوہر کی موت یا طلاق کے بعد عدت

(۱) فتاویٰ لبعض الرسول، ج: ۲، ص: ۲۳۳

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۵۳

گزار کر زید سے نکاح کرے۔ حکمدا فی کتب الفقہ والفتاویٰ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۱ ربی الحجہ ۱۴۲۵ھ

غصہ میں، حالت حیض میں، ایک مجلس میں یونہی
فون پر طلاق دینے سے طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ ۱۴: عبدالرشید قادری نوری، بھوپال، ایم، پی

بخدمت شریف السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ دیگر احوال یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات عنایت
فرمائیں عین نوازش و کرم ہوگا۔

سوال (۱) مرد نے غصہ کی حالت میں دو گواہوں کے سامنے عورت کو تین طلاق دے دی تو کیا عورت کو طلاق
ہوگئی؟

سوال (۲) عورت حاملہ ہے مرد نے طلاق دے دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۳) عورت حیض و نفاس کی حالت میں ہے مرد نے عورت کو طلاق دے دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۴) مرد شرابی ہے شراب کے نشے میں مرد نے اپنی عورت سے کہا جا میں نے تجھے طلاق دی طلاق
دی طلاق دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۵) مرد نے ایک ہی نشست میں اپنی عورت کو تین بار طلاق طلاق طلاق کہا تو اس سے ایک طلاق
ہوئی یا تین طلاقیں ہوئیں؟

سوال (۶) مرد نے اپنی بیوی کو زبان سے تین طلاقیں دیں لیکن خط میں اس کو لکھ کر نہیں دیا تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۷) مرد نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق طلاق طلاق کہا لیکن کوئی مرد یا عورت گواہ نہیں ہے تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۸) مرد نے اپنی بیوی کو ٹیلی فون پر تین بار کہا کہ جا میں نے تجھے طلاق دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۹) مرد نے اپنی بیوی کو تین بار طلاق طلاق طلاق کہا لیکن بیوی نے نہیں سنا اور نہ کوئی گواہ ہے تو کیا

طلاق ہوگئی؟

سوال (۱۰) طلاق دیتے وقت عورت مرد کے علاوہ کوئی گواہ ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال (۱۱) مرد نے نابالغ بچے کے سامنے عورت کو طلاق دی تو کیا طلاق ہوگئی؟

سوال (۱۲) ایک عورت ۱۵ سال سے اپنے میکے میں بیٹھی ہے مرد نے طلاق نہیں دی ہے نہ اس کا طلاق

دینے کا ارادہ ہے ایسی حالت میں عورت کیا دوسرا نکاح کر سکتی ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

- (۱) خصہ کی حالت میں طلاق دینے سے بھی طلاق ہو جاتی ہے اسی طرح کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ”صورت مذکورہ میں تین طلاق واقع ہو گئیں۔ عورت بے طالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم
- (۲) حالت حمل میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے درمختار میں ہے: ”و حل طلاقہن ای الیسة والصغيرة والحامل“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم
- (۳) حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے مگر دے گا تو واقع ہو جائے گی یوں ہی نفاس میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۴) حالت نشہ میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”طلاق الکسوران واقع اذا سکر من الخمر والنبيذ و هو ملہب اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ کذا فی المحيط“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم
- (۵) ایک مجلس میں تین طلاق دینا ناجائز ہے لیکن اگر کسی نے دیا تو تینوں واقع ہو جائیں گی۔ کما فی عامة الكتب الفقہیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۶) لکھنا کوئی ضروری نہیں ہے زبان سے طلاق دی تو ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۷) وقوع طلاق کے لئے گواہ شرط نہیں لہذا بغیر گواہ کے بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۸) بذریعہ ٹیلی فون طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی جب کہ شوہر اس کا اقرار کرے ورنہ نہیں کہ النعمة تشبه النعمة الصوت يشبه الصوت۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۹) بیوی نہ بھی سنے اگر شوہر نے طلاق دی ہے تو واقع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۱۰) جواب نمبر ۷ دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۱۱) واقع ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۱۲) جب تک شوہر طلاق نہ دے اس وقت اس عورت کا کسی دوسرے سے نکاح کرنا حرام ہے۔ قال اللہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج ۵، ص: ۵۲۶

(۲) الدر المختار، ج ۲، ص: ۲۱۹

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج ۱، ص: ۳۳۱

تعالیٰ ﴿وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۱/رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

تین طلاق دینے کے بعد بیوی کو رکھنے کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: شاہد بی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں۔ عرض گزارش یہ ہے کہ میں شاہد بی منور خاں آپ حضرات سے درخواست کرتی ہوں کہ گھر میں میرے اور میرے شوہر کے بیچ نا اتفاقیاں آتی ہیں وہ نا انصافیاں ایسی ہیں کہ شریعت میرے خیال سے بہت جگہ رکھتی ہے اس لئے مجھ نا چیز کو آپ حضرات عالموں کی رائے لے کر بتائیں کہ ہم کس جگہ (میاں اور بیوی) رہیں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی جو ہمیں اس سوال کا صحیح جواب دے کر ہمیں گمراہ ہونے سے بچائیں۔

بات یہ ہے کہ میرے شوہر نے مجھے اس معنی کو دو سال ہوئے طلاق دیئے ہوئے اب وہ پھر بھی ہمیشہ آکر مجھے تکلیف دیتا ہے ہار ہار گھر پہ آکر میری کوئی گھریلو چیز توڑ پھوڑ کر جاتا ہے اور کبھی کبھار مجھے مار بھی لیا ہے طلاق دینے کی وجہ سے گھریلو جھگڑے میرے اور میرے دو لڑکے ہیں۔ ان کے ساتھ ایک جھگڑتے جھگڑتے اپنے جوش میں میرے دونوں لڑکوں کے ایک حافظ بھی میرے گھر میں رہتے تھے ان کے سامنے کئی بار طلاق کی بولی نکالی ہے اس کے باوجود میرے مابین رہا اور ایک ہی گھر میں رہنے بسنے لگے۔ اس کے باوجود پھر بھی ہر روز جھگڑتے رہتا تھا طلاق کی بولی بار بار نکالتا تھا کئی بار میرے بچوں نے بھی سنی اور جو ہمارے گھر پر میرے لڑکوں کے دوست حافظ جی رہتے تھے وہ بھی سنے ہیں اس کے باوجود میری بھالاج بھی اس بات کو آمنے سامنے سنی ہیں۔

آپ حضرات سے گزارش ہے کہ اتنا سب کچھ ہونے کے بعد کیا میں اس کے ساتھ رہ سکتی ہوں خدا کے لئے اس کا جلد سے جلد جواب دیں۔ آپ حضرات کی عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر یہ بیان سچ اور صحیح ہے تو آپ پر طلاق پڑ گئی۔ اب اگر آپ کے شوہر نے دو مرتبہ تک دی تھی اور پھر اپنے قول یا فعل سے رجعت نہیں کی حتیٰ کہ عدت بھی طم ہو گئی تو آپ اس کے نکاح سے بالکل کل گئیں اور بغیر نکاح حدید کے اس کے ساتھ رہنا حرام ہے اور اگر اس نے تین طلاق دی تھی تو آپ پر طلاق مغلطہ واقع

ہوگئی اب بغیر حلالہ شوہر اول کے ساتھ آپ کا نکاح ہرگز نہیں ہو سکتا ہے نہ آپ اس کے ساتھ رہ سکتی ہیں جب تک کہ نکاح جدید نہ ہو جائے۔ لفظہ تعالیٰ ﴿لَا تَحِلُّ لَكَ امْرَأَةٌ مِمَّا فَرَغْتَ مِنْ نِكَاحٍ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۹ مئی ۱۴۲۹ھ

کیا طلاق واقع ہونے کے لیے بیوی کو طلاق کے الفاظ سننا ضروری ہے؟

مسئلہ از: عبید اللہ بن عبد اللہ نقشبندی، موڈالہ ضلع ساہیوالہ سہجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ کو فون پر طلاق دی اور تین مرتبہ لفظ طلاق کہا اور اس کے بعد بھی رشتہ داروں کے سامنے اپنی ماں کے سر پر ہاتھ رکھ کر زید نے کہا میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور بازار و چوراہوں پر بھی کئی لوگوں سے زید نے کہا کہ لوگ تین طلاق دیتے ہیں میں نے چھ طلاق دی اور لڑکی یعنی ہندہ یہ کہہ رہی ہے کہ میں نے فون پر نہیں سنا تو اس مسئلہ کے بارے میں حکم شرع کیا ہوگا۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں انتہائی کرم و نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

طلاق واقع ہونے کے لئے زوجہ یا کسی دوسرے کا سننا ضروری نہیں ہے بس شوہر کا اپنی زبان سے الفاظ طلاق کا اتنی آواز سے کہنا ضروری ہے جو شوہر کے کان تک پہنچنے کے قابل ہو ایسا ہی درمختار کے حوالہ سے فتاویٰ رضویہ، ج: ۵، ص: ۶۱۹، پر مرقوم ہے۔ لہذا صورت مذکورہ میں ہندہ پر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی اور اب وہ زید کے لئے بغیر حلالہ حلال نہیں ہو سکتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿لَا تَحِلُّ لَكَ امْرَأَةٌ مِمَّا فَرَغْتَ مِنْ نِكَاحٍ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

(۲) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

کیا طلاق واقع ہونے کے لیے تحریر ضروری ہے؟

مسئلہ از: محمد زین العابدین نظامی، مقام بکھریا، ضلع بہتھی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ سے دو سال قبل قطع تعلق کر لیا ہندہ جب میکے آئی تو اس کے میکے والے جب زید کے گھر پہنچے اس سے پوچھنا چھ کی تو زید نے برجستہ کہا کہ میں اس کو طلاق دے چکا ہوں۔ اس کو میں نہیں رکھوں گا لیکن زید نے کوئی تحریر نہیں دی ہے اور زید نے دو سال سے اب تک خیریت حالات نہیں لی اب ہندہ کے میکے والے ہندہ کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی رو سے واضح طور پر جواب مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

طلاق واقع ہونے کے لئے تحریر ضروری نہیں ہے لہذا اگر واقعی زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق دی ہے تو ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی مدت گزر جانے کے بعد کسی بھی سنی صحیح العقیدہ سے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

کیا ڈرانے کے لیے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: عبید الرحمن، بہتھی، یوپی

زید کی بیوی نے مسلسل تین دن جھگڑا کیا۔ زید کے گھر والوں نے فون کر کے زید سے کہا کہ تمہاری بیوی لڑائی کر رہی ہے زید کو غصہ آ گیا وہ اپنی بیوی کو ڈرانے کے لئے ہندہ کے گھر والوں سے کہا کہ تمہاری بیوی ہندہ مسلسل تین دن سے جھگڑا کر رہی ہے میں اسے طلاق دیتا ہوں۔ ہندہ کے گھر والے آئے اور ہندہ کو لے کر چلے گئے اور کہہ رہے ہیں کہ ہندہ کو طلاق ہوگئی جبکہ زید نے ایسا کیا تو صرف ڈرانے کے لئے نہ کہ چھوڑنے کے لئے مجھے بتائیے کیا ہندہ کی طلاق ہوگئی۔ شریعت قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہوگئی ڈرانے و دھمکانے کی نیت سے دیا ہو یا کسی اور نیت سے کہا ہو کیونکہ صریح

طلاق کے لئے نیت کی ضرورت نہیں پڑتی۔ در مختار میں ہے: ”صریحہ کالت طالق بلفہ بھاوان لوی مغلطھا اولم ینو شیشا“ (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: ”طلاق جب بھی دی جائے واقع ہو جائے گی خواہ دھمکی مقصود ہو یا کچھ اور صریح لفظ محتاج نیت نہیں ہوتے۔ ان سے نیت کرے یا نہ کرے طلاق ہو جاتی ہے۔“ (۲)

پھر اگر صرف ایک مرتبہ طلاق دیا ہے جیسا کہ سوال نامہ میں تحریر ہے تو طلاق رجعی ہوگی عدت کے اندر بغیر نکاح اور بعد عدت نکاح جدید کر کے رکھ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

کیا ڈرا دھمکا کر طلاق لینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: شاہ محمد، مقام نہریا، پوسٹ: حسین نگر کھر کور پور، ضلع کوٹلا (پوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ہندہ سے شادی کی تھی اور ہندہ سے ایک لڑکی اور ایک لڑکا ہے پھر بعد میں زید نے نوب سے نکاح کیا اور اس کے بعد ہندہ اور اس کے بچوں کا خرچ نہیں دیتا اور نہ ہی حق زوجیت ادا کرتا ہے۔ ہندہ کا خرچ اس کا باپ چلاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے ہندہ کو طلاق دے رہا ہے اور نہ ہی اس کو اپنی زوجیت میں رکھ رہا ہے تو کیا کورٹ کے ذریعہ جبراً اس کو کورٹ میں لے جا کر طلاق دلوائی جائے تو کیا یہ طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔ نیز زید نے ہندہ کے نام کئی لاکھ کی زمین بیعت نامہ کر دی تھی تو بعد طلاق کیا ہندہ پر زمین کا لوٹانا ہے کہ نہیں۔ اگر نہ لوٹائے تو شرعاً مواخذہ ہوگا یا نہیں۔ نیز عورت کا کہنا ہے کہ زید ایک دن گھر آیا اور اس نے اس وقت دو طلاق دیے جب کہ گھر میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا مگر زید انکار کر رہا ہے کہ میں نے طلاق نہیں دی ہے اور عورت قسم کھاتی ہے کہ دو طلاق دیا ہے لیکن اس کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے تو کیا شرعاً طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب تحریر فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام

(۱) الدر المنثور، کتاب الطلاق، ج: ۴، ص: ۳۳۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۳۷

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کو کورٹ میں لے جا کر ڈراڈھکا کر طلاق دلوانے سے بھی طلاق ہو جائے گی۔ ہدایہ میں ہے: ”طلاق

المکروہ واقع“ (۱) در مختار میں ہے: ”ویقع طلاق کل زوج ولو مکروہا“ (۲) -

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”طلاق اگر زبان سے دے کیسے ہی جبر و اکراہ سے دی ہو جائے گی“ (۳)

اور زید نے جو زمین ہندہ کے نام بیعتنامہ کی وہ ہندہ کے لئے ہیہ ہے۔ اگر ہندہ کا اس پر قبضہ حاصل ہو گیا تو وہ

زمین ہندہ کی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”بیعتنامہ مذکورہ کے نام لکھانا زوجہ

کے لئے ہیہ ہے کہ بے قبضہ تمام نہیں ہو سکتا“ (۴)

اور جب وہ زمین ہندہ کی ہوئی تو طلاق کے بعد زید کو نہ لوٹانے میں شرعاً کوئی مواخذہ نہیں اور اگر زید نے

واقعی طلاق دی ہے اور ہندہ کو یقین ہے کہ زید نے اسے طلاق دی ہے مگر گواہ نہیں اور زید انکار کرتا ہے تو عورت کی قسم

فصول ہے مگر پھر بھی اس پر لازم ہے کہ جس طرح ممکن ہو زید سے چھٹکارا حاصل کرے۔ واللہ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۴ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

حرام کار عورت کو طلاق دے یا کیا کرے؟

مسئلہ از: محمد اورنگ زیب، سواری ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہندہ اپنے سرال میں

ہے اور اس کا شوہر پردیس میں وہاں سے اس کا شوہر ہندہ سے کہا آپ جو شریعت کے خلاف قدم اٹھا رہی ہیں اور یہ

زنا کے قریب ہے۔ لہذا آپ غلط حرکت سے باز آجاؤ تو ہندہ نے اس بات سے صاف انکار کر دیا اور کہتی ہے ایسا کچھ

بھی نہیں جو آپ سوچ رہے ہیں تو شوہر اتنا سن کر پردیس سے واپس آ گیا اور اپنی بیوی سے کہا آپ صحیح بتائیے کہ آپ

نے جس سے زنا کیا ہے وہ اس حرکت کو قبول کر لیا ہے اور کہا میں نے ایسا کیا ہے اتنا سن کر ہندہ شرمندہ ہو کر اس نا زیبا

(۱) الہدایۃ، ج: ۲، ص: ۳۵۸

(۲) المرالمختار مع ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۴۲۱

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۳۲

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۸، ص: ۱۰۰

حرکت کو قبول کر لی اور کہا میں نے تمہارے بھائی کے ساتھ دنا کیا ہے۔ اس صورت میں شوہر کیا کرے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حرام کار عورت کو طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ طلاق دینا مستحب ہے۔ درمختار میں ہے: ”ہل یتستحب لو مودبة او تاركة صلاة غاية (۱)“

رد المحتار میں ہے: ”الظاهر ان ترک الفرائض غیر الصلوة كالصلوة۔“ (۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”چوں نفل وارث کا ب چیزے از محرمات ثابت شود طلاق مستحب کرد۔“ (۳)

البتہ ایسی عورت کو طلاق دینا واجب نہیں ہے تو شوہر کو اختیار ہے وہ رکھے یا طلاق دے دے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”انما واجب نیست اگر شوئے دادن نحو اہد ہدفی الدر المختار لا یحب علی الزوج تطلیق الفاجرة“ (۴) لہذا ہندہ کا شوہر اگر چاہے تو اسے رکھے یا طلاق دے دے دونوں کا اختیار ہے ہاں طلاق دے دینا بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۱۲ جمادی الآخر ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

طلاق دینے میں شک ہو تو

مسئلہ از: قریش احمد صدیقی۔

حضور کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ پر کہ زید نے اپنی بیوی ’کنیز‘ کو غصہ میں ایک سادے کاغذ پر طلاق لکھ کر دے دیا اور کہا کہ جاؤ تمہارے گھر والے اچھی جگہ تمہاری شادی کر دیں گے۔ کنیز جاہل تھی اس لئے وہ کاغذ لے کر ایک نابالغ بچی کے پاس گئی اور اس سے پڑھوایا کہ دیکھو اس میں کیا لکھا ہے تو اس نے طلاق ہی بتایا۔ تقریباً دس سال کا عرصہ گزر گیا دونوں لوگ شوہر اور بیوی کی طرح رہ رہے ہیں۔ زید پوچھنے پر کہتا ہے مجھ کو یاد نہیں ہے لیکن اس کی بات سے لگتا ہے کہ اس نے طلاق لکھ دیا ہے کنیز نے اسی دن وہ کاغذ کاٹ کر اچھیک دیا۔ آج اس کو شوہر کے ساتھ رہنے

(۱) اللوامختار مع ردالمحتار، ج: ۲، ص: ۴۱۶

(۲) حوالہ سابق

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۵۹۹

(۴) حوالہ سابق

کی غلطی کرنے کا احساس ہو رہا ہے اس کے بعد اگر بچہ پیدا ہوا ہو یا دونوں کا ساتھ میں رہنا کیسا ہے۔ دونوں کو یہ بھی یاد نہیں کہ طلاق کتنی بار لکھا گیا تھا برائے کرم تحریر فرما کر مہربانی کریں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید اس طلاق نامہ سے مطلقاً انکار نہیں کرتا ہے اور کنیز کو اعتماد و وثوق ہے کہ زید نے اسے طلاق لکھ کر دیا ہے تو وہ اس تحریر پر عمل کر سکتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”اگر عورت کو وثوق ہے کہ یہ خط اسی کا ہے تو جب تک وہ انکار نہ کرے اس پر کاربندی کر سکتی ہے۔“ (۱)

یہ بات کہ کتنی بار طلاق واقع ہوگی اس میں تفصیل ہے اگر اس میں شک ہے کہ ایک دی ہے یا زیادہ تو قضاء ایک طلاق کا حکم ہوگا اور اگر کسی طرف گمان غالب ہے تو اسی کا اعتبار ہوگا چنانچہ امام اجل علامہ علاء الدین حصکلی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”ولو شک اطلق واحداً او اکثر بنی علی الاقل“ (۲) اسی کے تحت رد المحتار میں ہے: ”ای کما ذکرہ الا سیبجاہی الا ان یتیقن بالاكثر او یکون اکبر ظنہ.“ (۳)

اور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں اگر اس میں شک ہے کہ ایک ہے یا زیادہ تو قضاء ایک ہے دیانہ زیادہ اور اگر کسی طرف غالب گمان ہے تو اس کا اعتبار ہے۔“ (۴)

صورت مذکورہ میں اگر کنیز یا زید کو شک ہے کہ ایک مرتبہ طلاق لکھا تھا یا زیادہ تو ایک طلاق مانی جائے گی اور جب عدت کے اندر زید و کنیز میاں بیوی کی طرح رہنے لگے تو رجعت ثابت ہوگئی اور دونوں بدستور میاں بیوی رہیں گے۔

اور اگر ظن غالب یہ ہے کہ ایک طلاق سے زیادہ لکھا تھا تو اگر دو طلاق کا غالب گمان ہے تو دو طلاق ہوگی اور ایسی صورت میں اگر عدت کے اندر دونوں میاں بیوی کی طرح رہنے لگے تو بھی رجعت ہوگئی اور اگر عدت کے اندر پہلی اور دوسری صورت میں رجعت نہیں ہوئی تھی تو کنیز زید کے نکاح سے نکل گئی اور پھر جو کچھ تعلقات زوجیت قائم ہوئے سب ناجائز و حرام ہوئے اگر اولاد ہوئی تو حرام کی ہوئی۔ دونوں پر لازم ہوگا کہ فوراً جدا ہو جائیں اور صدق دل سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں توبہ کریں پھر اگر ساتھ رہنا چاہیں تو جدید مہر پر نکاح کر کے رہ سکتے ہیں اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ تین طلاق لکھا تھا تو اب طلاق مغلطہ ہوگئی اور اس درمیان جو کچھ تعلقات زوجیت قائم ہوئے سب حرام و گناہ ہوئے اگر بچے

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۵۱۔

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۵۳۔

(۳) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۵۳۔

(۴) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۱۸۔

ہوئے تو ولد اخرا ہوتے۔ زید و کنیز پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور توبہ و استغفار کریں پھر اگر دونوں ساتھ رہنا چاہیں تو طلاق کرنے کے بعد جدید نکاح کر کے رہ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ جمادی الاخرہ ۱۴۳۱ھ

کیا وکیل کے طلاق لکھ دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: امام سعید تیواری پور، پوسٹ بمیلا ہنڈیا ضلع الہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی بیوی ہندہ نے بغیر زید کی اجازت کے زید کے روپے کو اپنے بھائیوں کو دے دیا اور ہندہ کے بھائیوں نے جو روپیہ اپنی بہن سے لیا ان روپیوں کو واپس نہیں دیا جس کی وجہ سے زید اور ہندہ میں کافی اختلاف پیدا ہو گیا۔ بات اتنی بڑھ گئی کہ بات طلاق تک آ پہنچی لوگ اس معاملہ کو لے کر تحصیل کے ایک وکیل کے پاس گئے اور وکیل نے طلاق نامہ ایک اسٹامپ پیپر پر لکھ دیا لیکن زید نے طلاق کا لفظ استعمال نہیں کیا اور نہ ہی وکیل کے لکھے ہوئے طلاق نامہ پر دستخط کئے۔

اب لوگوں کا یہ کہنا کہ وکیل نے طلاق نامہ لکھ دیا ہے اس لئے طلاق واقع ہو گئی ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بغیر طلاق کا لفظ زبان سے نکالے ہوئے اور بغیر طلاق نامہ پر دستخط کئے ہوئے کیا طلاق واقع ہو سکتی ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت کریں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید نے صراحۃً یا دلالتاً کسی طرح سے بھی طلاق نامہ پر اپنی اجازت ظاہر نہ کی تو محض وکیل کے لکھنے سے زید کی بیوی پر طلاق ہرگز نہیں پڑے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿بِیَدِیْهِ عَقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۱) یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے اور فرمان رسول پاک ہے: ”الطلاق لمن اخذ بالساق“ (۲) طلاق کا حق شوہر کو ہے۔ واللہ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب حق و صواب: محمد قمر عالم قادری

۱۹ ذیقعدہ ۱۴۲۹ھ

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۳۷

(۲) مسنن ابن ماجہ، ص: ۱۵۲

بیوی طلاق کا دعویٰ کرے اور شوہر انکار کرے تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ دارالعلوم علیہ ہمد اشاہی بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے ہنجایت میں دعویٰ کیا کہ میرے شوہر بکر نے مجھے دو سال قبل طلاق دے دی ہے جب کہ اس کے شوہر سے پوچھا گیا تو وہ جواب دیا ایسی کوئی بات میں نے نہیں کہی میں قسم کھانے کو تیار ہوں اور ہندہ کے پاس کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا طلاق واقع ہوئی یا نہیں برائے مہربانی مفصل جواب عطا فرمائیں عین نوازش و کرم ہوگا۔ بینو الوجروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جب تک دو عادل گواہوں کے ذریعہ ہندہ کو اس کے شوہر بکر کا طلاق دینا متحقق اور ثابت نہ ہو جائے صرف ہندہ کے بیان سے عندالشرع طلاق ثابت نہ ہوگی ہاں اگر بکر نے واقع میں طلاق دی ہے اور اب جھوٹ انکار کرتا ہے تو اس کا وبال اور سخت عذاب و گناہ اس پر ہے البتہ اگر ہندہ کو یقین ہو کہ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہے تو وہ ہر ممکن کوشش سے چھٹکارہ حاصل کرے اور شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ دے۔ ایسا ہی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ (۱) میں رقم فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ

شوہر کو اگر مرگی آتی ہو تو اس سے طلاق کا مطالبہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ آس محمد مدرسہ اہل سنت انوار العلوم پوسٹ: کونہرا تکیوڑیا ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ خالد جس کی شادی تقریباً تین سال پہلے ہوئی جس کو مرگی کی بیماری ہے جو سال میں کبھی کبھار ہوتی ہے۔ اب لڑکی والے خاص کر اس کا بڑا بھائی طلاق لینے پر بڑا زور دے رہا ہے لڑکی بھی آنے کے لئے راضی تھی لیکن ادھر تقریباً تین مہینے سے آنے سے انکار کر رہی ہے اس لئے کہ اس کا بڑا بھائی کہتا ہے کہ اگر کچھ ہو جائے تو ہم لوگ ذمہ دار نہیں ہوں گے۔ عرض یہ ہے کہ ایسی صورت میں لڑکے پر طلاق دینا ضروری یا لڑکی والوں کا طلاق کا مطالبہ شرعاً درست ہے یا نہیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر خالد اپنی بیوی سے صحبت کر سکتا ہے اور اس کے ادائے حق پر قدرت رکھتا ہے تو اس پر طلاق دینا ضروری نہیں اور عورت اس سے جدائی اختیار نہیں کر سکتی ہے۔ علامہ علاء الدین حنفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”لا یفسد احد الزوجین بعیب الآخر و لو فاحشا کجنون و جلام و برص اھ (۱)“

یعنی زن و شوہر میں سے کسی کو دوسرے کے عیب کی بنا پر مثلاً کوڑھ برص دیوانگی وغیرہ فتح کا اختیار نہیں ہے، اور لڑکی کے گھر والوں کا مطالبہ طلاق درست نہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں: ”لیس منا من عیب امراة علی زوجها“ (۲) یعنی ہمارے گروہ سے نہیں جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب حق و صواب: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۹ رجب المرجب ۱۴۲۹ھ

کیا شوہر جس وقت طلاق کا اقرار کرے اس وقت سے طلاق کا حکم ہوگا؟

مسئلہ از: محمد بشیر گندھریانیفی ہستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ شاکرہ بیوی کی رہنے والی کی شادی ممبئی مہاراشٹر میں ہوئی۔ شاکرہ اپنی سسرال میں سخت بیمار پڑی اس کے گھر والوں کی توجہ نہ کرنے کی وجہ سے شاکرہ نے اپنے دادا کو بلوایا جنہوں نے ممبئی پہنچ کر حسب استطاعت بھرپور علاج کروایا بعدہ شاکرہ کے گھر والوں اور میکے والوں کے درمیان شاکرہ کے دوا علاج کے سلسلے میں سخت ٹھکرار ہوئی اور شاکرہ اپنے میکے والوں کے ساتھ میکے آگئی۔ بعدہ میکے والوں نے شاکرہ کی سسرال والوں پر خرچ کا دعویٰ کر دیا۔ تقریباً تین سال ہوئے اور اب تک مقدمہ چل رہا ہے۔ خرچ دینے سے بچت کے لئے شاکرہ کے مقدمے میں جواب لگایا ہے کہ ”مخالف پارٹی“ کے ذریعہ فروری ۲۰۰۶ء میں ہی تین طلاق دے دیا ہے اور تب سے وہ طلاق شدہ ہے۔

صورت مذکورہ بالا میں طلاق پڑی کہ نہیں اور اگر طلاق پڑ گئی تو ۲۰۰۶ء سے طلاق پڑی یا جواب لگانے کی تاریخ میں طلاق پڑی، ساتھ میں اس کے جواب کا فوٹو کاپی اور خاص جملوں کی تفصیل بھی حاضر ہے۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۵۹۷

(۲) سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۲۹۶

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شا کرہ کے شوہر نے جس وقت طلاق کا اقرار کیا اس وقت سے طلاق واقع ہوگی اس کی ذکر کردہ گزشتہ ماہ فروری ۲۰۰۶ء کی مدت کا اعتبار نہیں امام اجل علامہ علاء الدین حاکمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”لواقرب بطلانها من لزمان ماض فان الفتوى اليها من وقت الاقرار مطلقا نفيا لعمدة المواضع“ (۱) یعنی اگر گزرے زمانہ میں کسی وقت کی طلاق کا اقرار کیا تو وقت اقرار سے طلاق کا فتویٰ ہے تاکہ زوجین کو ناجائز سمجھوتے کی تہمت نہ لگ سکے۔ شا کرہ کو اقرار طلاق کے وقت تک کا نفقہ دلایا جائے گا اور اس وقت اقرار سے مطلقہ مانی جائے گی اور پھر وقوع طلاق کے وقت سے عدت مکمل ہونے تک کا نفقہ پائے گی۔ البتہ اگر شا کرہ یہ تسلیم کر لے کہ اتنے پہلے طلاق واقع ہوگئی اور عدت گزر چکی ہے تو اب نفقہ واجب نہ ہوگا۔ مگر طلاق بہر حال اقرار طلاق کے وقت سے واقع ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لو ان رجلا قدمته امرأته الى القاضي فطالبته بالنفقة وقال الرجل للقاضي كنت طلقته منذ سنة وانقضت عدتها وحجبت الطلاق لا يقبل قوله فان شهد شاهدان بذلك والقاضي لا يعرفهما فانه يأمره بالنفقة عليها فان عدلت الشهود واقرت انها حاضت ثلث حيض في هذه السنة فلا نفقة لها عليها.“ (۲)

در مختار میں ہے: ”لكن ان كذبته في الاسناد او قالت لا ادري وجبت العدة من وقت الاقرار ولها النفقة والسكنى وان صدقت فكذلك غير انه لا نفقة ولا سكنى لقبول قولها على نفسها“ (۳) اور ایسا ہی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ شوال المکرم ۱۴۲۹ھ

(۱) الدر المختار مع الشامی، ج: ۲، ص: ۶۱۰

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۵۵۹

(۳) الدر المختار مع الشامی، ج: ۲، ص: ۶۱۰

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۰۴

کسی شرط پر طلاق معلق کرنے کا حکم

مسئلہ ای: محمد عبداللہ محمد ابوالکلام، اگر پورے سید رہا چکے ہوں، بہار

اللہ اور اس کے رسول کو حاضر و ناظر جان کر میں محمد حبیب اللہ عرف راجی، محمد احمد اللہ عرف راجا، محمد حمزہ اللہ عرف جونی، محمد رحمت اللہ عرف جواہر، محمد نعمت اللہ عرف ہیرا یہ قسم کھاتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف جب جب اور جہاں کہیں بھی نکاح کریں تو فوراً تین طلاق مغلطہ واقع ہو جائے گی اور آج مورخہ ۱۰/۱۰/۲۵ کے بعد اگر کسی نے ہم لوگوں میں سے کسی سے بھی نکاح کے متعلق دوسرے کسی بھی مضمون پر اگر دستخط کرائے تو وہ بھی والدین کی مرضی و رضامندی کے بغیر غیر معتبر ہوگا۔ ہم لوگ اس پورے مضمون کو خوب اچھی طرح پڑھ اور سمجھ کر اپنی رضامندی کے ثبوت کے لئے دستخط کرتے ہیں۔

(۱) محمد حبیب اللہ (۲) محمد احمد اللہ (۳) محمد حمزہ اللہ (۴) محمد رحمت اللہ (۵) محمد نعمت اللہ

گواہ: (۱) محمد شاہ جہاں اشرفی (۲) محمد عبداللہ (۳) اشکاب عالم (۴) محمد سیف اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین کہ پشت پر تحریر کردہ مضمون کو پڑھ سمجھ کر ثبوت کے لئے دستخط کرنے والے لڑکوں میں سے کسی نے اگر اپنی مرضی سے خفیہ شادی کر لی تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ بیٹو! تو جو رو

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں ان لڑکوں میں سے جو بھی والدین کی مرضی کے خلاف جب بھی نکاح کرے گا یا نکاح کے لئے اپنا وکیل بنائے گا فوراً طلاق مغلطہ واقع ہو جائے گی۔ ہدایہ میں ہے ”واذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط“ (۱)

یعنی اگر طلاق کو کسی شرط پر معلق کیا تو شرط کے تحقق کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

کیا بغیر اضافت طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ ۱۷: چاند خاں ماسٹی وارڈ مہرے تحصیل و ضلع کوردھا جھٹیس گڑھ

بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم

بعد سلام عرض ہے کہ میں چاند خاں ولد شیر خان ساکن کوردھا عمر ۳۲ سال کچھ ماہ قبل ایک ہندو لڑکی درشا بخشی کے ساتھ اسے مذہب اسلام قبول کرا کر مسلم جماعت کوردھا کے سامنے نکاح کیا۔ اس وقت وہ حمل سے تھی بعد میں لڑکا ہوا ہے، نکاح کے کچھ دنوں بعد اس خاتون کے والد کے ذریعے مسلم پنچایت کے دس پندرہ لوگوں کو لے کر میرے گھر آ کر مجھ سے بحث و مباحثہ کیا جانے لگا، اسی بیچ لڑکی کے والد کے درمیان تکرار اتنی بڑھ گئی کہ غصہ سے میرے گھر سے نکلے ہوئے سامنے بیٹھے ہوئے خاتون کے والد کو ڈرانے کے لئے بولا کہ خدا کو حاضر و ناظر جان کر طلاق، طلاق، طلاق ایک سانس میں۔ جس وقت میں یہ لفظ کہا تو اس وقت وہ خاتون اس کمرے کے باہر دروازہ کے پاس کھڑی تھی، میرے ذریعے اس خاتون کی جانب نہ کوئی اشارہ کیا گیا اور نہ ہی میری نیت اس خاتون کو طلاق دینے کی تھی، میں تو صرف اس خاتون کے والد کو جو غیر قوم کا ہے اس کو ڈرا کر تکرار روکنا چاہتا تھا۔

(۱) کیا ایسی حالت میں طلاق مانی جائے گی؟

(۲) اس خاتون اور بچے کو میں اپنے ساتھ رکھ کر باقی زندگی خدائے تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستہ پر گزارنا

چاہتا ہوں۔ کیا یہ صحیح و مناسب ہوگا یا نہیں؟

برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب جلد از جلد مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) طلاق واقع ہونے کے لئے اضافت و نسبت ضروری ہے اگر طلاق میں اضافت بالکل نہ ہو نہ لفظ میں نہ

نیت میں تو طلاق نہیں ہوگی۔ چنانچہ ثاویلی مالگیری میں ہے: ”سکران ہربت منه امرأۃ فبعها ولم یظفر بها

لقال بالفارسیۃ بسمہ طلاق ان قال عیت امرأتی بقیع و ان لم یسوشینا لا یقع“ (۱)

اور در مختار میں ہے: ”لم یقع بقرکہ الاضالۃ الیہا“ (۲)

اور امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”دریں سخن اضافت ہونے کی غیبت اگر در دل ہم قصد

(۱) الفاروی العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۸۲

(۲) الدر المختار، ج: ۱، ص: ۲۲۷

اضافت نہ کردہ باشد قطعاً طلاق نیست“ (۱) اور صدر الشریعہ علامہ مفتی احمد علی صاحب قدس سرہ رقم فرماتے ہیں: ”عورت کا نہ نام لیا نہ اس کی طرف اشارہ کیا کہ اسے طلاق یا تجھ کو طلاق دی تو یہ اضافت سے خالی ہے اور حکم وقوع طلاق کے لئے اضافت ضروری ہے، ”کما فی الخالیۃ وغیرہ“ (۲) اگر آپ کا مذکورہ بیان صحیح ہے کہ نہ عورت کا نام لیا نہ اس کی طرف اشارہ کیا اور نہ نیت طلاق کی تھی تو ایسی صورت میں طلاق نہیں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مناسب و بہتر ہوگا قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (۳) لیکن اگر قبل نکاح آپ نے اس کے ساتھ ناجائز تعلقات رکھا تھا تو صدق دل سے توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۸ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

کیا حلالہ میں وطی کرنا ضروری ہے؟

مسئلہ از: سید ریاض حسین، شاہ بخاری، ساکن سوکڑ درہال، ملکان، ضلع راجوری، جموں و کشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے عورت کو طلاق دیا، معززین محلہ نے بچوں کا کھانا وغیرہ پکانے کے لئے عورت کو اسی آدمی کے گھر الگ کمرہ دلوایا جس میں وہ رہائش پذیر ہوئی، تقریباً دو سال اسی کمرے میں رہن سہن کرتی رہی۔ اس کے بعد وہ دوبارہ نکاح کرنا چاہتا تھا۔ معززین محلہ نے فیصلہ کیا کہ شریعت مطہرہ کی جانب سے یہ حکم صادر ہوتا ہے کہ دوبارہ نکاح کے لئے ضروری ہے کہ اس عورت کا کسی دوسرے شخص سے نکاح کروایا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس عورت کا نکاح ایک دوسرے شخص کے ساتھ کروادیا گیا، جس شخص کے ساتھ نکاح کروایا اس نے عورت کی جانب بیوی کی حیثیت سے توجہ نہیں دی، ایسے ہی طلاق دے دی، اس کا پہلا شوہر معلوم ہونے کے باوجود کہ دوسرا شخص جس کے ساتھ نکاح کروایا تھا اس نے عورت کو بیوی کی حیثیت سے نہیں رکھا، تین سال سے نکاح کر کے بے سار ہا ہے۔

(۱) حضور والا سے یہ دریافت کرنا ہے کہ شریعت مطہرہ اس شخص کے لئے کیا حکم صادر و نافذ کرتی ہے جو بغیر حلالہ کے عورت کو گھر بسائے (۲) یہ کہ اس شخص کے لئے شریعت مطہرہ کی طرف سے کیا حکم ہے جس کے ساتھ حلالہ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۵، مطبوعہ رضاء اکیڈمی ممبئی

(۲) الفتاویٰ امجدیہ، ج: ۲، ص: ۲۳۲

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۹

کے لئے نکاح کروایا گیا تھا، اس عورت کو بیوی کی حیثیت سے نہیں دیکھا ایسے ہی طلاق دے دی (۳) وہ لوگ جنہوں نے یہ معاملہ معلوم ہونے کے باوجود نکاح کروایا ہے ان کے لئے شریعت مطہرہ کیا حکم فرماتی ہے؟
”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق مغلظہ دے دی تو وہ عورت اس مرد کے لئے حرام ہوگئی اور اب بغیر حلالہ اس کے لئے حلال نہیں ہو سکتی ہے۔ حلالہ میں شوہر ثانی کا وطی کرنا بھی ضروری ہے بغیر وطی ہرگز ہرگز حلالہ صحیح نہیں ہوگا۔ اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۱) اس آیت کریمہ کے تحت جلالین شریف میں ہے: فلا تحل له من بعد الطلقة الثالثة حتى تنكح تنزوج زوجا غيره ويطأها كما في الحديث رواه الشيخان (۲) اور علامہ قاضی بیضاوی رقمطراز ہیں: ”اتفق الجمهور على انه لا بد من الاصابة (ای الوطی) لما روی ان امرأة رفاعة قالت (الی قوله) قال عليه السلام لا حتى تذوقی عسیلته ویدوق عسیلتک (۳)

اور فتاویٰ انگیری میں ہے: ”ان كان الطلاق ثلاثا لم تحل له حتى تنكح زوجا غيره نکاحا صحيحا يدخل بهائم يطلقها او يموت عنها كذا في الهدية“ (۴)

ان تمام تفصیلات سے واضح ہے کہ حلالہ میں شوہر ثانی کا وطی کرنا لازم ہے۔ اگر بغیر وطی طلاق دے دیا تو حلالہ درست نہیں ہوا۔ اور وہ عورت شوہر اول کے لئے ہرگز حلال نہ ہوئی، لہذا شخص مذکور کا بغیر حلالہ اس عورت کو اپنے نکاح میں لانا ناجائز و حرام ہے، اس پر لازم ہے کہ فوراً اس عورت کو جدا کر دے اور اپنی حرام کاری سے باز آ کر علانیہ توبہ واستغفار کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو ٹھیک ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور اس کے ساتھ نشست و برخاست، سلام و کلام سب بند کر دیں۔ اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی گناہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) شوہر اپنی بیوی کو بے وطی کئے بھی طلاق دے سکتا ہے لہذا شخص مذکور پر شرعاً کوئی الزام نہیں ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

(۱) سورة البقرة، آیت: ۲۳۰

(۲) تفسیر الجلالین، ص: ۳۵

(۳) التفسیر للبیضاوی، ص: ۱۵۱

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۴۳۱

(۵) سورة الانعام، آیت: ۶۸

(۳) وہ سب کے سب زنا کے دلال سخت فاسق و فاجر حرام کار مستحق نار و لائق غضب جبار ہیں۔ ان پر علانیہ توبہ و استغفار لازم ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو مسلمان ان کا بھی سماجی بائیکاٹ کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ

طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے

مسئلہ از: شیر محمد موضع تینواں پوسٹ گور ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ کا عقد زید سے ہوا اور ہندہ کچھ عرصہ اپنے سرال میں تھی۔ زید و ہندہ کے درمیان نا اتفاقی ہوئی جس سے ہندہ اپنے میکے چلی آئی۔ چند دن بعد زید اپنے والد کے ساتھ ہندہ کے گھر آیا اور زید نے ایک پرچہ ہندہ کے والد کو دیا۔ ہندہ کے والد دوسرے آدمی سے پڑھوائے تو اس نے کہا کہ ہندہ کی طلاق لکھی ہوئی ہے تو زید اس وقت چپ تھا۔ اس طرح پانچ سال گزر گئے اب زید کا کہنا ہے کہ میں نے ہندہ کو طلاق نہیں دیا ہے اور مجھے معلوم بھی نہیں کہ اس پرچہ میں کیا لکھا گیا تھا اور زید کا باپ بھی کہہ رہا ہے کہ میں اپنی مرضی سے طلاق نامہ دوسرے آدمی سے لکھوایا ہوں جب کہ اس پرچہ میں تین بار طلاق لکھا ہوا ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں اور اگر طلاق ہوئی تو ہندہ ایام عدت پوری کرے گی یا نہیں اور زید کے لئے کس طرح جائز ہوگی۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا تو جو روا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید نے واقعی اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی تھی اور نہ ہی اس کے کہنے سے اس کے والد نے طلاق نامہ تیار کیا تھا تو محض اس کے والد کے لکھ دینے سے طلاق واقع نہ ہوئی کہ طلاق دینے کا حق اور اختیار صرف شوہر کو ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿يَبْدُوهُ عُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۱) اس لئے زید کو دوبارہ نکاح کی بھی ضرورت نہیں ہے ہندہ بدستور زید کی بیوی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

کیا اقرار طلاق سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد رفیق باندہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے اپنی مدخولہ بیوی کو طلاق دیا اس وقت اس کا لڑکا، بیوی بہو موجود تھے زید سے علماء نے پوچھا تو بیان دیا کہ مجھے یاد نہیں کہ کتنی بار دو یا دو بار یا تین بار لڑکا دو طلاق کا بیان دے رہا ہے۔ عورت اور بہو تین طلاق کے بارے میں کہہ رہی ہیں۔ زید سے پوچھا گیا کس کا قول درست ہے تو کہا کہ میری بہو جھوٹ نہیں بول سکتی وہ جو کہہ رہی ہے صحیح ہے میں اس کو درست مانتا ہوں۔ (ہو سکتا ہے دیا ہو) کچھ عرصہ کے بعد بہو نے قرآن مقدس لے کر بیان دیا کہ میں نے ساس کے کہنے سے تین طلاق کہہ دیا تھا میرے خسر نے دو طلاق دی تھی اور لڑکے نے بھی دو طلاق کے بارے میں قرآن مقدس کی قسم کھا کر کہا ایسی صورت میں اب دریافت طلب امر ایکنہ:

(۱) زید نے علماء سے جو بہو کی بات کو درست اور صحیح مانا ہے ایسی صورت میں زید کی مدخولہ بیوی پر کونسی طلاق واقع ہوگی؟

(۲) بہو کا پہلے تین طلاق کے بارے میں کہنا کچھ مہینے بعد قرآن مقدس ہاتھ میں لے کر دو طلاق کے بارے میں کہنے سے از روئے شرع بات مانی جائے گی یا نہیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) صورت مذکورہ میں زید نے چوں کہ بہو کی بات کو صحیح تسلیم کر لیا تو یہ اقرار طلاق ہے لہذا اب زید کی بیوی پر تین طلاق مغلظہ پڑ گئی۔ لان اقرار الطلاق طلاق کما فی الفقہ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

”اقرار سے طلاق ہو جانے کا حکم دیا جائے گا اگرچہ عند اللہ طلاق نہ ہو جب کہ جھوٹ کہا ہو کما فی

الفتاویٰ النعمانیۃ فیمن اقر بالطلاق کاذبا: (۱)

نقیۃ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ فرماتے ہیں ”اگر واقعی اس نے پہلے طلاق دی تھی تو واقع ہو گئی اور اگر پہلے نہ دی تھی اس اقرار سے اس کی بیوی پر طلاق ہو جانے کا حکم کیا جائے گا۔ اگرچہ اس نے جھوٹ بیان دیا ہو۔ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۳۰

(۲) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۲، ص: ۱۸۱

(۲) مذکورہ بالا جواب سے واضح ہو گیا کہ جب دید نے بہو کے کہنے پر تین طلاق کا اقرار کر لیا تو اب دید کی بیوی پر تین طلاق پڑ جائے گا ہی حکم ہوگا اس لئے اب بہو کے دو طلاق کہنے سے دو نہیں مانی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

جو دوستوں سے کہتا پھرے کہ میں نے اپنی بیوی کو

طلاق دے دیا تو کیا طلاق ہو گئی؟

مسئلہ از: شاہ عالم عطاری غوثیہ مسجد، فتح نگر راؤ پور ضلع جلگاؤں ایم ایس

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ زوجیت میں ہیں مگر زید نے آپسی رنجش و تکرار کی بنیاد پر زبان سے کہہ دیا کہ میں ابھی تم کو طلاق دیتا، طلاق طلاق اور دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دیا اور پھر کچھ دنوں کے بعد کہتا ہے کہ حضرت میں نے غصہ میں دیا تھا تو اس صورت میں کیا حکم ہے۔ تفصیل مطلوب ہے۔ غصہ کی وضاحت چاہئے اور صلح کا طریقہ بھی بتائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اگر صرف اتنا کہتا کہ ابھی تم کو طلاق دیتا، طلاق طلاق تو طلاق واقع نہ ہوئی جیسا کہ حضور صدر الشریعہ قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ”اور اگر وہ (بولا گیا جملہ) دیتے یا دے دیتے ہیں اگرچہ اردو محاورہ کے بالکل خلاف ہے کہ ایسی جگہ یہ لفظ بولا جائے جب بھی طلاق نہ ہوگی۔“ (۱)

مگر اس نے بعد میں دوستوں سے طلاق دینے کی بات کی جس سے اقرار طلاق ثابت ہو گیا تو زید کی بیوی ہندہ پر تین طلاق واقع ہو گئی۔ لان اقرار الطلاق طلاق کما فی الکتب الفقہیہ اور زید کا یہ کہنا کہ میں نے غصہ میں دی تھی عذر نہیں ہے کہ طلاق عموماً غصہ ہی میں دی جاتی ہے۔ سیدی سرکار علی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقم فرماتے ہیں ”غصہ مانع وقوع طلاق نہیں بلکہ اکثر وہی طلاق پر حاصل ہوتی ہے“ (۲)

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۲، ص: ۱۸۷

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۳۰

ایسا غصہ کہ جس میں غیظ و غضب اس حد کو پہنچ جائے کہ عقل کا زوال ہو جائے اور یہ خبر نہ ہو کہ کیا کہتا ہوں اور کیا زبان سے نکلتا ہے تو بلاشبہ غصہ کی ایسی حالت میں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے کما هو المذکور فی الفتاویٰ الرضویہ (۱) فقہانے غصہ کی ایسی کیفیت کے متعلق عدم وقوع طلاق کا حکم دیا ہے۔ صورت مذکورہ میں اگر زید ہندہ کو رکھنا چاہتا ہے تو اب حلالہ کر کے رکھ سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

کیا حاملہ عورت پر طلاق ہو جاتی ہے

مسئلہ از: عبدالرشید قادری نوری بھوپال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حاملہ عورت کو طلاق دینے سے کیا طلاق ہو جائے گی؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں طلاق واقع ہو جائے گی چنانچہ علامہ حنفی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”حل طلاقہن ای

الایسۃ والصغیرۃ والحامل“ (۲)

امام اہلسنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”حمل میں

طلاق نہ دی جائے اگر دے گا ہو جائے گی۔“ (۳)

اور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی دامت برکاتہم القدسیہ لکھتے ہیں: ”کہ حالت حمل میں طلاق واقع

ہوگئی۔ (۴)

ان تمام اقوال وارشادات سے واضح ہوا کہ حالت حمل میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب۔

صحیح الجواب: محمد قدرت اللہ الرضوی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۶۳۰، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۴، ص: ۴۳۴

(۳) احکام شریعت، ج: ۲، ص: ۱۶۷

(۴) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۲، ص: ۱۷۴

کیا بذریعہ خط طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ ۱۰: محمد خلیل احمد، جعفر آباد، پوسٹ بڑھا بھٹورہ، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ کو بذریعہ خط تین طلاق دے دیا اور مزید اس میں لکھا کہ تین مرتبہ تمہیں طلاق قبول ہو اور تین جگہ اپنا دستخط کیا اور تین گواہوں سے دستخط کروایا جن گواہوں میں دو مسلمان اور ایک ہندو بھی تھے، چنانچہ ایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں۔ دلیل و مفصل قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید نے اگر واقعی اپنی بیوی ہندہ کو اس طرح کا خط دیا ہے تو ہندہ پر تین طلاق مغلطہ واقع ہوگئی ”لان القلم احدی اللسانین“ اور اب وہ بغیر حلالہ زید کے لئے ہرگز ہرگز حلال نہیں ہے، البتہ زید نے ایک کافر کو بھی گواہ بنا کر ناجائز و حرام کام کیا، اس پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۵/ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے کتنی طلاق ہوتی ہے؟

مسئلہ ۱۱: حافظ الحسن قادری خلیل آبادی، سنی جامع مسجد، کھیرواڑ، تعلقہ راویر، ضلع جلاؤں

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان اسلام مسئلہ ذیل میں کہ زید نے ایک مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دی اور زید نے بکر سے اس طلاق کے متعلق مسئلہ پوچھا تو بکر نے ایک طلاق ہونے کا حکم جاری کیا، کیا یہ بکر کا قول درست ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایک مجلس میں تین طلاق ہو جانے پر جمہور صحابہ کرام و تابعین عظام اور ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماعاً اجماع ہے۔ صحاح ستہ کی مشہور کتاب ابن ماجہ میں ”باب من طلق ثلاثاً فی مجلس واحد“ میں ہے کہ فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ مجھے میرے شوہر نے تین طلاق ایک دم دے دی تو حضور نے ان تینوں کو نافذ کر دیا کلمات یہ ہیں ”قالت تکلفنی زوجی ثلاثاً وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم“ (۱) امام اجل محقق بے بدل ابو ذکریا نووی شافعی قدس سرہ شرح مسلم شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

”قال الشافعی ومالك وابو حنيفة واحمد و جماهير العلماء من السلف والخلف يقع الفلأث“ (۲)

اور محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع الفلأث“ (۳)

ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ جمہور صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ اسلام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مجلس واحد میں دی ہوئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی۔ بکر کا قول سراسر غلط اور باطل ہے، اس پر عمل کرنا ناجائز و حرام ہے، اس کا قول گمراہی و گمراہ گری ہے، ایسے لوگوں سے مسئلہ معلوم کرنا بھی ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم اس مسئلہ کی مزید تفصیل فقیر کی کتاب ’ازلہ فریب‘ میں دیکھیں۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۳ھ

کیا شوہر کے علاوہ کسی اور کے طلاق دینے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: فاروق حسین ولد خواجہ ولی محمد وانی ساکنہ اسٹیڈیم کالونی بارہ مولہ، کشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مندرجہ ۶ ستمبر ۲۰۰۱ء کو میری شادی زبیدہ بنت عبدالعزیز ہٹ ساکنہ لنگیٹ کے ساتھ ہوئی۔ دس دنوں تک وہ میرے ساتھ میرے گھر پر رہی۔ پھر وہ دس دنوں کے بعد سسرال ایک دعوت پر چلی گئی جس کو ہماری زبان میں (پھر سال) کہتے ہیں۔ اتفاقاً انہیں دونوں میں اس کے گھر پر ایک شخص کا انتقال ہو گیا اس دوران میں اور میرے گھر والے ان کی تعزیت کے لئے جاتے رہے۔ تیجہ وغیرہ ہونے کے بعد میرے گھر والوں نے میری بیوی کو گھر آنے کے لئے کہا لیکن اس نے گھر آنے سے انکار کیا۔ پھر میں نے اپنے محلہ کے خاص افراد کو بھیجا بلانے کے لئے مگر پھر بھی وہ انکار کرتی رہی۔ اور میرے محلہ والوں سے کہا کہ مجھے طلاق دلا دو لیکن میں نے ہر بار طلاق دینے سے انکار کر دیا، اور اب بھی انکار ہی کر رہا ہوں بلکہ اس کو اپنے ہی ساتھ رکھنا چاہتا ہوں پھر بھی اس نے اپنے محلہ کی کمیٹی کو طلاق کے لئے بھیجا لیکن میں نے انکار کیا پھر میں نے اور میرے بہنوئی محمد عبداللہ نے اپنی مسجد کی کمیٹی کو کہا وہ صلح سے گئی ہے اور صلح سے آئے گی اس پر مسجد کمیٹی نے کہا کہ وہ

(۱) سنن ابی ماجہ، ص: ۱۴۵

(۲) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۴۷۸

(۳) فتح القدیر، ج: ۳، ص: ۳۳۰

خلع چاہتی ہے اس میں تمہاری کیا رائے ہے تو میں نے اہل کمیٹی کو کہا کہ مجھے شادی پر دس لاکھ کا خرچ آیا ہے میں دوسری شادی کیسے کر سکتا ہوں اب میں دوسری شادی نہیں کر سکتا۔ بہر حال پھر میری بیوی کے خاندان والے یہ مسئلہ یہاں کے مشہور مفتی جناب مفتی اعظم جموں و کشمیر شیر الدین کے یہاں لے گئے میں نے بھی اپنے گواہوں کو مفتی شیر الدین کے پاس پیش کیا اور اپنا معاملہ سنانا چاہا مگر معاملہ پیش کرتے وقت مفتی صاحب کے ایک سیکورٹی گارڈ غلام نبی (جو ان کا سکرٹری بھی ہے) نے مجھے دھمکی دی کہ اگر تم زہیدہ بانو کو طلاق نہیں دو گے تو میں تم کو نوکری سے درخواست کر دوں گا اور مار ڈالوں گا۔ میں مذکورہ مفتی صاحب کے پاس حاضر نہ ہو سکا جس کی وجہ سے مذکورہ مفتی صاحب نے خود میری بیوی کو طلاق دیا اس طلاق مفتی کی خبر مجھے اس وقت ہوئی جب مجھے کیواخواہ کوٹ کی عدالت سے خبر ملی مفتی صاحب نے اپنے فتوے میں ایک حدیث سے استدلال پیش کیا ہے۔ مذکورہ مفتی صحیحین میں بروایت عبد اللہ بن عباس ایک روایت نقل کرتا ہے جس میں ثابت بن قیس کی بیوی کا مسئلہ پیش کیا گیا ہے۔ بخاری ج ۲ ص ۹۴ پر وہ حدیث ہے۔ اب حضور والا سے گزارش ہے کہ کیا میرے طلاق دینے سے انکار کے باوجود مذکورہ مفتی کے طلاق دینے سے میری بیوی کو طلاق پڑ جائے گی یا نہیں میں اس وقت بڑی مشکل میں پھنس گیا ہوں جب کہ اس استفتاء کے فتوے کو مجھے ۹ فروری کو مجھے عدالت میں پیش کرنا ہے۔

مذکورہ مسئلہ کو از روئے شرع دلائل و براہین سے حل فرما کہ میری مشکل کو آسان فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

بینوا تو جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مفتی مذکور کا آپ کی بیوی کو طلاق دینا شرعاً لغو اور باطل ہے کہ طلاق دینے کا اختیار شوہر کو ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿بَیِّنَاتٌ غُقْدَةُ النِّكَاحِ﴾ (۱) یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ نسفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”و هو الزوج کذا فسرہ علی رضی اللہ عنہ (الی قولہ) وهذا لان الطلاق بیدہ فکان بقاء العقد بیدہ“ (۲) یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے کیوں کہ طلاق اسی کے ہاتھ میں ہے تو نکاح کا باقی رہنا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسی طرح روح المعانی، انوار التنزیل وغیرہ کتب تفسیر میں مذکور ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”الطلاق لمن اخذ بالساق“ (۳) یعنی طلاق کا اختیار صرف شوہر کو ہے لہذا مذکورہ صورت میں مفتی صاحب کے طلاق دینے سے

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۷

(۲) تفسیر النسفی، ج: ۱، ص: ۱۲۱

(۳) سنن ابن ماجہ، ص: ۱۵۲، باب الطلاق

ہرگز ہرگز آپ کی بیوی پر طلاق واقع نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۷/۱۲/۱۴۲۲ھ

کیا شوہر کا اپنی طرف طلاق کی نسبت کرنے سے طلاق ہو جاتی ہے؟

مسئلہ از: محمد جاوید احمد کشمیری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنی بیوی ہندہ کے پاس گیا اور کچھ آپسی اختلاف کی بنیاد پر بیوی کی جانب طلاق کی نسبت کرنے کے بجائے غصہ میں آکر اپنی طرف کر لی اور کہا مجھے طلاق ہے میں اس سرزمین پر قدم نہیں رکھوں گا چنانچہ دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی بیوی ہندہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کی بیوی پر طلاق واقع نہیں ہوئی کہ عورت کی جانب اضافت و نسبت نہیں پائی گئی جب کہ وقوع طلاق کے لئے عورت کی طرف اضافت ضروری ہے۔ سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہے: ”لان الطلاق لا وقوع له الا بالایقاع ولا یقاع الا باحداث تعلق الطلاق بالمرأة ولا یتاتی ذلک الا بالاضافة (۱) واللہ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵/۱۲/۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

الجواب بحقی وصواب: محمد تفسیر القادری قیامی

شوہر تین طلاق دے کر صرف دو کا اقرار کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: عظمت علی بن منور علی مقام بہادر پور، پوسٹ لال پور، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی کچھ دنوں کے بعد دونوں میں نا اتفاقی پیدا ہو گئی اور زید نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ زید کا کہنا ہے کہ میں نے دو ہی طلاق دیا اور تیسری طلاق دینے ہی جا رہا تھا کہ میری ماں نے مجھے منع کر دیا، جب کہ ہندہ کا کہنا ہے کہ زید نے دو طلاق گھر کے باہر دیا

اور ایک طلاق گھر کے اندر دیا، اس کے باوجود بھی دونوں تقریباً ایک ماہ ساتھ رہے، جب ہندہ اپنے میکے آنے لگی تو اس کو قرآن انھوا کر قسم کھلایا گیا کہ طلاق کے معاملات کو کسی سے نہیں کہنا، ایسی صورت میں کتنی طلاق کا وقوع ہوا، اگر دونوں ایک ساتھ رہنا چاہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی۔ نیز قسم کھلانے والے پر اور خود ہندہ اور زید پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں کرم ہوگا۔ نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ سامان جہیز کس کی ملکیت ہے اور کس کو ملنا چاہئے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں اگر واقعی زید نے دو طلاق دی ہے اور عورت مدخولہ ہے تو دو طلاق رجعی واقع ہوئی اور اس صورت میں اگر زید نے عدت کے اندر ہندہ سے ہمبستری کر لی یا شہوت کے ساتھ بوسہ لے لیا یا زبانی طور پر رجعت کر لی تو رجعت ہوگئی۔ ”قال اللہ تعالیٰ: ﴿الطَّلَاقُ مَوْتٌ لِّمَسَاكِ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيعٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (۱) اور اگر زید تین طلاق دے چکا ہے مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت یقین سے جانتی ہے کہ زید نے اسے تین طلاق دی ہے تو حتی الامکان اس سے دور رہے جس طرح بھی ہو سکے اس سے پیچھا چھڑائے۔ صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

”شوہر نے عورت کو تین طلاقیں دے دیں یا بائن طلاق دی مگر اب انکار کرتا ہے اور عورت کے پاس گواہیں تو جس طرح ممکن ہو اس سے پیچھا چھڑائے، مہر معاف کر کے یا اپنا مال دے کر اس سے علیحدہ ہو جائے۔ غرض جس طرح ممکن ہو اس سے کنارہ کشی کرے۔“ (۲)

اور جن لوگوں نے معاملہ طلاق میں اصل حقیقت کو چھپائے رکھنے اور غلط بات کہنے پر قسم کھائی یا کھلائی وہ سب مجرم و گنہگار ہیں، ان پر توبہ ضروری ہے۔

جہیز کا سامان کل کا کل عورت کی ملک ہے، دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں، طلاق ہوئی تو کل لے لے گی اور مرگئی تو اس کے ورثہ پر تقسیم ہوگا۔ خاتم المحققین علامہ محمد امین ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ”کل احد یعلم ان الجهاز ملک للمرأة اذا طلقها تاخذ کله واذا ماتت یورث عنها“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہم السلام واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ ربیع النور ۱۴۲۳ھ

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۹

(۲) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۷۳

(۳) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۳۶۸

شوہر کے انتقال کے بعد نکاح ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ: ساجد علی لوری ولد فیاض احمد، پہاڑ پور، سکونامہ بھجن، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ (۱) ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دے دیا تو پھر وہ عورت عدت گزارنے کے بعد دوبارہ اسی شوہر سے نکاح کرے تو نکاح درست ہو یا نہیں؟ (۲) ایک غیر مقلد کا کہنا ہے کہ شوہر کے انتقال کے بعد نکاح نہیں ٹوٹتا ہے اس لئے کہ دونوں حشر میں ایک ساتھ ہوں گے اگر نکاح ختم ہو جاتا تو ایسا کیوں ہوتا؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر شوہر نے طلاق بائن دی تھی یا رجعی اور بعد عدت نکاح کیا تو نکاح صحیح اور درست ہے اور اگر طلاق مغلفہ دی اور بغیر حلالہ صحیحہ کے نکاح کر لیا تو یہ ناجائز و حرام ہے۔ نکاح ہرگز نہ ہوا۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿الطَّلَاقُ مَرْئِنٌ لِّمَسَاكِ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيعٍ بِإِحْسَانٍ﴾ اٰلِیٰ قَوْلِهِ تَعَالٰی ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) انبیاء کرام کے علاوہ تمام لوگوں کا نکاح موت سے ختم ہو جاتا ہے، علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ تحریر

فرماتے ہیں: ”وبالموت ينتهی النکاح نہایتہ“ (۱)

اور ملک العلماء علامہ کاسانی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”لانه ينتهی به النکاح“ (۳) یعنی موت سے نکاح اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور آخرت میں جس طرح حوریں بطور انعام ملیں گی حالاں کہ دنیا میں ان سے کسی نے نکاح نہیں کیا ہے یوں ہی بطور نعمت یہ عورتیں بھی بفضل خداوندی ملیں گی۔ احکام آخرت کو دنیا پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۵ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۰

(۲) البحر الرائق، ج: ۳، ص: ۱۳۳

(۳) بدائع الصنائع، ج: ۳، ص: ۵۸۹

طلاق ملاحشہ کی تفصیل اور رد غیر مقلدین

مسئلہ از: محمد انوار بن ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب بدھیمی طلیس آباد

حضرت العلامة قاضی شریعت طلع سنت کبیر مگر السلام ملیم

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق تین نہیں بلکہ ایک ہوگی جبکہ ہم کو یہ معلوم ہے کہ تینوں واقع ہو جائیں گی۔

اس سلسلہ میں غیر مقلدین کی دلیل اور اس کا جواب اور اہلسنت کے موقف کی وضاحت فرمائیں کرم ہوگا ساتھ ہی طلاق کی صحیح نوعیت سے بھی آگاہ کریں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

میاں بیوی کے درمیان قائم تعلقات میں کبھی کبھی ایسا نازک موڑ آ جاتا ہے کہ ان کے مابین تفریق اور جدائی کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا ہے شریعت مطہرہ نے ایسے ناخوشگوار حالات میں زوجین کو رشتہ ازدواج ختم کرنے کی اجازت دی ہے اصطلاح شرع میں اسی کو طلاق کہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں اسلام نے تدریجی عمل اور منزل بہ منزل اقدام کی جو رہنمائی فرمائی ہے وہ اسلام کا ہی حصہ ہے مسئلہ طلاق پر قرآن کریم رہنمائی کرتے ہوئے فرماتا ہے

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانٍ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيْعٌ بِإِحْسَانٍ﴾ (۱)

یعنی طلاق دوبارہ ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔ اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ شوہر کو دو طلاق تک اختیار دیا گیا ہے کہ اگر چاہے تو بیوی کو اپنے پاس دوبارہ بحیثیت بیوی رکھ لے اور چاہے تو چھوڑ دے تاکہ عورت صحت گزار کر جہاں چاہے نکاح کر لے، فقہائے کرام نے کتاب و سنت کی روشنی میں طلاق دینے کا احسن طریقہ یہ بتایا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کی پاکی کے زمانہ میں محبت سے قبل ایک طلاق دے پھر دوسری مرتبہ عورت کی پاکی کے وقت دوسری طلاق دے یہ تدریجی عمل اس لئے بتایا گیا کہ ممکن ہے دونوں کے درمیان تلخی ختم ہو جائے ماضی کی محبت اور گزرے لحاظ کی یادیں ان کو پھر ایک ساتھ رہنے پر آمادہ کر دیں اور رشتہ برقرار رہے قرآن کریم نے اسی بات کو ﴿فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ﴾ سے بیان کیا ہے لیکن اگر اب بھی دوریاں سیننے والی نہ ہوں اور دہاہ کی کوئی راہ نہ نکل سکے تو بہتر ہے کہ شوہر اسے چھوڑ دے اس بات کو ﴿أَوْ تَسْرِيْعٌ بِإِحْسَانٍ﴾ کے

ذریعہ بتایا گیا ہے اور فقہ حنفی کی عظیم کتاب فتح القدیر میں یوں فرمایا:

”فلا حسن ان يطلق الرجل امراته تطليقة واحدة في طهر لم يجمعهما فيه ولا في الحيض

الذي قبله ولا طلاق فيه وهذا على ظاهر المذهب“ (۱)

طلاق کی مذکورہ بالا صورت ایسی ہے کہ پچھڑے زوجین کو اب بھی آسانی سے گلے ملنے کی راہ موجود ہے یعنی عدت کے اندر محض رجوع کر لینے سے اور بعد عدت تجدید نکاح سے وہ حسب سابق میاں بیوی بن کر رہ سکتے ہیں۔

رشتہ نکاح ختم کرنے کی آخری صورت ”تیسری طلاق“ ہے جس کے بعد پھر رشتہ نکاح میں جزا محال تو نہیں مگر مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ رب کریم قرآن کریم میں اس صورت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ﴾ (۲) مطلب یہ ہے کہ پھر اگر شوہر نے

تیسری طلاق دے دی تو اسکے بعد وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے شوہر کے پاس نہ رہ لے۔

طلاق دینے کی مذکورہ صورت کو شریعت مطہرہ نے احسن فرمایا ہے لیکن اگر کوئی شخص اس طریقہ احسن پر عمل نہ کر کے عجلت و جہالت میں بیک وقت تین طلاق دیدے تو اسے ایک مانا جائے جس میں شوہر کو رجعت کا اختیار رہتا ہے یا تین مانا جائے جس میں بیوی مکمل طور سے زوجیت سے نکل جاتی ہے اور شوہر آسانی سے دوبارہ اسے اپنی بیوی نہیں بنا سکتا ہے۔

ائمہ دین نے بیک وقت تین طلاق دینے کو گناہ قرار دیا ہے مگر اس کے باوجود تینوں طلاق واقع ہو جانے کی بھی تصریح فرمائی ہے چنانچہ ”فتح القدیر“ میں ہے:

(قوله و طلاق البدعة) ماخالف قسمي السنة و ذالك بان يطلقها ثلاثا بكلمة واحدة

او مفرقة في طهر و واحد او اثنتين كذالك او و احلة في الحيض او في طهر قد جامعها فيه

او جامعها في الحيض الذي يليه هو، فاذا فعل ذلك وقع الطلاق و كان عاصيا (۳)۔ اسی میں ہے

”وذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع

طلاق“ (۴)

ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دے دی خواہ طہر میں دی یا

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۷۳

(۲) سورة البقرة آیت: ۲۳۰

(۳) فتح القدیر کتاب الطلاق ج: ۳، ص: ۳۲۹

(۴) فتح القدیر کتاب الطلاق ج: ۳، ص: ۳۵۱

جس میں بیک کلمہ دی یا متفرق طور پر ائمہ امت کا اس پر اتفاق ہے کہ بہر حال تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ ائمہ کرام نے اس سلسلہ میں متعدد احادیث بطور دلیل پیش کی ہیں چنانچہ بخاری شریف میں حضرت عویمیر الجملانی کا واقعہ تفصیل سے ذکر کے بعد ہے

”قال عویمیر کذبت علیہا یا رسول اللہ ان امسکتھا فطلقھا ثلاثا قبل ان یامرہ رسول اللہ ﷺ“ (۱)

ابوداؤد شریف میں ہے: ”عن ابن شہاب عن سہل بن سعد فی هذا الخبر فطلقھا ثلاث تطلیقات عند رسول اللہ ﷺ فانفذہ رسول اللہ ﷺ“ (۲)

سنن ابن ماجہ میں ہے حضرت عامر شعسی نے فاطمہ بنت قیس سے پوچھا کہ آپ اپنی طلاق کا ماجرا سنائیں تو انہوں نے کہا: ”طلقنی زوجی وهو خارج الی الیمن فاجاز ذلک رسول اللہ ﷺ“ (۳)

اور ان کے شوہر نے بیک وقت ہی تینوں طلاقیں دی تھیں چنانچہ اس حدیث کی دوسری روایت یہ ہے: ”ان حفص بن مغیرة طلق امراته فاطمة بنت قیس علی عهد رسول اللہ ﷺ ثلاث تطلیقات فی کلمة واحدة فابانھا منه للنبی ﷺ“ (۴)

سنن دارقطنی میں ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاقیں دے دی میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں جا کر اس کا مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا:

”بانت بثلاث فی معصیة اللہ تعالیٰ وبقی تسع مائة و سبع و تسعون عدوانا وظلما“ (۵)
ان احادیث مبارکہ کے علاوہ اور بھی متعدد حدیثیں ہیں جن سے مثل آفتاب روشن ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق تین ہی مانی جاتی ہے

اس مسئلہ پر دلیل پیش کرتے ہوئے ”علامہ ابن ہمام قدس سرہ رقم طراز ہیں:

”ومن الادلة فی ذلک ما فی مصنف ابن ابی شیبۃ والدارقطنی فی حدیث ابن عمر المتقدم“ قلت یا رسول اللہ ارایت لو طلقته ثلاثا؟ قال اذا قد عصیت ربک وبانت منك

(۱) صحیح البخاری ج: ۲، ص: ۷۹۱

(۲) سنن ابی داؤد ص: ۳۰۶

(۳) سنن ابن ماجہ ص: ۱۳۶، ۱۳۵

(۴) سنن الدار قطنی ج: ۲، ص: ۴۳۰

(۵) سنن الدار قطنی ج: ۲، ص: ۴۳۳

امراتک و فی سنن ابی داؤد عن مجاہد قال : کنت عند ابن عباس فجاءه رجل فقال : انه طلق امراته ثلاثا قال : فسکت حتی ظننت انه رادها اليه ، ثم قال اطلق احدکم فیرکب الحمولة ثم يقول يا ابن عباس يا ابن عباس ؟ فان الله عز وجل قال (ومن یعق الله یجعل له مخرجاً) (الطلاق : ۲) عصیت ربک وبانت منك امراتک . و فی موطا مالک : بلغه ان رجلاً قال : لعبد الله ابن عباس : انی طلقت امراتی مائة تطليقة فماذا ترى علی ؟ فقال ابن عباس : طلقت منك ثلاثاً وسبع وتسعون اتخذت بها آیات الله هزوا . و فی الموطا ایضاً : بلغه ان رجلاً جاء الى ابن مسعود فقال : انی طلقت امراتی ثمانی تطليقات فقال : ما قیل لك ، فقال : قیل لی بانت منك ، قال : صدقوا ، هو مثل ما یقولون وظاهره الاجماع علی هذا الجواب . (۱)

حضرت امام نووی شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :

”قد اختلف العلماء فیمن قال لامراته انت طالق ثلاثاً فقال : شافعی ومالک وابو حنیفة واحمد و جماہیر العلماء ومن السلف والخلف یقع الثلاث“ (۲)

علمائے عرب نے طلاق ثلاثہ سے متعلق آج سے تقریباً ۳۵ سال قبل ایک فقہی سیمینار کیا جس میں تمام بحث و مباحثہ کے بعد انھوں نے طے کیا کہ مجلس واحد میں تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی اور شوہر کو رجعت کا حق نہیں رہ جائے گا فیصلہ کے الفاظ یہ ہیں :

”بعد الاطلاع علی البحث المقدم من الامانة العامة لهیئة كبار العلماء والمعد من قبل اللجنة الدائمة للبحوث والافتاء فی موضوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد وبعد دراسة المسئلة وتداول الراى واستعراض الاقوال التى قیلت فیها ومناقشة ما علی کل قول من ابراد توصل المجلس باکثریته الى اختیار القول بوقوع الطلاق الثلاث بلفظ واحد ثلاثاً“ (۳)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایک مجلس یا ایک لفظ میں دی گئی تین طلاق تین ہی مانی جائیں گی عہد رسالت سے لے کر اب تک جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ مسلمین کا یہی فیصلہ رہا ہے اور عامہ مسلمین اسی فیصلہ پر کار بند ہیں ۔

اس فیصلہ کے خلاف اقل قلیل افراد جنہیں غیر مقلدیت کا نشہ سوار ہے آواز اٹھا رہے ہیں اور امت مسلمہ میں انتشار برپا کر رہے ہیں ان لوگوں کے پاس کوئی قوی دلیل قطعاً نہیں ہے اس سلسلہ میں وہ جن روایتوں کو پیش کرتے

(۱) طبع القدیر ج : ۳ ، ص : ۴۵۱ ، ۴۵۲

(۲) شرح الصحیح لمسلم ج : ۱ ، ص : ۴۸

(۳) باہاث ہیئۃ كبار العلماء ج : ۱ ، ص : ۲۰۸

ہیں ہم ان کو درج کر کے اس کی مکمل وضاحت کریں گے
پہلی روایت مسند امام احمد بن حنبل میں ہے:

”عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال طلق رکالة بن عبد یزید زوجته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیہا حزنا شديدا فسأله النبی ﷺ کیف طلقته قال طلقته ثلاثا فی مجلس واحد قال اما طلقة واحدة فارتجمها“ (۱)
دوسری روایت مسلم شریف میں ہے:

”عن ابن طاؤس عن ابیه عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان الطلاق علی عهد رسول اللہ ﷺ وابی بکر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا فی امر كانت لهم فیہ اناة فلو قضیناه علیہم فامضاه علیہم“ (۲)
غیر مقلدین ان دو روایتوں سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ عہد رسالت میں مجلس واحد کی تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی مگر جب عہد فاروقی آیا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تین طلاق کے واقع ہونے کا فیصلہ صادر فرما دیا اس لئے ہم لوگ رسول اللہ کے فیصلہ پر ہی عمل کریں گے ہمارے نزدیک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ قابل قبول نہیں ہے۔
اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ دونوں روایتیں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں اس لئے مناسب ہے کہ طلاق ثلاثہ سے متعلق سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ اور آپ کا عمل پیش کر دیا جائے پھر ان روایتوں پر گفتگو کی جائے۔

پہلا فتویٰ: حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر تھا ایک شخص ان کے پاس آیا اور عرض کیا:

”انه طلق امراته ثلاثا قال فسکت حتی ظننت انه رادها الیه ثم قال ینطلق احدکم فیرب الحمولة ثم یقول یا ابن عباس یا ابن عباس وان الله قال ومن یتق الله یجعل له مخرجاً وانک لم تتق الله ولا اجد لک مخرجاً عصیت ربک وبانت منک امراتک“ (۳)

یعنی اس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیدی ہے راوی نے کہا کہ ابن عباس خاموش رہے یہاں تک کہ مجھے

(۱) مسند الامام احمد بن حنبل ج: ۱، ص: ۲۶۵

(۲) الصحيح لمسلم ج: ۱، ص: ۴۷۷

(۳) سنن ابی داؤد کتاب الطلاق ص: ۲۹۹

گمان ہوا کہ یہ اسے رجعت کا حکم دیں گے مگر کچھ دیر بعد فرمایا تم میں کا کوئی چلتا ہے تو حماقت پر سوار ہو جاتا ہے پھر کہتا ہے اے ابن عباس اے ابن عباس!

جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے گنجائش کی راہ نکال دیتا ہے اور تم تو اللہ سے ڈرے نہیں تو میں تمہارے لئے کوئی گنجائش کی راہ نہیں پاتا تو نے رب کی نافرمانی کی اور تیری بیوی تیرے نکاح سے نکل گئی۔

حضرت مجاہد کے علاوہ حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطاء، حضرت مالک بن حارث، حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی حضرت ابن عباس کا یہی فتویٰ ذکر فرمایا ہے چنانچہ امام ابو داؤد آگے فرماتے ہیں:

”روی هذا الحديث حميد الاعرج وغيره عن مجاهد وعن سعيد بن جبير وعن عطاء وعن مالك بن الحارث وعن عمرو بن دينار عن ابن عباس كلهم قالوا في الطلاق الثلاث انه اجازها قال وبانت منك“ (۱)

یعنی اس حدیث کو حمید اعرج وغیرہ نے مجاہد، سعید بن جبیر، عطاء، مالک بن حارث، اور عمرو بن دینار سے روایت کیا ہے کہ یہ سب حضرات بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے سائل کی تینوں طلاق کو نافذ کر دیا اور فرمایا کہ تیری عورت نکاح سے نکل گئی۔

دوسرا فتویٰ: مذکور فتویٰ کی طرح ایک دوسرے واقعہ میں بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہی فتویٰ دیا تھا چنانچہ حدیث کی مستند و معتمد کتاب ”مشکوٰۃ المصابیح“ میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس سے کہا:

”انی طلق امرأتی مائة تطليقة فماذا ترى على فقال ابن عباس طلق منك بثلاث وسبع و سبعون اتخذت بها آيات الله هزوا رواه في الموطأ“ (۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذکورہ بالا فتاویٰ سے مثل آفتاب روشن ہے کہ ان کے نزدیک بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔

غیر مقلدین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی جن روایتوں سے اپنے موقف پر استدلال کر رہے ہیں اگر وہ قابل عمل اور معتبر ہوں اور ان کے موقف کی تائید میں صحیح ہوں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود بھی حدیث رسول کے خلاف فتویٰ دیا اور جانتے ہوئے دوسرے لوگوں کو بھی خلاف حدیث عمل کی رہنمائی فرمائی حالانکہ صحابہ کرام جیسی مقدس اور پاکیزہ جماعت سے یہ تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے کہ وہ رسول

(۱) سنن ابی داؤد کتاب الطلاق ص: ۲۹۹

(۲) مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطلاق ص: ۳۸۴

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث روایت کریں اور پھر قصد اس کے خلاف فتویٰ صادر کریں۔ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس اور جملہ صحابہ کرام نے وہی فیصلہ دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا کہ بیک وقت تین طلاق دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں جیسا کہ تفصیل گزری۔

اب ہم غیر مقلدین کی پہلی دلیل پر گفتگو کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دی تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ایک قرار دے کر رجعت کا حکم دیا تھا مگر اس حدیث سے چند وجوہ استدلال صحیح نہیں ہے۔

اولاً: یہ حدیث ضعیف و منکر ہے اس کے راوی مجہول ہیں یہ حدیث قابل استدلال نہیں ہے چنانچہ امام اجل علامہ ابوزکریا نووی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

”اما الروایۃ البی رواها المخالفون ان رکاة طلق ثلاثا فجعلها واحدة فروایۃ ضعیفۃ عن قوم مجہولین“ (۱)

یعنی رہی وہ روایت جسے مخالفین نے روایت کیا ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی قرار دیا یہ روایت ضعیف ہے جو مجہول لوگوں سے مروی ہے۔

اس روایت سے متعلق ایک وہابی عالم نے شیخ ابن تیمیہ کا نظریہ یوں نقل کیا ہے

”قال شیخ الاسلام ابن تیمیہ وحديث رکاة ضعیف عند المة الحديث ضعیفہ احمد

والبخاری وابو عبیدوا بن حزم بان رواه ليسوا موصوفين بالعدل والضبط“ (۲)

یعنی شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ حدیث رکانہ ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے اس کو ضعیف قرار دینے والوں میں امام احمد، امام بخاری، ابو عبید اور ابن حزم ہیں کیونکہ اس کے روی عدل و ضبط والے نہیں تھے۔

اور غیر مقلدین کے معتمد خاص سعودیہ عربیہ کے سابق مفتی اعظم ابن باز نے یہ لکھا:

”یہ حدیث ضعیف ہے قابل استدلال نہیں ہے“ (۳)

ثانیاً: طلاق کا معاملہ عموماً گھر میں پیش آتا ہے اس لئے گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم ہوتا ہے اور حضرت رکانہ کے متعلق گھر والوں کی روایت یہ ہے کہ انھوں نے تین طلاق نہیں دی تھی بلکہ ”طلاق بتہ“ دی تھی لہذا اسکی روایت مقبول ہوگی امام ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں:

(۱) المنہاج بشرح الصحیح لمسلم بن الحجاج ج: ۱، ص: ۲۷۸

(۲) توضیح الاحکام شرح بلوغ المرام ج: ۵، ص: ۲۰۰

(۳) فتاویٰ ابن باز معرجم ص: ۱۷۷

”حدثنا هنادنا قبيصة عن جرير بن حازم عن الزبير بن سعيّد عن عبد الله بن يزيد بن ركانة عن ابيه عن جده قال اتيت النبي ﷺ فقلت يا رسول الله اني طلقت امراتي البتة فقال ما اردت بها قلت واحدة قال والله قلت والله قال فهو ما اردت“ (۱)

یعنی حضرت رکانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری کیا نیت تھی ایک یا تین؟ میں عرض کی ایک فرمایا قسم بخدا میں نے عرض کی قسم بخدا اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو وہی طلاق پڑی جس کی تو نے نیت کی۔
حضرت امام ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نافع بن عسیر اور عبد اللہ بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طلاق بتہ والی روایت کے بعد فرماتے ہیں:

”قال ابو داؤد وهذا اصح من حديث ابن جريج ان ركانة طلق امراته ثلاثا لانهم اهل بيته وهم اعلم به وحديث ابن جريج رواه عن بعض بني ابي رافع“ (۲)
یعنی ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث ابن جریج کی اس روایت سے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تھی صحیح تر ہے کیونکہ طلاق بتہ کے راوی رکانہ کے گھر والے ہیں اور گھر والوں کو واقعہ کا صحیح علم زیادہ ہوتا ہے اور رہی ابن جریج کی روایت تو اسے ابورافع کے کسی لڑکے نے روایت کی ہے (جو رکانہ کے اہل خاندان سے نہیں) علامہ اجل امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”وانما الصحيح منها ما قدمناه انه طلقها البتة“ (۳)
یعنی صحیح روایت تو وہ ہے جو ہم پہلے ذکر کر آئے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی۔
ناقد بصیر محدث بے نظیر علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”ان ابو داؤد درجہ ان ركانة انما طلق امراته البتة كما اخرجه هو من طريق آل بيت ركانة وهو تعليل قوي“ (۴)

یعنی ابوداؤد نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی تھی کیوں کہ اس حدیث کے راوی رکانہ کے اہل و عیال ہیں اور یہ ایک مضبوط علت ہے۔

(۱) جامع الترمذی ابواب الطلاق ج: ۱، ص: ۲۲۲

(۲) سنن ابی داؤد کتاب الطلاق ج: ۱، ص: ۳۰۰، ۳۰۱

(۳) المنہاج بشرح الصحيح لمسلم بن الحجاج کتاب الطلاق ج: ۱، ص: ۷۸

(۴) فتح الباری بشرح البخاری کتاب الطلاق ج: ۹، ص: ۳۶۳

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاق نہیں دی تھی بلکہ ”طلاق بتہ“ دی تھی اب ”طلاق بتہ“ کی وضاحت بھی ملاحظہ کر لیں

لفظ ”بتہ“ مصدر ہے جس کا لغوی معنی کاٹنا اور جدا کرنا ہوتا ہے چنانچہ لغت کی مشہور کتاب ”المعجم الوسیط“ میں ہے:

”بت الشیء یبتاؤ بئذ و یبتاؤ قطعہ مستحصلا و طلاق امر انہ جعلہ ہاتاً“ لار جعہ فیہ“ (۱)

اور اصول فقہ میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ مصدر فرد حقیقی اور فرد حکمی دونوں کا احتمال رکھتا ہے طلاق کافر و حقیقی ایک ہے اور فرد حکمی تین، تو طلاق بتہ میں ایک اور تین دونوں کا ہی احتمال ہے اب اگر کسی ایک احتمال کی تعیین ہو سکتی ہے تو بیان نیت سے۔ حضرت رکانہ نے خود ہی اپنی نیت بتادی کہ میں نے ایک طلاق مراد لی ہے مگر ایک طلاق مراد لینے میں یک گونہ تہمت کا اندیشہ تھا اور کوئی الزام لگا سکتا تھا کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو بچانے کے لئے احتمال کا فائدہ اٹھایا اس لئے انھوں نے قسم بھی کھالی اور اس کی مزید توثیق کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوبارہ قسم بھی لی۔

اس واقعہ سے صاف ظاہر ہے کہ اگر رکانہ نے طلاق بتہ سے تین طلاق مراد لی ہوتی تو ان کی بیوی پر تین طلاق مغلطہ واقع ہو جاتی۔ اگر تین طلاق پڑنے کا احتمال نہ ہوتا تو رکانہ نہ تو قسم کھاتے اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قسم لیتے اور ایسی صورت میں قسم کھانا اور لینا دونوں لغو ہوتا۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم لی اور رکانہ نے قسم کھالی تو اس سے ثابت ہوا کہ اگر ان کی نیت تین طلاق کی ہوتی تو اگرچہ انھوں نے ایک ہی مجلس میں اور ایک ہی بار میں کہا تھا تاہم حضور کا فیصلہ یہی ہوتا کہ طلاق وہی پڑی جس کی تو نے نیت کی ہے۔

اس تفصیل سے مثل آفتاب روشن و واضح ہو گیا کہ غیر مقلدین کا حدیث رکانہ سے یہ ثابت کرنا کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے سے ایک ہی واقع ہوگی تین تین وجہوں سے باطل و مردود اور غیر معتبر ہے

پہلی وجہ: یہ حدیث ضعیف و منکر ہے اس کے راوی مجہول ہیں۔

دوسری وجہ: یہ حدیث رکانہ کے اہل و عیال کی روایت کے خلاف ہے۔

تیسری وجہ: یہ کہ اس کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتویٰ خود اس روایت کے خلاف ہے غیر مقلدین اپنے نظریے کی تائید میں جن دو روایتوں کو پیش کرتے ہیں ان میں سے ایک کا حال واضح ہو جانے کے بعد دوسری روایت کا حال دیکھیں۔

(الف) دوسری روایت جسے حضرت طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاق ایک مانی جاتی تھی۔

اس حدیث میں عموم و اطلاق ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ طلاق ایک مجلس میں دی گئی ہو یا مختلف مجلس میں پونہی ایک کلمہ میں دی گئی ہو یا الگ الگ تمام صورتوں میں تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی۔ جبکہ کسی صحابی کسی مجتہد بلکہ کسی مقلد یا غیر مقلد کا بھی ایسا کوئی مسلک نہیں ہے کہ بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اسے ایک مجلس میں تین طلاق دے یا الگ کئی مجلسوں میں، بہر حال تین طلاق ایک ہی مانی جائے گی اس لئے یہ حدیث اپنے عموم و اطلاق اور ظاہر کے اعتبار سے ناقابل حجت ہے۔

(ب) ابتدائے جواب میں چند احادیث نبویہ گزر چکی ہیں جن سے یہ ثابت ہے کہ مجلس واحد میں دی گئی تین طلاق کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تین قرار دیا ہے ان احادیث کے علاوہ دیگر احادیث صحیحہ اور بکثرت آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے ثابت ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی مانی جائے گی تو صحیح مسلم میں حضرت طاؤس کی حضرت ابن عباس سے یہ روایت کتاب و سنت اور آثار صحابہ و تابعین کے خلاف ہوئی اس لئے یہ روایت شاذ اور معطل اور استدلال سے خارج ہے۔ (ج) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے راوی ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب حضرت ابن عباس خود روایت فرما رہے ہیں کہ عہد نبوی میں تین طلاق کو ایک شمار کیا جاتا تھا تو بھلا انھوں نے جانتے ہوئے اس کے خلاف فتویٰ کیسے صادر فرمایا۔ جب خود ان کے فتاویٰ اس حدیث کے خلاف ہیں تو ماننا پڑے گا کہ یہ روایت شاذ اور ناقابل حجت و استدلال ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت طاؤس کی مذکورہ روایت سے یہ استدلال قطعاً نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث کے عموم میں جس طرح ایک مجلس داخل ہے ویسے ہی تین مجلسیں بھی تو داخل ہیں بلکہ تین طہر بھی شامل ہیں تو پھر یہ بھی استدلال کیا جاسکتا ہے کہ تین مجلس میں بلکہ تین طہر میں اور تین کلمات میں دی گئی تین طلاقیں بھی ایک ہی شمار ہوں گی حالانکہ دنیا بھر میں کوئی بھی صحیح دل و دماغ والا اس کا قائل نہیں ہے۔

اسی لئے فقہائے اسلام اور علمائے امت نے اولاً اس کے فنی سقم و ضعف کی بنا پر رد کر دیا اور ثانیاً برہنہاں تنزیل اس کی متعدد تاویلیں کی ہیں جن میں ایک تاویل یہ ہے کہ یہ حدیث خاص غیر مدخولہ کے متعلق ہے عہد رسالت میں اور عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی دو سالوں تک غیر مدخولہ کو جب کوئی طلاق دیتا تو الگ الگ ایک ایک طلاق دیتا اس لئے بعد کی دو طلاقیں لغو ہو جاتیں اور اعتبار صرف پہلی طلاق کا ہوتا۔

لیکن بعد میں لوگ ایک ساتھ اسے تین طلاق دینے لگے اس لئے اب تینوں طلاقوں کا اعتبار ضروری ہو گیا اور اسی پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا اور یہی موقف پوری امت مسلمہ کا ہے اس بات کی تائید ابوداؤد شریف کی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے اس میں ہے:

”عن طاؤس ان رجلاً یقال له ابو الصہباء کان کثیر السوال لابن عباس قال : اما علمت

ان الرجل كان اذا طلق امراته ثلاثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ واهى بكر وصدر امن اماره عمر؟ قال ابن عباس: بلى اكان الرجل اذا طلق امراته ثلاثا قبل ان يدخل بها جعلوها واحدة على عهد رسول الله ﷺ واهى بكر وصدر امن اماره عمر فلما راى الناس قد تعابوا فيها قال اُجيزهن عليهم“ (۱)

”حضرت طاؤس کہتے ہیں کہ ابو صہبانام کے ایک شخص حضرت ابن عباس سے اکثر سوال کرتے رہتے تھے انہوں نے عرض کیا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ شوہر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاق دے دیتا تو اسے حضور علیہ السلام اور صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی خلافت کے ابتدائی دور میں ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیوں نہیں جب شوہر اپنی بیوی کے ساتھ دخول (خلوت یا جماع) سے پہلے تین طلاق دے دیتا تو عہد رسالت و عہد صدیق اکبر اور عمر فاروق کے ابتدائی عہد میں اسے ایک طلاق مانا جاتا تھا پھر جب حضرت عمر نے مشاہدہ کیا کہ لوگ ایک ساتھ تین طلاق دینے لگے ہیں تو آپ نے فرمایا میں ان پر تینوں طلاقیں نافذ کرتا ہوں۔“

اس حدیث پاک سے بہت کھل کر یہ ثابت ہوا کہ حضرت ابن عباس کی دوسری روایت جس میں تین طلاق کے ایک ہونے کا شبہ پیدا ہو رہا تھا اس کا تعلق خاص اس صورت سے ہے جب کہ شوہر نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین بار میں تین طلاق دی ہو۔ اور اس مسئلہ میں ہمارا بھی مذہب یہی ہے کہ غیر مدخولہ کو اس طرح طلاق دی جائے تو صرف ایک طلاق پڑے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتاب، سنت رسول اللہ اور اجماع امت سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر کوئی مسلمان اپنی مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دے دے خواہ ایک دفعہ میں یا کئی دفعہ میں تو بہر حال اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اور اگر اپنی غیر مدخولہ بیوی کو ایک مجلس میں ایک ساتھ تین طلاق دے دے تو بھی تینوں پڑ جائیں گی ہاں اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں یا متعدد مجالس میں کئی مرتبہ میں یا کئی کلمات میں الگ الگ تین طلاق دے تو صرف پہلی طلاق پڑے گی اور بعد کی دونوں طلاقیں لغو اور بے کار ہو جائیں گی۔

یہی مذہب تمام حنفیوں، مالکیوں، شافعیوں اور حنبلیوں کا ہے اور یہی تمام صحابہ کرام کا بھی مذہب و مسلک ہے یہی احادیث طیبہ سے ثابت ہے۔

مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ اس حدیث کے راوی حضرت طاؤس بھی اپنی اس روایت کے خلاف فتویٰ دیتے تھے ان کا کہنا تھا کہ اگر غیر مدخولہ کو ایک مجلس میں تین لفظوں سے تین طلاق دی جائے تو ایک طلاق ہوگی کیونکہ ایسی عورت پہلی طلاق سے ہی ہائیمہ ہو جاتی ہے اور بعد کے طلاقیں کا محل نہیں رہتی حضرت طاؤس مدخولہ کی تین طلاق کو ایک

نہیں قرار دیتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں: ”عن لیث عن طاؤس وعطاء انهما قالالا اذا طلق الرجل امراته ثلاثا قبل ان یدخل بها فھی واحدة“ (۱)

یعنی لیث بیان کرتے ہیں کہ طاؤس اور عطاء کہتے تھے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو محبت سے پہلے تین طلاق دیدے تو وہ ایک طلاق ہوگی اس روایت سے معلوم ہوا کہ طاؤس مطلق تین طلاقوں کو ایک نہیں مانتے تھے اس لئے طاؤس کی جس روایت کو امام مسلم نے بیان کیا ہے وہ صحیح اور قابل حجت نہیں ہے۔

الحاصل اگر تاگزیر حالت پیش آجائے تو شوہر طلاق احسن کے ذریعہ بیوی کو زوجیت سے نکال سکتا ہے اور اگر بیک وقت تین طلاق دیدے تو تینوں واقع ہو جائیں گی اور عورت ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہو جائے گی البتہ شوہر کہنگار ہوگا اس پر توبہ لازم ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب .

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد ورس دارالعلوم علمیہ جہاد شاہی بستی

بغیر وطی طلاق دی تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شیر محمد قادری، سنی جامع مسجد امام ہاڑہ راؤ پر ضلع جہلم کاؤں مہاراشٹر
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں کہ ایک بالغ لڑکے نے نابالغ لڑکی سے نکاح کیا
اور رخصتی ہونے سے پہلے طلاق دے دیا اس وقت لڑکی بالغ ہو چکی ہے پھر اسی سے نکاح چاہتا ہے ایسی صورت میں
حلالہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر لڑکے نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو بیک لفظ تین طلاق دی۔ مثلاً یوں کہا کہ ”میں نے تجھے تین طلاق دی تو
تینوں طلاق واقع ہو جائیں گی اور عورت مغفلہ ہو جائے گی بغیر حلالہ اس لڑکے کے لئے حلال نہ ہوگی اور اگر طلاق
متفرق طور پر دیا ہے۔ مثلاً یوں کہا ”میں نے اپنی بیوی کو طلاق دیا، طلاق دیا تو ایسی صورت میں صرف ایک طلاق واقع
ہوگی اور بغیر حلالہ کے دوبارہ اس لڑکی سے اس کی اجازت پر نکاح کر سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: اذا طلق
الرجل امراته ثلاثاً قبل الدخول بها وقعن علیہا، فان فرق الطلاق بانت بالاولی ولم تقع الثانية
والثالثة کذا فی الہدایۃ“ (۱)

اس کا مطلب فقیہ ملت علامہ شاہ مفتی جلال الدین احمد امجدی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”یعنی اگر کسی
نے اپنی غیر مدخولہ بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ مثلاً یوں کہا کہ میں نے تجھے تین طلاقیں دیں تو تینوں واقع ہو جائیں گی
اور عورت مغفلہ ہو جائے گی بغیر حلالہ شوہر اول کے لئے حلال نہ ہوگی اور اگر طلاق میں تفریق کی تو ایک طلاق بائن
واقع ہوگی اور دوسری تیسری لغو ہو جائے گی، (۲) وھکذا فی الفتاویٰ الامجدیہ لصدر الشریعۃ العلامة
امجد علی علیہ الرحمۃ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ رشتوال المکرم ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۷۳

(۲) فتاویٰ لبض الرسول، ج: ۲، ص: ۲۵۱

اپنی بیوی سے کہا کہ میں تمہیں آزاد کرتا ہوں کیا اس سے طلاق ہو جائے گی؟

مسئلہ: از: مولانا محمد منصور علی قادری، مدرسہ فیضان، موضع خردوا، پوسٹ موٹی، مسکنواں گونڈہ یوپی
 کیا فرماتے ہیں علما دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو
 خط لکھا: ”میں تمہاری شکایت سن کر عاجز آ گیا ہوں، اب ہمارے بس کی بات نہیں ہے اس لئے میں تمہیں آزاد کرتا ہوں
 ہم سے کوئی مطلب نہیں ہے، اس مسئلہ میں کیا زید کی بیوی ہندہ نکاح سے نکل گئی؟ اس کے لئے کیا حکم ہے؟
 (۲) زید کی بیوی ہندہ اپنے شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی ہے اور شوہر لے جانے کے لئے راضی ہے،
 ہندہ کہتی ہے کہ اگر ہم کو اس شوہر کے ساتھ بھیجا گیا تو ہم خودکشی کر لیں گے اور شوہر طلاق نہیں دے رہا ہے، اس سے
 چھٹکارہ کی کیا صورت ہے؟

مذکورہ بالا مسائل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) صورت مسئلہ میں اگر زید نے اپنے خط کے اس جملے سے کہ ”میں تمہیں آزاد کرتا ہوں“ طلاق کی نیت
 کی تھی تو اس کی بیوی ہندہ پر ایک طلاق بائن پڑ گئی اور ہندہ زید کے نکاح سے نکل گئی، لیکن اگر وہ ہندہ سے دوبارہ نکاح
 کرنا چاہتا ہے تو عدت کے اندر یا بعد عدت صرف نکاح کر لینا کافی ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں امام اہل سنت علیہ الرحمہ والرضوان نے الفاظ کنایہ شمار کرتے ہوئے اس جملے کو بھی شمار کرایا
 کہ ”میں نے تجھے آزاد کیا، پھر فتاویٰ ہندیہ کے حوالہ سے فرمایا کہ ”ولو قال اعتقتک طلقت بالنیۃ کذا فی
 معراج الدرایۃ“ (۱) فتحد واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہندہ کے لئے اپنے شوہر سے چھٹکارے کی صورت یہی ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے اس سے طلاق
 اصل کرے، طلاق حاصل کئے بغیر ہندہ کے لئے زید کی زندگی میں اس سے چھٹکارہ کی ایک صورت یہ ہے کہ ہندہ
 قاضی شریعت کے پاس اپنا مقدمہ پیش کرے وہ بعد تحقیق نسخ نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تمہیں اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ ۱: راحت علی بن عابد علی مرحوم، جملہ بدھیانی، ضلع سنت کبیر مگر

کیا فرماتے ہیں ملائے دین و ملتیاں شرع متین مسئلہ ذیل میں ہم راحت علی ابن جناب عابد علی جو جملہ بدھیانی ضلع سنت کبیر مگر کے رہنے والے ہیں ہماری شادی مورخہ ۹ جنوری ۱۹۹۳ء کو نکہت جہاں بنت اکرام اللہ جو مکمل بازار پرانی ہستی کے رہنے والے ہیں کے یہاں ہوئی تھی چوں کہ اب ہماری پریشانی یہ ہے کہ ہماری بیوی کے تعلق غلط لوگوں سے ہیں اور محترمہ نکہت جہاں کے چال و چلن میں کافی گراؤٹ آجانے کی وجہ سے ہم برداشت نہیں کر سکتے اور نہ ہی کوئی ہندوستانی مسلم ایسا کر سکتا ہے اس لئے آج میں اپنے پورے ہوش و حواس میں رہتے ہوئے محترمہ نکہت جہاں کو اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں اور طلاق دیتا ہوں طلاق دیتا ہوں آیا نکہت جہاں میرے عقد سے نکل گئی یا نہیں اور اگر نکل گئی ہے تو پھر اگر وہ رہنا چاہے تو شریعت مطہرہ سے کیا احکام صادر ہوتے ہیں۔ مدلل مفصل تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔ بہنوا توجووا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر راحت علی نے اپنے اس جملہ سے کہ ”اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں“ طلاق کی نیت کی تھی تو اب اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی کہ یہ ہائے طلاق صریح رجعی سے طے ہوگئی۔ فان البائن یلحق الرجعی وبلحقہ یبطل خیار الرجعة فیصیران بالئین کما صراحو ابہ (۱)

اس صورت میں راحت علی نکہت جہاں سے نئے مہر کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے۔ حلالہ کی ضرورت نہیں اور اگر اس نے جملہ مذکورہ سے نیت طلاق نہ کی تھی تو اب نکہت جہاں پر دو طلاق رجعی واقع ہوگی کہ اگر ابھی عدت یعنی تین حیض کامل نہ گزرے تو رجعت کر سکتا ہے اور نکاح کی بھی حاجت نہیں اور اگر عدت گزر گئی ہے تو اب نئے سرے سے نئے مہر کے ساتھ نکاح کر کے اپنی زوجیت میں لاسکتا ہے۔ اس صورت میں بھی حلالہ کی ضرورت نہیں بشرطیکہ اس سے قبل طلاق نہ دیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تم سے اپنا رشتہ منقطع کرتا ہوں، تو طلاق ہوئی یا نہیں؟

مسئلہ از: عبدالرحمن بن سبوح اللہ ساکن پکری چوہے، پوسٹ جہد اشاہی ہستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو خط لکھا اور اس میں یہ تحریر کیا کہ میں تم سے اپنا رشتہ منقطع کرتا ہوں۔

کیا اس صورت میں ہندہ پر طلاق پڑے گی یا نہیں مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔ واضح رہے کہ یہ تحریر زید نے اپنی بیوی کے پاس آٹھ مہینہ قبل بھیجی ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

میں تم سے اپنا رشتہ منقطع کرتا ہوں اگر یہ جملہ بہ نیت طلاق لکھا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ فقہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمۃ رقمطراز ہیں: ”اگر اس نے رشتہ ختم کرتا ہوں کا جملہ طلاق کی نیت سے لکھا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔“ (۱)

اور طلاق بائن واقع ہونے کی صورت میں شوہر عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ بغیر حلالہ عدت کے اندر یا عدت کے بعد نکاح کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”اذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث فله ان يتزوجها في العدة وبعد انقضائها اه“ (۲)

صورت مذکورہ میں اگر زید نے طلاق کی نیت سے مذکورہ جملہ کہا تو اس کی بیوی پر طلاق بائن واقع ہوگئی۔ اب عورت کی مرضی سے نئے مہر کے ساتھ اس سے نکاح کر کے رکھ سکتا ہے۔ ”واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔“

الجواب الصحيح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۵ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۴، ص: ۲۶۰

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۳۳۱

کسی شادی شدہ نے کہا کہ ”میں جب جب شادی کروں گا تو میری بیوی کو تین طلاق“ اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد سراج احمد، نیپالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں کہ زید کی شادی ہو چکی تھی پھر زید سے کسی شخص نے کسی وجہ سے قسم کھلایا تو زید نے یہ قسم کھایا ”میں جب جب شادی کروں گا میری بیوی کو تین طلاق“ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی شادی جو قسم کھانے سے پہلے ہوئی تھی وہ بیوی زید کے نکاح سے صرف اس قسم کھانے سے نکلے گی یا نہیں۔ بینوا تو جو روا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں زید کی بیوی پر صرف اس قسم کھانے سے طلاق نہیں پڑے گی کیوں کہ طلاق شرط سے مشروط ہے تو جب تک شرط واقع نہ ہوگی طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ: ”جب طلاق کسی شرط مشروط کی جائے تو اس شرط کے واقع ہو جانے سے واقع ہو جائے گی۔ فی الہدایۃ اذا اضافہ الی شرط وقع عقیب الشرط.“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

سوال میں مذکور شرط یہ ہے کہ میں جب جب شادی کروں گا میری بیوی کو تین طلاق۔ اس شرط کا تعلق زمانہ مستقبل سے ہے لہذا اس قسم کھانے کے بعد جب بھی زید شادی کرے گا اس کی منکوحہ کو تین طلاق پڑ جائے گی۔ لیکن زمانہ ماضی میں جس عورت سے نکاح کر چکا ہے اس قسم سے اس پر طلاق نہیں واقع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۱۴۲۱/۳/۶ھ

کیا وقوع شرط سے پہلے طلاق ہو سکتی ہے؟

مسئلہ از: صفیر احمد مقام دیواریاناصر، پوسٹ دائو کنیاں ضلع سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین مسئلہ ذیل میں کہ نے اپنی والدہ سے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ اگر وہ میری بہن کی شادی سے پہلے میرے گھر آگئی تو اس کو طلاق۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر اس کی بیوی اس کی بہن کی

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۷۶۵

شادی سے پہلے اس کے گھر نہ آئے تو کیا بکراپے سرال جا کر اپنی بیوی سے مل سکتا ہے یا نہیں؟
 ”بسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں بکرنے طلاق کو شرط پر مطلق کیا ہے لہذا وقوع شرط سے پہلے طلاق نہ ہوگی اور بیوی بدستور
 بکر کے نکاح میں رہے گی اس لئے وہ اپنی سرال جا کر بیوی سے مل سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۷ھ

باب ثبوت النسب نسب ثابت ہونے کا بیان

حمل کی کم از کم اور زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟

مسئلہ از: احسان اللہ انصاری محلہ اسلام نگر قصبہ مکہ ضلع سنت کبیر نگر

زید کی منکوحہ ہندہ کے دو بچے ایک ۱۲ سال کا دوسری بچی ۸ سال کی اور دو بچے انتقال کر گئے۔ ہندہ مکان پر تھی اور زید خود روزی کی تلاش میں ۶ مارچ ۲۰۰۸ء کو ممبئی نکل گیا دوران سفر اسے معلوم ہوا کہ اسکی بیوی حمل سے ہے۔ یہ سن کر زید گھر چلا آیا اور بیوی سے دریافت کیا کہ حمل کیسا ہے بیوی نے کہا کہ حمل آپ ہی کا ہے اور زید پھر پردیس چلا گیا اور ہندہ کو ۱۱ فروری ۲۰۰۹ء کو بچہ پیدا ہوا زید کے چچا ہندہ کے ساتھ بازار جایا کرتے تھے اس وجہ سے گاؤں والوں نے زید کے چچا پر الزام لگایا کہ یہ حمل زید کے چچا کا ہے اور گاؤں والے برادری سے بائیکاٹ کر دیے اور زید کے چچا سے دریافت کرنے پر وہ کہتے ہیں کہ حمل میرا نہیں یہ سب بات جھوٹی ہے پھر ہندہ سے پوچھا گیا تو یہ کہتی ہے کہ ہم نے کسی سے کوئی غلطی نہیں کی اور یہ حمل میرے شوہر کا ہے اس کے بارے میں شریعت کا جو حکم ہوا گاہ فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حمل کی مدت کم از کم چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے۔ شرح وقایہ میں ہے: ”اکثر ملسۃ الحمل

سنتان و اقلها ستة اشهر“ (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”حمل کی مدت کم از کم چھ مہینے اور زیادہ سے

زیادہ دو برس کامل بے کم و بیش“ (۲)

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”حمل کی کم از کم مدت چھ مہینے ہے اور زیادہ

سے زیادہ دو سال“ (۳)

(۱) شرح الوقایہ، ج: ۲، ص: ۱۴۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۸۷۴

(۳) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۱۳۵

مگر وہ عورت جس کا شوہر زندہ ہو اگرچہ وہ بہت سالوں سے اپنی عورت سے دور ہو اس عورت کی اولاد اسی شوہر کی اولاد ہوگی۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”عورت جس کا شوہر زندہ ہو اگرچہ وہ کتنے ہی برسوں سے اس سے کتنا ہی دور ہو اس کی اولاد شوہر کی اولاد قرار پائے گی اس کے لئے دس مہینہ یا اس سال کی کوئی مدت مقرر نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”الولد للفراش وللعاهر الحجر“ (۱)

لہذا صورت مسئلہ میں وہ بچہ شرعاً زید کا ہی ہے گاؤں کے جن لوگوں نے زید کے چچا پر الزام لگایا اور زید کے چچا کا حمل بتا کر زید و ہندہ کا بائیکاٹ کیا وہ شرعاً غلطی پر ہیں اور جھوٹا الزام لگا کر حق العبد و حق اللہ میں گرفتار ہیں ان پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کریں اور آئندہ بے تحقیق باتوں کے کہنے سننے اور پھیلانے سے پرہیز کریں۔ اور زید و ہندہ سے معافی مانگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

شادی کے بعد چھ مہینے میں ہی بچہ پیدا ہو جائے

تو کیا ثابت النسب مانا جائے گا؟

مسئلہ از: محمد شمیم اختر برکاتی پرسالال شاہی بہتی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ بکر کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ شادی کے ٹھیک چھ مہینے میں ہندہ سے ایک بچی پیدا ہوئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ بچی ثابت النسب ہے کہ نہیں؟ اور اس صورت میں بکر کا نکاح ہندہ سے صحیح ہوا یا نہیں؟ اور جب بکر سے پوچھا گیا کہ کیا تمہارا تعلق ہندہ سے شادی سے پہلے تھا یا نہیں تو اس نے اعتراف کیا کہ میرا تعلق پہلے سے تھا اور اس بات کا اقرار بھی کرتا ہے کہ بچی میری ہے۔ برائے کرم مفصل و مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مسئلہ میں جب ہندہ کے بطن سے اس کے نکاح کے چھ ماہ بعد بچی پیدا ہوئی تو اگر وقت نکاح سے

وقت ولادت تک مکمل چھ ماہ ہو جاتے ہیں، تو وہ بچی شرعاً ثابت النسب ہے۔ یعنی شوہر ہی کی بانی جائے گی اس لئے کہ حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال اور کم سے کم چھ ماہ ہے؛ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ "اکثر مدة الحمل سبعة اشهر و اقل مدة الحمل سعة اشهر كذا في الكافي." (۱)

ہدایہ میں ہے: "ان جاءت به سعة اشهر فصاعدا يثبت نسبه اه" (۲)

اور ہر کا ہندہ سے یہ نکاح بھی صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۱۹/۱۱/۲۳ھ

شادی کے تین سال بعد بچہ پیدا ہوا تو ثابت النسب ہے یا نہیں؟

مسئلہ: از: محمد شرافت حسین اشرفی طبعی، گرام پر سامہر سندور یا بازار، ضلع مہراج سنگھ، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے سلمیٰ سے شادی کی اور زید شادی کے بعد سلمیٰ کے ساتھ پانچ مہینے تک رہا اس کے بعد سعودیہ چلا گیا، اس کو تین سال کے قریب ہو گئے ادھر سلمیٰ کو تیسرا سال پورا ہونے والا تھا جب جا کر ایک لڑکا پیدا ہوا اور ابھی تک دیدہ گھر نہیں آیا ہے تو کیا وہ لڑکا زید کا ہے یا کسی غیر کا۔ کوئی کہتا ہے کہ زید کا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ غیر کا۔ اور جب سلمیٰ سے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ یہ زید ہی کا لڑکا ہے، میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں۔ حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں، میں کرم ہوگا۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہ لڑکا شرعاً زید کا ہی ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"الولد للفراش وللعاهر الحجر" (۳)

اور در مختار میں ہے: "لذا کتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیہ بینہما

مسافة سعة فولدت لسعة اشهر منذ تزوجها لعضوره کرامة واستعداما" (۴)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے

ہیں: "صورت مستفسرہ میں وہ بچہ شرعاً بلاشبہ اسی شوہر کا ہے اسے اس کا انکار جائز نہیں ہے۔ پونے تین سال در کنار

(۲) الہدایہ، ج: ۲، ص: ۴۱۲

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۴) الدر المختار، ج: ۱، ص: ۲۸۴

(۳) صحیح البخاری، ج: ۲، ص: ۹۹۹

تیس سال یا چالیس برس سے دونوں الگ ہوتے جب بھی بچہ اسی کا ہوتا“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم۔

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۱/رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

مرتد کا بچہ کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد الیاس

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے وہابی غیر مقلد کی نماز جنازہ پڑھی اور گھر آ کر اپنی عورت سے مباشرت کی، اور اسی رات میں حمل قرار پا گیا آیا وہ بچہ کیسا ہوگا اور وہ آدمی گنہگار ہوگا کہ نہیں حالانکہ دیوبندی غیر مقلد کی نماز جنازہ پڑھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے صاف صاف بیان کریں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ”وہابیت ارتداد ہے“ (۲) اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”وہابی اپنے عقائد خبیثہ کے سبب اسلام سے خارج ہیں، احکامہم احکام المرتدین“ (۳) اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”غیر مقلدین حال کے اشد دیوبندی کفروں میں بھی یوں شریک ہیں کہ ان پر ان قائلوں کو کافر نہیں جانتے اور ان کی نسبت حکم ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔“ (۴) حاصل یہ ہے کہ وہابی غیر مقلد اسلام سے خارج کافر و مرتد ہے۔

لہذا اگر کسی نے وہابی کے عقائد پر مطلع ہونے کے باوجود اس کو مسلمان جان کر اس کی نماز جنازہ پڑھی وہ بھی اسلام سے خارج اور کافر ہو گیا اور اس کا نکاح بھی ختم ہو گیا۔

سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”پھر مرد معاذ اللہ ان میں کا ہو گیا تو نکاح فوراً فسخ ہو گیا:

”لان ردۃ الرجل ففسخ فی الحال بالاجماع“ (۵) اور بعد ارتداد اگر جماع کیا اور اس سے اولاد ہوئی تو وہ حرامی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”اگر بعد نکاح ان میں سے کوئی معاذ اللہ مرتد ہو گیا اور اس کے بعد کے جماع سے اولاد ہوئی تو وہ بھی حرامی ہوگی۔“ (۶)

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۳۲۹

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۸۵۹

(۳) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۷۱

(۳) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۲۱۲

(۶) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۱۰۸

(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۱۰۸

البتہ اگر لاعلمی کی بنا پر نماز جنازہ پڑھی ہے تو کوئی الزام نہیں مگر جاننے کے بعد اسے توبہ واستغفار کر لینا چاہئے۔
ہکذا قال العلماء الکرام والفقهاء العظام فی الکتاب الفقہیہ واللہ تعالیٰ وسبحانہ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

۷/ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ

نکاح کے تین ماہ بعد بچہ کی ولادت کا حکم

مسئلہ از: غلام رسول، مقام سوسا بازار، پوسٹ سہاری سرحد ضلع بستی
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلے میں زید کی شادی ہوئی اور اس کے تین مہینے بعد لڑکا پیدا
ہوا تو زید کا نکاح ہوا یا نہیں اور اس لڑکے کے بارے میں کیا مسئلہ ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت
فرمائیں۔ فقط والسلام

”باسمہ تعالیٰ وتقديس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کی شادی کے تین ماہ بعد اس کی بیوی سے پیدا ہونے والا بچہ شرعاً زید کا نہیں کیونکہ نکاح کے بعد وہ چھ ماہ
سے کم مدت پر پیدا ہوا جبکہ حمل کی مدت کم سے کم چھ ماہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”اکثر مدۃ الحمل سنتان و اقل مدۃ الحمل ستۃ اشہر کذا فی الکافی۔“ (۱)

البتہ اگر وہ حمل زنا کا تھا تو زید کا اس عورت سے نکاح صحیح ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے ”حمل تزوج

الجبلی من الزنا ولا یحل تزوج الجبلی من غیرہ۔“ (۲)

پھر اگر وہ حمل زید کا ہی تھا تو بعد نکاح اس سے وطی بھی جائز ہے اور اگر دوسرے کا تھا تو جب تک بچہ پیدا نہ ہوا
تھا اس درمیان اگر زید نے جانتے ہوئے اس سے وطی کی تو توبہ واستغفار کرے۔ ایسا ہی عامہ کتب فقہ میں تحریر ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۸/ربیع الآخر ۱۴۳۰ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیری، ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۲) تبیین الحقائق، ج: ۲، ص: ۲۸۵

باب النفقة والعدة

نفقہ اور عدت کا بیان

مطلقہ ایام عدت میں اپنے شوہر سے کیا کیا حق طلب کر سکتی ہے؟

مسئلہ از: رئیس احمد، منگلور

کیا فرماتے ہیں علمائے شرع متین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں

(۱) میری لڑکی کی شادی ایک مالدار گھرانے میں تقریباً ڈھائی سال پہلے ہوئی تھی جس کا ایک بچہ بھی ہے اب

انہوں نے دو طلاقیں دے دی تو لڑکی ایام عدت میں اپنے اور اپنے بچے کے لئے شرما کیا کیا حق طلب کر سکتی ہے؟

(۲) کچھ علمائے کرام کا کہنا ہے کہ لڑکی اگر اپنے بچہ کو اپنا دودھ پلا رہی ہے تو اس کی کوئی اجرت نہیں لے سکتی

ہے۔ شریعت مطہرہ میں اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر لڑکے والے مالدار ہیں تو لڑکی اپنے اور اپنے بچے کے اخراجات جیسے کھانا، کپڑا رہنے کا مکان کا

بھاڑ اور دیگر ضروریات زندگی کے اخراجات کتنے مقدار میں متعین کرے۔ لڑکے والے کہتے ہیں کہ دو ہزار بھی زیادہ

ہے۔ حالاں کہ وہ جس مکان میں رہتے ہیں اس کا بھاڑ انگوٹھیں ہزار روپے مہینے کا ہے لہذا اس رہن سہن کے اخراجات

کو کیسے متعین کیا جائے گا؟

(۴) طلاق کے بعد بچے کو ماں اپنے پاس کب تک رکھ سکتی ہے۔ اس کے بعد اخراجات کا ذمہ دار کون ہوگا

اور اگر بچہ اپنی ماں کے پاس رہنے کے لئے بولے تو ایسی صورت میں بچہ اپنے باپ کے میراث کا حقدار ہوگا یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بہدی طلاق کے بعد اپنے شوہر سے مہر اور ایام عدت کا نفقہ کے علاوہ اور کوئی حق شرما نہیں طلب کر سکتی ہے (۱)

اور بچے کے خرچ کا بھی ذمہ دار باپ ہے۔ بشرطیکہ اس بچے کا اپنا کوئی مال نہ ہو تو عورت بچے کا نفقہ بھی پائے گی البتہ

ایام عدت میں بچے کی پرورش کا معاوضہ یا دودھ پلانے کا معاوضہ نہیں طلب کر سکتی ہے۔ در مختار میں ہے: ”ونجب

النفقة لطفله الفقير“ (۱)

بہار شریعت میں ہے: ”ماں کی پرورش میں بچہ ہو اور وہ اس کے باپ کے نکاح یا عدت میں ہو تو پرورش کا معاوضہ نہیں پائے گی۔“ (۲)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”اذا استاجر الاب ام الصغير لارضاعه حال قيام النكاح بمال نفسه لا يجوز وبعد الطلاق ان كان رجعيا لا يجوز۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جس بچہ کی ماں کسی کے نکاح یا عدت میں ہو تو اس کے بچے کو دودھ پلانے کی اجرت نہیں لے سکتی ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت وغیرہ کے حوالے سے جواب اول میں گزرا اور اگر نکاح یا عدت میں نہ ہو تو اب اجرت لے سکتی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”ان كان الطلاق بائنا ففی ظاهر الرواية يجوز ولو استاجرھا بعد انقضاء العدة لارضاع ولده منها جاز“ (۴)

اور بہار شریعت میں ہے: ”بچہ کی ماں نکاح میں ہو یا طلاق رجعی کی عدت میں اگر دودھ پلائے تو اس کی اجرت نہیں لے سکتی۔ طلاق بائن کی عدت میں لے سکتی ہے۔“ (۵)

اس سے معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں ماں اپنے بچہ کو دودھ پلانے کی اجرت اس کے باپ سے لے سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”اگر مرد و عورت دونوں مالدار ہوں تو نفقہ مالداروں کا سا ہوگا اور اگر دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں جیسا اور ایک مالدار اور دوسرا محتاج تو متوسط درجہ کا اور شوہر مالدار ہو اور عورت محتاج تو بہتر یہ ہے کہ جیسا آپ کھاتا ہو عورت کو بھی کھلائے مگر یہ واجب نہیں واجب متوسط ہے۔“ (۶)

اس تفصیل کی روشنی میں بہتر ہے کہ آپ چند دیندار نیک اور تجربہ کار لوگوں کو منتخب کر لیں وہ شوہر اور بیوی کے حالات کا صحیح جائزہ لے کر عورت اور بچے کے اخراجات متعین کر دیں۔ واللہ اعلم

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۷۰

(۲) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۲۵۳

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۴، ص: ۴۳۴

(۴) بہار شریعت، ج: ۴، ص: ۴۳۴

(۵) بہار شریعت، ج: ۸، ص: ۲۷۵

(۶) حوالہ سابق، ج: ۸، ص: ۲۶۵

(۴) اگر ماں طلاق کے بعد کسی ایسے شخص سے نکاح نہ کرے جو لڑکے کا عرم نہی ہے۔ مثلاً چچا وغیرہ نہ ہو تو لڑکا سات برس کی عمر تک اور لڑکی نو برس کی عمر تک اپنی ماں کے پاس رکھے جائیں گے۔ اس مدت تک لڑکے اور لڑکی کی پرورش کا حق ماں کو ہے۔ در مختار میں ہے: ”السحاظۃ اما او غیرہا احق بالخلام حتیٰ يستغنی عن النساء وقد ربسبع وبہ یفتی“ (۱)

اسی میں ہے:

”والام والجدۃ لام اولاب احق بہا حتیٰ تشتہی وقد ربسبع وبہ یفتی“ (۲)

اس مدت کے بعد باپ کی اجازت سے رہ سکتا ہے اور بچے کے تمام اخراجات کا ذمہ دار اس کا باپ ہے بشرطیکہ اس بچے کا اپنا کوئی مال نہ ہو بچہ کسی کے پاس رہے اور کہیں رہے بہر حال اپنے باپ کے ترکہ کا حقدار ہے اسے بہر حال میں میراث ملے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب الصحيح: محمد قمر عالم قادری

شوہر شرابی وغیرہ ہو تو عورت کو اس سے چھٹکارہ حاصل کرنے کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: محمد رئیس اسلام پورہ، مجھو امیر، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ زید نے ہندہ کے ساتھ شادی کیا اور ہندہ کے گھر والوں کو معلوم بھی تھا کہ زید شراب وغیرہ پیتا ہے یا اس کے اندر افعال شنیعہ بھی پائے جاتے ہیں اور زید کی ہندہ کے ساتھ شادی ہوئے دس سال ہو گئے ہیں۔ زید ہندہ کو آٹھ سال سے خرچ وغیرہ نہیں دیتا ہے، اگر ہندہ مزدوری بھی کرتی ہے تو اسے مارتا اور گالی وغیرہ دیتا ہے۔ اس کے پاس جو پیسے وغیرہ رہتے ہیں وہ اسے چھین لیتا ہے اور اسے لے جا کر شراب وغیرہ پی لیتا ہے اور شراب کے نشے میں اپنے بدن پر خود چھری وغیرہ مار لیتا ہے اور زید ہندہ کو نہ کما کر کھلاتا ہے، نہ اس کی دوسری ضروریات پوری کرتا ہے اور زید نشے کی حالت میں اپنی بیوی بچوں پر بھی ہاتھ اٹھا لیتا ہے، اور ان کے کسی پریشانی میں کام بھی نہیں آتا ہے، اور ہندہ اپنے میکے میں تقریباً تین سال سے رہتی ہے، اور زید اپنی بیوی کو اپنے گھر بھی نہیں لے جاتا ہے۔ ایک مرتبہ زید کی لڑکی کا انتقال ہوا اس نے اپنی لڑکی کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی اور نہ اس کی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۴۰

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۲، ص: ۶۴۰

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۱

مٹی دی تو اس صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اپنی خبیث و رذیل حرکات کی بنا پر سخت ظالم و جابر حق اللہ و حق العبد میں گرفتار مستحق غضب جبار ہے، اس پر لازم ہے کہ ان حرکتوں سے باز آئے اور حق زوجیت ادا کرے یا بیوی کو طلاق دے دے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿فَإِنْ سَكَتَا عَنْ طَلَاقِهَا فَلَا تَحِلُّ لُهَا مَا لَمْ يَحْكِمْ يَوْمَ تَكُونُ لَهَا الْحِلَّ بِمَا كَانَتْ تُحِلُّ لَهَا وَتُنْكِحُهَا فِي الدِّينِ﴾ (۱)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَبْضُرُوْهُنَّ لِتَضِيْقُوا عَلَيْنَهُنَّ﴾ (۲)

اور اگر زید طلاق نہیں دیتا تو ڈرا دھمکا کر جس طرح بھی ہو سکے طلاق لی جائے، اس کے علاوہ چھٹکارے کی کوئی شکل نہیں ہے۔ ہندہ کو بغیر طلاق کسی سے ہرگز ہرگز نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور زید جب تک اپنی اصلاح نہیں کر لیتا ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بایکٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ ربیع النور شریف ۱۴۲۳ھ

جو والدین کا خرچ نہ دے کیا وہ وراثت کا حقدار ہے؟

مسئلہ از: محمد یعقوب، دھانے پور، گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ابن زید نے ۱۸ سال تک تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا پھر فراغت کے بعد اپنے والدین سے کہتا ہے میں آپ لوگوں کے ساتھ کچھ نہیں کر سکتا یعنی میں آپ لوگوں کا ذمہ دار نہیں ہوں، نیز ابھی تک اس کے والدین مجبور نہیں ہیں۔ کیا میراث میں اس کو کوئی حصہ ملے گا یا نہیں؟ ایسے لڑکے کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں مرحمت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۲۳۱

(۲) سورۃ الطلاق، آیت: ۶

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر والدین محتاج ہوں اور اولاد صاحب نصاب ہو تو والدین کا نفقہ اولاد پر واجب ہے اور اگر الگ سے اخراجات دینے کی وسعت نہ ہو تو والدین کو کھانے پینے میں اپنے ساتھ شریک کرے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”يجبر الولد الموسر على نفقة الابوين المعسرین“ (۱)

اور اسی میں ایک مقام پر ہے: ”قال ابو یوسف اذا كان الابن فقيرا كسوبا والاب زمنيا شاك

الابن في القوت بالمعروف“ (۲)

اسی طرح فتاویٰ رضویہ (۳) اور فتاویٰ امجدیہ وغیرہ میں ہے۔ اور اگر والدین مجبور محتاج نہیں اور اولاد مالک نصاب ہوں پھر بھی والدین کی پاسداری اور نگہداشت نہیں کرتے تو یہ نہایت شقاوت اور بد بختی ہے اور برکات دارین سے محرومی کا سبب ہے۔ ابن زید کو والدین کی حتی الامکان خدمت کرنی چاہئے، رہا میراث کا معاملہ تو وراثت بحکم شریعت مطہرہ ہے اس سے کوئی محروم نہیں کر سکتا، اس لئے زید کا لڑکا زید کے ترکے سے بہر حال حصہ پائے گا۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿يُؤْتِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِي كَرِهَ مِثْلُ هَٰذَا الْآثَيْنِ﴾ (۴)

اور اگر زید خود میراث سے محروم کرنا چاہتا ہے تو بھی نہیں کر سکتا ہے اور اس کا لڑکا میراث سے ضرور حصہ پائے گا، ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (۵) میں اور اس کے علاوہ دیگر کتب فقہیہ میں مسطور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

واحکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳۰ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۵۶۴

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۵۶۵

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۹۱۰

(۴) سورة النساء، آیت: ۱۱

(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱، ص: ۳۲۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الحلف والایمان

قال الله تعالى

﴿وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا
الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ
عَلَيْكُمْ كَفِيلًا إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾
(النحل/ ۹۱)

یعنی

اللہ کا عہد پورا کرو جب آپس میں معاہدہ کرو اور قسموں کو
مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنے
اد پر ضامن کر چکے ہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ جانتا ہے۔

از ص: ۲۱۷ تاس: ۲۲۳

کل فتاویٰ: ۷

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

باب الحلف والايمان قسم اور منت کا بیان

قرآن مقدس کی جھوٹی قسم کھانے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد اقرار خاں کان پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص لوگوں کو بے وقوف بنانے کے لئے ان جھوٹی باتوں کو سچ ثابت کرنے کے لئے قرآن مقدس اٹھا کر جھوٹی قسم کھائے تو کھا سکتا ہے کہ نہیں اور اگر کھالیا تو اس کا گناہ کیسے معاف ہوگا قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل و مفصل آسان اردو زبان میں جوابات عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر گزشتہ یا موجودہ چیز کے متعلق جان بوجھ کر قسم کھائی مثلاً قسم کھائی کہ میں نے فجر کی نماز پڑھ لی ہے جب کہ اس نے نماز فجر نہیں پڑھی تھی یا قسم کھائی کہ میرے پاس دس ہزار روپے ہیں، جب کہ اس کے پاس دس ہزار روپے نہیں تھے، تو قسم کھانے والا سخت مجرم و گنہگار مستحق غضب جبار ہے اس پر فرض ہے کہ توبہ و استغفار کرے اور بارگاہ الہی میں صدق دل سے نادم ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا تَخْلَقُ فِيهِمُ الْآخِرَةُ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ. وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (۱)

اور ارشاد نبوی ہے: ”من حلف فقال انی ہری من الاسلام فان کان کاذبا فهو کما قال“ (۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”غموس و هو الحلف علی البات شی او نفیہ فی الماضي او الحال

یتعمد الکذب فیہ فہذہ الیمین یأثم فیہا صاحبها وعلیہ فیہا الاستغفار والتوبۃ دون الکفارة“ (۳)

(۱) سورۃ آل عمران، آیت: ۷۷

(۲) سنن ابی داؤد، ج: ۲، ص: ۳۶۳

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۵۲

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”جان بوجہ کر جموٹی قسم کھائی یعنی مثلاً جس کے آنے کی نسبت جموٹی قسم کھائی تھی یہ خود بھی جانتا ہے کہ نہیں آیا ہے تو ایسی قسم کو غموس کہتے ہیں غموس میں سخت گنہ گار ہوا استغفار و توبہ فرض ہے مگر کفارہ لازم نہیں۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

قرآن مقدس اٹھا کر قسم کھانے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شہیدہ خاتون پورینہ پاٹھ، بستی

ایک بات یہ ہے کہ قرآن کی قسم یعنی کسی بات پر قرآن اٹھوایا گیا اٹھوانے والے کے سامنے اٹھانے والا اپنی مرضی کا ادا یا اظہار نہیں کر سکتا تھا اس لئے قرآن اٹھالیا، کچھ دن بعد اپنی بات سے پھر گیا اس کے لئے کیا حکم ہے۔ شادی شدہ ہونے کی صورت میں اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا یا نہیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر آئندہ کام کرنے یا نہ کرنے کے لئے قرآن شریف اٹھا کر قسم کھائی تو اس قسم کے توڑنے پر کفارہ لازم ہے یعنی دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو ایک ایک جوڑا کپڑا دے، یا ایک غلام آزاد کرے اور اگر ان میں کسی ایک کی قدرت نہ رکھتا ہو تو لگاتار تین روزے رکھے۔ اگر کھانے اور جوڑے وغیرہ کی استطاعت کے باوجود روزے سے کفارہ ادا کیا تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَكْفَارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تُطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كَسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ

رَقَبَةٍ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ﴾ (۲)

قسم توڑنے کی صورت میں نکاح نہیں ٹوٹتا ہے بلکہ کفارہ لازم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۸ھ

(۱) بہار شریعت، ج: ۹، ص: ۱۶

(۲) سورة المائدہ، آیت ۸۹

معمولی بات پر قرآن کو ہاتھ میں لے کر قسم کھانے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ: محمد حنیف عرف جمن، موضع کسہوا، پوسٹ کرمبیا، ضلع بہتھی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں خسر اور بہونے کسی امر کے بابت قرآن مجید ہاتھ میں لے کر قسم کھائی اور اب بہت افسوس کر رہے ہیں ان دونوں کا حکم شرعی تحریر فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بیان سائل سے معلوم ہوا کہ خسر اور بہونے ایک معمولی بات پر قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھالی ہے اور انہیں اس بات کا افسوس ہے کہ معمولی بات پر ہم نے قرآن پاک کو کیوں اٹھالیا لہذا ان پر شرعاً کوئی کفارہ لازم نہیں ہے البتہ معمولی بات پر قرآن شریف اٹھا کر حلف لینا بہتر نہیں ہے اس لئے وہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۸/ جمادی الآخر ۱۴۲۷ھ

متعین دنوں میں روزہ کی منت مان کر نہ رکھ سکا تو کیا کرے؟

مسئلہ از: جمیل الدین، محلہ گاندھی نگر، نظام آباد، آندھرا پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے منت مانی کہ اگر میری شادی ہندہ سے ہوگئی تو میں اس سال ازیکم شعبان المعظم تا ۱۵ شعبان المعظم روزہ رکھوں گا۔ زید کی شادی ہندہ سے ہوگئی۔ زید اپنی منت پوری نہ کر سکا (روزہ اس سال نہ رکھا) اب زید کیا کرے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اب پندرہ روزہ بطور قضا رکھے خاتم محققین علامہ ابن عابدین قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں: ”ان المعلق یتمین فیہ الزمان بالنظر الی التعجیل اما تاخیرہ فظاہرانہ جائز اذ لا محذور فیہ“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

روزہ کی منت مانی مگر اب نہ جسمانی قوت ہے نہ فدیہ کی حیثیت تو

مسئلہ: شمشاد علی حسینی سابق چیئرمین فورم کورٹ سلطانیہ

حضرت مفتی صاحب قبلہ

آپ اس مسئلہ میں رہنمائی کریں کہ اگر کسی نے روزہ رکھنے کی منت مانی مگر اس کی حالت ایسی ہوگئی کہ نہ وہ روزہ رکھ سکتا ہے اور نہ ہی اس کا عوض صدقہ دے سکتا ہے اب اس کے لئے کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر کسی شخص نے روزہ رکھنے کی منت مانی اور پھر اس کی حالت ایسی ہوگئی کہ وہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے اور نہ ہی فدیہ دے سکتا ہے اور آئندہ بھی اسے روزہ رکھ پانے کی کوئی امید نہیں ہے تو اس کے لئے حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرتا رہے۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ ہوگا۔ غزویون البصائر میں ہے ”فی المنقی لذر ان یصوم ابدا فضعف عن الصوم لا شغاله بالمعیشۃ لہ ان یفطر ویطعم لکل یوم نصف صاع من بر او صاعا من شعیر وان لم یقدر علی ذالک لعسرۃ یتستغفر اللہ تعالیٰ“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ ہمد اشاہی ہستی

بزرگوں کی نذر کا سامان علما و سادات لے سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ: ماسٹر محمد عرفان، بہوانی تنج، سدھارتھ نگر

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے کسی بزرگ کے نام نذر مانی مثلاً یوں کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں خواجہ فریب نواز علیہ الرحمہ کے نام ایک دیگ کھانا بنوا کر تقسیم کروں گا تو اس کھانے کو علما اور سادات کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اولیائے کرام کے نام مانی جانے والی نذر حقیقت میں نذر شرعی نہیں ہے بلکہ نذر طرہی ہے جس کا مطلب

(۱) غزویون البصائر مع الاشباہ والنظائر، ج: ۱، ص: ۲۵۸

مذرا نہ ہوتا ہے اسے علماء و سادات اور عوام سبھی کھا سکتے ہیں یہ صدقہ نافلہ کی قبیل سے ہوتا ہے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ حدیقہ ندویہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: ”ومن هذا القبيل زيارة القبور والتبرک بضرایح الاولیاء والصالحین والنذر بهم بتعلیق ذلک علی حصول شفاء و قدوم غالب فانه مجاز عن الصدقة علی الخادمین بقبورهم۔“ (۱)

البتہ جو نذر شرعی ہوتی ہے وہ خاص فقر و مساکین کا حق ہوتا ہے اسے اغنیاء و سادات نہیں لے سکتے ہیں سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ رد المحتار کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

”مصرف الزکاة ہی ایضا مصرف النذر“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جہد اشاعتی بستی

بھگوان یا کسی معبود باطل کی قسم کھانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد اقلیم امر ڈوبھا، سنت کبیر نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ کسی مسلم نے جان بوجھ کر بھگوان کی قسم یا رام کی قسم کھائی تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر ”بھگوان کی قسم“ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جیسا کہ ہندو، خدائے قدوس کے لئے لفظ بھگوان بولتے ہیں تو یہ قسم حرام و گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بولنا حرام، بلکہ بحکم فقہا کفر ہے یہی حکم ”رام کی قسم“ کا بھی ہے، اور اگر اس سے مراد ہندوؤں کے معبود ہوں تو بلاشبہ کفر و ارتداد ہے اور قائل اسلام سے خارج ہے کہ اس میں ان معبودان باطلہ کی تعظیم و توقیر ہے اور ان کی تعظیم و توقیر کفر ہے حدیث شریف ہے۔

”من حلف وقال فی حلفہ واللات فلیقل لا الہ الا اللہ“ (۳)

یعنی جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اور کہا قسم ہے لات کی تو وہ (کلمہ طیبہ) لا الہ الا اللہ کہے اس حدیث کے

تحت حاشیہ میں ہے۔

(۱) الفتاویٰ الامجدیہ، ج: ۱، ص: ۳۵۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۹۷۱

(۳) سنن ابی داؤد، ج: ۴، ص: ۴۶۳

”یحتمل ان یسکون معناه انه سبق علی لسانه فلیعدار کہ بکلمة التوحید لانه صورة الکفر والافان کان علی قصد التعظیم لہو کفر وارتداد یدجب العود عنه بالدخول فی الاسلام۔“ (۱)
 حاصل یہ ہے کہ قسم کھانے والے نے اس قسم سے خدا کی ذات مراد لی ہو یا غیر مسلموں کے معبودان باطلہ مراد لئے ہوں، دونوں صورت میں اس پر توبہ واستغفار تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اور آئندہ ایسی بات سے پرہیز فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جہاد شاہی بستی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الحدود والتعزیر

قال الله تعالى

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ
النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ
وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا﴾

(الفرقان/۶۸)

یعنی

اور اللہ کے بندے وہ کہ خدا کے ساتھ دوسرے معبود کو شریک نہیں
کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے خدا نے حرام کیا اور
زنا نہیں کرتے اور عجمیہ کام کرے وہ سزا پائے گا۔

از ص: ۲۲۳ تا ص: ۳۱۸

کل فتاویٰ: ۱۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الحدود و التعزیر حدود و تعزیر کا بیان

کسی کی منکوحہ کو بیوی کی طرح رکھنے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: عبدالرحمن موضع پرساد مالی، پوسٹ رام پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عبدالرحمن کا لڑکا جمال احمد موضع پرساد مالی رام پور تھانہ منڈیریواں ضلع بستی یوپی کا رہنے والا اور رضوانہ خاتون کتاب اللہ خاں کی لڑکی موضع پرساد مالی پوسٹ رام پور تھانہ منڈیریواں کی رہنے والی ان دونوں سے محبت ہو گئی، مگر عبدالرحمن اور کتاب اللہ خاں ان دونوں کو مظلوم نہیں تھا اور کتاب اللہ خاں نے اقبال احمد کے لڑکے محمد نعیم الدین موضع گنگولی تھانہ دودھارا تحصیل خلیل آباد ضلع سنت کبیر گھر کے رہنے والے سے شادی کر دی اور لڑکی کو رخصت کیا مگر لڑکی نے نہ اس سے گفتگو کی اور نہ کوئی بات مانی اور وہاں سے فرار ہو کر عبدالرحمن کے گھر سے جمال احمد کو لے کر فرار ہو گئی۔ اور سال بھر دونوں غائب رہے پھر گھر کی طرف واپس ہوئے اور لڑکی کے شکم سے ایک بچی پیدا ہوئی اور ان دونوں نے عبدالرحمن کو کافی مارا اور ان کی اہلیہ کو کافی مارا۔ عبدالرحمن نے دونوں کو گھر سے باہر نکال دیا۔ رشتہ دار اور گاؤں کے لوگ ان کے یہاں سے کھانا پینا بند کر دیا اب کیا کیا جائے کہ گاؤں کے لوگ اور رشتہ دار ان کے یہاں کھانا پینا شروع کر دیں اور لڑکی اور لڑکا اپنی زندگی کس طرح گزاریں واضح طور پر تشریح فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں رضوانہ خاتون اور جمال احمد سخت مجرم، بدکار، جفاکار، مستحق ناروغضب جبار و قہار ہیں۔ دونوں پر لازم ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور علانیہ توبہ و استغفار کریں۔ مسجد میں کچھ ضرورت کی چیزیں مثلاً لوٹا، چٹائی، مصلی وغیرہ رکھ دیں، اور میلاد شریف کرائیں کہ یہ سب چیزیں قبولیت دعا میں معاون ہوں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ قَاتَلَ مَسَاحِقًا فَإِنَّهُ يُتَوْبُ إِلَى اللَّهِ مَعَابًا﴾ (۱) اب اگر دونوں یہاں بیوی بن کر

رہتا چاہیں تو پہلے محمد نعیم الدین سے طلاق لیں خواہ جس طرح بھی ہو پھر جب محمد نعیم الدین طلاق دے دے تو رضوانہ، مطلقہ کی عدت تین کامل حیض گزارے اس کے بعد عبدالرحمن کے لڑکے جمال احمد سے نکاح کرے۔ محمد نعیم الدین سے طلاق لئے بغیر ہرگز ہرگز رضوانہ کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر مذکورہ طریقے پر دونوں عمل کر لیں تو ان کا سماجی بائیکاٹ ختم کر کے برادری میں شامل کر لیا جائے۔ اور اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو سب لوگوں پر لازم ہے کہ ان دونوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ ان سے بات، چیت، سلام کلام اٹھنا بیٹھنا سب بند کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَقْعُدُوا عَنْهَا﴾^(۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/صفر/المظفر ۱۴۲۲ھ

زید کا لڑکا بدکاری میں مبتلا ہو اور زید اس سے کوئی تعلق نہ

رکھے تو کیا زید کا بائیکاٹ درست ہے؟

مسئلہ از: عبدالرحیم موضع پرساد مالی، پوسٹ رام پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا لڑکا بکر کی لڑکی کو لے کر فرار ہو گیا اور ایک سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا ہے کہ وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہ رہے ہیں۔ زید نے اپنے لڑکے کو بہت سمجھایا مگر وہ اپنی حرکت سے باز نہیں آیا جس پر زید نے اسے اپنے گھر سے نکال دیا اور اپنا رشتہ ناٹ ختم کر دیا ہے مگر زید کی برادری کے لوگ زید کا بائیکاٹ کئے ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے بیان فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں اگر واقعی زید نے اپنے بدکردار لڑکے کو سمجھایا اور غلط کاری سے باز آنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی اور اس سے اپنا تعلق ختم کر لیا تو اب اس پر کوئی الزام نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْزِدُوا لِذَرَّةٍ وَذَرَّةٍ﴾^(۲) یعنی اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔ لہذا اس کا بائیکاٹ کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔ زید کی برادری کو چاہئے کہ زید کا بائیکاٹ ختم کر کے برادری میں شامل کر لیں ہاں اگر زید اپنے بیٹے کی

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۱۶۵

حرکت پر راضی ہو تو یقیناً اس کا بایکاٹ درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتاب: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: نظام الدین قادری

۲۷ رمضان ۱۴۲۲ھ

غیر مسلم عورت سے ہمبستری کرنا زنا کا حکم رکھتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: عبدالقیوم بستی

کرم طراز حضرت محقق سیدنا آقا مفتی صاحب آداب و تسلیمات و قدم بوسی بعد اذائے مراسم غلامانہ عرض
ایک درج ذیل کا شرعاً فتویٰ عطا فرمانے کی دستہ بستہ معروض بندہ نوازی ہوگی۔ التماس کا فرہ حربیہ سے مواصلت و
مباشرت میں معاذ اللہ مومنہ کے ساتھ مباشرت کا حکم یکساں ہے یا کچھ مراعات ہیں یا کہ دونوں کو تعزیر و سنگسار
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کسی بھی عورت سے زنا حرام و گناہ اور موجب سزا ہے مومنہ و کافرہ کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ فقیہ ملت مفتی
جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ”غیر مسلم عورت سے کسی مومن مرد کا ہمبستری کرنا بھی شرعاً زنا ہے
جو اسے زنا، نہ مانے وہ گمراہ نہیں تو جاہل ضرور ہے اور جاہل نہیں تو گمراہ ہے۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم
کتاب: محمد اختر حسین قادری
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۱ جمادی الاول ۱۴۳۰ھ

جس شخص کا سماجی بایکاٹ ہو اس کو برادری میں شامل ہونے کی کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: انتظامیہ غوثیہ انجمن کمیٹی بھٹی تحصیل کنور، ضلع مہیا، مدھیہ پریش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں (۱) سراج بیگ کی لڑکی صوفیہ بانو عمر اٹھارہ
سال جو کہ محمد اسحاق ملی کے لڑکے منظور عمر بالغ کے ساتھ ۱۲ جون کو بھاگ گئی۔ تاریخ ۱۳ جون کو تھانہ سلیما کے ذریعہ
دونوں اپنے اپنے گھر آئے۔ (۲) ہم بستی والوں نے ان کو برادری سے بند کر دیا (۳) کچھ دنوں کے بعد سراج بیگ
نے اپنی لڑکی صوفیہ بانو کو شہر میں لے جا کر دوسرے لڑکے کے ساتھ عقد کر دیا (۴) اب سراج بیگ برادری میں شامل
ہونا چاہتے ہیں شریعت کیا حکم دیتی ہے۔

(۱) فتاویٰ مجلس الرسول، ج ۲، ص ۶۱۱

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سراج بیک اور صوفیہ ہانو اور محمد اسحاق اور ان کا لڑکا ٹٹو سب سخت مجرم و گنہگار لائق غضب جبار ہیں۔ یہ سب علانیہ توبہ و استغفار کریں قرآن خوانی میلاد شریف اور خیرات و صدقات کریں۔ اگر یہ لوگ ایسا کر لیں تو برادری میں شامل کیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۲/ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

کسی نے اپنی بھتیجی کے ساتھ زنا کیا تو اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد رفیق خاں، امام کیتان مسجد، رام پور، یوپی

بعضور جناب مفتی اسلام صاحب قبلہ دارالعلوم علیہ جمد اشاہی بستی یوپی

بعد سلام عرض ہے کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی بھتیجی کے ساتھ بد فعلی کی ہے اور اس شخص نے اس بات کو تسلیم بھی کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ مجھ سے جب یہ برائے عمل ہوا تو میں نے دخول کیا اور پھر فوراً خدا کا خوف دل میں پیدا ہو گیا اور میں اپنی حرکت سے پلٹ گیا اور انزال بھی نہیں ہو پایا تھا اور میں بہت ہی شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اور برابر ایک مہینے سے توبہ کر رہا ہوں لہذا وہ آدمی میرے پاس آیا اور مذکورہ باتوں کو دہرایا اور کہا کہ شریعت کا حکم کیا ہے لہذا شریعت مصطفویہ میں اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ ہندوستان میں تو ہم اس کو کوڑے نہیں مار سکتے ہیں، کیا اس پر کفارہ ہے جس کو وہ ادا کرے اور اس کی بخشش کی کوئی صورت ہے۔ دونوں غیر شادی شدہ ہیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر یہاں اسلامی حکومت ہوتی تو دونوں کو سو سو کوڑے حد لگائی جاتی۔ لیکن جب یہاں حکومت اسلامیہ قائم نہیں تو دونوں پر صدق دل سے توبہ و استغفار لازم ہے۔ اگر ان کے جرم کا اظہار ہو گیا ہے تو علانیہ توبہ کریں اور رب العالمین کی بارگاہ میں نادم و شرمندہ ہوں، اور زیادہ سے زیادہ خیرات و صدقات کریں کہ یہ چیزیں قبولیت توبہ میں معاون ہوں گی اور انشاء اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ قَاتَلَ نَفْسًا فَهِيَ مِنَ اللَّهِ حَتَّىٰ يَخْرُجَ مِنْهَا دَمٌ فَهُوَ كَافِرٌ﴾

فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا (۱)

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "العائب من الذنب کمن لا ذنب له" (۲) زنا کی مزارعہ یا حد ہے۔ اس کا کفارہ نہیں ہے، بس صدق دل سے توبہ و استغفار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری

زنا کی تہمت لگانے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شیخ الدین مقام و پوسٹ بیدی پور بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید و بکر جو کہ مسلم ہیں آپس میں دونوں میں رنجش چل رہی تھی اسی درمیان زید سے اور ایک ہندو سے جھگڑا ہو گیا تو زید نے بکر مسلم کو زنا کے الزام میں شامل کر دیا اور مقدمہ بھی کر دیا جب کہ یہ الزام بالکل جھوٹ ہے اور پولیس بھی تفتیش میں آئی پورے گاؤں والوں سے جانکاری حاصل کی معاملہ غلط نکلا لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید نے جو بکر پر الزام زنا لگایا ہے اس پر شریعت کا کیا حکم ہے اور گاؤں والوں کو زید کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔ حکم شرع بیان فرمائیں اور جو لوگ زید کا ساتھ دیں اور مل کر کھانا کھائیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے۔ بیان فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر کوئی شخص کسی عاقل بالغ آزاد مسلمان عقیف پر زنا کا الزام لگائے اور چار گواہ سے ثابت نہ کر سکے تو جس پر الزام لگایا ہے اس کے مطالبہ پر اسی کوڑے مارے جاتے ہیں پھر اس کی گواہی کبھی قبول نہیں کی جاتی ہے۔ زنا کی تہمت لگانے کو قذف کہا جاتا ہے اور یہ گناہ کبیرہ حرام اور اشد حرام ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَا كُتِبَ عَلَيْهِمُ أَنْ يَتُوبُوا فَقَدْ اِخْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا﴾ (۳) یعنی جو لوگ مسلمان مرد اور عورتوں کو ناکردہ باتوں سے ایذا دیتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا ہوا گناہ اٹھایا۔ اور ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَزْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ يَأْتُوا بِنِجْمَةٍ شَهَادَةٍ فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً

(۱) سورۃ الفرقان، آیت: ۷۱

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۰۶

(۳) سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۸

وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿۱﴾ یعنی جو لوگ پارسا عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ نہ لائیں ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کسی قبول نہ کرو اور وہ لوگ فاسق ہیں۔

صورت مذکورہ میں زید زنا کی تہمت لگانے کے سبب سخت گنہگار اور فاسق و فاجر ہے۔ اگر یہاں اسلامی حکومت ہوتی تو زید پر اسی کوڑے لگائے جاتے۔ اسلامی حکومت نہ ہونے کی بنیاد پر حکم ہے کہ زید بکر سے علانیہ معافی مانگے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں صدق دل سے توبہ و استغفار کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) اور جو لوگ زید کا ساتھ دیں وہ بھی مجرم و خطا کار ہیں۔ ان پر بھی توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ

جو اپنی بیٹی سے زنا کرے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد فضل الرحمن مقام و پوسٹ پاٹو، ضلع ہزاری باغ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی بیٹی سے زنا کیا جب کہ اس بیٹی کی حقیقی ماں مرچکی ہے۔ زید نے پھر دوسری شادی کی ہے لہذا زید پر کیا حکم شرعی نافذ ہوگا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید بدکار سیاہ کار مجرم و مستحق غضب جبار اور سزاوارتار ہے اگر اسلامی حکومت ہوتی تو زید کو سنگسار کر دیا جاتا۔ اب جب کہ یہاں اسلامی حکومت نہیں زید پر لازم ہے کہ دل سے توبہ و استغفار کرے اور راہ خدا میں صدقات و خیرات کرے کہ یہ چیزیں توبہ قبول ہونے میں معاون ہوں گی۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا﴾ (۳) اگر زید توبہ و استغفار نہ کرے تو مسلمان اس کا بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ

(۱) سورۃ النور، آیت: ۴

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) سورۃ الفرقان، آیت: ۷۱

الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذَّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۱﴾ اور زید نے جو دوسری شادی کی ہے اگر یہ اس لڑکی کی رضائی ماں ہو تو فوراً مقلعہ کرے اور اس سے جدا ہو جائے کہ جس طرح اپنی ماں حرام ہوگی یوں ہی اب اس لڑکی کی رضائی ماں بھی زید پر حرام ہوگی۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”یحرم من الرضاۃ ما یحرم من الولادة“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۸ رزی الحجہ ۱۳۲۵ھ

زید نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا تو کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: مولانا وجہ القمر برکاتی، مقام وپوسٹ بھریا، ڈومریا گنج، سدھارتھ نگر، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں زید نے اپنے لڑکے بکر کی بیوی ہندہ کے ساتھ زنا کیا جب کہ ہندہ کی رضا بالکل نہیں تھی یہ کام اس کے خسر زید نے بالجبر کیا اگر ہندہ اپنے شوہر بکر کے ساتھ نہیں رہ سکتی تو کیا زید نکاح کے ذریعہ اس کو اپنی بیوی بنا کے رکھ سکتا ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مدلل و مفصل عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر واقعی زید نے اپنے لڑکے بکر کی بیوی ہندہ کے ساتھ زنا کیا ہے ”معاذ اللہ“ تو اب ہندہ زید و بکر دونوں پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی نہ بکر اسے رکھ سکتا ہے اور نہ ہی زید۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ﴾ (الی قولہ تعالیٰ) وَحَلَائِلُ اَبْنَاءِ كُمْ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ﴿۳﴾ اور آیت کریمہ ”وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ اَبَاءُكُمْ“ کی تفسیر میں مفسر قرآن علامہ ابو بکر حصص قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”النکاح اسم للوطی حقیقۃ علی مقتضی موضوعہ فی اصل اللغة ویسمی العقد باسمہ مجازاً فوجب اذا کان هذا علی ما وصفنا ان یحمل قوله تعالیٰ و لا تنکحوا الایۃ علی الوطاء لماقتضی ذلک تحریم من وطیها ابوہ من النساء علیہ لانه لما ثبت ان النکاح اسم للوطی لم یختص بالمباح منه.“ (۴)

(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۴۶۶

(۱) سورۃ الانعام، آیت ۶۸

(۳) احکام القرآن للجصاص، ج: ۲، ص: ۱۱۲، ۱۱۳

(۴) سورۃ النساء، آیت: ۲۳

اور اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے استاذ علامہ دہر ملا احمد جیون قدس سرہ فرماتے ہیں:

”وقيل المراد بالنكاح الوطى يعنى لا تؤطوا ما وطى اباؤكم ففيه دليل على تحريم موطوءة الاب كلها سواء كان نكاح او بملك يمين او بزنا كما هو مذهبنا وعليه كثير من المفسرين هكذا فى المدارك“ (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”تحريم المبنى بها على اباؤ الزانى واجداده وان علوا وابنائهم و ان سفلوا كذا فى فتح القدير.“ (۲)

کنز الدقائق میں ہے: ”الزنا يوجب حرمة المصاهرة“ (۳)

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ فرماتے ہیں: ”ان الاعتبار لعين الوطى لالكونه حلالا او حراما“ (۴)

ان تمام ارشادات کا حاصل یہ ہے کہ جس عورت سے کسی نے صحبت و وطی کر لی تو اب وہ عورت اس وطی کرنے والے کے اصول و فروع سب پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے خواہ وہ وطی حلال ہو یا حرام ہو۔ یہی ارشاد اکابر صحابہ مثل امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم، عبداللہ بن مسعود، بن عباس، جابر، ابی بن کعب اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور جمہور تابعین مثل حضرت حسن بصری امام شافعی، امام اوزاعی، مجاہد، حماد، سفیان ثوری وغیرہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے البتہ اس حرام ہو جانے سے ہندہ بکر کے نکاح سے نہ نکلے گی بلکہ بکر پر فرض ہے کہ ہندہ کو فوراً طلاق دے کر الگ کر دے۔ یا متار کہ کر دے مثلاً کہہ دے کہ میں نے اسے چھوڑا۔ درمختار میں ہے: ”بحرمة المصاهرة لا يرفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر الابعد المتاركة وانقضاء العدة“ (۵)

اب ہندہ عدت گزار کر کسی سنی مسلمان سے نکاح کر لے مگر زید کے لئے بذریعہ نکاح بھی حلال نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ

(۱) التفسیرات الاحمدیہ، ص: ۲۰۹

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج ۱، ص: ۲۷۴

(۳) کنز مع البحر، ج ۲، ص: ۹۸

(۴) کنز مع البحر، ج ۲، ص: ۹۸

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، ج ۳، ص: ۳۷

سالی سے زنا کرنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد ادریس، مقام و پوسٹ نچلول بازار ضلع مہراج سنگ، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام حسب ذیل مسئلہ کے بابت:

(۱) زید و سگی بہنوں سے ہمستری کرتا ہے ایک اس کے نکاح میں ہے دوسری کو بھی رکھا ہے جس سے زنا کرتا ہے کیا ایسا کرنا زید کے لئے درست ہے۔ اگر نہیں تو زید پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے۔ نیز اس کے ساتھ تعلقات قائم کرنا اس کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

(۲) بگردن رات شراب پی کر مست رہتا ہے نہ بیچ وقت نہ عید و بقرعید کی نماز پڑھتا ہے نہ ہی سماج سے تعلق رکھتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ بیان فرمائیں یہ بھی تحریر فرمائیں کہ اس سے تعلق رکھنا اور اس کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے؟ بینوا و توجروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) زید کا اپنی بیوی کی بہن سے زنا کرنا حرام اشد حرام ہے۔ یہاں اگر اسلامی حکومت ہوتی تو زید کو سنگسار کر دیا جاتا۔ زید پر لازم ہے کہ اس قبیح و حرام کام سے علانیہ توبہ و استغفار کر لے۔ کچھ خیرات و صدقات کرے اور آئندہ ایسی ذلیل حرکت سے باز رہنے کا عزم کرے اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دے اس سے میل جول سلام و کلام سب بند کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بکر فاسق و فاجر، بدکار، مجرم و گنہگار اور غضب جبار کا سزاوار ہے بکر پر واجب ہے کہ برے افعال و کردار سے باز آئے اور احکام الہیہ کی پابندی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل طور سے بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱/ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

ایک لڑکی غیر مسلم کے ساتھ فرار ہو گئی تو؟

مسئلہ از: محمد جاوید، مقام برت پور پوسٹ لکھنیت ضلع ہستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں

”زید کی بہن (۷۱ سال) معاذ اللہ ایک غیر مسلم کے ساتھ فرار ہو گئی، زید نے تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کی مگر اب تک کوئی سراغ نہ ملا۔ اس نامحسوس واقعہ کی وجہ سے زید کی برادری اور گاؤں والے اس سے قطع تعلق کر رہے ہیں۔

مقصود طلب امر یہ ہے کہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں کیا زید سے قطع تعلق کرنا ضروری ہے؟ کیا زید سے تعلق رکھنے میں شرعاً کوئی قباحت ہے؟ جبکہ ظاہر اس واقعہ میں اس کا قصور نہیں۔ بینوا تو جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملك الوهاب:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَذِرُوا أَرْضَہٗ وَزُرَّ اُخْرٰی﴾ (۱)

کوئی بوجھ اٹھانے والی (جان) دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔

اگر زید نے واقعی کوئی قصور نہ کیا یعنی وہ بہن کی نقل و حرکت سے واقف نہ تھا اور اس غیر مسلم سے تعلقات کی اسے خبر نہ تھی یا خبر تھی اور بہن کو اپنی پوری کوشش بھر برائی سے روکتا رہا پھر بھی وہ ایسی حرکت کر بیٹھی تو زید کے بایکات کا حکم نہیں ہوگا نہ ہی اس سے قطع تعلق ضروری ہے اور اگر اس کی دانست میں یہ معاملہ تھا اور اس نے بہن کی غلط حرکت کو نظر انداز کیا تو بے شک زید مجرم ہے۔ اگر توبہ و استغفار کر لے تو اس سے تعلقات رکھے جائیں ورنہ اس کا بایکات کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحيح: محمد شفيق الرحمن

٢٣ / محرم الحرام ١٤٣٥ هـ

(۱) سورة الفاطر، آیت: ۱۸

(۲) سورة الانعام، آیت: ۶۸

جس کی لڑکی ہندو کے ساتھ فرار ہو گئی اس کا حکم

مسئلہ او: جملہ مسلمانان اہلسنت موضع منہیاں پوسٹ بیرپور (گور) خلع ہستی یوپی کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و ملت اس مسئلہ میں کہ مبارک حسین کی لڑکی جس کی عمر ۲۱ سال ہے ایک مسلم کے ساتھ فرار ہو گئی اور پھر دوسری لڑکی جس کی عمر ۱۸ سال ہے ایک غیر مسلم کے ساتھ بھاگ گئی اور ہندوین کر زندگی گزار رہی ہے۔ والدین کا ان سے رابطہ آج بھی رہتا ہے اور سارا معاملہ مبارک حسین اور ان کے گھر والوں کی جانکاری میں ہوا ہے۔

ایک دوسرے معاملہ میں گاؤں والوں سے جھگڑا کرتے ہوئے مبارک حسین نے مسجد کی سخت بے حرمتی کی ہے جس کی وجہ سے گاؤں اور برادری کے کچھ لوگوں نے مبارک حسین کے گھر والوں کا سختی سے بائیکاٹ کر دیا ہے اور کچھ لوگ اب بھی اس کے ساتھ کھاتے پیتے اور تعلقات قائم رکھتے ہیں۔ گاؤں کی پنچایت میں مسجد و مدرسہ کے ممبران نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ مبارک حسین اور ان کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے والوں کے گھر مسجد کے امام صاحب فاتحہ خوانی میلاد، جنازہ پڑھنے نہیں جائیں گے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ بائیکاٹ نہ کرنے والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ نیز مسجد کے امام صاحب کے لئے ممبران کا یہ حکم جاری کرنا کیسا ہے؟ بیٹو! توجروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جن لوگوں نے مبارک حسین کا سماجی بائیکاٹ کیا ہے انہوں نے حکم شریعت پر عمل کیا ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) جو لوگ مبارک حسین کے ساتھ تعلقات برقرار رکھے ہوئے ہیں ان کو حکم شرعی سے آگاہ کر کے اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ مبارک حسین جیسے بے غیرت اور فاسق و فاجر کے ساتھ نہ رہیں اگر وہ لوگ مان لیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان سے بھی کٹناہ کشی اختیار کر لی جائے اور ممبران مسجد و مدرسہ نے اصلاح معاشرہ اور سد باب مفسد کے پیش نظر جو یہ فیصلہ کیا کہ امام صاحب مبارک حسین اور اس کا ساتھ دینے والوں کے گھر فاتحہ خوانی وغیرہ میں نہیں جائیں گے تو ان کا یہ فیصلہ بطور جرد و قبح اور ازالہ مفسد و منکرات کے لئے درست ہے کہ تعزیر اس طرح کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۸/ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ

کسی جرم میں منہ میں کا لک لگا کر گھمانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد غفر قادری، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ گاؤں سماج میں اگر کوئی بہت بڑا جرم کر دیتا ہے تو لوگ اس کے منہ میں سیاہی پوت کر گاؤں میں گھوماتے ہیں تو سزا کے طور پر منہ میں سیاہی لگانا کیسا ہے؟
”بسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

برائیوں کو روکنے کے لئے گاؤں سماج کے لوگ ایسی سزا دے سکتے ہیں کہ جس سے وہ خود شرعاً یا قانوناً مجرم نہ ہو جائیں ایسے مجرم کو گاؤں میں گدھے وغیرہ پر بیٹھا کر گھومانے میں حرج نہیں ہے مگر منہ میں کا لک اور سیاہی لگانے کی اجازت نہیں ہے کہ یہ مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے۔ اس گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”لا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا۔“ (۱)

یعنی خیانت مت کرو دھوکہ مت دو اور صورت مت بگاڑو۔

علامہ اجل سیدنا امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

”وفی هذه الكلمات من الحديث فوائد مجمع عليها وهي تحريم الغدرو تحريم

الغلل وكره المثلة۔“ (۲)

سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ ربہ القوی قیم کی بحث میں تحریر فرماتے ہیں:

”منہ کیچڑ سے ساننا صورت بگاڑنا ہے اور صورت بگاڑنا مثلہ ہے اور مثلہ حرام ہے، یہاں تک کہ جہاد میں

حربی کافروں کو بھی مثلہ کرنا صحیح حدیث میں منع فرمایا جن کے قتل کا حکم فرمایا ان کے بھی مثلہ کی اجازت نہ دی۔

افسوس ان مسلمانوں پر کہ باہم کھیل میں ایک دوسرے کے منہ پر کیچڑ تھوپتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے

میں اس کے منہ پر سیاہی لگاتے ہیں یہ سب حرام اور اس سے پرہیز فرض۔“ (۳)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ سزا کے طور پر بھی منہ پر سیاہی لگانا جائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتاب: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ جہد اشاہی، بستی

(۱) الصحيح لمسلم، ج: ۲، ص: ۸۲

(۲) المنهاج بشرح صحيح مسلم بن الحجاج، ج: ۲، ص: ۸۲

(۳) الفتاوى الرضوية، ج: ۳، ص: ۶۶۷م

لیٹ فیس اور مالی جرمانہ لینا شرعاً کیسا ہے؟

مسئلہ اذ: مجرم تبسم، اور ملک آزاد

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے کوئی جرم کر دیا تو کیا اس سے کچھ رقم بطور جرمانہ لے سکتے ہیں؟ بعض مدارس عربیہ میں بھی یہ ہوتا ہے کہا کہ کوئی طالب علم رخصت پر جانے کے بعد تاخیر سے آتا ہے تو اس سے لیٹ فیس کے نام پر کچھ روپیہ وصول کیا جاتا ہے ایسا کرنا کیسا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کسی جرم کی سزا میں مجرم سے مال وصول کرنا ناجائز و گناہ ہے، فقہ کی بے شمار کتب میں صراحت ہے کہ مالی جرمانہ ناجائز ہے۔ چنانچہ ردالمحتار میں ہے:

”فی شرح الآثار التعزیر بالمال کان فی ابتداء الاسلام ثم نسخ اہ والحاصل ان المذہب عدم التعزیر باخذ المال:“ (۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم سے کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔“ (۲)

لہذا کسی مجرم سے مالی جرمانہ لینا جائز نہیں ہے ہاں اس کی اصلاح کے لئے اگر کچھ رقم لے لی جائے اور پھر بعد اصلاح اسے لوٹا دی جائے تو اس کی اجازت ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

”وفی البحر حیث قال والفاد فی التبرازیة ان معنی التعزیر باخذ المال علی القول بہ امساک شئی من ماله عند مدة لینز جرثم یعیده الحاکم الیہ لان یاخذہ الحاکم لنفسه او لبيت المال کما یتوهمہ الظلمة اذ لا یجوز لاحد من المسلمین اخذ مال احد بغير سبب شرعی.“ (۳)

اور بعض مدارس میں لیٹ فیس کے نام سے جو رقم وصول کی جاتی ہے یہ بھی ایک قسم کا مالی جرمانہ ہے لہذا یہ بھی ناجائز و گناہ ہے اور لینے والے مجرم و گنہگار ہیں اس سلسلے میں ”شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف“ کا فیصلہ یہ ہے:

(۱) رد المحتار، ج: ۶، ص: ۷۷

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۵۳۵

(۳) رد المحتار، ج: ۶، ص: ۷۷

”جو طلبہ ختم رخصت کے بعد ویر سے آتے ہیں ان سے لیٹ فیس کے نام پر لی جانے والی رقم ایک قسم کا مالی جرمانہ ہے اس کا لینا ناجائز ہے، البتہ تادمی کارروائی کے طور پر چند روز ان کا کھانا بند کرویں پھر اگر وہ مدرسہ میں کھانا چاہیں تو کھانے کا عوض لیا جاسکتا ہے اور اگر طالب علم پہلے سے ہی معاوضہ خوراک دے کر کھاتا تھا تو اس کے معاوضہ خوراک میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں یا کوئی دوسری تادمی کارروائی کی جائے البتہ معاوضہ خوراک لینے میں اس امر کا لحاظ ضروری ہوگا کہ معاوضہ خوراک وہی لیا جائے جو واقع میں معاوضہ ہوتا ہو اس سے زائد نہ ہو۔“ (۱) کو اللہ تعالیٰ اعلم۔

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

خادم افتاد ورس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی، بستی

وہابی دیوبندی کو خبیث مردود کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبید حشمت، ممبئی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ کسی وہابی دیوبندی کو خبیث مردود کہنا درست ہے یا نہیں۔ اگر کوئی مسلمان ان کو مردود کہے تو وہ کس سزا کا مستحق ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

قرآن کریم میں کفار و مشرکین اور منافقین کے لئے شیطان کا کلمہ وارد ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شُيَاطِينِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ﴾ (۲)

یعنی جب منافقین اپنے شیطانوں یعنی سرداروں کے پاس جائے تو کہتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں اس آیت کریمہ میں سرداران کفار و منافقین کو شیطان ان فرما گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ منکرین رسالت اور گستاخان خدا و رسول کے لئے شیطان کا لفظ بولنا صحیح ہے اور وہابی دیوبندی اللہ و رسول کے سخت گستاخ اور کافر و بددین ہیں تو ان کو خبیث مردود کہنا بھی بلاشبہ جائز و صحیح ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”مگر اب بدین کو شیطان کہا جاسکتا ہے اور اسے بھی جو لوگوں میں فتنہ پردازی کرے۔“ (۳) کو اللہ تعالیٰ اعلم

کعبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

خادم افتاد ورس دارالعلوم علیہ جہد اشاہی، بستی

(۱) فیصلہ نوان الفقہی سمینار شرعی کونسل آف الیما بریلی شریف، ص: ۲

(۲) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۳

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۵، ص: ۹۹

اگر کافر حاکم کسی پر حد لگائے تو گناہ ختم ہوگا یا نہیں

مسئلہ از: محمد شاداب مہوہا، یوپی
کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کافر حاکم نے کسی مسلمان کو قتل یا زنا کی سزا میں حد لگائی تو وہ مسلمان گناہ سے پاک ہوگا یا نہیں؟
"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:
مذہب حنفی میں محرمات کے ارتکاب پر حد لگانا امن عامہ کو برقرار رکھنے اور فتنہ و فساد کی روک تھام کے لئے ہے گناہ کا ازالہ توبہ سے ہوگا بغیر توبہ گناہ ساقط نہیں ہوگا فقہ کی جملہ متون و شروح و فتاویٰ اس تفصیل سے پر ہیں۔
چنانچہ در مختار میں ہے:

"ولیس مطہر عندنا بل المظہر العوبة." (۱)
یعنی ہمارے نزدیک حد پاک کرنے والی نہیں ہے بلکہ توبہ گناہ سے پاک کرنے والی ہے۔
رد المحتار میں ہے:

"فاذا حلوا لم یب یقی علیہ اثم المعصية." (۲)
فتح القدیر میں ہے:
"فان المذهب ان الحد لا یعمل فی سقوط اثم." (۳)
کفایہ میں ہے:

"اذا الحد یقام علی کرہ منہ فلا یكون محصلا للثواب اصلا فلا تحصل به الطهارة" (۴)
تبیین الحقائق میں ہے:
"والطهارة من الذنب لیست بحکم اصلی لا إقامة الحد لانها تحصل بالعوبة لا باقامة الحد." (۵)

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۶، ص: ۶۱

(۲) رد المحتار، ج: ۶، ص: ۶۱

(۳) فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۲۱

(۴) کفایہ مع فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۳۱

(۵) تبیین الحقائق، ج: ۳، ص: ۶۳

حاشیہ چلی میں ہے:

”قال علماءنا اذا ارتكب العبد ذلها يوجب الحد فاجرى عليه الحد لا يحصل له التطهير

به من غير توبة.“ (۱)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”الطهارة من الذنب ليست بحکم اصلی لاقامة الحد لانه تحصل بالتوبة لا باقامة

التوبة.“ (۲)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ حد لگانے سے گناہ ختم نہیں ہوتا ہے بلکہ اس کے لئے توبہ ضروری ہے۔ اب یہ حد خواہ مسلم حکمران کے ذریعہ لگائی جائے یا کافر کے ذریعے لگائی جائے دونوں کا حکم ایک ہے لہذا اگر کسی مسلمان کو جرم قتل و زنا میں کسی غیر مسلم حاکم نے حد لگائی تو محض اس حد لگنے سے وہ گناہ سے پاک نہیں ہوگا اس کے لئے توبہ ضروری ہے اور بعض احادیث یا کتب احناف میں جو یہ آیا ہے کہ حدود گناہ کا کفارہ ہیں تو اس کا مطلب یہی ہے کہ توبہ کے ساتھ حدود کفارہ گناہ ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

خادم افتاد و دس دارالعلوم علمیہ مجدد اشائی، بستی

(۱) حاشیہ الشلی علی تبیین الحقائق، ج: ۳، ص: ۳

(۲) الفعاری العالمگیرۃ، ج: ۲، ص: ۱۴۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب السیر

قال الله تعالى

﴿وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ
وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾
(البقرہ/۱۹۰)

یعنی

اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی
نہ کرو بیشک اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

از ص: _____ تا ص: _____

کل فتاویٰ: ۱۶۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب السیر

سیر کا بیان

ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

مسئلہ از: محمد سعید اختر عفی عنہ مدرسہ عربیہ اہل سنت انوار العلوم پشمن پور بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

یہ امر مثل آفتاب روشن ہے کہ برٹش گورنمنٹ کے قبضہ سے پہلے ہندوستان دارالاسلام تھا اور کوئی ملک جب دارالاسلام ہو گیا تو جب تک وہاں شعائر اسلام مثلاً جمعہ و عیدین اذان و اقامت اور جماعت باقی رہیں گے وہ دارالاسلام ہی رہے گا۔ اگرچہ وہاں حکومت خالص کافروں کی ہو یا جمہوری ہو۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ جامع الفصولین کے حوالہ سے فرماتے ہیں ”لما صارت السلسلۃ دارالاسلام باجواء احکامہ فاما بقیہ شئی من احکامہ و آثارہ تبقی دارالاسلام“۔ (۱) لہذا ہندوستان میں اگرچہ جمہوری نظام قائم ہے مگر شعائر اسلام اب بھی باقی ہیں تو بحمدہ تعالیٰ ابھی بھی وہ دارالاسلام ہے۔ تفصیل اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے مہر کہ الآراء اور عظیم تحقیقی رسالہ ”اعلام الاعلام“ میں دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب الصحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۱/ جنادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ

عرب میں کافر ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد رضوان، ساکن بہادر گنج بازار، ضلع بلراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

زید کہتا ہے کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَتَىٰ مِنْ أَنْفُسِ مَنْ أَنْ يَعْبُدَهُ

المصلون فی جزیرۃ العرب“ (۱)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

”إِنَّ الْإِيمَانَ لِيَارِزَ إِلَى الْمَدِينَةِ كَمَا تَارِزُ الْحَيَّةُ إِلَى جَحْرِهَا“ (۲)

ان دونوں احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب میں لوگ کافر نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ وہاں سچے اور صحیح مسلمان رہیں گے، بلکہ قیامت کے قریب بھی وہاں مسلمان رہیں گے۔ لہذا وہاں کے لوگوں کو گمراہ اور بد مذہب کہنا ان دونوں احادیث کا انکار کرنا ہے، اور وہاں اکثر اہل حدیث ہیں۔ لہذا اہل حق ہیں تو ان کو گمراہ کہنا خود گمراہ ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل و مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ مگر جواب میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ سائل کا منشا الزامی جواب سے نہیں ہے اور نہ ہی وہ الزامی جواب کو مانتا ہے کیوں کہ اس کی تشفی الزامی جواب سے نہیں ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید اپنے قول میں جھوٹا ہے، اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد میلہ کذاب مدعی نبوت ہو کر کافر و مرتد ہوا اور بہر سے لوگ زکوٰۃ کے منکر ہو کر کافر و مرتد ہوئے اور وہ سب عرب کے رہنے والے تھے۔ حدیث پاک میں ہے ”لَمَّا تَوَفَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ وَكَفَرُوا مِنْ كُفْرٍ مِنْ الْعَرَبِ“ (۳) یعنی جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ مقرر کر دئے گئے اور عرب کے کچھ لوگ کافر ہو گئے۔

زید نے جن احادیث کو نقل کر کے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ”لوگ عرب میں کافر نہیں ہو سکتے ہیں اور ہمیشہ وہاں

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب الایمان بالقدس، ج: ۱، ص: ۱۹

(۲) الجامع الصحیح للبخاری، باب ان الایمان لیارز الی المدینۃ، ج: ۱، ص: ۲۵۲

(۳) صحیح البخاری باب قتل من ابی قبول الفرائض ج: ۲، ص: ۱۰۲۳

سچے اور صحیح مسلمان رہیں گے“ تو ان سے ہرگز ہرگز زید کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا ہے کیوں کہ پہلی حدیث کا ترجمہ خود ایک وہابی مترجم نے کیا ہے کہ ”شیطان اس امر سے مایوس ہو گیا ہے کہ مصلیٰ (مومن) جزیرہ عرب میں اس کی عبادت کریں“ (یعنی بت پرستی میں مبتلا ہوں) اور اسی وجہ سے وہ ان کے درمیان لڑائی جھگڑا پیدا کیا کرتا ہے۔ (۱)

وہابی کے اس ترجمے سے واضح ہو گیا کہ شیطان کی عبادت کا مطلب ہے بت پرستی میں مبتلا ہونا یعنی اب ایسا نہیں ہو سکتا کہ جزیرہ عرب کے مسلمان بت پرستی میں مبتلا ہوں، اسی حدیث کے تحت محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”طیبی گفتہ مراد مصلین مومنانند و مراد بعبادت شیطان اصنام و اگرچہ اصحاب مسیلمہ و مانعی الزکوٰۃ براہ ارتداد افتد اما عبادۃ اصنام نہ کردند۔“ (۲)

یعنی علامہ طیبی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے کہ احادیث میں مصلیوں سے مراد مومن ہیں اور شیطان کی عبادت سے مراد بتوں کی پوجا ہے اور اگرچہ مسیلمہ کذاب کے ساتھی اور مانعین زکوٰۃ مرتد ہوئے لیکن ان لوگوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی۔

اور اسی حدیث کے تحت ”ملا علی قاری“ علیہ رحمۃ الباری ارشاد فرماتے ہیں ”فی الحدیث ائس من ان يعود احد من المؤمنین الی عبادۃ الصنم و یرتد الی شرک فی جزیرۃ العرب ولا یرد علی ذلک بارتداد اصحاب مسیلمہ و مانعی الزکوٰۃ و غیرہم ممن ارتد و ابعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانہم لم یعبدا الصنم“ (۳)

یعنی حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جزیرہ العرب میں کوئی مومن بت پرستی کی طرف لوٹ کر شرک نہ کرے گا، اور اس پر مسیلمہ کے ساتھیوں اور مانعین زکوٰۃ وغیرہ کے مرتد ہونے کا اعتراض نہ پڑے گا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ اس لیے کہ ان مرتدوں نے بتوں کی پوجا نہیں کی تھی۔

ان اقوال و ارشادات سے مثل آفتاب یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کا یہ مطلب ہے کہ اب عرب کے مسلمان اپنے دین سے پھر کر بت پرستی نہ کریں گے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اب وہاں کافر نہیں ہو سکتے جیسا کہ زید نے سمجھ رکھا ہے، اور قوم کو دھوکہ دینے کی ناکام کوشش کی ہے۔ نیز حدیث مذکور میں

(۱) ترجمہ مشکوٰۃ، مترجم وہابی مطبوعہ کراچی، ج: ۱، ص: ۲۳

(۲) اشعة اللمعات، ج: ۱، ص: ۸۳، مطبوعہ سکھر

(۳) مرآۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج: ۱، ص: ۱۱۸

کوئی ایسا جملہ نہیں ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہوتا ہو کہ عرب میں کافر نہیں ہو سکتے۔ یہ سراسر زید کا فریب اور دھوکہ ہے۔ ابھی اوپر سیلہ کذاب اور منکرین زکوٰۃ کے متعلق آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

مزید اور سنیں۔ ۳۲۰ھ میں عباسی خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ میں قرامطہ نے مکہ معظمہ پر غلبہ حاصل کیا، مسجد حرام کے اندر ہزاروں حاجیوں کو قتل کر ڈالا، اور اتنے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ مقدس حجر اسود پر اپنا گر مار کر اس کو توڑ ڈالا، جس کی تفصیل علامہ اجل شیخ الاسلام ”ابام یوسف بن اسماعیل بھانی“ رحمۃ اللہ علیہ کی مایہ ناز تصنیف ”حجۃ اللہ علی العلمین“، ج: ۲، ص: ۸۲۹ پر دیکھی جاسکتی ہے۔ پھر خلیفہ معتمد باللہ کے دور ۶۵۴ھ میں مدینہ طیبہ پر رافضیوں کا قبضہ رہا۔ اسی زمانہ میں مسجد نبوی میں ایسی بھیانک آگ لگی کہ مسجد اور اس کی زیب و زینت کا تمام سامان خاکستر ہو گیا۔ خود مسجد نبوی کا امام اور قاضی شہر رافضی تھے، بلکہ حالات ایسے تھے کہ اہل سنت و جماعت کی کوئی کتاب مدینہ منورہ میں اعلانیہ نہیں پڑھ سکتا تھا۔ ان سب کی تفصیل علامہ ”سہودی“ علیہ الرحمۃ کی تصنیف لطیف ”وفاء الوفاء“ ج: ۱، ص: ۳۲۹ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ان تمام شواہد سے واضح ہوا کہ زمانہ موجودہ یا آئندہ میں اگر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر گمراہوں کا تسلط ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ پہلے بھی کئی سالوں تک گمراہوں، مرتدوں اور بد مذہبوں کا وہاں قبضہ رہ چکا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ان کے ناپاک وجود سے اس مقدس سرزمین کو پاک کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عرب میں اب لوگ بت پرستی نہیں کریں گے۔ رہا کسی اور طرح سے کافر و مرتد ہو جانا تو حدیث میں کہیں نہیں ہے کہ عرب میں کافر نہیں ہو سکتے بلکہ واقعات و شواہد سے یہ بات ثابت ہے کہ وہاں کافر و مرتد ہوئے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

اب رہے نجدی وہابی تو یہ ایسے ظالم و جفا کار اور گستاخ خدا اور رسول ہیں کہ جن کے ظلم و ستم کی کہانی اور جن کے غلط اور باطل عقائد کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے دیوبندیوں کے شیخ الاسلام ”حسین احمد ٹانڈوی“ کی کتاب ”الشہاب الثاقب“ اور عالم اہل سنت علامہ ”مفتی عبدالقیوم ہزاروی“ کی تصنیف ”تاریخ نجد و حجاز“ اور غیر مقلدوں کے مجدد نواب صدیق حسن بھوپالی کی ”ترجمان الوہابیہ“ کا مطالعہ کریں۔ حقیقت خود بخود واضح ہو جائے گی۔ بطور اختصار ان کے متعلق تحریر ہے کہ

وہابی وہ قوم ہے جو صرف اپنے کو مسلمان سمجھتی ہے، اور جو لوگ اس کے عقائد باطلہ کی موافقت نہیں کرتے ہیں، انہیں کافر و مشرک سمجھتی ہے۔ اسی لیے یہ لوگ اہل سنت و جماعت کے قتل کو جائز سمجھتے ہیں۔ چنانچہ دیوبندی شیخ الاسلام ”حسین احمد ٹانڈوی“ نے لکھا ہے

”محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا، اور چوں کہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس لیے اس نے اہل سنت و جماعت سے قتل و قتال کیا، ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا

رہا، ان کے اموال کو غنیمت کا مال سمجھتا رہا اہل حریم کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائی، سلف صالحین اور انبیاء کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے۔ بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ (۱) مزید ان کی گمراہیوں کو جاننے کے لیے مندرجہ بالا کتب کا مطالعہ کریں۔

الحاصل وہابی بلاشبہ ایک گمراہ اور بد مذہب فرقہ اور انگریزوں کا پیدا کیا ہوا ایک فتنہ ہے جس نے جبراً حریم شریفین پر قبضہ جمار کھا ہے، وہاں پر قبضہ و تسلط جمالینا حق ہونے کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتی۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ ابو طاہر قرطبی اور رافضی جنہوں نے حریم شریفین پر قبضہ کیا تھا وہ سب برحق ہوں، حالانکہ وہ یقیناً کافر و مرتد گمراہ و بد مذہب تھے، تو جس طرح ان لوگوں کا حریم کریمین پر قابض ہو جانا ان کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہے، یوں ہی وہابیوں کا قابض ہونا بھی قطعاً ان کے حق ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے۔

اور زید نے جو دوسری حدیث شریف پیش کی ہے اس سے بھی وہابیوں کا حق ہونا ثابت نہیں ہے کیوں کہ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ایمان مدینہ طیبہ میں سمٹ کر رہ جائے گا، اور ظاہر ہے کہ یہ حدیث آج کل کے حالات پر صادق نہیں آ سکتی، ورنہ لازم آئے گا کہ پوری دنیا کے مسلمان صاحب ایمان نہ ہوں حتیٰ کہ مکہ شریف اور نجدیوں کے دار السلطنت ریاض میں بھی کوئی مسلمان نہ ہو کہ ایمان صرف مدینہ شریف میں رہے گا۔ اس لیے اس حدیث کا مطلب محدثین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ قرب قیامت اور دجال کے نکلنے کے وقت ایمان مدینہ شریف میں رہ جائے گا۔ چنانچہ ”شیخ عبدالحق محدث دہلوی“ قدس سرہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں۔

”اصح آئست کہ از زمانہ خروج دجال کہ جز در مدینہ مطہرہ علم دین در ان زمانہ موجود نہ باشد“ (۲)

صحیح تر بات یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ خبر دی گئی ہے کہ دجال کے نکلنے کے وقت علم دین صرف مدینہ شریف میں رہے گا۔ لہذا زید کا اپنی حقانیت کے ثبوت پر اس حدیث کو پیش کرنا سراسر اس کی جہالت و حماقت ہے اور بھولے بھالے عوام کو دھوکہ دینے کا ایک حربہ ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں سے سخت پرہیز کریں اور ان کی باتوں کو ہرگز ہرگز نہ سنیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ جمادی الاخرہ ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد قدس سرہ اللہ الرضوی مقرر

سابق صدر المدرسین دارالعلوم علیہ جہد اشاہی

(۱) الشہاب الغالب علی المستعرق الکاذب، ص: ۲۲

(۲) اشعة اللمعات، ج: ۱، ص: ۱۲۵

تقلید ائمہ کس دلیل سے ثابت ہے

مسئلہ اول: محمد عارف برکاتی دارالعلوم اہل سنت گھاس بازار، شاہی مسجد، ناسک
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل کے بارے میں۔ زید کہتا ہے کہ دین کے چار
اماموں میں سے کسی ایک امام کے طریقہ پر احکام شرعیہ بجالانا اور اس کی پیروی کرنا واجب ہے تو کیا ان چاروں
اماموں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی قول ہے؟ حضور والا سے گزارش ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی
میں واضح فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کا یہ سوال اس کی جہالت و گمراہی پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ شریعت مطہرہ کا بنیادی ماخذ صرف ارشاد
رسول پاک علیہ التحیۃ و الثناء میں منحصر و محدود نہیں کہ جو حدیث میں ہو اسی کو مانا جائے اور بس، بلکہ احکام شرعیہ کے دلائل
چار ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس اور سب سے حکم ثابت ہوتا ہے حضرت علامہ ملا احمد جیون استاذ شہنشاہ
اورنگ زیب عالمگیر علیہا الرحمہ کی مشہور و معروف کتاب ”نور الانوار“ میں ہے

”اعلم ان اصول الشرع ثلثة الكتاب والسنة واجماع الامة والاصل الرابع القياس“ (۱)
چنانچہ ان چاروں اماموں کی تقلید کا وجوب احکام شرعیہ کی تیسری دلیل ”اجماع امت“ سے ثابت ہے جیسا
کہ علامہ ”طحاوی“ قدس سرہ کے ارشاد سے واضح ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”هذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم في مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون
والشافعية والحنبلية رحمهم الله تعالى ومن كان خارجاً عن هذه الاربعة في هذا الزمان فهو من
اهل النار“ (۲)

زید کو چاہیے کہ بارہ سو سال سے تمام مسلمان جس طریقہ پر چلے آ رہے ہیں اسی کو مضبوطی سے پکڑ کر داریں
کی سعادت حاصل کرے، اور غیر مقلدیت کے جرائم سے اپنے کو بچائے۔

زید بتائے! کہ قرآن یا حدیث میں کہاں ہے کہ وضو میں چار فرض ہیں اور غسل میں تین فرض ہیں یوں ہی
وہ بتائے! کہ قرآن و حدیث میں کہاں ہے؟ کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول، حضرت عمر

(۱) نور الانوار، ص: ۸۷

(۲) الطحاوی علی الدر المختار، ج: ۴، ص: ۱۵۳

رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ دوم، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ سوم اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ چہارم ہیں یوں ہی قرآن یا حدیث میں کہاں ہے؟ کہ جہاز یا ٹرین پر نماز ہوگی یا نہیں اور یہ بھی بتائے کہ قرآن یا حدیث میں کہاں ہے کہ عرب کے ایک مخصوص خطہ کا نام ”مملکت سعودیہ عربیہ“ ہے اور یہ بھی قرآن و حدیث سے بتائے کہ قرآن حکیم پر زبر و زیر پیش لگانے کے لیے کہاں لکھا ہے۔ اگر یوں ہی شمار کرتے جائیے تو ہزاروں نہیں لاکھوں مسائل ایسے ملیں گے جن کا صراحتاً حکم نہ قرآن میں ملے گا نہ حدیث رسول میں ملے گا تو کیا زید بن سب کو ماننے سے انکار کر دے گا؟ پھر یہ بھی پوچھئے کہ تم اپنے باپ کا نام بتاؤ اور قرآن یا حدیث میں دکھاؤ کہ میرے باپ کا یہ نام ہے اور یہی میرا باپ ہے۔ میرا یقین ہے کہ زید قیامت تک اپنے باپ کا ثبوت قرآن یا حدیث سے پیش نہیں کر سکتا ہے۔ لہذا اس طرح کی موشگافی کر کے گمراہی میں پڑنا یا لوگوں کو گمراہ کرنا سرگناہ اور موجب ضلالت ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

کتابی کسے کہتے ہیں

مسئلہ: از کرنا تک

کرم طراز حضرت محقق مفتی صاحب آداب و تسلیمات بعد ادائے مراسم غلامانہ عرض ایں کہ درج ذیل کا شرعاً حکم و فتویٰ عطا فرمانے کی دست بستہ معروض، بندہ نوازی ہوگی۔

التماس: کتابی کافر کی تعریف کیا ہے؟ آج کل وہ کون لوگ ہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کتابی کافر وہ ہے جو ہمارے حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی اور کسی آسمانی کتاب پر اعتقاد رکھتا ہو۔ ”فتح القدیر“ میں ہے ”والکتابی من یؤمن بنبی و یقر بکتاب (۱)“

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”وکل من یعتقد دینا سماویا ولہ کتاب منزل کصحف ابراہیم

علیہ السلام و شیث وزبور داؤد علیہم السلام فہو من اہل الکتاب“ (۲)

(۱) فتح القدیر للعاجز الفقیر باب بیان المحرمات، ج: ۳، ص: ۲۱۹

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، باب فی بیان المحرمات، ج: ۱، ص: ۲۸۱

لہذا مذہب یہودیت و نصرانیت کے ماننے والے کتابی ہیں، مگر اس زمانے میں اکثر یہود و نصاریٰ بھی نیچری اور دہریہ ہو گئے ہیں تو اہل کتاب کی تعین مشکل ہے، پھر بھی اگر کوئی کافر تعریف مذکور کا مصداق ٹھہرتا ہے تو وہ کتابی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

رافضیوں کی قسمیں

مسئلہ: از سید ابرار حسین موضع بدر گنج، بنگلہ، صابر پور، گوٹہ

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان اسلام ذوی الاحترام کہ رافضیوں کی کتنی قسمیں ہیں بیان فرمائیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

رافضی کی تین قسمیں ہیں:

اول: غالی کہ منکر ضروریات دین ہوں۔ مثلاً قرآن کریم کو ناقص بتائیں، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، یا دیگر ائمہ اطہار کو انبیاء سابقین خواہ کسی ایک ہی نبی سے افضل جانیں وغیرہ ذلک من الکفریات یہ لوگ یقیناً قطعاً جماعاً کافر مطلق ہیں، اور ان کے احکام مثل مرتد ہیں۔ آج کل کے تمام رافضی تہرائی اسی قسم کے ہیں۔

دوم: تہرائی کہ عقائد کفریہ اجماعیہ سے تو بچتے ہوں مگر صحابہ کرام پر طعن و تشنیع اور سب و شتم کرتے ہوں۔ ان میں جو لوگ حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی خلافت کے منکر ہوں، اور ان پر سب و شتم کرتے ہوں، فقہائے کرام کے نزدیک وہ بھی کافر اور مرتد ہیں۔ مگر مسلک محقق کے مطابق یہ بدعتی ناری جہنمی کلاب ناری ہیں۔

سوم: تفضیلی کہ تمام صحابہ کرام کو خیر سے یاد کرتے ہوں۔ خلفاء اربعہ کی امامت کو برحق مانتے ہوں۔ مگر امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرات شیخین سے افضل مانتے ہوں یہ صرف بد مذہب ہیں۔ ہذا خلاصہ ما قال شیخ شیوخنا الکریم مجدد الملة والدين الامام احمد رضا القادری البریلوی رضی اللہ عنہ ربہ القوی فی الجزء الخامس من الفتاوی الرضویہ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمن عفی عنہ

۷ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا اعلان نبوت سے قبل نبی نہیں تھے؟

مسئلہ از: مولانا صوفی محمد کلیم مدرسہ غوثیہ ملی خاص ضلع دیواریا، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چالیس سال یعنی اعلان نبوت کے پہلے نبی نہیں تھے۔ زید کا قول صحیح ہے یا غلط؟ اس پر اسلامی نقطہ نظر سے کیا حکم لگے گا؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حدیث شریف ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”إِنِّي عِنْدَ اللَّهِ مَكْتُوبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَإِنِ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِي طِينَتِهِ“ (۱) حضرت شیخ محقق علی الاطلاق ”عبدالحق محدث دہلوی“ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ

”اس حدیث شریف کا خلاصہ وہ ہے جو ”كنت نبيا، وآدم بين الماء والطين“ کے لفظ سے لوگوں کی زبان پر مشہور ہے، اور ایک روایت میں ”كتب نبيا“ ہے۔ یعنی میں اس وقت نبی لکھا گیا جب حضرت آدم علیہ السلام آب و گل کے درمیان تھے۔“ (۲)

”شیخ محقق“ مزید آگے تحریر فرماتے ہیں کہ

”اس مقام پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور کے پہلے نبی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اگر یہ مطلب ہے کہ آپ کا نبی ہونا مقدر ہو چکا تھا، اور آپ علم الہی میں پہلے ہی نبی تھے، تو ایسی نبوت تمام انبیاء کرام کو شامل ہے، کیوں کہ سب علم الہی میں پہلے ہی سے نبی تھے۔ اور اگر بالفعل نبی ہونا مراد ہے تو دنیا ہی میں ہوں گے، مگر اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث کا مطلب ملائکہ اور ارواح میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود غفیری سے پہلے ان کی نبوت کا ظاہر کرنا ہے۔“ (۳)

اور حضرت ”ابو ہریرہ“ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

(۱) حشکوة المصابیح، باب فضائل سید المرسلین، ص: ۳۱۵

(۲) ترجمہ از اشعة اللمعات، ج: ۴، ص: ۴۷۴

(۳) ترجمہ از اشعة اللمعات، ج: ۴، ص: ۴۷۴

”قالوا: یا رسول اللہ! متى وجبت لك النبوة؟ قال: وادم بين الروح والجسد“ (۱)
یعنی صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے لیے نبوت کب ثابت ہوئی؟ تو حضور نے فرمایا جب آدم
علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے
پہلے ہی نبی تھے اور ان کے نبی ہونے کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی ظاہر کر دیا تھا۔ لہذا زید کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
چالیس سال اعلان نبوت سے قبل نبی نہیں تھے سراسر غلط اور جہالت ہے اور ایسا شخص جاہل و گمراہ ہے اس کو اپنے جاہلانہ
قول سے رجوع لازم اور توبہ و استغفار ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۷ ارزی الحجۃ ۱۴۲۲ھ

غیر خدا کو حاضر و ناظر ماننا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد علی نظامی موضع سرسوارہ، پوسٹ ہری ہر پور، ضلع کلہاڑہ، بہار
کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ:

زید نے مجلس فاتحہ منعقد کی اور اس میں اس طرح دعا کی کہ: اے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ہم آپ کو حاضر و ناظر جان کر یہ دعا کرتے ہیں، ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے غوث اعظم ہم آپ کو حاضر و ناظر
جان کر دعا کرتے ہیں، ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے خواجہ غریب نواز ہم آپ کو حاضر و ناظر مان کر یہ دعا
کر رہے ہیں ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے اعلیٰ حضرت! ہم آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کرتے ہوئے یہ دعا
کر رہے ہیں ہماری دعا قبول فرمائیں۔ اے گروہ اولیا! ہم آپ کو حاضر و ناظر تسلیم کرتے ہوئے یہ دعا کر رہے
ہیں ہماری دعا قبول فرمائیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طریقے پر دعا کرنا از روئے شرع صحیح ہے؟ اور کیا حاضر و ناظر کا اطلاق غیر
خدا پر صحیح ہے؟ اور یہ کہنا کہ ہماری دعا قبول فرمائیں تو کیا دعاؤں کا مجیب رب تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور بھی ہے؟ اللہ عز و
جل جلالہ اس جملہ کو بوقت دعا کہنا درست و مصلوب ہے؟ ہے تو کیوں؟ کتاب و سنت یا اقوال فقہاء کی روشنی میں نشانی و کافی
جواب عنایت فرمائیں اور عند اللہ ناجور ہوں۔

(۱) جامع الترمذی، باب ما جاء فی فضل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ج: ۲، ص: ۲۰۱

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) حاضر و ناظر کے معنی کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مفتی ”احمد یار خان نعیمی“ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ”عالم میں حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے، اور دور و قریب کی آواز سنے، یا آن واحد میں تمام عالم کی سیر کرے، اور صد ہا کوس پر حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے۔“ (۱)

اس معنی کے اعتبار سے ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صدقے میں اولیا کا ملین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بلاشبہ حاضر و ناظر ہیں، جس پر بے شمار آیات و احادیث اور فقہائے کرام کے ارشادات شاہد ہیں۔ علامہ اجل ”قاضی عیاض مالکی“ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ“ (۲)
اس کے تحت ”ملا علی قاری“ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”لان روح النبی علیہ السلام حاضرة فی بیوت اهل الاسلام“ (۳)

یہی علامہ ”ملا علی قاری“ مرقاۃ باب ما یقال عند من حضرہ الموت کے آخر میں لکھتے ہیں:

”لا تباعد عن الاولیاء حیث طویت لہم الارض وحصل لہم ابدان مکتسبة متعددة

وجدوها فی اماکن مختلفة فی ان واحد“ (۴)

ان عبارتوں سے واضح ہوا کہ انبیائے کرام و اولیائے عظام، اللہ جل مجدہ کی دی ہوئی طاقت سے عالم میں حاضر و ناظر ہوتے ہیں، اس لیے سوال میں مذکور دعا کے جملے میں صالحین کو حاضر و ناظر کہنا درست ہے اور اس طرح دعا کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(۲) حاضر و ناظر کا جو معنی اوپر مذکور ہوا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا اطلاق غیر خدا پر ہی صحیح ہے۔ خدائے تعالیٰ کے لیے حاضر و ناظر کہنا درست نہیں ہے، فقیہ ملت مفتی ”جلال الدین احمد امجدی“ قدس سرہ تحریر فرماتے

(۱) جاء الحق، حصہ: ۱، ص: ۱۳۸

(۲) الشفا بعریف حقوق المصطفیٰ، فصل فی المواطن التي يستحب فیہا الصلاة علی النبی ﷺ، ج: ۲، ص: ۵۲

(۳) نسیم الریاض شرح الشفا لقاضی عیاض، ج: ۳، ص: ۶۲۳

(۴) مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب ما یقال عند من حضر الموت

ہیں: ”اگر حاضر و ناظر بمعنی شہید و بصیر اعتقاد رکھتے ہیں یعنی ہر موجود اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے، اور وہ ہر موجود کو دیکھتا ہے تو یہ عقیدہ حق ہے، مگر اس عقیدے کی تعبیر لفظ حاضر و ناظر سے کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے حاضر و ناظر کا لفظ استعمال کرنا نہیں چاہیے، لیکن پھر بھی کوئی شخص اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کے بارے میں بولے تو وہ کفر نہ ہوگا، جیسا کہ ”در مختار مع شامی“ ج: ۳، ص: ۳۰۷ میں ہے ”یا حاضر یا ناظر لیس بکفر“ (۱)

اور ایک دیوبندی مصنف مولوی ”محمد یوسف تالوی“ نے بھی اللہ جل مجدہ کے لیے لفظ حاضر بولنے پر سخت ممانعت کی ہے، اور بولنے والوں پر نکیر کی ہے۔ دیکھئے ”جواہر الفرائد شرح، شرح عقائد، ص: ۲۰۵“ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(۳) دعا قبول کرنے کا مطلب حاجت روائی کرنا ہے، اور اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے اپنے کرم سے اپنے مخصوص بندوں کو بلاشبہ یہ طاقت و قوت عطا فرمائی ہے کہ وہ حاجت روائی کریں۔ اس موضوع پر علمائے اہل سنت کثرہم اللہ کی بہت سی کتابیں منظر عام پر آگئی ہیں۔ ان کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین القادری

۱۳ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

صرف ”لا الہ الا اللہ“ کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد وکیل احمد علی، مقام تھپور، پوسٹ بھمن جوت، ضلع گونڈہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں

کتاب ”مقام نبوت“ ص: ۳۱۸ پر لکھا ہے کہ اگر مرتے وقت کسی مسلمان کی زبان پر لا الہ الا اللہ تو آتا ہے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے کا اسے موقع و وقت نہیں ملتا تو وہ کافر مرے گا اور وہ جہنمی ہے، اس لیے کہ ایمان اللہ کی توحید میں نہیں بلکہ نبی کی نبوت کی تصدیق میں ہے، اور لا الہ الا اللہ میں اللہ تو ہے، محمد رسول اللہ نہیں اور اگر مرتے وقت کسی کی زبان پر محمد رسول اللہ تو آ گیا لا الہ الا اللہ نہیں آیا تو وہ مومن مرے گا اور وہ جنتی ہے۔ اس لیے کہ محمد رسول اللہ کہنے میں اللہ بھی آ گیا اور محمد بھی۔ اس کی وضاحت مطلوب ہے۔ ابوطالب کے لئے کلمہ ترضی استعمال کرنا کس حد تک درست ہے جب کہ ان کے ایمان کے بارے میں

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، باب العقائد، ج: ۱، ص: ۳

لفی کی گئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عالم الغیب بولنا کیسا ہے؟
 ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) کتاب مذکور کی مندرجہ عبارت سراسر غلط اور باطل ہے۔ مصنف کتاب کو اسلام کے بنیادی عقائد و اصول کی خبر رکھنی چاہیے اور ہرگز ایسی عبارت نہ لکھنی چاہئے، کیونکہ ظاہر ہے جب وہ مسلمان ہے اور صرف اسے ”لا الہ الا اللہ“ ہی کہنے کا موقع مل پایا کہ روح نکل گئی تو وہ کافر کیسے ہوگا؟ البتہ اگر وہ محمد رسول اللہ کا انکار کرتا، وہ بھی ہوش و حواس میں تو اس کا حکم جدا ہوتا لیکن یہاں تو اسے محمد رسول اللہ کہنے بھر کا وقت ہی نہ ملا، اور پہلے سے ہی وہ مومن تھا، اب وہ کیوں کر کافر ہو سکتا ہے؟ نیر اس میں ہے:

”الاجماع منعقد علی ایمان من صدق بقلبه وقصد الاقرار باللسان ومنعه مانع من خرس وهو عدم القدرة علی التكلم من الفطرة اما لفقد السمع الذی هو آلة التعلم لآلة فی آلات التكلم ونحوه كصحف من مرض.“ (۱)

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص دل سے تصدیق کرے، اور زبان سے اقرار کرنا چاہتا تھا کہ کسی وجہ (مثلاً گونگا پن یا بیماری میں نہ بولنے کی طاقت وغیرہ) سے زبان سے نہ کہہ پایا، تو باتفاق علمائے کرام وہ مومن ہے تو جو شخص مسلمان تھا، اور وقت انتقال پورا کلمہ زبان سے ادا کرنے کا موقع نہ پاسکا، وہ بدرجہ اولیٰ مومن ہی رہے گا۔ لہذا کتاب مذکور کی حقولہ عبارت سراسر خلاف اصول عقائد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ابوطالب اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی اور مددگار رہے مگر ان کی موت کفر پر ہوئی ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: ﴿وَإِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ﴾ (۲)

مفسرین کرام کا اجماع ہے کہ یہ آیت ”ابوطالب“ کے حق میں نازل ہوئی۔ جلالین شریف میں ہے:

”نزل فی حرمہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ایمان عمہ ”ابی طالب“ (۳)

اور مدارک التنویل میں ہے:

(۱) البرائین شرح شرح العقائد، ص: ۲۵۳

(۲) سورة القصص: آیت: ۵۶

(۳) تفسیر الجلالین، ص: ۳۳۲

”قال الزجاج: اجمع المفسرون على انها نزلت في ”ابى طالب“ (۱)
ان عبارات کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ ”ابو طالب“ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جس سے
صاف ظاہر ہے کہ ”ابو طالب“ کی موت کفر پر ہوئی۔

ملک العلماء علامہ سعود کا سانی علیہ الرحمہ ایک مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:
”والاصل فيه ماروى عن على رحمة الله تعالى عنه لا مات ابو طالب جاء الى
رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله ان عمك الضال قد ثوى في فقال: اذهب و
غسله وكفنه وواراه ولا تجدن حدثا حتى تلقاني.“ (۲)

سیدنا سرکار اعلیٰ حضرت ”امام احمد رضا“ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ متواترہ
سے ”ابو طالب“ کا کفر پر مرنا، اور دم واپسی ایمان لانے سے انکار کرنا، اور عاقبت کار اصحابِ نار سے ہونا ایسے روشن
ثبوت سے ثابت ہے، جس میں کسی کو مجالِ دم زدن نہیں۔“ (۳)

تفصیل کے لیے رسالہ ”شرح المطالب فی مبحث ابی طالب“ کا مطالعہ کریں، اور جب ”ابو
طالب“ کا کفر پر مرنا یقینی ہے تو ان کے لیے ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کا جملہ استعمال کرنا حرام حرام حرام بلکہ بعض
صورت میں کفر ہے۔ سرکار اعلیٰ حضرت ”امام احمد رضا“ قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”جب ”ابو طالب“ کا کفر اولہ کا تنہا سے آشکار تو ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ کہنے کا کیوں کر اختیار۔ اگر اختیار
ہے تو اللہ عز وجل پر افتراء، کفار کو رضائے الہی سے کیا بہرہ اور اگر دعا ہے تسمیٰ ہو الظاهر تو دعا بالاحمال حضرت ذی
الجلال سے معاذ اللہ استہزا۔ ایسی دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی۔ (۴)

آگے فرماتے ہیں۔ ”علماء نے کافر کے لیے دعاء مغفرت پر سخت اشد حکم صادر فرمایا اور اس کے حرام ہونے پر
تو اجماع ہے۔ پھر دعاء رضوان تو اس سے بھی ارفع و اعلیٰ (۵)

لہذا ابو طالب کے لیے کلمہ ”رضی“ کا استعمال ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر چہ غیب کا علم رکھتے ہیں مگر آپ کے لیے عالم الغیب کا لفظ بولنا درست
نہیں ہے۔ عالم الغیب کے بجائے عالم غیب کہا جائے گا۔ فقیہ ملت علامہ مفتی ”جلال الدین احمد امجدی“ قدس سرہ تحریر
فرماتے ہیں۔ ”حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم غیب یعنی غیب داں ضرور ہیں، لیکن عالم الغیب کا اطلاق حضور پر جائز
نہیں۔ (۶)

(۲) بدائع الصنائع، ج: ۲، ص: ۳۰

(۱) مدارک التعلیل، ج: ۲، ص: ۸۷۴

(۳) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ص: ۶۸

(۴) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ص: ۱۳

(۶) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۱، ص: ۲۴

(۵) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب، ص: ۶۸

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۱۹ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غلطی کی، یہ کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالرحیم خان سکریٹری مدرسہ انوار احلوم مریا خاص خلیل آباد ضلع کبیر نگر، ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۰ء۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

(۱) زید حافظ قرآن ہے، اس نے اپنے چند نو جوان ساتھیوں سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک

مرتبہ غلطی کی ہے، اور دلیل میں قرآن شریف کی یہ آیت پیش کرتا ہے ﴿عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ أَنَّىٰ بَاءَ هَ الْاَعْمٰی﴾ (۱)

اب زید کے لیے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) جس محلہ میں زید رہتا ہے، وہاں ایک مسجد ہے جو فی الحال جدید تعمیر کے مرحلے میں ہے۔ زید پہلے کبھی

نماز پڑھتا تھا کبھی نہیں پڑھتا تھا، لیکن ادھر ایک ماہ سے اس مسجد میں وہ پانچوں وقت اذان دیتا ہے، اور امامت کرتا ہے

اس کی اذان، اقامت اور امامت کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

انبیاء کرام خصوصاً سید المرسلین حضور نبی کریم سیدنا محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و توقیر ہر مسلمان پر فرض

ہے۔ اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَتُعْزِّدُوْهُ وَتُقَرِّوْهُ﴾ (۲) یعنی اور رسول کی تعظیم اور تکریم کرو۔

حضرت علامہ ”قاضی عیاض“ علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

”فلا وجب اللہ تعالیٰ تعزیرہ و توقیرہ والزم اکرامہ و تعظیمہ“ (۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و تعظیم کو واجب قرار دیا اور ان کی تکریم و عزت کو لازم

فرمایا۔ اور ایک جگہ پر ارشاد ربانی ہے: ﴿وَمَنْ يُعْظِمِ شَعَائِرَ اللّٰهِ لَإِنَّمَا مِنْ تَقْوٰی الْقُلُوْبِ﴾ (۴) اور جو اللہ

تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

(۱) سورۃ عبس، آیت: ۱-۲

(۲) سورۃ الفتح، آیت: ۹

(۳) الشفا بمعریف حقوق المصطفیٰ، باب تعظیم امرہ و وجوب توقیرہ، ج: ۲، ص: ۲۸

(۴) سورۃ الحج، آیت: ۳۲

اور یہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نشانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تو آپ سب سے زیادہ تعظیم کے مستحق ہیں، اور آپ کی ہار گاہ میں ذرہ برابر گستاخی و بے ادبی کرنے والا ایمان سے محروم، اور اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ حافظ ”ابن کثیر“ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ”جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرے، بد گوئی کرے، کوئی طعن یا عیب لگائے وہ قتل کر دیا جائے گا۔“ (۱)

اور حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی ”امجد علی اعظمی“ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”نبی کی توہین یا مصحف شریف یا کعبہ معظمہ کی توہین اور کسی سنت کو ہلکا بتانا یہ باتیں یقیناً کفر ہیں۔“ (۲) اور حضرت امام ابو یوسف ”کتاب الخراج“ میں فرماتے ہیں:

”ایما رجل مسلم سب رسول الله صلى الله عليه وسلم او كذبه او عابه او تنقصه فقد كفر بالله تعالى و بانته منه امراته.“ (۳)

”جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشنام دے، یا حضور کی تکذیب کرے، یا حضور کو کسی طرح کا عیب لگائے، یا کسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹائے وہ یقیناً کافر خدا کا منکر ہو گیا۔ اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔“ (۳)

حضور فقیہ ملت علامہ مفتی ”جلال الدین احمد امجدی“ لکھتے ہیں:

”کسی نبی کی شان میں گستاخی و بے ادبی کرنا یا ان کے لیے کوئی عیب ثابت کرنا کفر ہے۔“ (۴)

ان تمام اقوال و ارشادات سے واضح ہو گیا کہ نبی کی شان گھٹانا کفر ہے، اور زید کا اپنے ساتھیوں سے حضور کی شان میں مذکورہ جملہ کہنا بلاشبہ حضور کی شان گھٹانا ہے۔ لہذا زید پر علانیہ توبہ و استغفار اور اپنے گستاخانہ قول سے رجوع کرنا لازم و ضروری ہے اور ساتھ ہی تجدید ایمان، تجدید نکاح، بھی لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل سماجی بائیکاٹ کر دیں اور اس سے سلام و کلام نشست و برخاست سب ختم کر دیں، ورنہ وہ بھی مجرم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدُوا بِعْدِ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۵) اور دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے ﴿وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (۶)

(۱) تفسیر ابن کثیر، ج: ۲، ص: ۳۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۵۳

(۳) رد المحتار، باب المرد، ج: ۶، ص: ۲۸۳

(۴) الوار الحدیث، ص: ۹۰

(۵) سورۃ الانعام آیت: ۶۸

(۶) سورۃ ہود آیت: ۱۱۳

زید اپنے فاسد خیال کی تائید میں جس آیت کریمہ کو پیش کرتا ہے اسی سے متعلق علامہ اجل سیدی "اسماعیل حقی" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں:

"ان عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلغہ ان بعض المنافقین یؤم قومہ فلا یقرأ فیہم الا سورة "عبس" فارسل الیہ فضرب عنقه" (۱)

یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اطلاع ملی کہ کچھ منافقین اپنی قوم کی امامت کرتے ہیں، اور برابر سورہ "عبس" ہی کی قرأت کرتے ہیں، تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو بلا کر قتل کر ڈالا۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے فاسد خیالات کی تائید میں مذکورہ آیت کریمہ پیش کرتا ہے تو وہ منافق صفت اور سخت مجرم و خطا کار ہے۔ بندے کو کیا حق ہے کہ اللہ جل جلالہ اور رسولان عظام کے مابین ہوئی اس طرح کی باتوں کا ذکر کرے۔ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

"انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو لغزشیں واقع ہوئیں، ان کا ذکر تلاوت قرآن و روایت حدیث کے سوا حرام اور سخت حرام ہے، اوروں کو ان سرکاروں میں لب کشائی کی کیا مجال۔ مولیٰ عز وجل ان کا مالک ہے جس محل پر جس طرح چاہے تعبیر فرمائے وہ اس کے پیارے بندے ہیں۔ اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں۔ دوسرا ان کلمات کو سند نہیں بنا سکتا اور خود ان کا اطلاق کرے تو مردود بارگاہ۔" (۲)

لہذا زید اپنے اس قبیح قول سے فوراً توبہ و استغفار کرے، تجدید ایمان و نکاح کرے اور منافقوں کے طریقے کے بجائے صحابہ کرام و اولیاء کرام کے راستے پر چلے اور گمراہی و بددیہنی پھیلانے سے باز آئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (۲) جواب نمبر ایک سے اس سوال کا جواب بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ جب تک زید علانیہ توبہ و استغفار نہ کرے اور بد عقیدگی سے اس کی توبہ ثابت نہ ہو جائے اس کی اذان، اقامت اور امامت سب ناجائز ہے۔ اس کے فسق و فجور اور بد عقیدگی کے ظاہر ہونے کے بعد سے جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی گئیں سب کالوٹانا ضروری ہے۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"کمرہ امامۃ المبتدع ای صاحب الہوی" (۳)

بد عقیدوں کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اور جو لوگ اسے امام بنائیں گے وہ سب مجرم و گنہگار ہوں گے جیسا کہ "فتیۃ المستملی" میں ہے۔ "لو قدموا فاسقاً یا ثمونا" (۴) یعنی اگر کسی فاسق و فاجر کو امام بنائیں گے تو سب

(۱) تفسیر روح البیان، ج: ۱، ص: ۲۳

(۲) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۲۳

(۳) تبیین الحقائق، باب الامامۃ، ج: ۱، ص: ۳۴۵

(۴) ھدیۃ المسلمین شرح منیۃ المصلی، ص: ۵۱۳

گنہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۵ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ

کیا ہندو کافر نہیں ہے؟

مسئلہ از: محمد حبیب خاں قادری مقام بیلا پور، پوسٹ رانی گڑھ، ضلع بارہ بنکی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ پر کہ: کچھ آدمی آپس میں بیٹھ کر دین کی باتیں کر رہے تھے۔ اس میں سے ایک شخص نے یہ کہا کہ ہندو جو ہیں یہ کافر ہیں، تو اس میں ایک مولوی تھا اس نے کہا کہ ہندو کو کافر کہنا درست نہیں ہے۔ اس نے مکمل مخالفت کی کہ ہندو کو کافر نہیں کہنا چاہیے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ کہنا چاہیے یا نہیں؟ اور جس نے مخالفت کی اس کے لیے کیا حکم ہے؟ بیہوا تو جو روا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

شرع کی اصطلاح یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں وہ کافر ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے جو شخص بھی اسلام میں نہ ہو شرعاً وہ کافر ہے اور ہندو مسلمان نہیں بلکہ کافر کی بدترین قسم مشرک ہے تو وہ ضرور کافر ہے۔ اسے ضرور کافر کہا جائے گا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”شرع کی اصطلاح یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں اسے کافر کہا جاتا ہے بایں معنی جو کوئی بھی اسلام میں نہ ہو شرع کے نزدیک کافر ہے۔“ (۱)

مولوی مذکور کا قول کفر اور اس کا خیال سراسر فطرت اور جہالت پر مبنی ہے۔

علامہ قاضی عیاض مالکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة المسلمین من

الملل او وقف لیہم اوشک۔“ (۲)

یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اس کی تکفیر میں توقف کرے یا شک کرے۔ لہذا اس مولوی پر توبہ و تہدید ایمان لازم ہے، اس کو سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے اور سلام و کلام بند کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) المطایا البوریة فی الفتاوی الرضویہ، کتاب السیر، ج: ۶، ص: ۱۲۲

(۲) الشفا بعریف حقوق المصطفی باب حکم من سب اللہ تعالیٰ و ملکک و البیاء، ج: ۲، ص: ۲۴

سوکھا کے پاس کچھ پوچھنے کے لئے جانا کیسا؟

مسئلہ از: جلال الدین احمد مقام نوروں، ضلع کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید و بکر عالم دین ہیں۔ لوگوں کے کہنے پر اپنے گمشدہ مال کے لیے ایک سوکھا کے پاس پتہ کرنے چلے گئے، اس کے کہنے پر ایک آدمی سے پوچھ کچھ کیے، مگر اس نے لینے سے انکار ہی کیا۔ دریافت طلب امرا میں کہ زید و بکر کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ اگر تجدید نکاح ہے تو عورت تجدید نکاح کے لیے راضی نہیں اور تقریباً دس سال کا عرصہ گزر گیا اولادیں بھی ہوتی رہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ شریعت مطہرہ سے مطلع فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید و بکر حرام کار و گنہگار ہوئے توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں۔ محض پنڈت سے پوچھنے کی وجہ سے نکاح ختم نہ ہو گیا کہ تجدید نکاح کی ضرورت ہو یا اگر سوکھا کی کسی شرکیہ حرکت سے راضی ہو یا اس سے افعال شرکیہ کرائے تو خود کافر ہو گئے اور اب توبہ و تجدید ایمان و نکاح ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

نماز اور کلمہ جلالت ”اللہ“ کو مزاحیہ انداز میں بیان کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ محمد ادریس امام ٹنڈیل مسجد نیا محلہ چھتر پور، مدھیہ پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ: ایک عالم صاحب دوران تقریر وہابیوں کی تردید اس انداز پر کر رہے تھے، کہ نماز اور اللہ پاک کے نام کو منہ بگاڑ کر مزاحیہ انداز میں ایکٹنگ کے ساتھ ہلکے طور پر اس طرح لے رہے تھے، خود اور سامعین ہنس رہے تھے، تو بار بار اس طرح ان محترم ناموں کو تمسخر کے طور پر لینا، ان کے نماز کے انداز کو مزاح والا انداز بنا کر ہونٹ اور منہ اور گردن ترچھی کر کے ہلکے طور پر نماز اللہ اللہ اللہ اکبر کہنا، اور خود ہنسا اور سامعین کو ہنسانا، اس طرح سے اللہ پاک اور نماز کے نام کی بے ادبی، اور اہانت ہوتی ہے یا نہیں؟ ایسا کرنا اور واہ واہ کے ساتھ سننا جائز ہے یا نہیں؟ بیسوا تو جروا

(۲) ایک مزاحیہ انداز بنا کر کہنا کہ وہ لوگ نماز میں بجائے مسجد کے اسٹیشنوں پر مکر کرتے ہوئے سنیوں کو

دکھانے کے لیے اس طرح پڑھتے ہیں، کیا مسافر کو اسٹیشن میں نماز پڑھنا گناہ ہے؟ یا یہ کہ جو ایسی جگہ میں نماز پڑھتے ہیں وہ مکر کرتے ہیں۔ کیا اس طریقے سے عوام کی نظروں میں نمازی اور نماز کی اہمیت کم ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اس طرح بیان کرنا اور سننا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجرو!

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الو

(۱) نماز ہو، یا اور کوئی نیک کام ہو، اگر اس میں کسی ناجائز کام کا ارتکاب کیا جائے جس کی بنا پر وہ نماز یا نیک کام بیکار اور برباد ہو جائے تو ایسے کام سے نفرت دلانے کے لیے بسا اوقات حقیر اور قابل نفرت چیزوں کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”تلك صلوة المنافق، يجلس يرقب الشمس حتى اذا اصفرت وكانت بين قرني

الشيطان قام فنقر اربعاً“ (۱)

یعنی یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ سورج کا انتظار کرتا ہے اور جب وہ ڈوبنے کے قریب ہو جائے، اور شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان آجائے، تو یہ اٹھ کر مرغ کی طرح چار چوخی مار لیتا ہے۔ اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ وقت میں نماز پڑھنے کو منافق کی نماز فرمایا، اور اس کو پرندہ کے دانہ چگنے سے تشبیہ دی ہے۔ ایک حدیث شریف میں ہے:

”نهی رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن نقرة الغراب وافتراش السبع“ (۲)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئے کی طرح چوخی مارنے اور درندے کی طرح بیٹھنے سے منع فرمایا۔ ایک اور حدیث پاک میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”لا یسط احدکم ذراعیه

البساط الکلب“ (۳)

تم میں کوئی شخص کتے کی طرح زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر نہ بیٹھے۔

ان حدیثوں میں نماز کے اندر ممنوع کام سے نفرت دلانے کے لیے کہیں کوئے کی چوخی، اور کہیں کتے اور درندے کی طرح بیٹھنے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ کسی کام سے نفرت دلانے کے لیے معمولی چیزوں کو

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۰

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۸۴

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۸۴

ذکر کر دیا جاتا ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ عالم مقرر نے اپنی تقریر میں دیوبندیوں و ہابیوں سے اور ان کی نمازوں سے نفرت دلانے کے لیے ایسا کیا ہے اور ان کی نمازیں یقیناً ایسی ہی ہیں کہ ان سے نفرت دلائی جائے کیوں کہ ان کے پیشوا مولوی "اسماعیل دہلوی" نے نماز میں حضور علیہ السلام کا خیال لانے کو گائے اور گدھے کے خیال میں ڈوبنے سے بدتر بتایا جیسا کہ صراط مستقیم میں لکھا ہے (۱)

تو وہابیوں کی نماز بیل اور گدھے والی نماز ہوئی تو اب اگر کسی عالم نے وہابیوں کی نماز سے نفرت دلانے کے لیے سوال میں مذکور حرکتیں کیں، تو اس نے کوئی جرم نہ کیا، البتہ اتنی بات ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا نام مبارک زبان سے ادا کرنے میں ادب و تعظیم ملحوظ رکھنا لازم ہے۔ چنانچہ کلمہ جلالت کو پُر پڑھنے کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے علامہ "شیخ زادہ" قدس سرہ رقمطراز ہیں:

"ولان التفخیم مشعر بالتعظیم المناسب لاسم اللہ تعالیٰ فانہ يستحق ان یبالغ فی تعظیمہ" (۲)

لہذا عالم مذکور کو چاہیے کہ توبہ کریں اور اپنی گفتگو کو شائستہ اور مہذب انداز میں پیش کریں، اور بازاری طور و طریقے سے پرہیز کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) وہابیوں کے مولویوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاگلوں اور جانوروں کی طرح ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کر مٹی میں مل گئے وغیرہ وغیرہ۔ ان کفریہ عقائد کا رکھنے والا، یا ایسے عقیدے والوں کو مسلمان ماننے والا خواہ گھریا مسجد میں نماز پڑھے یا اسٹیشن پر پڑھے، وہ درحقیقت نماز ہی نہیں ہے کہ نماز کے لیے ایمان شرط ہے، جب ایمان ہی نہیں تو نماز کیسی؟ اس لیے وہ مکر و فریب ہی ہے تاکہ سنی مسلمان ان کے ظاہری طور و طریقے سے متاثر ہو کر ان کے فرقہ میں شامل ہو جائیں۔ مقرر کا ان کی نماز کو مکر و فریب بتانا برحق ہے۔ مقرر کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اسٹیشن پر نماز گناہ ہے، وہاں نہ پڑھی جائے، بلکہ فرقہ وہابیہ کے مکر کو اجاگر کرنا ہے۔ لہذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

(۱) صراط مستقیم و مترجم، ص ۷۹

(۲) حاشیہ شیخ زادہ علی تفسیر البیضاوی، ج: ۱، ص: ۲۶

مندر بنانے کے لیے زمین تحفہ دینے والے کا حکم

مسئلہ از: عبدالرحمن

حضرت مفتی صاحب قبلہ دام ظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعدہ عرض ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے ذوی الاحترام کہ زید شہر زنگپور کے مالداروں مالکداروں میں سے ایک مالدار شخص تھا جس کے مراسم کفار سے انتہا کو پہنچے ہوئے تھے جیسا کہ شہر کے باشندوں کا قول ہے کہ مالکدار زید نے کفار کو برائے ساختن مندر زمین کا پلاٹ وقف یا ہبہ یا تحفہ دیا تھا پھر کچھ عرصہ کے بعد زید کا انتقال ہوا جب ورثہ اور شرکاء میت جنازہ لے کر چلے تو بنام ”رام رحمن“ موسوم کفار کی ٹولی آئی جو جنازہ کے آگے آگے ڈھولک، جھانجھ، ہارمونیم بجاتے اور ساتھ ہی ساتھ اپنا دوہا شعر ”رگھوپتی رگھوراجہ رام، ایسور اللہ ایک ہی نام، سب کو گاتے ہوئے چل رہے تھے اور ان کے بعد مسلمان کلمہ تشہد بلند آواز سے پڑھ رہے تھے لیکن جب امام مسجد کو علم ہوا تو انہوں نے صدر مسجد اور ایک حافظ صاحب کو بھیجا کہ اس کو روکویہ کیا ہو رہا ہے کوشش کے بعد کچھ وقفہ کے لیے بند کر دیا کچھ دور چلنے کے بعد پھر وہی راگ گانا شروع کر دیا جسے دیکھ کر امام مسجد واپس اپنے کمرے میں آگئے اور کافی تعداد میں مسلمان بھی واپس ہو گئے اور کچھ مولوی دائرہ و مسلمان نے نماز پڑھی دفن و ایصال ثواب میں شریک رہے اور بروز تیجہ دعائے مغفرت بھی کیا۔

(۱) دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے میت کی نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟ ناجائز یا جائز یا حرام یا کفر؟
(۲) شرکاء جنازہ اور دعائے مغفرت کرنے والے مولویوں کے لیے حکم شرع کیا ہے؟ توبہ تجدید ایمان یا کچھ نہیں؟

(۳) ان ورثہ میت کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے حکم شرع کیا ہے جو قدرت کے باوجود کفریہ کلمات کو سنتے رہے اور ساتھ شریک رہے۔ بینوا مفصلاً تفصیلاً توجروا اجرا جزیلاً۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر یہ صحیح ہے کہ زید نے مندر بنانے کے لیے زمین تحفہ میں دی تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا اس سے بت پرستی پر اس کی رضامندی ظاہر ہوئی اور یہ کفر ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”ان من ساعد علی ذالک فهو راض بالکفر والرضا بالکفر کفر“ (۱) اس کی نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے بلکہ مذہب اصح پر کفر ہے ارشاد باری تعالیٰ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ باب فی احکام المرتد، ج: ۲، ص: ۲۵۷

ہے: ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ﴾ (۱)

اور رد المحتار میں ہے: ”فالبدعاء به كفر لعدم جوازه عقلا وشرعا ولتكذيبه النصوص

القطعية“ (۲) واللہ اعلم بالصواب

(۲) جانتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھنے والے توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح کریں در مختار و رد

المختار میں ہے: ”وما فيه خلاف يومر بالتوبة والا ستغفار وتجديد النكاح احتياطاً“ (۳) واللہ اعلم

بالصواب

(۳) لا اله الا الله محمد رسول الله! مسلمان کتنا ذلیل و بے غیرت اور بے حیا ہو گیا ہے کہ کفریات کو اپنی مجلس میں

بھی کرتے دیکھ کر اف نہیں کرتا ہے جو لوگ ان کفری حرکات اور اقوال و افعال سے راضی رہے وہ سب توبہ و تجدید

ایمان و نکاح کریں اور جو لوگ باوجود قدرت روکنے کے بجائے خاموش رہے وہ بھی علانیہ توبہ واستغفار کریں اور صدق

دل سے بارگاہ خداوندی میں تائب ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ، جہد اشاہی، بستی

۵/۵ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

جو کہے ”عقائد کے جھگڑوں میں نہ جاؤ“ اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد اعظم جامعی، کرلا، ممبئی

حضور سیدی الکریم مفتی اختر حسین صاحب قبلہ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ زید ایک نیتا شخص ہے جو کہتا ہے کہ آج

لوگ ہم کو شیعہ و سنی کے نام پر، تبلیغی اور اہل سنت و الجماعت کے نام پر، اہل حدیث کے نام پر یا پھر کسی اور نام پر آپس

میں لڑاتے ہیں اور لڑا کر کمزور کرتے ہیں، آج ہم کو غور کرنا ہے کہ ہم انہیں عقائد کے جھگڑوں میں رہیں گے جب کہ

ہمارے مخالفین مثلاً امریکہ اور یہود و نصاری وغیرہ اگر ہم گراتے ہیں اور گولی چلاتے ہیں تو یہ پوچھ کر نہیں چلاتے کہ

کیا تو تبلیغی ہے یا اہل سنت کا ہے یا پھر کوئی دوسرا ہے ارے یہی سوچ کر ہم پر حملہ ہوتا ہے کہ یہ ”لا اله الا الله

(۱) سورة التوبة آیت ۸۴

(۲) ردالمحتار مطلب خلف الوعيد، ج: ۲، ص: ۲۱۰

(۳) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۶، ص: ۳۹۰ کتاب الجہاد

محمد رسول اللہ “ کا پڑھنے والا ہے خدا را میں یہاں کھڑے اس مجمع سے اپیل کروں گا کہ عقائد کے جھگڑوں میں نہ جاؤ آج اسلام کو بچانا ہے اور ہم کو اپنے اللہ کو جو ہم سے روٹھا ہوا ہے اسی روٹھے ہوئے اللہ کو منانا ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) مندرجہ بالا قول از روئے شرع کیسا ہے؟ (۲) اس قول کے قائل پر کیا حکم شرع ہے؟ (۳) اس کی تردید کیسا ہے؟ اگر درست ہے تو جو اس تردید سے رو کے اس پر کیا حکم شرع ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اہل سنت و جماعت کے علاوہ جتنے فرقے بنام مسلمان ہیں سب گمراہ اور بد مذہب ہیں بلکہ بہت سے فرقے مثلاً رافضی قادیانی، وہابی، دیوبندی، اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہیں اور ان سب سے دور رہنے کا حکم اللہ جل مجدہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ﴾ (۱)

اور فرماتا ہے ﴿فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ﴾ (۲) مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿﴾ (۲)

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”ایاکم وایا ہم لا یضلونکم ولا یفتنونکم“ (۳)
جو شخص تمام باطل فرقوں کے ساتھ اہل سنت و جماعت کو بھی شامل کرے اور ان کے اختلافات کو عقائد کا جھگڑا کہے تو وہ کفر کے ساتھ ساتھ ایمان کو اور باطل کے ساتھ ساتھ حق کو بھی جھگڑا مان رہا ہے اور جو ایمان اور حق کو جھگڑا کہے وہ گمراہ بد مذہب صلح کلی اور بد دین ہے اس پر فرض ہے کہ اپنے ان اقوال خبیثہ سے توبہ و استغفار کرنے کے ساتھ تجدید ایمان و نکاح بھی کرے اگر وہ توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ علماء کرام پر فرض ہے ایسے شخص کا حتی المقدور رد کریں اور لوگوں کو اس کی گمراہی سے بچائیں ارشاد حدیث ہے:

”اذا ظهرت الفتن اوقال البدع فليظهر العالم علمه ومن لم يفعل ذالك فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه صرفاً ولا عدلاً“ (۴)

اور جو ایسے شخص کی تردید سے روکتا ہو وہ آیت کریمہ ﴿مَنْعَ لِلْخَيْرِ مُغْتَبَدٍ أَنِمْ﴾ (۵) کا مصداق اور

(۱) سورہ نعوذ آیت: ۱۱۳

(۲) سورہ الانعام آیت: ۶۸

(۳) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۱۰

(۴) الجامع لاحلاق الراوی، ص: ۳۰۸

(۵) سورة القلم، آیت: ۱۲

اہل ایمان کا بدخواہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ، جمد اشاعی، بستی

۲۹ ربیع الآخر ۱۴۳۶ھ

علمائے دین کی توہین کرنا اور لاعلمی میں کسی کافر کیلئے دعائے مغفرت کرنا کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد محسن بولٹن، انگلینڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل اشعار کے بارے میں جس کو زید نے ویڈیو کپ کے ذریعہ لوگوں میں عام کئے ہیں اشعار کچھ یوں ہیں۔

(۱) برکت اٹھ گئی ہے دنیا سے اسلام کا اس میں کچھ کوئی قصور نہیں، امام بگڑے ہیں آج مسجد کے بے چاری امت کا کوئی قصور نہیں

(۲) بنے گادوزخ کا ایندھن بڑے بڑے علماء اور مولوی، حدیث ہے یہ میرے نبی کی قوم کا اس میں کوئی قصور نہیں۔

(۳) مسجدوں کو کھیل کود کا میدان بناتے دکھائی دیتے ہیں، آج کے امام امت کو الو بناتے دکھائی دیتے ہیں۔

(۴) کہتے تھے کل کہ حرام ہے یہ ٹی وی ویڈیو کیمرہ، وہی بد معاش عالموں رات دن ٹی وی پر دکھائی دیتے ہیں۔

(۵) آیا وقت بڑا بے ڈھنگا آج امام بنا بے ڈھنگا، کہیں یہ جھگڑا کروائیں کمیٹیوں کو خوب بچائیں۔

صورت مسئلہ میں از روئے شرع زید پر کیا حکم عائد ہوگا؟ اور کیا وہ مسجد کا عمومی ممبر یا کمیٹی ممبر رہ سکتا ہے؟ جو قوم میں بد امنی کا ذریعہ بن رہا ہے؟ جواب دے کر رہنمائی فرمائیں۔

ایک مسئلہ یہ ہے کہ زید کی والدہ ہندوستان میں فوت ہوئی زید سنی ہے۔ بکرنے والدہ کے حق میں دعا کی، نیز قرآن خوانی میں شرکت کی اور خود دعائے مغفرت کی، پانچ دن کے بعد ظاہر ہوا کہ زید کی والدہ پہلے شوہر سے الگ ہو گئی تھی اور دوسرا نکاح کیا تھا شوہر ثانی اور اس کے خاندان والے دیوبندی ہیں مگر بکر حلفیہ اللہ و رسول کو گواہ بنا کر کہتا ہے کہ میں نے لاعلمی میں دعا کی تو کیا بکر عند الشرع معذور ہے؟ جواب عنایت فرمائیں۔

نوٹ: شوہر اول اور اس کے تمام بیٹے سنی ہیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اس میں شک نہیں کہ آج کل بہت سے علماء و ائمہ مساجد ایسے افعال و حرکات کرنے لگے ہیں جو شریعت کے

خلاف اور عالمانہ وقار سے ہٹ کر ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ عوام دن بدن علماء سے دور اور بدظن ہوتے جا رہے ہیں، مگر زید نے مذکورہ اشعار میں مطلقاً علماء اور ائمہ کے متعلق جو کچھ لکھا اور پھر اسے ویڈیو کلپ کے ذریعہ عام کیا اس سے یہی ظاہر ہے کہ وہ علمائے دین اور ائمہ مساجد کی تحقیر اور توہین کر رہا ہے اور مطلقاً علمائے دین کی توہین کفر ہے الاشباہ والنظائر میں ہے: ”الاستهزاء بالعلم والعلماء کفر“ (۱)

لہذا زید پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح لازم ہے اگر زید توبہ اور تجدید ایمان کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمان اس کا بایکاٹ کر دیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

اور اسے کسی مسجد و مدرسہ کا کوئی عہدہ نہ دیں کیوں کہ اس میں اس کا اعزاز ہے جب کہ وہ شخص شرعاً قابلِ مذمت و اہانت ہے تبیین الحقائق میں ہے: ”لان فی تقدیمہ للامامة تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعاً“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بکرنے لاعلمی میں زید کی والدہ کے لیے دعائے مغفرت کی اگر بالفرض زید کی والدہ وہابیہ ہوتی تب بھی عدم علم کی بنا پر بکر معذور ہوتا فتاویٰ بحر العلوم میں ہے: ”اگر کسی نے لاعلمی میں کسی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھی یا اس کی امامت کی تو معذور ہے“ (۴) صورت مذکورہ میں تو یہی متعین نہیں کہ زید کی والدہ وہابیہ تھی۔ لہذا بکر پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء ودرس دارالعلوم علیمیہ جمہ اشاہی، بستی

۳/ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ

چھٹ منانا دیوالی میں دیا جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ اف: محمد کوثر ربانی، سیتا مڑھی، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مثلاً زید و عمر و بکر کسی گاؤں کے

(۱) الاشباہ والنظائر مع الحموی، ج: ۲، ص: ۸۷

(۲) سورة الانعام آیت ۶۸

(۳) تبیین الحقائق، ج: ۱، ص: ۳۳۵

(۴) فتاویٰ بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۵۲

باشندے ہیں، زید غیر مسلم کے ساتھ مل کر چھٹ مناتا ہے اور عمرو روپیہ پیسہ دے کر چھٹ منانے میں غیر مسلم کی مدد کرتا ہے اور بکر دیہ پاؤلی کے دن اپنے گھر میں دیا جلاتا ہے جواب مرحمت فرمائیں عین کرم ہوگا۔
 ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کسی مسلمان کا چھٹ منانا، پیسہ دے کر اس میں مدد کرنا اور دیوالی منانا حرام حرام اشد حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے۔ جامع الفصولین میں ہے: ”قال ابو بکر بن طرخان من خرج الى السدة (قال القاری ای مجمع اهل الكفر) كفر اذ فيه اعلان الكفر و كانه ايمان عليه وعلى قياس السدة الخروج الى النبروز والموافقة معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم كفر“ (۱)

اور جو کفر فقہی کا ارتکاب کرے اس پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں ”جو مرتکب کفر فقہی ہے اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے“ (۲)

زید و عمرو بکر پر توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اگر وہ ایسا کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ مسلمان ان کا بایکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جہد اشاعی، بستی

۱۶ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

(۱) جامع الفصولین ج: ۲، ص: ۳۱۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ کتاب السیر ج: ۶، ص: ۱۴۹

(۳) سورة الانعام، آیت: ۶۸

کیا کافر کو کافر کہا جاسکتا ہے؟

مسئلہ از: مولانا محمد مہدی حسن مقام افروں، پوسٹ چکسورف، ضلع ویشالی بہار
(۱) کافر کو کافر کہا جاسکتا ہے کہ نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مؤمن کو مؤمن جانتا، یوں ہی کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے۔ بلاشبہ کافر کو کافر ہی کہا جائے گا۔ اس میں کہہ سکنے کی کیا بات ہے؟ قرآن شریف میں بے شمار جگہوں پر کافر کو کافر کہا گیا ہے۔ ارشاد باری عزاسمہ ہے ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْکٰفِرُوْنَ﴾ (۱) تم فرماؤ کہ اے کافرو!

دیکھئے! اس میں صاف صاف کافر کو کافر کہہ کر پکارا جا رہا ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ کافر کو کافر کہنا ہی حکم قرآن وحدیث ہے۔ بلکہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ البتہ اگر اسے کافر کہتے ہیں فتنہ و فساد کا صحیح اندیشہ ہو تو غیر مسلم کہا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۱۹/۲/۸ھ

کسی ولی کو نبی سے افضل کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: احمد رضا قادری علمی، متعلم دارالعلوم علیہ جمد اشاہی، بستی

کیا موقف ہے علمائے اہل سنت ومفتیان دین و ملت کا مسئلہ ذیل کی نسبت۔

ہفت روزہ ”نئی دنیا“ غریب نواز نمبر ص: ۳۵، ۲۰ تا ۲۶ اکتوبر ۱۹۹۸ء میں ایک شخص مسی بہ محمد سعید صدر فیڈریشن آف ادریسیہ بہار (راپٹی) نے سیدنا غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں یہ شعر کہا۔

عیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی

مسج وخضر سے اعلیٰ مقام ہے تیرا

اس شعر کے قائل کا شرع متین کے آئینے میں کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام اولیاء عظام سے افضل ہیں ”طریقہ محمدیہ

فصل اول باب ثانی“ میں ہے:

”ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء“ (۱)

اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام اولیاء عظام سے افضل ہیں۔

اور ”حدیقہ ندیہ“ میں ہے:

”التفضیل علی نبی تفضیل علی کل نبی“ (۲)

یعنی کسی ایک نبی پر کسی کو فضیلت دینا تمام نبیوں پر فضیلت دینا ہے۔

اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے، وہ باجماع مسلمین کافر و بے دین ہے۔ ”طریقہ محمدیہ“ میں ہے:

”تفضیل الولی علی النبی مرسل، کان اولاً، کفر و ضلال، کیف؟ وهو تحقیر النبی

بالنسبة إلی الولی، او خرق للاجماع، حیث اجمع المسلمون علی فضیلة النبی علی الولی“ (۳)

ولی کو نبی پر فضیلت دینا خواہ وہ نبی رسول ہوں یا نہ ہوں کفر و گمراہی ہے۔ ایسا اس لیے ہے کہ اس میں ولی کی

بہ نسبت نبی کے مرتبہ کو گھٹانا ہے۔ یا یہ اجماع کے خلاف ہے کیوں کہ نبی کا ولی سے افضل ہونے پر اجماع قائم ہے۔

”ارشاد الساری شرح صحیح بخاری“ میں ہے:

”النبی افضل من الولی، وهو امر مقطوع به، والقائل بخلافه کافر“ (۴)

قطعی طور پر نبی ولی سے افضل ہیں، اور جو شخص اس کے برخلاف کہے وہ کافر ہے۔ مذکورہ شعر میں حضرت

خواجہ غریب نواز، ولی کامل، عارف باللہ ”معین الدین“ چشتی اجیری قدس سرہ کو حضرت ”سیح“ و حضرت ”مختار“ علیہما

السلام سے اعلیٰ مرتبہ والا کہا گیا ہے، اور یہ دونوں حضرات انبیاء کرام میں سے ہیں۔ حضرت ”مسیح“ علیہ السلام کا تو

نبی ہونا واضح و متعین ہے۔ حضرت ”مختار“ علیہ السلام بھی جمہور کے نزدیک نبی ہیں جیسا کہ ”تفسیر کبیر“ میں ہے:

”قال الاکفرون ان ذلک العبد کان نبیاً“ (۵)

(۱) طریقہ محمدیہ، ج: ۱، ص: ۸۴

(۲) الحدیقة البدیة، ج: ۱، ص: ۳۱۵

(۳) الحدیقة البدیة، ج: ۱، ص: ۳۱۶

(۴) ارشاد الساری بشرح صحیح البخاری، کتاب العلم، ج: ۱، ص: ۱۷۵

(۵) التفسیر الکبیر، ج: ۱، ص: ۱۴۸، مطبوعہ دار حیات التراث العربی، بیروت

لہذا مذکورہ شعر ”خواجہ غریب نواز“ علیہ الرحمہ یا کسی اور ولی کی شان میں کہنا کفر ہے۔ اس کے قائل و معتقد اسلام سے خارج کافر و بے دین ہیں۔ ان پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر شادی شدہ ہیں تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۱ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

ایمان و کفر سے متعلق چند سوالات

مسئلہ از: مولانا گلزار حسین موضع بھولا پور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔ بلا کسی تجدید و تاویل کے، عند الشرع قرآن پاک کی روشنی میں، بواسطہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، بلا کسی تاخیر کے، مدلل و مسکت جواب عنایت فرمائیں۔ عین کرم ہوگا۔

سوال: ۱- ایمان کسے کہتے ہیں؟ اور اوصاف ایمان کی پہچان کیا ہے؟ مفصل طور پر بیان فرمائیے۔

سوال: ۲- ایمان کا دار و مدار کس چیز پر ہے؟ نیز روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ، کلمہ اور قربانی، صاحب ایمان ہونے سے پہلے کے ارکان ہیں یا کہ صاحب ایمان ہونے کے بعد ادا کیے جائیں؟

سوال: ۳- زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے۔ لیکن نماز پنج وقتہ پابندی سے ادا نہیں کرتا ہے، کبھی پڑھتا بھی ہے، اور کبھی نہیں بھی پڑھتا اب ایسے شخص کو کافر کہنا کیسا ہے؟ اگر کسی نے ایسے شخص کو کافر کہہ دیا تو کافر کہنے والے شخص کے بارے میں از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟ جواب عطا فرمائیں۔

سوال: ۴- کافر کی نماز جنازہ میں شریک ہونا کیسا ہے؟ نیز اگر کوئی شخص شریک ہوا تو اس کے بارے میں از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

سوال: ۵- بکر کے کہنے کے مطابق زید کافر ہے۔ مگر زید کا انتقال ہو گیا ہے اور بکر نے خود ہی زید (کافر) کی نماز جنازہ پڑھی کیا یہ درست ہے؟ اگر حکم شرعی ہو کہ نہیں تو بھرا ب کیا ہونا چاہیے؟

سوال: ۶- زید جو کہ سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے۔ جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لیے گیا تو بکر نے اسے مشرک کہہ کر نکال دیا اور نماز جمعہ نہیں پڑھنے دیا ایسی صورت میں بکر کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

سوال: ۷- زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے لیکن پوری طرح شریعت کا پابند نہیں رہتا ہے۔ البتہ اکثر میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل پاک و عرس پاک، بڑے اہتمام اور احترام کے ساتھ منعقد کرتا ہے۔ جس میں صرف علمائے اہل سنت ہی شریک ہوتے ہیں، اور تلاوت قرآن پاک اور نعت خوانی اور تقریر علمائے کرام کی ہوتی ہے، جس

میں بلا تفریق سبھی لوگ شرکت کرتے ہیں، اور سلام و قیام بھی ہوتا ہے جس میں سرکار اعلیٰ حضرت کا کلام کثرت سے پڑھا جاتا ہے، اور اعلیٰ حضرت ہی کا کلام ”مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام“ اور ”یا نبی سلام علیک“ وغیرہ خوب دھوم دھام سے پڑھا جاتا ہے۔ ایسی محفل کو پیر، خدا اور رسول کی بارگاہ کہنا عند الشرع کیسا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ان تمام باتوں کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے جو ضروریات دین سے ہیں۔ حضور صدر الشریعہ علامہ ”امجد علی اعظمی“ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

”ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین سے ہیں۔“ (۱)

شرح عقائد نسلی میں ہے:

”الإيمان في الشرع هو التصديق بما جاء به رسول الله تعالى عليه وسلم من عند الله“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

جو شخص ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو، اور کوئی فعل و عمل و قول اس سے ایسا نہ صادر ہو جو منافی اسلام ہے تو ایسا شخص مومن ہے۔ مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام ”احمد رضا“ فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ

”جب وہ کہتا ہے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں تو اسے مسلمان ہی سمجھا جائے گا، جب تک اس سے اب کفر جدید نہ ظاہر ہو۔“ (۳)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ:

”اہل قبلہ وہی ہے جو ضروریات دین پر ایمان لاتا ہو، اور کوئی قول، فعل قاطع ایمان اس سے صادر نہ ہو، ورنہ صرف قبلہ کی طرف ہماری سی نماز پڑھنا، اور ہمارا ذبیحہ کھانا بھروسہ قطعیہ قرآن ایمان کے لیے کافی نہیں۔ منافقین یہ سب کچھ کرتے تھے اور یقیناً کافر تھے۔“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۲) ایمان کا دار و مدار تصدیق قلبی پر ہے، کیوں کہ اصل ایمان تو صرف ضروریات دین کی تصدیق کا نام ہے۔ علامہ قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”الإيمان في الشرع لا التصديق بما علم بالضرورة انه من

(۱) بہار شریعت، ایمان و کفر کا بیان، ج: ۱، ص: ۵۲

(۲) شرح العقائد، ص: ۹۰

(۳) المعطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج: ۹، ص: ۱۶۲

(۴) المعطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة، ج: ۹، ص: ۱۱۳

دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا التوحید والنہوۃ اھ۔ (۱)

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

”اصل ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، اعمال بذن تو اصلاً جزو ایمان نہیں، رہا اقرار تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر تصدیق کے بعد اس کو اظہار کا موقع نہ ملا تو عند اللہ مومن ہے، اور اگر موقع ملا، اور اس سے مطالبہ کیا گیا، اور اقرار نہ کیا تو کافر ہے، اور مطالبہ نہ کیا گیا تو احکام دنیا میں کافر سمجھا جائے گا، مگر عند اللہ مومن ہے اگر کوئی کام خلاف اسلام ظاہر نہ کیا ہو۔“ (۲)

آدی روزہ، نماز و دیگر ارکان اسلام اور عبادتوں کا مکلف ایمان لانے کے بعد ہوتا ہے۔ حالت کفر میں یہ اعمال واجب نہیں ہوتے بلکہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد واجب ہوتے ہیں۔ چنانچہ اصول فقہ کی مشہور و متداول کتاب ”منار“ اور اس کی شرح ”نور الانوار“ میں ہے:

”والصحيح انهم لا يخاطبون بأداء ما يحتمل السقوط من العبادات، ای المذهب الصحيح لنا ان الكفار لا يخاطبون بأداء العبادات التي تحتمل السقوط مثل الصلوة والصوم“ (۳)

صحیح یہ ہے کہ وہ لوگ (کفار) ان عبادتوں کی ادائیگی کے مخاطب نہیں ہیں، جو سقوط کا احتمال رکھیں یعنی ہمارا مذہب صحیح یہ ہے کہ کفار کو ان عبادات کی ادائیگی کا مکلف نہ بنایا گیا جن میں سقوط کا احتمال ہو جیسے نماز اور روزہ۔

اسی میں چند سطر بعد ہے:

”فانه تصريح بانهم لا يكلفون بالعبادات الابد الايمان.“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

(۳) ایمان کے بعد نماز اہم العبادات ہے جو مکلف یعنی عاقل، بالغ مومن ہے اس پر نماز فرض عین ہے۔ نماز کی فرضیت کا منکر کافر ہے، اور جو شخص قصد اچھوڑے اگر چہ ایک ہی وقت کی، وہ فاسق ہے، ایسی بہت سی احادیث ہیں جن کا ظاہر یہ ہے کہ قصد نماز کا ترک کفر ہے۔ بعض صحابہ کرام مثلاً فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ اور بعض ائمہ کرام مثلاً امام احمد بن حنبل وغیرہ بھی تارک نماز کو کافر مانتے ہیں مگر امام اعظم و دیگر ائمہ کرام قصد تارک نماز کی تکفیر نہیں کرتے۔

اعلیٰ حضرت ”امام احمد رضا قادری بریلوی“ رضی عنہ ربہ القوی ”حلیہ“ کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں

”ذهب الجمهور ومنهم اصحابنا ومالك والشافعي واحمد في رواية الى انه لا يكفر.“ (۵)

لہذا سنی صحیح العقیدہ مسلمان بے نمازی کو کافر کہنا بہت سے صحابہ کرام اور ائمہ عظام کے مذہب پر صحیح ہے، اور امام اعظم نیز بہت سے صحابہ کرام کے مذہب پر صحیح نہیں ہے۔ اگر بے نمازی کو کافر کہنے والا حنفی ہے، تو اس پر لازم ہے

(۱) التفسير البيضاوي، ص: ۱۸

(۲) بہار شریعت، ایمان و کفر کا بیان، ج: ۱، ص: ۵۲

(۳) نور الانوار، ص: ۶۳

(۴) نور الانوار، ص: ۶۳

(۵) المعطايا النبوية في الفتاوى الرضوية، کتاب الصلاة، ج: ۲، ص: ۱۹۰

کہ قصد نماز ترک کرنے والے کو مذہب حنفی کے مطابق کافر کہنے سے کف لسان کرے۔ اسی میں احتیاط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۴) کافر کی نماز جنازہ پڑھنی ناجائز و حرام بلکہ کفر ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِي الْقُبُورَ﴾ (۱) اور کبھی نہ پڑھئے نماز جنازہ ان میں سے کسی پر جو مر جائے اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر۔

اس آیت کی تفسیر میں ”ملا احمد جیون“ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہی الآیۃ التی استدلل بها علی ان الصلوۃ علی الکافر لا یجوز“ (۲)

یعنی اسی آیت کے ذریعہ استدلال کیا گیا کہ کافر کی نماز جنازہ جائز نہیں۔ اور کسی کافر کی نماز جنازہ میں شریک ہونے والا اگر اس کے کفریات کو جانتا تھا اور پھر اسے مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھی تو اس پر توبہ و استغفار و تجدید ایمان اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵) بکر کے قول کے مطابق اگر واقعی زید کافر تھا، اور موت سے پہلے اس کی توبہ کا ثبوت نہیں، تو اب اس کی نماز جنازہ پڑھنی بہر حال جائز نہیں، اور اگر مرنے سے پہلے اس نے اپنے کلمات کفریہ سے توبہ کر لیا تو اب اس کی نماز جنازہ پڑھنی جائز و درست ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) زید اگر واقعی سنی صحیح العقیدہ تھا اور اس نے کوئی فعل شرک نہیں کیا تھا تو بکر کا اسے مشرک کہنا خود ہی ناجائز و حرام بلکہ کفر ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے:

”من دعا رجلاً بالكفر او قال عدو الله وليس كذلك الا حار عليه“ (۴) جس نے کسی مسلمان شخص کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر پکارا حالانکہ وہ شخص ایسا نہیں ہے تو یہ اسی کی طرف لوٹے گا۔

بکر پر توبہ و استغفار لازم ہے اور اگر زید نے واقعی کوئی فعل شرک کیا تھا تو بکر کا اس کو مسجد سے نکالنا صحیح و درست ہے۔ مگر یہ جب صحیح ہے کہ زید سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور وہ اپنے شرک پر مصر رہے اور اگر اس نے توبہ کر لی تو مسجد سے نکالنا اور اس کو مشرک کہنا بہر حال ناجائز و حرام ہے۔ حدیث شریف ہے:

”التائب من الذنب کمن لا ذنب له“ (۵) یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا اس کی طرح ہے جس نے

(۱) سورة العنکبوت، آیت: ۸۴

(۲) التفسیرات الاحمدیہ، ص: ۲۶۹

(۳) مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار، ص: ۲۰۶

(۴) الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، ج: ۱، ص: ۵۷

(۵) مشکوٰۃ المصابیح، باب الاستغفار، ص: ۲۰۶

کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۷) جو مجلس ”میلا و شریف“ منکرات شریعہ سے خالی ہو، اور وہاں صحیح روایات و اقوال بیان کیے جاتے ہوں۔ ذکر خدا و رسول اور تذکرہ صلحاء و بندگان دین کیا جاتا ہو، تو ایسی مجلس کو نسبت و تعلق کے لحاظ سے بارگاہ خدا و رسول کہنا درست ہے۔ البتہ اگر کوئی استہزاء ایسا کہے گا تو عند الشرع مجرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۱/ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

سنی ہونے کی قسم کھائے تو؟

مسئلہ از: خالد حسین موضع تالمی، پوسٹ سمر، مہراج گنج، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں۔

زید اور اس کے گھر والے سب اہل سنت عقائد کے ہیں لیکن چند دن ہوئے کہ زید گاؤں والوں سے کشیدگی کی بنا پر گاؤں کی مسجد سے علاحدہ ہو کر دیوبندیوں کی مسجد میں جمعہ ادا کرنے لگا، پھر گاؤں والوں اور رشتہ داروں نے منع کیا کہ آپ وہاں نہ جائیں تو زید نے جانا بند کر دیا اور تقریباً ۶ ماہ سے اب جہاں اسے موقع ملا سنیوں کی مسجد میں نماز ادا کرنے لگا۔ فی الحال زید کو رشتہ کی ضرورت پڑی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ دیوبندی ہیں تو انہوں نے مندرجہ ذیل لوگوں کے سامنے قسم کھایا کہ میں دیوبندی نہیں ہوں اور نہ دیوبندیوں سے میل جول رکھتا ہوں۔

(۱) حضرت مولانا شہاب الدین صاحب نظامی (۲) جناب ممتاز علی صاحب (۳) محمد منظور صاحب

(۴) محمد اسحاق صاحب (۵) حضرت مولانا رمضان علی صاحب (۶) جناب خیر اللہ صاحب۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ آیا زید کا دیوبندی ہونا مشکوک ہے؟ اب جب کہ زید نے قسم بھی کھا لیا اور توبہ

بھی کیا اور معافی چاہا ایسی صورت میں زید کے وہاں رشتہ لڑنا کیسا ہے۔ وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب :

اگر زید مذہب اہل سنت ہی کو حق جانتا اور مانتا ہے اسکے علاوہ دیگر مذاہب باطلہ کے پیروکار قادیانی، شیعہ، دیوبندی، وہابی وغیرہ کو گمراہ و بددین اور کافر مانتا ہے تو بلاشبہ وہ مسلمان ہے۔ صورت مسئلہ میں برصحت قول مستفتی زید سنی ہے۔ اس کے یہاں رشتہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بکذا فی فتاویٰ فیض الرسول (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی

۲۶/ ۱۰/ ۱۴۱۹ھ

آپریشن والا آدمی محشر میں کیسے اٹھے گا؟

مسئلہ از: حافظ مجیب اللہ، مقام دیو ریا، پوسٹ رامپور، ضلع بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

- (۱) زید کو شدید چوٹ لگی، ہاتھ پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور ڈاکٹروں نے علاج کیا اور آپریشن کے ذریعہ دوسری ہڈی لگائی۔ کیا دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد جب اپنی قبر سے اٹھے گا تو ایسے ہی جوڑ لگا رہے گا یا پھر قدرتی بن جائے گا؟
- (۲) بکر کو ہرنیا کی بیماری ہو گئی، اور پیٹ میں گولہ کی شکایت ہو گئی، اور ڈاکٹروں کے مشورہ سے آپریشن ہوا۔ کیا دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد جب اپنی قبر سے اٹھے گا تو ایسے ہی رہے گا یا پھر قدرتی بن جائے گا؟
- ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بعث بعد الموت یعنی مردوں کا قبروں سے اٹھنا اس طرح ہوگا کہ اللہ جل مجدہ اپنی قدرت کاملہ سے ان کے اجزائے اصلیہ کو جمع فرما کر ان میں روح ڈال دے گا۔ چنانچہ شرح عقائد میں ہے:

”البعث هو ان یبعث اللہ الموتی من القبور بان یجمع اجزائهم الاصلیة ویعید الارواح الیہا“ (۱)

بعث بعد الموت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کے اجزائے اصلیہ کو جمع کر کے ان میں روح ڈال کر ان کی قبروں سے اٹھائے گا۔

اور اجزائے اصلیہ ان اجزاء کو کہا جاتا ہے جن سے روح اولاً متعلق ہوتی ہو۔ چنانچہ علامہ ”عبد العزیز“

قدس سرہ فرماتے ہیں:

”قیل: الاجزاء الاصلیة هی الاجزاء الی تعلق بہا الروح اولاً“ (۲)

آپریشن کے بعد جو ہڈی لگی وہ اجزائے اصلیہ میں نہیں ہے۔ لہذا اس کے ساتھ نہیں اٹھایا جائے گا۔ اسی

جواب سے آپ کے دوسرے سوال کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۱/۱۹/۱۴۱۹ھ

دیوبندی کا نکاح و جنازہ اور اس کی اقتدا کا حکم

مسئلہ از: محمد اسد اللہ علیہ

مدرس دارالعلوم اہل سنت علیہ فیض العلوم، مقام وپوسٹ ہنومان سنگ بازار، ضلع بستی، یوپی

(۱) شرح العقائد، ص: ۱۰۱

(۲) النبراس، ص: ۲۱۰

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں:

(۱) لڑکا سنی صحیح العقیدہ ہے، اور لڑکی دیوبندی کی ہے تو کیا اس کا نکاح پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ مع دستخط و مہر

کے جواب تحریر فرمائیں۔

(۲) کسی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں پڑھا سکتے تو اگر پڑھا دیا تو اس کے بارے

میں کیا حکم ہے؟ اور اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر کوئی مجبوری ہو جیسے رشتہ دار ہوں اور نماز

جنازہ میں شریک ہوئے مگر اس دیوبندی امام کی اقتدا نہیں کی، صرف کھڑے رہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(۳) کسی دیوبندی امام کے پیچھے اگر ہم نے اپنی نیت کر کے نماز پڑھی تو ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ اس مجبوری

کے ساتھ کہ اگر نہیں کھڑے ہوتے ہیں تو لوگ برا سمجھیں گے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے براہ راست، یا پیشوایان دیوبندیہ مولوی رشید گنگوہی، قاسم

نانوتوی، خلیل انیسٹھوی اور اشرف علی تھانوی جن کے عقائد کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ، تجذیر الناس اور حفظ الایمان کے

باعث علمائے عرب و عجم، مفتیان حل و حرم نے ان کے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا، اور یہاں تک تحریر فرمادیا کہ ”من شک

فی کفرهم وعذابهم فقد کفر“ انہیں اپنا امام و پیشوا ماننے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں، اور فقہاء تصریح فرماتے

ہیں کہ مرتدین مرد و عورت ان کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا۔

فتاویٰ رضویہ شریف میں فتاویٰ ہندیہ سے نقل فرمایا:

”لا يجوز للمرتدان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك لا يجوز

نکاح المرتد مع احد کذا فی المبسوط“ (۱)

لہذا لڑکا یا لڑکی میں سے کوئی بھی دیوبندی عقائد رکھنے والا اس کا نکاح کسی سنی یا سنیہ سے پڑھانا ناجائز و حرام

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جواب نمبر ایک ہی سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہے کہ کسی بھی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھانا ناجائز

و حرام و کفر ہے۔ جس نے دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھا دی اس پر اعلانیہ توبہ و استغفار لازم ہے۔ بلکہ اگر دیوبندی کے

کفری عقائد پر اطلاع رکھتے ہوئے اسے مسلمان سمجھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھائی ہے تو ایسے شخص پر توبہ، تجدد ایمان،

اور بیوی رکھنا ہے تو تجدد نکاح بھی فرض ہے۔ اگر توبہ و تجدد ایمان نہیں کرتا ہے تو خود اس کے جنازہ میں شریک ہونا

جائز نہیں۔ پھر دیوبندی کوئی بھی ہو اس کے جنازہ میں کسی طرح کی شرکت جائز نہیں۔ ایسوں سے رشتہ ہی کرنا کب جائز ہے کہ ان سے رشتہ داری کے وہاؤں میں آکر ان کے جنازہ میں شرکت کرنی پڑے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) ماسبق کے جوابوں سے اس سوال کا جواب بھی واضح ہے کہ جب دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں تو خود ان کی نماز نماز نہیں، اور جب انہیں کی نماز باطل ہے تو ان کی اقتدا یا ان کے پیچھے ان کے ساتھ رکوع، سجود وغیرہ کرتے ہوئے کسی سنی کی نماز کیسے صحیح ہو جائے گی؟ صرف دیوبندی کے برا سمجھنے کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا خیال تو ہو گیا، مگر کتنے شرم کی بات ہے کہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی شانہائے اقدس میں گستاخیاں کرنے والے بلکہ صریح گالیاں لکھنے اور بیان کرنے والے، وہ لوگ جو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں، ان کی اقتدا میں کھڑے ہوتے وقت اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذرا بھی لحاظ و پاس نہیں یہ کیسا ایمان ہے؟ اور کیسے مسلمان ہیں؟ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور سنیوں کے دلوں میں اپنی اور اپنے پیارے رسول کی سچی محبت و عظمت جاگزیں فرمائے۔ (آمین)

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

دیوبندی امام کی اقتدا کرنے والے کا حکم

مسئلہ از: مبارک رضا، مقام کلیان پور، پوسٹ کلی گاؤں، ضلع دربھنگہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: زید نے دیوبندی امام کے پیچھے جان بوجھ کر نماز ادا کی، تو اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز زید کے یہاں شادی بیاہ کرنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مدلل و مفصل تحریر فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی یا تو براہ راست شان الوہیت و بارگاہ رسالت کے گستاخ ہونے کی وجہ سے، یا تو پھر طواغیت اربعہ پیشوایان دیوبندیہ مولوی رشید گنگوہی، مولوی غلیل انبٹھوی، مولوی قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی جن کے بارے میں ان کی عبارات کفریہ معذرتہ براہین قاطعہ، تحذیر الناس و حفظ الایمان کی وجہ سے علمائے عرب و عجم و مفتیان حل و حرم نے ان کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور یہاں تک فرمادیا کہ ”من شک فی کفر ہم و عذابہم فقد کفر“ یعنی وہ ایسے کافر و مرتد ہیں کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ ایسوں کو اپنا امام و پیشوا ماننے کی وجہ سے اسلام سے خارج و کافر و مرتد ہیں۔ ان کی نماز نماز ہی نہیں کہ ان کی اقتدا میں کسی مسلمان کی نماز

صحیح ہو۔ لہذا زید پر فرض ہے کہ اعلانیہ توبہ کرے اور اپنی نماز جو دیوبندی کی اقتدا میں ادا کی تھی از سر نو پڑھے۔
 اگر زید توبہ نہیں کرتا ہے تو علاقہ کے سنی مسلمانوں پر جنہیں اس واقعہ فاجعہ کا علم ہو فرض ہے کہ زید کا سخت
 و شدید مقاطعہ و ہائیکاٹ کریں تاکہ وہ توبہ پر مجبور ہو جائے، اور جب تک وہ توبہ صحیح نہ کرے اس کے یہاں شادی و بیاہ
 کرنا، اور اس سے راہ و رسم رکھنا ناجائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ
 مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

دیوبندی فرقہ کو اچھا سمجھنے والا کیا ہے؟

مسئلہ از: ذوالفقار احمد رضوی، معلم دارالعلوم علمیہ، جد اشاہی، بستی، یوپی
 ایسا شخص جو فرقہ دینہ سے تعلق رکھے، اور انہیں اچھا سمجھے، اور منع کرنے پر باز نہ آئے، اس پر شریعت کا کیا
 حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دینہ اپنے عقائد کفریہ صریحہ کی وجہ سے، یا کم از کم اساطین دیوبندیہ مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید گنگوہی،
 مولوی خلیل ایٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی (جن کی عبارات کفریہ مندرجہ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، اور حفظ الایمان کی
 وجہ سے علمائے عرب و عجم، مفتیان حل و حرم نے ان کے کفر و ارتداد کا حکم لگا کر ہر ایک کے بارے میں تصریح فرمادی کہ ”مسن
 شک فی کفرہم و عذابہم فقد کفر“ یعنی یہ چاروں ایسے کافر و مرتد ہیں کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ
 خود کافر ہے) کو اپنا امام و پیشوا ماننے کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں، جو انہیں اچھا سمجھ کر ان سے تعلقات رکھے
 گا اس کا بھی حکم انہیں جیسا ہوگا، انہیں سمجھایا جائے اگر سمجھانے پر باز نہ آئیں تو ان سے فوراً الگ ہو جانا ضروری ہے۔ کما قال
 تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

(۱) سورة الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورة الانعام، آیت: ۶۸

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مردہ سمجھنے والے کا حکم

مسئلہ از: قاضی امان اللہ

مفتی و میر واعظ جنوبی کشمیر و سرپرست اعلیٰ ادارہ تحقیقات اسلامیہ، اسلام آباد، کشمیر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وصال مردہ ہیں، وہ سنتے نہیں ہیں، اگرچہ قبر انور پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا جائے، کیسا ہے؟ اور شرعاً ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان ہے یا نہیں؟ اور اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جو روا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

علمائے ملت اسلامیہ سلف و خلف کا عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وصال بھی حیات حقیقی دنیوی کے ساتھ زندہ ہیں، اور جس طرح حیات ظاہری میں وصال سے پہلے امت کے جمیع اعمال و احوال اور سارے عالم کو ملاحظہ فرماتے رہتے تھے۔ عالم میں کہیں بھی درود و سلام پڑھا جائے آپ بنفس نفیس سنتے تھے بعد وصال بھی سارے عالم کی خبر رکھتے، اور درود و سلام پڑھنے والوں کے درود کو خود سنتے ہیں۔

اکابر علمائے محدثین نے حیات انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق مستقل رسائل تصنیف فرمائے ہیں۔ خاتم المحدثین سنداً و تحقیقاً حضرت امام علامہ ”جلال الدین سیوطی“ علیہ الرحمہ نے اس باب میں ایک مستقل رسالہ ”انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء“ تصنیف فرما کر علمائے متقدمین و اجلہ محدثین کے رسائل و تصانیف سے اس سلسلے میں بہت سی روایتیں نقل فرمائی اور ارشاد فرمایا:

”حیاۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی قبرہ و سائر الانبیاء معلومة عندنا علماً قطعاً

لما قام عندنا من الادلة فی ذلك و تواترت بہ الاخبار“ (۱)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ النور میں زندہ رہنا، اور دیگر انبیائے کرام کی حیات کا ہمیں یقینی علم ہے۔ اس لیے کہ ہمارے پاس اس سلسلے میں بہت سی دلیلیں اور متواتر حدیثیں ہیں۔

اور محدث جلیل حضرت امام علامہ ”بیہقی“ علیہ الرحمہ کے ایک رسالہ ”حیاۃ الانبیاء“ کا ذکر فرما کر کچھ دلائل اس سے نقل فرمائے۔ چنانچہ بعض حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

(۱) انباء الاذکیاء فی حیاۃ الانبیاء، مشمولہ الحاوی للفتاویٰ، ج: ۲، ص: ۱۳۹

”قال النبی ﷺ مررت لیلة اسری بی علی موسیٰ علیہ السلام وهو یصلی فی قبرہ“ (۱)
نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر میں
نماز پڑھ رہے تھے۔

(۲) محدث جلیل حضرت ”ابو نعیم اصفہانی“ اپنی کتاب ”الحلیۃ“ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے
راوی ہیں ”قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومررت بموسى لیلة اسری بی وهو قائم فی
قبرہ بین عائلہ وعویلہ“ (۲)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر شریف کے پاس سے گزرے تو وہ اپنی قبر مبارک
میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

(۳) حضرت ”ابو یعلیٰ محدث“ اپنی مسند میں اور ”امام بیہقی“ اپنے رسالہ ”حیۃ الانبیاء“ میں حضرت انس
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں:

”ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال الانبیاء احياء فی قبورهم یصلون“ (۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب نبی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔

(۴) امام ابو داؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور حضرت دارمی اپنی اپنی مسندوں میں اور امام بیہقی ”دعوات
کبیر“ میں حضرت اوس بن اوس صحابی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں:

”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ايامکم يوم الجمعة، فیہ خلق آدم،
وفیہ قبض، وفیہ النفخة، وفیہ الصمة، فاکثروا علی من الصلوة فیہ، فان صلواتکم معروضة
علی، قالوا: یا رسول اللہ! کیف تعرض صلواتنا علیک وقد اومت؟ قال ان اللہ حرم علی
الأرض اجساد الانبیاء“ (۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے دنوں میں افضل جمعہ کا دن ہے، تو اس دن مجھ پر بہت درود
بھیجو، اس لیے کہ تمہارا درود میرے پاس پیش ہوتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ کے حضور اس
وقت کیسے پیش ہوگا جب (بعد وصال) آپ کا جسم باقی نہ رہے گا؟ تو حضور نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء

(۱) الصحيح لمسلم بہاب فضائل موسی علیہ السلام، ج: ۲، ص: ۲۶۸

(۲) حلیۃ الاولیاء، ج: ۸، ص: ۳۳۳

(۳) سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۵۰

(۴) سنن ابن ماجہ، ص: ۱۱۹

کرام کے جسم کو زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کو کھائے۔

شیخ محقق حضرت شاہ ”عبدالحق محدث دہلوی“ علیہ الرحمہ حدیث مذکور کی شرح میں ”اشعۃ اللمعات“ میں فرماتے ہیں:

”در حیات انبیاء متفق علیہ است پچکس رادر وے خلائے نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی چٹاں کہ شہدار است“ (۱)

حضرات انبیائے کرام کی زندگی پر اہل حق کا اجماع و اتفاق ہے، اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور حضرات انبیاء کرام کی یہ زندگی جسمانی دنیاوی اور حقیقی زندگی ہے۔ شہیدان کرام کی زندگی کی طرح معنوی اور روحانی نہیں۔ محدث جلیل ابن ماجہ اپنی مسند میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ان لفظوں میں راوی ہیں:

”قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبى الله حى يوزق“ (۲)

بعد وصال سرکار کے حضور ہمارا درود کس طرح پیش ہوگا، حضرت ابوالدرداء کے اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیائے کرام کے اجسام کو کھائے، لہذا اللہ کا نبی زندہ ہے اسے روزی دی جاتی ہے۔

شیخ محقق حضرت شاہ ”عبدالحق محدث دہلوی“ علیہ الرحمہ اپنے رسالہ مبارکہ ”سلوک اقرب السبل“ میں فرماتے ہیں:

”باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت است یک کس رادریں مسئلہ خلاف نیست کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی است بر اعمال امت حاضر و ناظر و بر طالبان حقیقت را و متوجہاں آں حضرت را مفیض و مربی“ (۳)

فروعیات میں اتنے اختلافات اور کثرت مذاہب کے باوجود جو علماء امت میں ہیں کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم (بعد وصال) بغیر شائبہ مجاز، اور گنجائش تاویل، حقیقی زندگی کے ساتھ موجود اور باقی ہیں۔ اعمال امت کا مشاہدہ فرمانے والے، اور باخبر ہیں، اور بالخصوص حقیقت کے طلبکاروں اور اپنی بارگاہ کے امیدواروں کو فیض پہنچانے والے، اور ان کی تربیت فرمانے والے ہیں۔

فقیر عظیم الشان حضرت علامہ ”حسن بن عمار مصری شرنبلالی“ علیہ الرحمہ اپنی مشہور زمانہ تصنیف ”نور الایضاح“

(۱) اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ، ج ۱، ص: ۶۱۳

(۲) سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز، ص: ۱۱۹

(۳) سلوک اقرب السبل

میں فرماتے ہیں:

”وما هو مقرر عند المحققين انه صلى الله عليه وسلم حي يرزق متمتع بجميع الملاذ والعبادات غير انه حجب عن ابصار القاصرين عن شريف المقامات“ (۱)
یعنی یہ چیز محققین علما کے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے، کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (بعد وصال) بھی زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، لذت حاصل کی جانے والی سبھی چیزوں اور عبادات سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ بعد وصال مقامات شریفہ کو دیکھنے سے قاصر نگاہوں سے روپوش ہیں۔ حضرت سیدنا شاہ ”فضل رسول“ قادری بدایونی قدس سرہ عقائد کی مشہور کتاب ”المعتقد المنتقد“ میں رقمطراز ہیں:

”انه صلى الله تعالى عليه وسلم الآن حي يرزق في علو درجاته ورفعة حالاته“ (۲)
یعنی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ ہیں، اور اپنے بلند درجات اور عظیم حالات کے مطابق روزی پاتے ہیں۔

مجدد دین و ملت سیدنا اعلیٰ حضرت ”امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی“ علیہ الرحمہ والرضوان حیات انبیاء بعد وصال کو اپنے انداز میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آتی ہے	لیکن ایسی کہ فقط آتی ہے
پھر اسی آن کے بعد ان کی حیات	مثل سابق وہی جسمانی ہے
اوروں کی روح کتنی ہی لطیف	ان کے اجسام کی کب ثانی ہے
اس کی ازواج کو جائز ہے نکاح	اس کا ترکہ بٹے جو فانی ہے
وہ ہیں حی ابدی رضا	صدق وعدہ کی قضامانی ہے

معاذ اللہ! ہزار بار معاذ اللہ! ایسا گندہ عقیدہ کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد وصال مردہ ہیں، وہ سنتے نہیں ہیں اگرچہ قبر انور پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا جائے“ یہ زمانہ حال کے وہابیوں اور دیوبندیوں کا گندہ عقیدہ ہے، جو اپنے عقائد کفریہ باطلہ کی وجہ سے کافر و مرتد اور بے دین ہیں۔ اساطین دیوبندیہ کے عقائد کفریہ ملعونہ کے باعث علماء عرب و عجم، مفتیان حل و حرم نے انہیں کافر و مرتد قرار دیتے ہوئے صاف تصریح فرمائی کہ وہ اپنے عقائد کفریہ ملعونہ کے باعث ایسے کافر و مرتد ہیں کہ ”من شک فی کفرهم و عذابهم فقد کفر“ جو ان کے کافر اور مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ تفصیلی حکم کے لیے ”حسام الحرمین“ کا مطالعہ ضروری ہے۔ الحاصل سوال میں

(۱) لور الايضاح، ص: ۱۹۵

(۲) المعتقد المنتقد، ص: ۱۳۸

مذکور عقیدہ رکھنا سراسر الحاد و زندقہ اور بددینی کا واضح نمونہ ہے اور ایسا گندہ عقیدہ رکھنے والے وہابیہ دیابنہ ہیں جو اسلام سے خارج اور کفار و مرتدین ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی

قرآن کونہ ماننے والا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مطیب اللہ، مقام جمہیاواں، پوسٹ کدرہاں، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں۔

جن لوگوں نے کہا کہ ہم قرآن نہیں مانتے، ان کے بارے میں شریعت کا کیا حکم نافذ ہوگا؟ مدلل جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

قرآن شریف کونہ ماننا کفر ہے۔ ”فتاویٰ تاتارخانیہ“ میں ہے ”اذا انکر آية من القرآن او سخر بآية من القرآن وفي الخزانة او عاب، فقد كفر۔“ (۱) لہذا بر صدق قول مستفتی جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے وہ سب اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہو گئے۔ اگر شادی شدہ ہیں تو ان کی بیویاں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔ کن سے بیعت ہیں تو بیعت ختم ہو گئی۔ ان لوگوں پر توبہ و تجدید ایمان اور تجدید نکاح فرض ہے، اگر وہ لوگ ایسا نہ کریں تو ان کا بایکٹ کر دیا جائے۔ قرآن کا ارشاد ہے ﴿لَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِیٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴۲۱/۵/۲ھ

نظریہ وحدت ادیان کے احکام

مسئلہ از: علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

جانشین حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کچھوچھو شریف، مقیم حال، احمد آباد
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں۔

(۱) دین اسلام کا دوسرے ادیان باطلہ سے کیا کسی معنی میں اتحاد ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو جو کوئی اس اتحاد کو کم از کم

(۱) الفتاویٰ التاتارخانیہ، کتاب احکام المرتدین، ج: ۱، ص: ۲۵۰

(۲) سورة الانعام، آیت: ۶۸

صحیح سمجھتا ہے اس کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ اور اگر اتحاد ہو سکتا ہے تو شرعی دلیل سے اس کو مدلل فرما دیا جائے۔
(۲) کیا کسی مسلمان کے لیے ادیان باطلہ کے احترام کی کوئی گنجائش ہے؟ اگر گنجائش ہے تو اس کو بھی شرعی دلیل کی روشنی میں واضح فرما دیا جائے۔

(۳) کیا کوئی مسلمان ادیان باطلہ کو قبول کر سکتا ہے؟ اگر قبول نہیں کر سکتا تو جو ادیان باطلہ کے تسلیم و قبول کو درست باور کرتا ہے اس کے لیے کیا حکم شرعی ہے؟ اور اگر قبول کر سکتا ہے تو اس کے لئے بھی دلیل پیش کی جائے۔ اس مقام پر یہ خیال رہے کہ مذکورہ بالا سوالات صرف اور صرف ادیان باطلہ کا احترام اور ادیان باطلہ کے تسلیم و قبول سے متعلق ہیں لہذا جواب میں صرف اسی کو سامنے رکھ کر جواب عطا فرمایا جائے اور خلط بحث سے گریز کیا جائے۔

(۴) کیا کسی مسلمان کے لیے جائز ہے کہ کسی ایسی تنظیم کی رکنیت قبول کرے، جس کے دستور کی دفعات میں ادیان باطلہ سے اتحاد، ادیان باطلہ کا احترام، اور ادیان باطلہ کو تسلیم و قبول کر لینے کو تنظیم کے مقاصد و نصب العین کے طور پر پیش کیا گیا ہو؟ اگر جائز نہیں بلکہ حرام ہے، تو جس مسلمان نے ایسی تنظیم کی رکنیت اختیار کر لی ہے، اس کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ اور اگر جائز ہے تو اس کو بھی شرعی دلائل کی روشنی میں پیش کیا جائے۔

(۵) اس مسلمان کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے جو نہ تو اپنے دین کے اصول و ضوابط سے انحراف کرتا ہے، مگر دوسرے ادیان باطلہ کو بھی صحیح و درست اور برحق سمجھتا ہے؟

(۶) شریعت میں معبودان باطلہ، یا کسی باطل دین کے مذہبی رہنماؤں کو برا بھلا کہنے، اور گالی گلوں دینے سے اگر منع کیا گیا ہے تو کیا اس سے ان معبودان باطلہ، یا ان رہنماؤں کا احترام مقصود ہے، یا خود اپنے معبود برحق اور اپنی مقدس ہستیوں کو غیروں کی جوابی گالی گلوں اور طعن و تشنیع سے بچانا مطلوب ہے؟ مدلل طور پر واضح فرمایا جائے۔
گزارش ہے مذکورہ بالا سوالات کے جوابات میں اثبات یا نفیاً جو کچھ بھی ارشاد ہو وہ شرعی دلائل سے مدلل ہو۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) دین اسلام کا کسی دین باطل و کفر سے اتحاد کا مطلب ایمان و کفر اور حق و باطل کا ایک ہو جانا ہے، جو بحکم قرآن و حدیث کفر ہے، اور ایسے اتحاد کو صحیح سمجھنا کفر کو صحیح سمجھنا ہے۔ ”فتاویٰ رضویہ“ میں ہے:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يُتَوَلَّهِمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ﴾ (۱) تم میں جو ان سے دوستی کرے گا وہ بے شک انہیں میں سے ہے۔ قرآن کی عظیم شہادتیں کہ ان سے ودا و اتحاد کفر ہے اور یہ کہ اس کے مرتکب نہ ہوں گے مگر کافر“ (۲)

(۱) سورة المائدة، آیت: ۵۱

(۲) العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة، کتاب السیر، ج: ۶، ص: ۹۲

آیت مذکورہ کے تحت عمدۃ المفسرین "ابوبکر رازی بصاص" قدس سرہ رقم طراز ہیں:

"ان كان الخطاب للمسلمين فهو اخبار بانه كافر مثلهم بموالاته اياهم" (۱)
لہذا دین اسلام کا ادیان باطلہ سے اتحاد کو صحیح سمجھنے والے پر لازم ہے کہ ایسے کفری عقیدہ سے توبہ کرے۔
تجدید ایمان اور تجدید نکاح و بیعت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ادیان باطلہ کی تعظیم و احترام کفر ہے۔ فقیہ بے نظیر علامہ "علاء الدین حصکفی" قدس سرہ فرماتے ہیں:
"الاعطاء باسم النیروز والمہر جان لا یجوز ای الہدایا باسم ہذین الیومین حرام وان
قصہ تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلاً عبد اللہ خمسین
سنة ثم اہدی لمشرک یوم النیروز بیضة یزید تعظیم الیوم فقد کفر وحبط عملہ" (۲)
اور "غزیمون البصائر" میں ہے:

"اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسناً فقد کفر" (۳)
اور "الاشیاء والنظار" میں مرقوم ہے:

"تجیل الکافر کفر فلو سلم علی الذمی تجیلاً کفر" (۴)
علامہ اجل "ملا علی قاری" علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

"من اہدی یوم النیروز وارادہ تعظیم النیروز کفر" (۵)

ان تمام اقوال وارشادات سے صاف ظاہر ہے کہ کسی مسلمان کے لیے ادیان باطلہ کے احترام و تعظیم کی کوئی
محتاج نہیں ہے، بلکہ ان کی تعظیم کفر ہے جو شخص ادیان باطلہ کے احترام و تعظیم کو صحیح سمجھے۔ اس پر توبہ و استغفار اور تجدید
ایمان و نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

(۳) ادیان باطلہ کو قبول کرنا یا قبول کرنے کو صحیح سمجھنا کفر ہے۔ ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر اور خارج از اسلام

ہے۔ اس پر توبہ تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

(۴) جانتے ہوئے ایسی تعظیم کی رکیت ناجائز و حرام بلکہ کفر ہے، اور رکیت قبول کرنے والا مستحق نار و غضب

(۱) احکام القرآن للجصاص، ج: ۲، ص: ۲۴۴

(۲) الدر المنہار مع رد المحتار، ج: ۵، ص: ۳۸۱

(۳) غزیمون البصائر، ج: ۲، ص: ۱۰۹

(۴) الاشیاء والنظار مع الغز، ج: ۲، ص: ۱۸۹

(۵) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۲۳۰

جبار ہے، ایسے شخص پر لازم ہے کہ رکنیت مسترد کرے، توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح کرے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ہے، ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۵) ادیان باطلہ کو صحیح و برحق سمجھنے والا مومن نہیں کافر ہے۔ وہ لاکھ دعویٰ اسلام کرے ہرگز مسوع نہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (۲) ادیان باطلہ کو برحق سمجھتے ہوئے دعویٰ ایمان کرنا اجتماع نقیضین کی صحت کا ادعا ہے، ایسے اعتقاد والے پر تجدید ایمان و نکاح فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) معبودان باطلہ اور ادیان باطلہ کے مذہبی رہنماؤں کو برا کہنے کی ممانعت ان کی تعظیم کی بنا پر نہیں، بلکہ اپنے معبود برحق اور جلیل القدر ہستیوں کو ان ظالم و جاہل پرستاروں کے طعن و تشنیع سے بچانے کے لیے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾ (۳) اس آیت کریمہ کے تحت ”درمنثور“ میں ہے:

”عن ابن عباس فی قوله: لا تسبوا الذين يدعون من دون الله“ الآية قال: قالوا: يا محمدا لتتهين عن سب او شتم الهتنا او لنهجون ربك فنهاهم الله ان يسبوا او ثانهم فیسبوا الله عداً بغیر علم۔“ (۴)

امام ”فخر الدین رازی“ قدس سرہ فرماتے ہیں:

”نهى الله عن هذا العمل فانك متى شتمت الهتهم غضبوا فربما ذكروا الله بما لا ينبغي من القول فلاجل الاحتراز عن هذا المحذور وجب الاحتراز عن ذلك المقال“ (۵)

علامہ صاوی قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”قوله فیسبوا الله ای یترتب علی ذلك سب الله ففی الحقيقة النهی عن سب الله“ (۶)

ان تمام ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ معبودان باطلہ کو برا کہنے کی ممانعت ان کی تعظیم کے لیے نہیں، بلکہ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ ال عمران، آیت: ۸۵

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۱۰۸

(۴) الدر المنثور فی التفسیر المأثور، ج: ۳، ص: ۷۱

(۵) التفسیر الکبیر، ج: ۱۳، ص: ۱۳۹

(۶) حاشیۃ الصاوی علی الجلالین، ج: ۲، ص: ۳۵، ۳۶

معبود برحق کو برا کہنے سے روکنے کی بنا پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب صحیح: محمد شفیق الرحمن عفی عنہ

۶ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: انوار احمد بغدادی

کیا یزید کو کافر کہہ سکتے ہیں؟

مسئلہ از: نور الزماں بدھیانی، خلیل آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ یزید کو کافر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں کہہ سکتے ہیں تو مسلمان کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

یزید پلید کو کافر کہنے کے متعلق اختلاف ہے۔ سیدنا امام ”احمد بن حنبل“ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے متبعین اسے کافر کہتے ہیں، اور ہمارے ”امام اعظم“ رضی اللہ عنہ نے کافر کہنے سے احتیاطاً سکوت اختیار کیا۔ ”بہار شریعت“ میں ہے۔ ”ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہل سنت کے تین اقوال ہیں اور ہمارے ”امام اعظم“ رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت، یعنی ہم اسے فاسق و فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان۔“ (۱) اور ”ملا علی قاری“ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”اختلف فی اکفار یزید، قیل: نعم، یعنی لما عنہ ما يدل علی کفره من تحلیل الخمر، وما تفوه بعد قتل الحسين واصحابه الی جازیتهم بما فعلوا باشیاء قریش وصنادیدہم فی بدر، وامثال ذلک، وقیل: لا: اذ لم یثبت لنا عنہ تلک الاسباب الموجبة ای لکفره، وحقیقة الامر العولف فیہ، و مرجع امره الی اللہ سبحانہ“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

(۱) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۷۷

(۲) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۸۸

کسی کی صحابیت کا انکار کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مبشر رضا پور نوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ خلفائے راشدین کے علاوہ کسی صحابی کی صحابیت کا انکار کفر نہیں ہے۔ بکر کہتا ہے کہ کفر ہے، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے ”اصحابی کالنجوم“ زید و بکر کے اقوال میں کس کا قول درست ہے اور کس کا غلط؟ غلط کہنے والے پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جن کی صحابیت نص سے ثابت ہے ان کی صحابیت کا انکار کفر ہے، اور ان کے علاوہ کی صحابیت کا انکار کفر تو نہیں مگر گری ضرور ہے۔ ”ملا علی قاری“ علیہ رحمۃ الباری فرماتے ہیں:

”لقد اجمعوا علی ان من انکر صحبة ابی بکر الصدیق کفر بخلاف انکار صحبة غیرہ
لورود النص فی حقہ“ (۱) زید و بکر دونوں اس مسئلہ میں اصل حقیقت سے بے خبر ہیں۔ لہذا بغیر علم دونوں کو حکم شرعی بیان کرنے سے اجتناب لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ (۲)
واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

کسی مسلمان کو کافر کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عہان جہانیاں کمیٹی، ہاڑمیر، راجستھان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی معزز سادات خاندانہ ایک زمانہ سے سادات سے مشہور ہو، اور زمانہ کے لوگ اسے سادات سمجھتے اور تسلیم کرتے ہوں (اپنے آبا و اجداد و علماء سے انہیں سید سننے اور تسلیم کرتے ہوئے دیکھ کر) اور اس خاندانہ کی تقویٰ و طہارت سے متاثر ہو کر انہیں

(۱) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۸۵

(۲) سورۃ بنی اسرائیل، آیت: ۳۶

خاصی تعداد میں لوگ اس سادات خانوادہ کے بزرگوں اور موجودہ صاحب سجادہ سے حلقہ ارادت و عقیدت رکھتے ہوں (اس سادات خانوادہ کے ان کے شجرہ نسب بھی موجود ہے جس پر اکابر سندھی علماء مشائخ کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں) ایسے میں اگر کوئی دوسرے پیر صاحب جو پہلے اس خانوادہ کو سادات سے تسلیم کرتے رہے، اور اس سادات خانوادہ کے ذریعہ قائم کردہ ادارہ کے جلسہ دستار فضیلت، اور یہاں پر آرام فرما بزرگوں کے اعراس میں شرکت فرماتے رہے ہیں، اور خود اپنے قائم کردہ ادارہ کے سالانہ جلسہ میں ان حضرات کو مدعو کرتے رہے۔

لیکن اب ادھر کچھ سالوں سے حسد و بغض کی بنیاد پر اگر یہ تاثر لوگوں میں دینے کی کوشش کر رہے ہیں، کہ یہ خانوادہ سادات سے نہیں ہے صرف اسی پر بس نہ کرتے ہوں بلکہ ان خانوادہ کے کچھ مشائخ جو یہاں پر آرام فرما ہیں جن کی بزرگی و کرامتیں یہاں کے لوگوں کی زبان زد ہیں، اور ان بزرگوں کے آستانہ پر اچھی خاصی تعداد میں لوگ حاضری دیتے ہوں، تو ایسے بزرگوں کے بارے میں اس طرح کے کلمات لوگوں میں کہنا کیسا ہے کہ ”یہ ولی وغیرہ نہیں تھے اور ان کی درگاہ پر لوگ بلا مطلب جاتے ہیں، وہ ولی تو کجا مسلمان بھی نہیں تھے، بلکہ وہ بھیل تھے، اور جادوگر تھے (جبکہ ان کے خانوادہ کے کچھ لوگ گجرات کے علاقہ پتھم اور پاکستان کے صوبہ سندھ میں بھی موجود ہیں جنہیں سبھی لوگ بالاتفاق سادات سے تسلیم کرتے ہیں۔ کیا یہ بغض و حسد کی بنیاد پر نہیں ہے؟“

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر بلا تحقیق سیادت سے انکار کرتے ہیں، تو ایذائے مومن کے جرم میں گرفتار ہیں، اور بلا وجہ شرعی ایذا مومن حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ مَا كُتِبَ لَهُمْ أَن يَكُونُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَعْمَىٰ﴾

مُبَیَّنًا (۱)

اور ارشاد حدیث ہے:

”مَنْ أَذَى مُسْلِمًا فَقَدْ أَذَىٰ وَمَنْ أَذَىٰ لِلَّهِ“ (۲)

اور کسی مسلمان کو مسلمان نہ ماننا کفر ہے۔ حدیث شریف ہے:

”لَيْسَ مِنْ دَهْرٍ رَجُلًا بِالْكَفَرِ أَوْ قَالَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارٌّ عَلَيْهِ“ (۳)

(۱) سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۸

(۲) المعجم الاوسط: ج ۳، ص ۳۷۳

(۳) الصحيح لمسلم، کتاب الایمان، ج ۱، ص ۵۷

”در مختار“ میں ہے ”یکفر ان اعتقد المسلم کافراً به یفتی“ (۱)

لہذا اگر واقعی پیر صاحب نے سوال مذکور کی باتیں کہی ہیں تو ان پر توبہ واستغفار ضروری ہے۔ ساتھ ہی ایک مسلمان کے مسلمان ہونے کا انکار کرنے پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۹/محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

عقائد و ہابیہ کی تردید

مسئلہ از: محمد رفیع، ڈڈنہا، ہالینڈ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم برزخ سے کسی کی بھی مدد نہیں کر سکتے، جو اس عقیدہ کو مانے مشرک ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ: حضور مرکزی میں مل گئے اور یہ کہتا ہے کہ: انبیاء کرام اور اولیائے عظام کے وسیلے سے بھی دعا مانگنا شرک ہے، اور یہ کہتا ہے کہ: بزرگوں کو مسجد کے قریب دفن کرنا قبر اور مزار بنانا زیارت کرنا شرک ہے، اور یہ کہتا ہے کہ حضور کو علم غیب نہیں ہے۔ اگر ہے تو تھوڑا سا، اور یہ کہتا ہے کہ: حضور کا میلاد منانا، صلاۃ وسلام پڑھنا، نعت شریف، حلقہ ذکر کرنا، گیارہویں شریف منانا، انگوٹھا چومنا معمولات اہل سنت جو ہیں، ان کو کرنا بدعت وحرام ہے۔

زید جو ایسا عقیدہ رکھتا ہے، اور جو اس کو مانے اور اس کی تائید کرے ان سب پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بلاشبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس ظاہری دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی عطاء الہی تصرف واعتیار اور امداد کی قدرت و طاقت رکھتے ہیں، اور اپنے فریاد یوں کی فریادری بھی فرماتے ہیں، اور ان کی حاجت روائی بھی کرتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

”عن ابی الجوزاء قال: لحط اهل المدينة لحطاً شديداً فشكوا الى عائشة، فقالت:

انظروا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فاجعلوا منه کوی الى السماء حتی لا یکون بینہ و بین السماء سقفت، ففعلوا فمطروا مطراً حتی بہت العشب، وسمنت الابل حتی تفتقت من الشحم

(۱) الدر المختار، مع رد المحتار، باب التعزیر، ج: ۳، ص: ۱۸۳

فسمی عام الفقی رواہ الدارمی (۱)

یعنی حضرت ابو جوزاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مدینہ طیبہ میں شدید قحط ہوا۔ خلق خدا پریشان ہو گئی۔ لوگوں نے ام المؤمنین حضرت ”عائشہ صدیقہ“ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حضور کی قبر مبارک سے ایک مفذ آسمان کی طرف بناؤ کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل نہ رہے۔ انہوں نے ایسا کیا تو بکثرت بارش ہوئی۔ سبزہ اگا اور اونٹ اس قدر موٹے ہو گئے کہ چربی کی کثرت کی وجہ سے کھالیں پھٹ گئیں۔ اسی وجہ سے اس سال کا نام ”عام الفتن“ رکھا گیا۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ قحط سالی کی شکایت خیر القرون میں مسلمانوں نے حضرت ”عائشہ“ رضی اللہ عنہا سے کی، اور حضرت عائشہ نے قبر انور سے حاجت برآری کی تلقین فرمائی اور پھر الحمد للہ قبر اطہر سے ایسی مدد ہوئی کہ خوشحالی اور فراخی کا دور دورہ ہو گیا، بلکہ وہ سال ہی فراخ حالی میں مشہور ہو گیا۔ اب اگر ایسا عقیدہ رکھنے والا مشرک ہے تو معاذ اللہ صدارہ معاذ اللہ حضرت ”عائشہ صدیقہ“ اور ”خیر القرون“ کے مسلمان اور اس وقت سے لے کر آج تک اس پر اعتقاد رکھنے والے دنیا بھر کے مسلمان کافر و مشرک ہوئے۔

غور فرمائیں! کہ زید نے بیک جنبش زبان صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کو مشرک کہہ دیا۔ والعیاذ باللہ رب العالمین۔

جب کہ کسی ایک بھی مسلمان کو کافر و مشرک کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے تو جو پوری دنیا کے مسلمانوں کو مشرک کہے اس کا کیا حال ہوگا؟ حدیث شریف میں ہے:

”لیس من دعا رجلاً بالكفر او قال عدو اللہ ولیس کذا لک الا حار علیہ“ (۲)

یعنی جو کسی کو کفر پر پکارے، یا خدا کا دشمن کہے، اور وہ واقع میں ایسا نہ ہو تو اس کا کہنا خود اسی پر پلٹ آئے گا۔

”حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ“ میں ہے:

”کذا لک یا مشرک ونحوہ“ (۳)

یعنی یوں ہی کسی مسلمان کو کافر و مشرک وغیرہ کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے۔

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، باب الکرامات، ص ۵۳۵

(۲) الصحيح لمسلم، باب الايمان، ج: ۱، ص: ۵۷

(۳) الحدیقة الندیة شرح الطريقة المحمدیة، ج: ۲، ص ۱۵۶

”در مختار“ میں ہے:

”یکفر ان اعتقد المسلم کافراً به یفتی“ (۱) یعنی جو مسلمان کو کافر سمجھے قول مفتی پر وہ خود کافر ہے۔
امام اجل علامہ ”قاضی عیاض“ قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”کذا الک قطع بتکفیر کل قائل قال قولاً یتوصل به الی تضلیل الأمة وتکفیر جمیع الصحابة“ (۲) یعنی جو کوئی ایسی بات کہے، جس سے تمام امت یا تمام صحابہ کی تھلیل و تکفیر کی طرف راہ نکلے وہ یقیناً کافر ہے۔

یونہی انبیائے کرام اور اولیاء عظام سے ان کی حیات ظاہری میں اور پھر اس ظاہری دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد استمداد و استغاثہ اور ان سے توسل پوری امت مسلمہ میں شائع و ذائع اور جاری و ساری ہے۔
امام شیخ الاسلام ”شہاب رطلی انصاری“ کے فتاویٰ میں ہے:

”ستل عما یقع من العامة من قولهم عند الشدائد یا شیخ فلان ونحو ذلک من الاستغاثۃ بالانبياء والمرسلین والصالحین وهل للمشائخ اغاثۃ بعد موتهم ام لا؟ فاجاب بما نصبه ان الاستغاثۃ بالانبياء والمرسلین والاولیاء والعلماء والصالحین جائزۃ، وللانبياء والمرسلین والاولیاء والصالحین اغاثۃ بعد موتهم“ (۳)

یعنی ان سے سوال ہوا کہ عام لوگ جو سختیوں کے وقت انبیاء و مرسلین و اولیاء و صالحین سے فریاد کرتے ہیں، اور ”یا شیخ فلاں“ وغیرہ کہتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اولیاء بعد وفات مدد فرماتے ہیں یا نہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ بے شک انبیاء و مرسلین اور اولیاء و علماء سے مدد مانگنی جائز ہے، اور وہ بعد انتقال بھی مدد فرماتے ہیں۔
حضرت شیخ محقق علامہ ”عبدالحق محدث دہلوی بخاری“ قدس سرہ فرماتے ہیں:

”حجۃ الاسلام“ امام غزالی ”گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوی در حیات، استمداد کردہ می شود بوی بعد از وفات“ (۴)

یعنی حجۃ الاسلام ”امام محمد غزالی“ نے فرمایا ہے کہ جس سے زندگی میں مدد طلب کی جاتی ہے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی مدد طلب کی جاسکتی ہے۔

(۱) الدر المختار، مع رد المحتار، باب التعزیر، ج: ۳، ص: ۱۸۳

(۲) الشفا بتعريف حقوق المصطفى، باب حکم من سب الله تعالى ومملكه وانبياءه: ج: ۲، ص: ۲۴۷

(۳) فتاویٰ الرملی فی فروع الفقہ الشافعی، ج: ۳، ص: ۳۳

(۴) اشعة اللمعات، ج: ۱، ص: ۷۱۶

اور حضور سیدنا شیخ ”عبد القادر جیلانی“ قدس سرہ فرماتے ہیں:

”من استغاث بی فی کربة کشفته عنه، ومن نادى باسمی فی شدة، فرجت عنه، ومن توصل بی الی اللہ عزوجل فی حاجة، قضیت له“ (۱) یعنی جو مجھے کسی تکلیف میں مدد کو پکارے، وہ تکلیف دور کر دوں گا، اور جو کسی مصیبت میں میرا نام لے تو وہ مصیبت دفع کر دوں گا، اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت برآئے۔

ان شواہد کے علاوہ ہزاروں دلائل و شواہد علمائے اہل سنت کی کتابوں میں مرقوم ہیں جن سے استمداد و توسل کا جواز ثابت و متحقق ہے۔

لہذا زید بے قید کا ان امور کو شرک قرار دینا حد درجہ جرأت و بے باکی بلکہ گمراہی و بددیہی ہے کہ اس میں پوری امت مسلمہ کو شرک قرار دینا ہے۔ و العیاذ باللہ تعالیٰ۔

اور زید کا یہ کہنا کہ حضور مرکرمی میں مل گئے۔ (معاذ اللہ) صریح حدیث کے خلاف اور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی کھلی گستاخی اور کفر ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”إن اللہ حرم علی الأرض أن تاكل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق“ (۲)
 بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔ چنانچہ اللہ کے نبی زندہ ہیں۔ رزق دیے جاتے ہیں۔

امام اجل علامہ ”زرقانی“ قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:

”فی الکامل للمبرد مما کفر به الفقهاء الحجاج، انه رای الناس یطوفون حول حجرته صلی اللہ علیہ وسلم، فقال: إنما یطوفون باعواد ورمۃ، قال الدمیری کفروہ بهذا لانه تکذیب لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم ”ان اللہ حرم علی الأرض ان تاكل اجساد الانبیاء“ (۳)

یعنی ابوالعباس مبرد نے کامل میں لکھا کہ ان باتوں میں جن کے سبب علمائے کرام نے حجاج ظالم کو کافر کہا، ایک یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو روضہ انور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طواف کرتے دیکھ کر کہا کہ کچھ لوگ لکڑیوں اور گلے ہوئے جسم کا طواف کر رہے ہیں۔ علامہ ”کمال الدین دمیری“ نے فرمایا: علماء نے اس کے اس قول پر اسی وجہ سے تکفیر کی کہ اس میں ارشاد نبوی کی تکذیب ہے۔ بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام فرمایا ہے۔

(۱) بهجة الاسرار، ص: ۱۲۰

(۲) سنن ابی داؤد، ج: ۱، ص: ۱۵۰

(۳) شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة، ج: ۱، ص: ۹۰

یونہی زید کا یہ قول کہ بزرگوں کو مسجد کے قریب دفن کرنا قہ و مزار بنانا اور زیارت کرنا شرک ہے، اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تھوڑا سا علم غیب تھا، اور یہ کہ میلا دمنانا، صلوٰۃ و سلام پڑھنا، اور دیگر معمولات اہل سنت سب بدعت و حرام ہیں۔ یہ سب زید کی گمراہی و بد مذہبی پر دال ہے۔ غرضیکہ زید پر اس کے عقائد باطلہ و فاسدہ اور کفریہ کی بنا پر حکم کفر ہے۔ اگر بیوی رکھتا ہے تو بیوی اس کے نکاح سے باہر ہوگئی۔ زید پر لازم ہے کہ فوراً اپنے کفری عقائد سے توبہ و استغفار کرے۔ تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱)

اور جو شخص زید کے مذکورہ عقائد کو صحیح مانے، اور اس کی تائید کرے اس پر بھی حکم فقہاء حکم کفر ہے۔ ایسے شخص پر بھی لازم ہے کہ توبہ و استغفار کرے۔ تجدید ایمان و نکاح کرے۔ ”الاعلام بقوطع الاسلام“ میں ہے:

”من تلفظ الکفر یکفر“ (الی قولہ) و کذا من ثنی علیہ او استحسنہ او رضی بہ یکفر“ (۲)

اور علامہ ”ابن نجیم مصری“ قدس سرہ فرماتے ہیں:

”من حسن کلام اهل الاهواء او قال معنوی او کلام له معنی صحیح ان کان ذلک کفراً من القائل کفر المحسن“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۶ رذی القعدہ ۱۴۳۰ھ

(۱) سورة الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الاعلام مع سبل النجاة، ص ۳۶۶

(۳) البحر الرائق، ج: ۵، ص: ۱۲۵

سنی کہلانے والا اگر کہے ہم بھی وہابی دیوبندی ہو گئے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد غیاث الدین برکاتی نصیب گنج بازار لکھنؤ پوسٹ مرزا پور، بلرام پور
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ سنی کہلانے والا شخص اگر
عناد ایہ کہے کہ ہم بھی وہابی دیوبندی ہو گئے یا یہ کہے کہ سنیوں سے اچھے تو دیوبندی وہابی ہیں اور بغیر توبہ و استغفار کئے
ہوئے اب بھی اپنے آپ کو سنی مسلمان کہلاتا ہے تو ایسے شخص کے متعلق حکم شرع عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”جس نے جس فرقہ کا نام لیا اس فرقہ کا ہو گیا
مذاق سے کہے یا دوسری وجہ سے“ (۱) اسی سے اس سنی کہلانے والے کا حکم واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

اسلام و سنیت کی توہین کرنے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: عبداللطیف انرجاجی عمرنگریا متولی مسجد

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک سید کہلانے والے جو اپنے آپ کو شیخ طریقت کہتے
ہیں اور پیری مریدی بھی کرتے ہیں وہ محفل سماع مع مزامیر یعنی گانے بجانے کے آلات کے ساتھ جائز کہتے ہیں نیز
موسیقی کے آلات کے ساتھ محفل سماع منعقد کرتے مریدوں کو اس میں جمع کرتے ہیں نیز رقص بھی کرتے ہیں اور ان
کے مریدین پیر مذکور کے قدموں میں روپے نچاؤ کرتے ہیں ان حرکات کو پیر صاحب جائز ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں
اس پر ایک مفتی صاحب سے پیر مذکور کا لوگوں کے درمیان مع آلات موسیقی کے محفل سماع کے جواز و عدم جواز پر مباحثہ
ہوا۔ درمیان بحث انہوں نے کہا میں نے اپنی پہلی ملاقاتوں میں ہی آپ لوگوں سے کہہ رکھا تھا کہ اسلام و سنیت دونوں
کا چیز ہے اور کیونٹی اپورٹ ہے نیز آگے چل کر درمیان بحث کہا کہ یہ کوآپریٹ کو کوئی اس معنی میں نہ لے کہ میں ان
کتاہوں کے حوالہ سے یا اسلامی طور پر شریعت کے لئے کر رہا ہوں بلکہ صرف آپ کی قومیت کے لئے کوآپریٹ کر رہا

ہوں۔ مفتی صاحب نے ان کے مذکورہ دونوں جملوں کی روشنی میں کہا یہ جملے خلاف شرع ہیں بلکہ اسلام و سنیت کو دو نمبر کی چیز کہنا اور قومیت کے اتحاد کو اہم بتلانا کفر ہے آپ پر توبہ و تجدید کا ح لازم ہے پیر صاحب یہ فتویٰ تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ پیر مذکور نے کہا اگر ایسا ہے تو یہ لکھ کر دے دیجئے۔ مفتی صاحب نے لکھ کر دیا آیا یہ جملے کلمات کفر سے ہیں یا نہیں؟ کیا یہ کفر عود کرے گا مفتی صاحب کی طرف یا نہیں۔ بینوا تو جو روا
 ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

پیر مذکور کا یہ کہنا ہے کہ اسلام و سنیت دو نمبر کی چیز ہے کیونٹی کی یونائی امپورٹنٹ ہے سراسر غلط اور کلمات کفر ہیں کیوں کہ اس میں اسلام و سنیت پر قومی اتحاد کو ترجیح دینا اور اسلام و سنیت کو ہلکا سمجھنا ہے جو کفر ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ ”اذا قال الرجل لغيره حكم الشرع في هذه الحادثة كذا فقال ذلك الغير من برسم کار می کنم نه بشرع یکفر عند بعض المشائخ“ (۱)

اسی مسئلہ کے تحت فتاویٰ رضویہ میں ہے ”اقول و صورة النازلة اشد من هذا بكثير فان هذا اخبار عن عملہ والرجل ربما يعمل بالمعصية ولا يرضاها فيكون عاصيا لا كافرا لعدم الاستحسان والاستحصال بخلاف ما ثمة فانه صريح في عدم قبول الشرع وترجيح الرسم عليه فكان كالمسئلة قبلها رجل قال لخمسه اذهب معي الشرع قال پياده يارتا بروم ہے نہ روم یکفر لانه عاند الشرع ۵۱“ (۲)

بہار شریعت میں ہے: ”علم دین اور علماء کی توہین بے سبب یعنی محض اس وجہ سے کہ عالم علم دین ہے کفر ہے یوں ہی شرع کی توہین کرنا۔“ (۳)

اسی طرح دوسرا جملہ کہ ”میں شریعت کے لئے نہیں کر رہا ہوں بلکہ صرف آپ کی قومیت کے لئے کر رہا ہوں بہت سخت اور قابل گرفت ہے۔ علاوہ اس کے پیر مذکور نے مفتی صاحب کا بیان کردہ فتویٰ شرعیہ کو ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ الگ کفر ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”رجل عرض عليه خمسه فتوى الائمة فردها وقال چه بارتامہ فتوی آوردہ قيل یکفر لانه رد حکم الشرع“ (۴) حاصل کلام یہ ہے کہ پیر کے کلمات کفریہ پر مفتی

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۷۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۵۹

(۳) بہار شریعت، ج: ۹، ص: ۱۷۲

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۷۲

صاحب کا حکم شرع بتانا اور اس پر تجدید ایمان اور جدید نکاح کا حکم دینا حق اور درست ہے۔ یہ حکم خود مفتی صاحب پر غائد نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۳۰ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

شکر اور کرشن کو پیغمبر کہنے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: راجو بابا محبوب مستری قصبہ شاہ گڑھ، ضلع ساگر (ایم۔ پی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

(۱) زید اپنے آپ کو ال رسول کہتا ہے اور ولی کہتا ہے اس کے باوجود کفر یہ جملے استعمال کرتا ہے۔

(۲) کرشن جی کو سولہواں اوتار مٹا ہے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستر ہواں اوتار مٹا ہے؟

(۳) شکر کرشن کو پیغمبر کہتا ہے۔

(۴) ہندو دھرم سب سے پہلا دھرم اور آخری دھرم ہے۔

(۵) اپنی آرتی اترواتا اور عورتوں سے پیر چھواتا ہے۔

(۶) نماز ایک وقت کی نہیں پڑھتا نماز کے وقت ٹی وی چلوا کر ڈینس کرتا اور اس کے ساتھ کچھ مسلمان بھی

مست رہتے ہیں۔

(۷) کہتا ہے جس نے میری مخالفت کی اس انسان کو پاگل بنا دیں گے کسی کام کا نہیں رکھیں گے۔

(۸) غریب نواز رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا غریب نواز کو ال رسول ماننے سے انکار کر دیا۔

(۹) اپنے ناف سے سانپ نکال کر ڈرواتا ہے ایسے شخص کو ولی ماننا کیسا ہے؟

(۱۰) جو اپنے گمروں میں پناہ دیتے ہیں ایسے کفر یہ جملوں کو سنتے اور دیکھتے ہوئے ایسے لوگوں کے بارے

میں کیا حکم ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کے متعلق سوال میں جتنی باتیں مذکور ہیں ان میں سے بعض گمراہی بعض کفر بعض ناجائز و حرام ہیں کرشن

کو سولہواں اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستر ہواں اوتار ملنے کی بات کہنا سراسر گمراہی اور جہالت ہے۔ کرشن اور شکر

کو پیغمبر ماننا بھی گمراہی ہے۔ ہندو دھرم پہلا دھرم اور آخری دھرم کہنا گمراہی بلکہ کفر ہے۔ اپنی آرتی اتروانا کفر و شرک

ہے۔ عورتوں سے پیر چھونا حرام ہے۔ نماز نہ پڑھنا وی چلا کر قص کرنا ناجائز و حرام ہے۔ غرضیکہ زید اپنی ان قبیح حرکتوں اور کفریہ باتوں کی بنا پر گمراہ و ہدم مذہب بلکہ دائرہ اسلام سے باہر ہے۔ زید ولی نہیں بلکہ شیطان ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور جن لوگوں نے اس کے کلمات کفریہ سننے کے باوجود اسے اپنا دینی رہبر اور پیر مانا اور اسے پناہ دی وہ سب بھی توبہ و استغفار اور تجدید ایمان و نکاح کریں اور زید سے قطع تعلق کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کفار کے مذہبی تہواروں میں شریک ہونا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا محمد فخر الدین حسینی رضا نگر ندی نا کہ بھونڈی، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت و مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں مہاراشٹر میں ہندو لوگ گنتی کا تہوار مناتے ہیں اس موقع پر مسلمان حضرات بھائی چارگی کے نام پر بینرو پوسٹر کے ذریعہ مبارک باد دیتے ہیں ان کا سوا گت کرتے ہیں اور جو لوگ ان کے جلوس کے موقع پر روڈ پر کھڑے ہو کر اپنا قیمتی وقت صرف کرتے ہیں جب کہ ان کے جلوس میں مرد و عورت سب بے حیا ہو کر ایک ساتھ ناچتے گاتے اور رنگ بھی اڑاتے ہیں جب کہ رنگ لوگوں کے اوپر بھی پڑتا ہے۔

ایک محلہ میں ہندو مسلمان دونوں ہیں اس موقع پر مسلمان نوجوان خود ان کے جلوس میں شامل ہو کر ڈھول بجا کر ان کا ساتھ دیتے ہیں اور بھائی چارگی کا شور مچاتے اور مسلمان بچے ہندوؤں سے روپے لے کر ان کی مورتی کو ندی میں ڈوباتے ہیں اور مورتی پر وہ لوگ جو کھوپڑا (ناریل) چڑھاتے ہیں وہ لے جا کر کھاتے ہیں اور جن لوگوں کی دکان روڈ پر ہے وہ لوگ بیٹھ کر یہ شیطانی کھیل دیکھتے ہیں اور بولتے ہیں ہماری دکان ہے ہم چھوڑ کر کہاں جائیں ان تمام لوگوں پر شریعت مظہرہ کا کیا حکم ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

بہنو! توجروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کفار کے مذہبی تہواروں میں شریک ہونا ان کے مذہبی جلوس کا استقبال کرنا اور ان کے مذہبی تہواروں اور جلوسوں کو مبارک باد دینا سب حرام حرام حرام بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے۔ علامہ اجل علاء الدین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”الاعطاء باسم النیروز والمہرجان لایجوز ای الہدایا باسم ہذین الیومین حرام

وان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر قال ابو حفص الکبیر لو ان رجلا عبد الله خمسين سنة ثم اهدى لمشرك يوم النيروز بيضة يرى تعظيم اليوم فقد كفر و حبط عمله“ (۱)
اور عمدۃ المحققین حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری رقمطراز ہیں: ”من اهدى يوم النيروز واراد به تعظیم النيروز کفر“ (۲)

اور غز عیون البصائر میں ہے ”اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر“ (۳)
الاشباہ والنظائر میں ہے تبجیل الکافر کفر فلو سلم علی اللہمی تبجیلا کفر“ (۴)
ان سب عبارات کا حاصل یہ ہے کہ کافروں کے تہواروں جلوسوں کا احترام و اعزاز اور ان کا استقبال کرنا سب کفر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:
”ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے۔“ (۵)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں:

”جنہوں نے بت کے لانے پر شکریہ ادا کیا اور خوش ہوئے ان پر بھی بحکم فقہا کفر لازم ہے۔“ (۶)
صدر الشریعہ علاء مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”کفار کے میلوں تہواروں میں شریک ہو کر ان کے میلے اور جلوس مذہبی کی شان و شوکت بڑھانا کفر ہے جیسے رام لیلا اور جنم اسٹی اور نومی وغیرہ کے میلوں میں شریک ہونا“ (۷)

ان تمام اقوال و ارشادات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ کفار کے مذہبی تہواروں، جلوس اور ان کے دیوی دیوتاؤں کی تعظیم و احترام اور استقبال و مبارک بادی یوں ہی ان میں شرکت سب کفر ہے لہذا جو مسلمان گنہگار یا ان کے کسی مذہبی تہواروں میں شریک ہوتے ہیں ان کے جلوس کی آمد پر مبارک باد دیتے ہیں ان کا استقبال کرتے ہیں ان سب پر واجب ہے کہ فوراً توبہ و استغفار کریں تجدید ایمان و نکاح کریں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۵، ص: ۵۸۱، مکتبہ لعمانیہ

(۲) شرح فقہ اکبر، ص: ۳۲۰

(۳) غمز عیون البصائر، ج: ۲، ص: ۲۰۳

(۴) الاشباہ مع الغمز، ج: ۲، ص: ۱۸۹

(۵) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۲۵

(۶) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵

(۷) بہار شریعت، ج: ۹، ص: ۱۷۳

”جو مرتکب کفر فقہی ہو جیسے دسہرے کی شرکت یا کافروں کی جے بولنا اس پر تہجد یا اسلام لازم ہے اور اپنی عورت سے تہجد نکاح کرے اٹھ“ (۱)

رہے وہ لوگ جو ایسے جلوس کا تماشاہ دیکھتے ہیں خواہ اپنی دکان میں بیٹھ کر یا کسی اور جگہ سے یوں ہی جو لوگ بتوں پر چڑھائے ناریل کھاتے ہیں ان سے پیسہ لے کر مورتیوں کو ندی میں ڈبوتے ہیں تو ان میں سے بعض حرام اور بعض ناجائز کام کرنے والے ہیں سب پر ایسے امور سے اجتناب ضروری اور توبہ و استغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

حکم شرع کا انکار کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ: محمد سیح انصاری محلہ بھرپور وہ شہر گورکھپور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک سنی مسجد کا امام اور ایک دارالعلوم کا سند یافتہ عالم ہے مگر وہ بریلی شریف سنی ادارہ مبارک پور براؤن شریف وغیرہم اداروں کے فتاویٰ ماننے سے نہ صرف انکار کرتا ہے بلکہ ان فتاویٰ کی نقل مسجد سے ہٹا دیتا ہے اس کا اور موذن کا کہنا ہے کہ یہ فتویٰ ہماری مسجد میں نہیں چل سکتا ہے ایسے امام اور موذن و کمیٹی کے بارے میں کیا حکم ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حکم شرعی کا انکار اور تکذیب کفر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”رجل عرض علیہ خصمہ فتویٰ الائمة فردھا وقال این چه بارنامہ فتویٰ آوردہ قبل یکفر لانه رد حکم الشرع و کذا لولم یقل شینا لکن القی الفتوی علی الارض وقال این چه شرع است کفر“ (۲) اس لئے امام اور موذن اور کمیٹی کے جن لوگوں نے فتویٰ ماننے سے انکار کیا ان پر حکم کفر ہے اور ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار اور تہجد یا ایمان و نکاح کریں اور امام جب تک توبہ و استغفار اور تہجد یا ایمان و نکاح نہ کرے مسلمان اس کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

(۱) الفتاویٰ الرحمیہ، ج: ۶، ص: ۱۴۹

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۷۲

علماء کی توہین کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد رضا محلہ شاہ جورہ پوسٹ التفات منہج ضلع امبیڈ کرنگر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی شخص علمائے کرام کے بارے میں یہ کہے کہ روپے کے لئے بد فعلی بھی کر سکتے ہیں تو ایسا کہنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ وضاحت کے ساتھ جواب غنایت فرمائیں عین کرم و مہربانی ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

یہ جملہ سراسر علمائے دین کی توہین ہے اور ان کی توہین کفر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ”اگر علمائے دین کو اس لئے برا کہتا ہے کہ وہ عالم ہے جب تو صریح کفر ہے“ (۱)
اور تحریر فرماتے ہیں کہ مجمع الانہر میں ہے: من قال لعالم عویلہ استخفافا فقد کفر جو کسی عالم کو مولویا تحقیر کے لئے کہے وہ کافر ہے۔ (۲) بہر حال علمائے کرام کی شان میں ایسا جملہ کہنے والے پر لازم ہے کہ وہ توبہ و استغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح بھی کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸/رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

ہولی کھیلنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد طاہر علی مقام، پوکھر بھنڈا، پوسٹ دھکدہ، نیپال۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید روزہ و نماز کا پابند ہے اور اس کے پاس کرانے اور دیگر اشیا کی دکانیں ہیں اور زید حضرت صوفی نظام الدین صاحب سے بیعت ہو چکا ہے اور ہولی کے موقع پر رنگ، روغن اور پچکاری وغیرہ بھی فروخت کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ہولی بھی کھیلتا ہے اور ہولی کے موقع پر غیر مسلم کے یہاں دعوت بھی کھاتا ہے، اس مسئلہ کے بارے میں شرعی احکام کیا ہیں، مرحمت فرمائیں۔

(۱) الفعاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۴۰

(۲) الفعاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۳۱

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہولی کھیلنا اور کافروں کے مذہبی تہواروں میں ان کو اچھا سمجھ کر شرکت کفر ہے ورنہ سخت ناجائز و حرام حرام اشد حرام۔ حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”ہولی ہندوؤں کی آتش پرستی کا ایک خاص دن ہے جس میں آگ کی پرستش کرتے اور اپنے طور پر خوشی مناتے ہیں۔ ہولی کھیلنا یا اس زمانہ میں بدن یا کپڑے پر رنگ ڈالنا یا ڈولانا خاص شعار ہندو ہے اور ایسے امور کا ارتکاب کفر ہے۔ حدیث شریف میں ہے ”من تشبه بقوم فهو منهم“ (۱)

اور اسی میں ہے: ”کفار کے تہواروں میں شریک ہونا حرام اور سخت حرام بلکہ کفر ہے۔“ (۲)
زید بے قید پر لازم ہے کہ اپنی ان کافرانہ حرکتوں سے توبہ و استغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح اور تجدید بیعت بھی کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بایکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ و اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۵ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ

بتوں کے سامنے سجدہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد وارث امجدی، ایڈووکیٹ الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ زید ایک سرکاری محکمہ میں ملازم ہے اور اسے کبھی کبھی سرکاری حکم پر مندروں میں بھی جانا پڑتا ہے، زید وہاں جا کر بتوں کے سامنے سجدہ کرتا ہے، زید کا بتوں کے سامنے سجدہ کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بتوں کو سجدہ کرنا کفر ہے، سجدہ کرنے والا اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ علامہ اجل سیدی الکریم قاضی

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۳، ص: ۱۵۱

(۲) حوالہ سابق

عیاض مالکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”و كذلك نكفر بكل فعل اجمع المسلمون انه لا يصدر الا من كافروان كان صاحبه مصرحا بالاسلام مع فعله ذلك الفعل كالسجود للصنم وللشمس.“ (۱)

اور سید المتکلمین علامہ امام غزالی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: ”لان سجود العبادۃ لغير الله کفر“ (۲)
اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”سجدہ تحت اگر بت یا چاند یا سورج کو کرتا ہے تو ضرور اس پر حکم کفر ہے“ (۳)

لہذا زید بتوں کو سجدہ کرنے کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی، اگر کسی سے بیعت تھا تو بیعت ختم ہو گئی۔ زید پر فرض ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کرے، پھر سے کلمہ طیبہ پڑھ کر داخل اسلام ہو اور تجدید نکاح و بیعت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ ام و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ صفر المظفر ۱۴۲۴ھ

جو کافر اسلام لانا چاہے اس کی مخالفت کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: اختر حسین، چھترگانواں پوسٹ پر یلاترہریا، ضلع ہستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) ہندو کافر جو مسلمہ ہونا چاہتی ہے اور زید اسے مسلمہ بنانا بھی چاہتا ہے لیکن گاؤں کے کچھ لوگ زید کے اس امر پر راضی نہیں اور زید پر لعن طعن کرتے ہیں اس لئے کہ ہندو ذات کے اعتبار سے کمتر ہے اور اگر زید گاؤں والوں کی مخالفت کر کے اسے مسلمہ بنادے تو فتنہ و فساد کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو مخالفت کرتے ہیں حالاں کہ یہ مسلمان ہیں۔ ان کے بارے میں حکم شرع کیا ہے اور زید مسلمہ بنائے یا نہیں؟ (۲) اور اگر ہندو مسلمہ ہو جائے تو اس سے نکاح کی صورت حال کیا ہوگی، زید خود کرے یا کسی دوسرے سے کرادے۔ مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

(۱) الشفاء بعرف حلق المصطفیٰ، ج: ۲، ص: ۲۲۸، مطبع اصح المطابع ممبئی

(۲) التفسیر الکبیر، ج: ۲، ص: ۲۱۲

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۳۷۸

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) جو کافر تلقین اسلام چاہے اسے فوراً تلقین فرض ہے اور جس سے تلقین کو کہا اگر اس نے بلا وجہ شرعی تاخیر کی تو اشد کبیرہ گناہ میں مبتلا ہوا، بلکہ علمائے اسلام کے ارشاد کے بموجب تاخیر کرنا کفر ہے۔ چنانچہ عمدۃ الکفیین حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری ارشاد فرماتے ہیں: ”فی الخلاصۃ کافر قال لمسلم اعرض علی الاسلام فقال اذهب الی فلان العالم کفر لانه رضی ببقائه فی الکفر الی حین ملازمة العالم ولقائه و لجهله بتحقیق الايمان لمجرد اقراره بکلمتی الشهادة فان الايمان الاجمالی صحیح اجماعاً“ (۱)

لہذا ہندو کافر نے اسلام لانے کو کہا تو زید پر فرض تھا کہ فوراً اسے داخل اسلام کر لیتا، اس نے تاخیر کی اس کی وجہ سے وہ سخت مجرم و گنہ گار ہوا، اس پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار و تجدید ایمان کرے اور بیوی والا ہو تو تجدید نکاح کرے اور جو لوگ ہندو کو مسلمان کرنے کی مخالفت کرتے ہیں وہ بدخواہ اسلام و مسلمین سخت جاہل و نادان اور مجرم و گنہ گار ہیں ان سب پر توبہ و استغفار، تجدید ایمان و تجدید بیعت و نکاح ضروری ہے۔ ایسا ہی فتاویٰ مصطفویہ (۲) میں مرقوم ہے۔ زید پر فرض ہے کہ ہندو کو فوراً اسلام کی تلقین کرے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر ہندو شوہر والی نہیں ہے تو اسلام لانے کے بعد جس کسی سنی صحیح العقیدہ مسلمان سے خواہ زید ہو یا کوئی اور اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ

فتویٰ کو نہ ماننے والے پر شرعی حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: اختر علی، مقام و پوسٹ چوکوار، ضلع بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید نے ایک دیوبندی کا نکاح پڑھایا اس پر ایک سنی ذمہ دار دارالافتاء سے فتویٰ منگایا گیا لیکن زید نے اس فتویٰ کو ماننے سے انکار کر دیا اور فتویٰ دینے والے عالم دین کو بھی برا بھلا کہا پھر کچھ دنوں بعد ایک شخص کے یہاں زندہ بچہ پیدا ہوا اور پیدائش کے بعد اس بچے کا انتقال ہو گیا مگر زید نے اس لڑکے کی نماز جنازہ نہ پڑھانے دیا جب کہ ایک مولانا صاحب نے اس سے نماز جنازہ

(۳) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۲۱۸

(۵) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۲۳

پڑھانے کے لئے کہا اور کتاب دکھایا مگر وہ نہ مانا اور بغیر نماز جنازہ پڑھے بچے کو دفن کرادیا۔
اب شریعت مطہرہ کا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ہم اس کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں؟ کیا ایسے شخص سے نکاح، نماز جنازہ، میلاد شریف وغیرہ پڑھانا درست ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حکم شرعی کا انکار کرنا کفر ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”رجل عرض علیہ خصمہ فتویٰ الاثمۃ فردھا وقال این جہ بارنامہ فتویٰ آوردہ قبل یکفر لانہ رد حکم الشرع“ (۱)

اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”شرع مطہر کو ایسا دینا یعنی حقیر جاننے والا قطعاً اجماعاً کافر، مرتد، زندیق، ملحد“ (۲)

اور مسئلہ بتانے پر عالم دین کو برا کہنا اور ان کی توہین کرنا کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں: ”عالم دین کی توہین کوائمہ نے کفر لکھا ہے، مجمع الانہر میں ہے:

”الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر“ (۳)

اور جو بچہ زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا اسلام میں اس کی نماز جنازہ پڑھنا واجب ہے بتانے کے باوجود نہ ماننا جہالت و کمرائی ہے۔ زید جس کے متعلق مذکورہ باتیں لکھی ہوئی ہیں وہ سخت فاسق و فاجر عالم و جفا کار مستحق ناروغضب جبار ہے۔ اس پر افعال خبیثہ اور اقوال کفریہ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے، تجدید ایمان، اگر بیوی والا ہو تو پھر سے نکاح کرے اور اپنی قبیح حرکتوں سے باز آجائے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہے تو ٹھیک ورنہ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بایکاث کر دیں۔ سلام و کلام، نشست و برخاست ختم کر دیں، نہ اس کے پیچھے نماز جائز نہ اس سے نکاح و میلاد پڑھوانا جائز بلکہ سخت ناجائز و حرام ہے۔ جو لوگ زید کا ساتھ دیں گے وہ بھی مجرم و گنہگار ہوں گے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں ”عالم دین کی توہین کفر ہے او گالی دینا تو سخت درجہ کی

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج ۲، ص: ۲۷۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۶۲

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱، ص: ۵۷۰

تو ہیں ہے اس شخص نے فتویٰ کو اپنے خلاف پا کر مفتی کو گالی دی تو تجدید اسلام کرے اور بیوی رکھتا ہو تو اس کے ساتھ جدید نکاح بھی کرے ورنہ اہل محلہ اور برادری کے لوگ اس سے مقاطعہ کریں۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۸ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

الجواب حق و صواب: محمد نظام الدین القادری

غیر مسلموں سے تعلق رکھنا اور ان کے مردوں کو جلانے کے لیے جانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حشمت حسین نظامی و مصباحی مدرسہ اسلامیہ کنیش پور، بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی شخص غیر مسلموں سے تعلقات رکھتا ہو ان کے مردوں کو جلانے اور ان کے کھانے میں شرکت کرتا ہو تعلقات کے بنا پر اپنے مفاد کی خاطر غیر مسلموں کے تہوار کے موقع پر مورتیاں رکھواتا ہو درگا پوجا وغیرہ دیکھنے جاتا ہو درگا پوجا وغیرہ کے سارے اخراجات کو اپنے ذمہ بھی لیتا ہو مورتیوں کے اوپر خود بھی پھول وغیرہ ڈالتا ہو مندروں میں جا کر ٹیکا بھی لگواتا ہو اور صوم و صلوٰۃ کا پابند بھی ہو ایسے کو مسلمان تصور کیا جائے یا نہیں۔ بینوا تو جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سوال میں جتنی باتیں مذکور ہیں ان میں بعض حرام حرام اشد حرام ہیں۔ کافروں سے دوستی تعلقات اور ان کے مردے جلانے میں شرکت وغیرہ بہت اخبث نہایت اشیع ہے امام اہل سنت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں ”اگر دوستی و مولات باہر کافر کہ باشد حرام اشد کبیرہ اعظم است و اگر بر بنائے میل دینی باشد خود کفر قال تعالیٰ و من يتولهم منکم فانه منهم۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ”من جامع المشرک و سکن معه فانه مثله“ جو مشرک سے یکجا ہو اور اس کے ساتھ رہے وہ اسی کے مانند ہے“ (۲)

اور بعض باتیں مثلاً مورتیاں رکھواتا، ان پر پھول وغیرہ چڑھانا یا ٹیکا لگوانا یہ سب بدترین کفر ہے۔ اعلیٰ

(۱) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۴، ص: ۴۰۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۴۰

حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں ”ماتھے پر تشقہ تلک لگانا یا کندھے پر صلیب رکھنا کفر ہے۔ (۱) اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ”دسہرہ منانے والے سوال میں جو مذکور ہے ایسا کرنے والے از سر نو کلمہ اسلام پڑھیں ان پر تجدید ایمان، تجدید نکاح لازم ہے۔ یہ لوگ اگر باز نہ آئیں، تجدید ایمان تجدید نکاح نہ کریں تو ان سے تا توبہ مقاطعہ کیا جائے۔ سلام کلام میل جول نشست برخاست یک لخت موقوف کیا جائے۔“ (۲)

اور ایک جگہ خزائنہ الروایات سے نقل کرتے ہیں ”و کذا الخروج الى لعب كفره الهند في اليوم الذي يدعوه الكفرة والموافقة معهم من تزوين البقور والافراس والذهاب الى دور الاغنياء يلزم ان يكون كفرا“ (۳)

جس مسلمان نے مذکورہ کام کیا وہ اسلام سے خارج ہو گیا اس پر توبہ تجدید ایمان تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ سب مسلمان اس کا بایکاٹ کر دیں اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم اور گنہ گار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کیا صرف زبانی کلمہ پڑھنے سے کوئی کافر مسلمان ہو جائے گا؟

مسئلہ از: فیاض احمد نقشبندی، سلطان پور، بھادوالہ آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید جو کہ (ہندو کافر) ہے وہ ایک مسلم لڑکی سے عشق کر بیٹھا اور کلمہ پڑھ کر اس کے ساتھ کورٹ میرج بھی کر لیا لیکن زید بظاہر کلمہ پڑھنے کے بعد بھی مذہب اسلام پر کار بند نہ رہا اور نہ ہی اس کا کوئی فعل و عمل اسلام کے مطابق ہے بلکہ اپنے اسی سابق افعال کفریہ پر ثابت قدم ہے جو بظاہر اس کے مسلمان ہونے پر دلالت بھی نہیں کرتا ہے پھر اس کے بعد زید (کافر) کے گھر والوں نے زید کی شادی کسی ہندو لڑکی سے کروادی۔ یہ شادی ہندو رسم و رواج کے مطابق انجام پائی پھر اس کے بعد اس نے مسلم لڑکی سے شادی رچانے کی بابت گفتگو کی اور شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب لڑکی کے والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے نفیث کی

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۵۰

(۲) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۹۷

(۳) الفتاویٰ المصطفویہ، ص: ۹۶

اور زید کافر سے پوچھا تو اس نے لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا میں اس کی وجہ سے مسلمان ہو گیا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود زید (کافر) افعال کفریہ یعنی اپنے ہندو مذہب پر قائم ہے۔

(۱) زید ایسی صورت میں مسلمان ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

(۲) کلمہ پڑھنے کے بعد افعال کفریہ کے سبب مرتد ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) ایمان نام ہے ضروریات دین کی تصدیق کا شرح عقائد میں ہے۔ ”الایمان هو التصدیق بما جاء

به من عند الله تعالى ای تصدیق النبی بالقلب فی جمیع ما علم بالضرورة معینہ به من عند الله

تعالیٰ اجمالا (۱)

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں ”ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب

باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین ہیں۔“ (۲)

ان ارشادات سے واضح ہے کہ مومن ہونے کے لئے دل سے ضروریات دین کو ماننا اور کفر سے توبہ کرنا

ضروری ہے محض زبان سے کلمہ پڑھنے سے کوئی کافر مسلمان نہیں ہو جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمِنَ النَّاسِ

مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ﴾ (۳)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں ”رہی کلمہ گوئی

مجرد زبان سے کہنا ایمان کے لئے کافی نہیں۔ منافقین تو خوب زور و شور سے کلمہ پڑھتے ہیں حالاں کہ ان کے لئے فی

الدرك الاسفل من النار کفر مان ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ“ (۴) سوال میں زید کے متعلق جو تفصیل ہے اس

کے پیش نظر زید ہرگز مسلمان نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب وہ مسلمان نہیں ہوا تو مرتد نہیں کہا جائے گا بلکہ کافر اصلی ہے کیوں کہ مرتد وہ شخص ہے جو مسلمان

ہو کر کافر ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کسی سے ہلیو اللہ کہنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: علی حسین قادری، بسپور واپوسٹ بسپور واپس ضلع بستی

(۲) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۵۲

(۱) شرح العقائد، ص: ۱۲۶

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱۳، ص: ۱۲۳

(۳) سورۃ البقرہ، آیت: ۸

عرض یہ ہے کہ زید کی شادی ہوئے ابھی چھ سال ہوئے ہیں ایک دن کی بات ہے کہ زید نے اپنی بیوی سے یہ کہا کہ مجھے دے تو اس کی بیوی نے کہا اہلیو اللہ یعنی لے لو تو اس سے ثابت ہوا کہ اس نے اپنے شوہر کو اللہ سے تشبیہ دی یعنی اپنے شوہر کو اللہ کہا تو بتائیں کہ زید یا زید کی بیوی اسلام سے خارج ہو گئے کہ نہیں اور نکاح ٹوٹ گیا کہ نہیں اس مسئلہ کو آپ حل کر دیں نہایت عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اس طرح کے جملوں کو بولنے سے کوئی نہیں سمجھتا ہے کہ مخاطب کو اللہ کہا جا رہا ہے نہ ہی بولنے والا یہ معنی مراد لیتا ہے بلکہ عام طور پر گفتگو میں لوگ اس طرح بولتے رہتے ہیں یہ محض ایک محاورہ ہے اس لئے یہ کفر نہیں ہے اور اگر واقعی بولنے والا یہی مطلب لے کہ مخاطب کو معاذ اللہ رب العالمین اللہ تصور کرے تو یقیناً وہ خارج از اسلام اور کافر ہو جائے گا اور اس پر تجدید ایمان و تجدید نکاح ضروری ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۶/ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ

”اب قیامت تک جتنے بھی نبی آئیں گے“ ایسا جملہ کہنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: قاری محمد جلال الدین برہانی زمبابوے، افریقہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک خطیب نے دوران وعظ صفا و مروہ کے درمیان حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سعی کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا کہ ”اب قیامت تک جتنے بھی نبی آئیں گے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی بن کر تشریف لائے اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جتنے بھی برگزیدہ بندے اس فرش کیتی پر تشریف لائیں گے ہر ایک کو حضرت رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رسول اعظم کے صحابہ کو بھی اولیائے کرام کو بھی جب جب عمرہ کرنا ہوگا تو حضرت ہاجرہ کے طریقے پر عمل کرنا ہوگا کیا اس میں کوئی جملہ کفر ہے۔ ایک عالم صاحب نے اس بیان پر کفر اور تجدید ایمان کا حکم دیا ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

خطیب کا یہ جملہ کہ ”اب قیامت تک جتنے بھی نبی آئیں گے“ کفر ہے چنانچہ سیف اللہ المسلمول علامہ فضل رسول بدایونی قس سرہ رقمطراز ہیں ”من یقول انہ کان نبی بعدہ او یکون او موجود و کذا قال یمکن

ان یکون فهو کافر“ (۱) یوں ہی خطیب کا یہ جملہ کہ ”حضرت رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طریقے پر عمل کرنا ہوگا“ شان مصطفیٰ جانِ رحمت علیہ التحیۃ والثناء کے خلاف اور نہایت سخت ہے اگر خطیب نے پہلا جملہ جان بوجھ کر کہا تو وہ دائرہ اسلام سے باہر ہو گیا اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے۔ خاتم الحقیقین علامہ شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”مایکون کفرا اتفاقاً یبطل بہ العمل و النکاح“ (۱) اور اگر خطا سے ایسا جملہ نکل گیا تو عند اللہ کافرنہ ہوگا مگر قضاء اس پر توبہ و تجدید ایمان کا حکم ہوگا اور زبان بچکنے کا دعویٰ معتبر نہ ہوگا۔ امام اجل علامہ قاضی عیاض مالکی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”لا یعدو لاحد فی الکفر بالجهالة ولا بدعوی زلل اللسان“ (۲)

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”اذا اراد ان یتکلم بکلمة مباحة فجری علی لسانہ کلمة الکفر خطاء و بلا قصد لا یصدقہ القاضی و ان کان لا یکفر فیما بینہ و بین ربہ تعالیٰ“ (۳)
سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”ائمة الدین لم یقبلوا زلل اللسان فی الکفر والا لا جترأ کل خبیث القلب ان یجاہر بسب اللہ و سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و یقول زلت لسانی“ (۴) اور ایک مقام پر فرماتے ہیں ”لو عدونا بهذه الدعوی لانسد الباب و انقطع الخطاب و انجرات. الکلاب علی الجہر بالسباب فهذا ما اراده القاضی و نصاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب“ (۵)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ خطیب کی زبان سے نکلا ہوا یہ جملہ کہ ”اب قیامت تک جتنے نبی آئیں گے“ کفر ہے یونہی دوسرا جملہ کہ ”حضرت رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے طریقے پر عمل کرنا ہوگا“ بہت سخت اور قابل گرفت ہے لہذا خطیب مذکور توبہ واستغفار اور تجدید ایمان و نکاح کرے۔ خواہ اس نے یہ جملے قصد اکبر یا خطا کے طور پر نکل گئے اور جس عالم نے خطیب کو تجدید ایمان و نکاح کا حکم دیا ہے وہ برحق ہے اس نے قابل تعریف کام کیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا کہ ”زید نے بکر سے بطور سوال کے پوچھا کہ قرآن کی سب باتیں صحیح ہیں؟ زید کہنا چاہتا تھا کہ کیا تفسیر کی سب باتیں صحیح ہیں مگر سہوایہ الفاظ انشاء تقریر نکل پڑے حالاں کہ نہ یہ

(۱) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۲۸۹

(۲) الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، ج: ۲، ص: ۲۰۴

(۳) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۲۸۹

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۷۶

(۵) المستند المعتمد ببناء نجاۃ الابد، ص: ۱۵۳، ۱۵۴

مقصود ہے زید سے نہ زید اس بات کا مقرر ہے کہ معاذ اللہ قرآن مجید و فرقان حمید کی باتیں صحیح نہیں ایک قابل مفتی صاحب نے زید پر فتویٰ دیا کہ زید کافر ہو گیا اور اس کو کافر سمجھ کر توبہ کرائی اور کلمہ شریف پڑھوایا دونوں کے لئے شرع مطہرہ سے کیا حکم نافذ کیا جائے گا۔

آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ: زید کی زبان سے جو لفظ نکلا بلاشبہ کلمہ کفر ہے اور اس پر تجدید اسلام لازم ہے اور مفتی کا حکم صحیح ہے "المفتی انما یفتی بالظاهر واللہ یتولی السرائر" واقع میں اس کی زبان یہی کہی تو عند اللہ کفر نہ ہوگا مگر مفتی بلائیں اس دعویٰ کو قبول نہ کرے گا شفاء شریف میں ہے "لا یقبل دعویٰ زلل اللسان" (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: فقیر ضیاء المصطفیٰ قادری

۲۸ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کلمہ مذکور معنی کفری میں صریح ہے اور صریح محتاج نیت نہیں لہذا صریح کے بموجب عمل ضرور ہوگا اگرچہ نیت برخلاف صریح کچھ بھی ہو لہذا نیت نہ سنی جائے گی اور تاویل مسوع نہ ہوگی۔ شفاء میں ہے "التاویل فی لفظ صراح لا یقبل" پھر جب کہ اطلاق صریح ہے بے نیت تو بدرجہ اولیٰ صریح پر عمل لازم ہے کہ اس صورت میں خلاف صریح کا احتمال منفی اور صریح اپنے معنی میں متعین اور یہی صورت اس مسئلہ میں متحقق ہے کہ خطیب نے اصلاً کوئی مراد مانع کفر نہ بتائی جس سے ظاہر ہے کہ اس لفظ کے بولتے وقت اس کی کوئی نیت نہ تھی لہذا صریح کا متعین معنی کفری میں متعین ظہر جس سے اس پر توبہ و تجدید ایمان لازم یوں ہی اس کا دوسرا کلمہ رسول مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس شریف کے سخت خلاف ہے۔ اس سے بھی تجدید ایمان کرے۔ فالجواب صحیح والمجیب نجیح واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

قال بقمہ وامر برقمہ فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری

۱۵/اپریل، ۲۰۱۰ء، بروز جمعرات

ہندوؤں کے مذہبی جلوس میں شرکت کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد طارق رضوی پیمبری پونہ، مہاراشٹر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید اپنے آپ کو سنی صحیح العقیدہ بتاتا ہے جب کہ وہ ہندوؤں کے گنہگاری تہوار کے موقع پر ہونے والے جلوس کا ہار وغیرہ پہنا کر استقبال کرتا ہے نیز وہ دیوبندیوں

کے جلسہ و جلوس میں شریک ہو کر چندہ بھی دیتا ہے ایسی صورت میں زید کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر منکھور ہوں گا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہندوؤں کے مذہبی جلوس کا استقبال کرنا کفر ہے۔ امام اجل علامہ ابن بزار کردری حنفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”النجورج الی نیروز المجوس والموافقة معهم فیما يفعلونه فی ذالک الیوم کفر“ (۱) اسی طرح دیوبندیوں کے جلسے جلوس میں شرکت اگر انہیں مسلمان جان کر ہو تو یہ بھی کفر ہے ورنہ حرام ہے۔ زید پر تجدید ایمان و تجدید نکاح اور توبہ و استغفار لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب الصحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

۵ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں چندہ دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: از محمد مجاہد الحق چشتی کالپی شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہے لیکن وہ کافروں کے تہوار مثلاً لکشمی پوجا وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے یعنی چندہ کرواتا ہے اور خود دیتا بھی ہے اور کافروں کے بنائے ہوئے بینر میں اس کی تصویر اس کے نام کے ساتھ ہوتی ہے۔ اس پر اس کو کوئی اعتراض بھی نہیں، لہذا زید اور اس کے ہموا پر شریعت کا کیا حکم نافذ ہوگا۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسلمان کا ہندوؤں کے مذہبی تہوار میں شرکت کرنا حرام ہے اور اگر اچھا سمجھ کر شرکت کریں تو کھلا ہوا کفر

(۱) الفتاویٰ البزازیہ علی هامش الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۶، ص: ۳۳۳

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) غمز عیون البصائر، ج: ۱، ص: ۲۹۵

ہے۔ غزویون البصائر میں ہے: ”اتفق مشائخنا ان من رای امور الکفار حسنا فقد کفر“ (۳) فتاویٰ رضویہ میں ہے ”ہولی دیوالی یہ سب رسوم کفار ہیں مسلمانوں کو ان میں شرکت حرام اور بطور پسند کریں تو صریح کفر ہے۔“ (۱) اس پر اور اس کے ہموادوں پر لازم ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کریں۔ تجدید ایمان وتجدید نکاح کر کے اپنی عاقبت کو برباد ہونے سے بچائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

احکام شرع کی تحقیر کرنا اور طریقت کو شریعت سے جدا ماننے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: شمس القمر مدرسہ عربیہ سعید العلوم یکماڈیہ پور، ضلع مہراج سنگ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید مشیت بھر داڑھی نہیں رکھتا جو تاش کا عادی ہے اور ہوش میں رہ کر بھی یہ کہتا ہے کہ نماز کیا چیز ہے؟ خدا کو یاد کرنا ہی تو ہے میں تو ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہوں اگر اسے کوئی مولوی یا نمازی نماز کی ترغیب کرے تو اس کا جواب ہوتا ہے کہ میں شریعت والوں سے دور رہتا ہوں۔ شریعت والے تو بس ظاہر ہی میں رہ جاتے ہیں اور نماز میں رکوع اور سجدے ہی شمار کرتے رہ جاتے ہیں۔ ان کی نمازوں کا کیا مطلب؟ ہم تو طریقت حقیقت معرفت والے ہیں جن کا تعلق صرف باطن سے ہے نیز ڈھول کے ساتھ قوالیوں کی محفلوں میں شریک ہو کر جھومتا ہے اور کہتا ہے کہ ڈھول تاشے باجے تو خدا کا گن گاتے ہیں اور ان سے تو اللہ کی آواز آتی ہے ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ (۲) کیا شریعت کو ترک کر کے یا اس کی مخالفت کر کے طریقت ومعرفت یا حقیقت کا حصول ممکن ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقّوس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) داڑھی منڈانا یا ایک مشیت سے کم رکھنا حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”جزوالشوارب وارخواللحی وخالفوا المعجوس“ (۳) یعنی مونچھیں کتر واد اور داڑھیاں بڑھنے دو مجوسیوں کا خلاف کرو۔ حضرت محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ”گزاشتہن آں بقدر بقضہ واجب است“ (۴) یعنی داڑھی کو ایک مشیت تک چھوڑ دینا واجب ہے۔

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۵۳

(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۱۲۹

(۳) اشعة اللمعات، ج: ۱، ص: ۲۱۲

اور حضرت علامہ علاء الدین صکلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”محرم علی الرجل قطع لحیتہ“ (۱) یعنی مرد کو اپنی داڑھی کا ٹٹا حرام ہے۔

اور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”داڑھی بوحانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔ منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے“ (۲)

اور جو اتاش وغیرہ کھیلنا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ﴾ (۳) یعنی شراب اور جو اور بت اور پانسے ناپاک ہیں شیطانی کام تو ان سے بچتے رہنا۔

اور یہ کہنا کہ نماز کیا چیز ہے خدا کو یاد کرنا ہی تو ہے میں تو ہر وقت نماز ہی میں رہتا ہوں اس جملے سے فرضیت کا انکار اور نماز کی تحقیر مفہوم ہوتی ہے جو کفر ہے۔ صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں ”غرض اس قسم کی بات کرنا جس سے فرضیت کا انکار سمجھا جاتا ہو یا نماز کی تحقیر ہوتی ہو یہ سب کفر ہے“ (۴)

پھر یہ کہنا کہ نماز خدا کو یاد کرنا ہی تو ہے اس جملے میں رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء کی اطاعت و فرمانبرداری سے روگردانی ہے۔ کیوں کہ نماز صرف یاد کرنا ہی نہیں بلکہ ایک بدنی عبادت ہے جس کی ادائیگی اس مخصوص طریقہ پر ہوتی ہے جسے حضور علیہ السلام نے یوں تعلیم فرمائی ہے کہ ”صلوا کما رأیتمونی اصلی“ (۵) یعنی اے مسلمانو! تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح کہ تم نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ نماز ایسی عبادت ہے جسے مسلمان اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور سرکار نے مسلمانوں کو اپنی جیسی ہی نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی لئے رسول پاک کے مبارک زمانے سے لے کر آج تک تمام مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسی ظاہری نماز پڑھتے چلے آئے اور پڑھ رہے ہیں۔ جب کہ کسی کی یاد ایسی ظاہری چیز نہیں جسے دیکھا جاسکے اس لئے نماز کی ایسی تشریح کرنا شیطانی طریقہ ہے اور رسول خدا علیہ السلام کی اتباع کے بجائے شیطان کی پیروی کرنا ہے اور پھر یہ کہنا کہ میں شریعت والوں سے دور رہتا ہوں الخ۔ ان جملوں میں شریعت اور باب شریعت اور علمائے دین سب کی توہین و تحقیر پائی جاتی ہے۔ حالاں کہ شریعت اور اہل شریعت کی تحقیر کفر ہے۔

(۱) النور المختار مع رد المحتار، ج: ۵، ص: ۲۶۱

(۲) بہار شریعت، ج: ۱۶، ص: ۱۹۷

(۳) سورۃ المائدہ، آیت ۹۰

(۴) بہار شریعت، ج: ۹، ص: ۱۷۲

(۵) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۶۶

سیدی علامہ عبدالغنی نابلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں ”الاستخفاف بالشریعة ای عدم المبالاة باحكامها و اهانتها و احتقارها کفر“ (۱) یعنی شریعت کو ہلکا سمجھنا اس کے احکام کی پرواہ نہ کرنا اس کی توہین کرنا اسے حقیر جاننا یہ سب کفر ہے۔

اور شریعت کو علم ظاہر اور طریقت کو علم باطن کہہ کر دونوں کو ایک دوسرے کے مخالف بتانا شدید جہالت و کراہی ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رضی عنہ ربہ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں ”طریقت ہی شریعت ہے کہ اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے جو اسے شریعت سے جدا جانتا ہے اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس مانتا ہے طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیا سیوں کو ہوتے ہیں پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نارنجیم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔“ (۲)

حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ”علم الباطن لا یعرفہ الا من عرف علم الظاہر“ (۳) یعنی علم باطن صرف اسے حاصل ہوگا جو علم ظاہر رکھتا ہو۔

حضور محبوب سبحانی غوث اعظم سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ”الشریعة المطہرة المحمدية ثمرة شجرة الملة الاسلامية شمس اضاءت بنورها ظلمة الكونین اتباع شرع یعطى سعادة الدارين احذر ان تخرج من دائرة ایاك ان تفارق اجماع اہله“ (۴) یعنی پاکیزہ شریعت محمدیہ درخت دین اسلام کا پھل ہے۔ شریعت وہ آفتاب ہے جس کے نور سے کونین کی تاریکیاں جگمگا اٹھیں۔ شریعت کی پیروی دارین کی سعادت بخشی ہے۔ خبردار اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا اور اہل شریعت سے جدا نہ ہونا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں ”كل باطن يخالفه ظاهر فهو باطل“ (۵) یعنی ہر وہ باطن کہ ظاہر جس کی مخالفت کرے وہ باطن نہیں باطل ہے۔ حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی ارشاد فرماتے ہیں ”التصوف انما زبدة عمل العبد باحكام الشريعة“ (۶) یعنی تصوف صرف احکام شریعت پر بندہ

(۱) الحديقة النديه، ص: ۲۹۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۲۱، ص: ۵۲۳

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۲۱، ص: ۵۳۰

(۴) بهجة الاسرار، ص: ۴۹

(۵) الرسالة القشیریہ، ص: ۲۴

(۶) الطبقات الکبریٰ، ج: ۱، ص: ۴

کے عمل کا خلاصہ ہے، اس طرح کے بے شمار اقوال و ارشادات ہیں جن سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ طریقت شریعت سے جدا کوئی راستہ نہیں ہے۔ بلکہ طریقت ہی شریعت ہے۔ یوں ہی علم باطن بھی علم ظاہر کے مخالف اور اس سے متضاد نہیں بلکہ علم ظاہر علم باطن کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس کی مزید تفصیل کے لئے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا عظیم الشان علمی شاہکار رسالہ مسمی بہ ”مقال عرفا باعزاز شرع و علماء“ کا مطالعہ کریں۔

اور مزامیر کے ساتھ قوالی سننا ناجائز و حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”امر نسی ربی بمحق المعازف والمزامیر“ (۱) یعنی میرے رب نے مجھے باجے گاجے اور مزامیر کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خاں قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔ ”قوالی حرام ہے اور حاضرین سب گنہگار“ (۲)

اور یہ کہنا کہ باجے خدا کے گن گاتے ہیں اور ان سے تو اللہ اللہ کی آواز آتی ہے۔ نہایت جہالت و گمراہی ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اب تک کہ ان تمام تفصیلات سے واضح ہو گیا ہے کہ زید بے قید بہت سے ناجائز اور حرام اور کفر کا مرتکب ہے۔ اس پر واجب ہے کہ تمام ان کفری باتوں اور حرام کاموں سے علانیہ توبہ و استغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بایکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی مجرم ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ کہ راہ جس قدر باریک ہادی کی زیادہ حاجت لہذا حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ”المتعبد بغير فقه كال حمار في الطاحون“ یعنی بغیر علم شریعت کے عبادت کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ چکی کھینچنے والا گدھا۔ کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں پائے۔“ (۴) اس سے معلوم ہوا کہ شریعت کو ترک کر کے یا اس کی مخالفت کر کے طریقت و حقیقت اور معرفت کا حصول محال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب حق و صواب: فروغ احمد اعظمی

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۱۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۱۹۹

(۳) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۲۱، ص: ۵۲۷

جادو، منتر ختم کروانے کے لیے بھگت و سوکھا کو بلانے والوں پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد نعیم الدین انصاری و جملہ مسلمانان باسوپی، ضلع مہوٹری، نیپال۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ باسوپی کے جملہ مسلمانان مرد و عورت بچے بوڑھے سب کے سب ڈائن کے جادو منتر سے پریشان تھے اچانک زید کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہو گئی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹروں نے استعفیٰ دے دیا اور کہا کہ زید کو کوئی بیماری نہیں ہے اس کے بعد زید نے ایک عالم باعمل اور مستان سے جانچ کروایا تو عالم باعمل اور مستان نے جانچ کرنے کے بعد جادو و سحر ثابت کیا بلکہ مستان نے کہا کہ آپ کو کسی عورت نے کچھ کھلائی تھی، تو زید نے اقرار کیا کہ فلاں عورت نے فلاں چیز کھلائی تھی۔ یہاں تک کہ مستان نے اس عورت کا نام بھی ظاہر کر دیا، اور کہا کہ وہی عورت آپ کو جادو منتر کے ذریعہ پریشان کر رہی ہے۔ ادھر زید کی طبیعت دن بہ دن بگڑتی جا رہی تھی اور ایک دن زید پر بے ہوشی طاری ہو گئی اور گاؤں کے پورے سماج کے مرد و عورت زید کو دیکھنے کے لئے ٹوٹ پڑے بالآخر جھاڑ پھونک کرنے کے بعد زید کو کچھ ہوش آیا تو زید نے کہا کہ فلاں عورت کو میرے پاس بلا کر لاؤ اگر وہ ہمارے جسم پر ہاتھ پھیر دے گی تو ہم ٹھیک ہو جائیں گے تو گاؤں والے زید کے اصرار پر اس عورت کو بلا کر لائے۔ جیسے ہی وہ عورت زید کے جسم پر ہاتھ پھیری زید کی طبیعت مکمل ٹھیک ہو گئی اور زید چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو گاؤں کے پورے سماج کو یقین ہو گیا کہ وہ عورت ڈائن ہے تو اس کے شوہر نے جواب دیا کہ اگر ہماری بیوی ڈائن ہے تو اس کو نکال کر دکھاؤ اس کے بعد ہی ہم یقین کریں گے ورنہ نہیں۔ تب گاؤں کے پورے مسلم سماج پریشان و مجبور ہو کر اتفاق رائے سے ڈائن کو نکالنے پر مجبور ہو گئے جس کے مد نظر ایک بھگت کو بلوایا گیا ازیں قبل وہ بھگت بمسواں اور بیرکھنری اور پٹھن پورہ ان بستیوں میں ڈائن نکال چکا تھا۔ جس میں ہم لوگوں سے شیرنی، بھائی اس کے بعد وہ بھگت تھوڑی تھوڑی شیرنی گاؤں کے سبھی مسلم عورتوں کو کھلانے کے لئے دیا لیکن وہ بھگت کسی دیوی دیوتا، بھوت، پریت کا نام لینے کو نہیں کہا اور نہ کسی چیز کو چڑھوانا طلب کیا اور نہ دینے کو کہا بلکہ شیرنی لینے کے بعد ہم لوگوں نے اپنے طریقے سے کھایا۔ غور طلب ہے کہ وہ بھگت بظاہر غیر اسلامی طریقہ سے کچھ نہ کیا اور نہ کرایا فی نفسہ وہ کیا کیا ہم لوگ نہیں جانتے ہیں لیکن کچھ ہی دیر کے بعد دو عورتیں خود بخود پاگل کی طرح مجمع عام میں گرنے لگیں تو بھگت نے کہا کہ یہ دونوں عورتیں ڈائن ہیں اور یہ بھی کہا کہ ایک عورت اور ہے جو فرار ہو گئی ہے اور حقیقت میں بھگت کے آنے سے پہلے ہی فرار ہو گئی تھی اور ٹھیک دو تین دن بعد جب وہ دونوں عورتیں مکمل ہوش میں آ گئیں تو گاؤں کے کچھ باشعور لوگوں نے ان دونوں عورتوں سے دریافت کیا کہ بتاؤ تم لوگ جادو منتر کس سے اور کیسے حاصل کی ہے تو ایک نے جواب دیا کہ اپنے ماں سے حاصل کی ہے اور دوسری نے جواب دیا جو عورت فرار ہو گئی ہے اس سے ہم حاصل کئے ہیں۔ پھر گاؤں والوں نے پوچھا

کہ زید کو اب تک کس نے پریشان کیا اپنے جادو منتر سے، دونوں عورتوں نے اقرار کیا زید کو ہم لوگوں نے ہی پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے جادو منتر سے۔

(۱) مندرجہ بالا باتوں سے کیا باسو پٹی کے مسلمانان پر توبہ یا تجدید نکاح لازم ہے کہ نہیں؟

(۲) جو مسلم عورتیں ڈائن نگلی ہیں اس کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقّدر“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) صورت مذکورہ میں مسلمانوں نے کوئی کفری فعل نہیں کیا، اس لئے ان پر تجدید ایمان ونکاح لازم نہیں ہے۔ البتہ ایک کافر کی تعظیم و تکریم کرنے کی وجہ سے ان پر توبہ لازم ہے۔ آئندہ اس طرح کے معاملہ میں کسی کافر کی طرف رجوع نہ کریں۔ حدیث شریف ہے: ”انا لانستعین بمشرك“ (۱) یعنی ہم کسی مشرک سے مدد نہیں مانگتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) سحر اور جادو سے متعلق علامہ ابوالبرکات امام نسفی قدس سرہ نے ایک آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے: ”قال

الشیخ ابو المنصور الماتریدی رحمہ اللہ القول بان السحر علی الاطلاق کفر خطا بل یجب البحث عن حقیقۃ فان کان فی ذلک رد مالزم فی شرط الایمان فهو کفر والافلا، ثم السحر الذی هو کفر یقتل علیہ الذکور لا الاناث ومالیس بکفر و فیہ اہلاک النفس ففیہ حکم قطاع الطريق و یتسوی فیہ المذکر والسوئ وقبل توبتہ، اذا تاب“ (۲) یعنی شیخ ابو منصور ماتریدی قدس سرہ نے فرمایا ہے مطلق جادو کو کفر کہنا غلط ہے بلکہ اس کی حقیقت کے متعلق گفتگو کرنے کے بعد کوئی حکم لگایا جائے گا۔ چنانچہ اگر جادو کرنے میں کسی امر ضروری دینی کا انکار لازم آتا ہے تو بلاشبہ ایسا جادو کفر ہے ورنہ نہیں پھر جو جادو کفر ہے اسے اگر کسی مرد نے کیا ہے تو اسے سزائے موت ملے گی اور اس کو قتل کر دیا جائے گا البتہ اگر جادو کرنے والی عورت ہے تو اسے قتل نہ کریں گے اور جو جادو کفر نہیں ہے مگر اس میں جان کو ہلاک و برباد کرنا چاہا جاتا ہے تو اس کا حکم ڈاکو جیسا ہے اور اس میں مرد و عورت سب برابر ہیں۔

اور ڈاکوؤں کے حکم کے متعلق علامہ اجل امام برہان الدین مرغینانی قدس سرہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف میں بڑی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

(۱) مسند الامام احمد بن حنبل، ج: ۷، ص: ۱۰۰

(۲) تفسیر النسفی، ج: ۱، ص: ۶۶

”اخذوا القبل ان ياخذوا مالا ويقتلوا انفسا حسبهم الامام حتى يحد ثوابه“ (۱)

اور آگے چل کر فرماتے ہیں: ”وان قتلوا ولم ياخذوا مالا فاعلمهم الامام حدا“ (۲) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ڈاکو ڈاکہ زنی کی نیت سے لٹے لیکن ابھی نہ مال لوٹ سکے اور نہ کسی کی جان لے سکے تھے، کہ گرفتار کر لئے گئے تو حاکم اسلام ان کو قید میں ڈال دے گا یہاں تک کہ وہ لوگ توبہ کر لیں اور اگر ڈاکوؤں نے مال تو نہیں لیا مگر جان لے لی تو ایسی صورت میں حاکم اسلام ان کو قتل کر دے گا۔

ان اقوال وارشادات کے پیش نظر معلوم ہوا کہ جو مسلمان عورتیں جادو کرنی ہیں اگر انہوں نے جادو کرنے میں کسی کفری قول یا فعل کا ارتکاب کیا ہے تو وہ کافر ہو گئیں اور ان پر تجدید اسلام اور توبہ لازم و ضروری ہے۔ اگر وہ توبہ و تجدید ایمان نہیں کرتی ہیں تو سب مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور ان سے سلام و کلام سب کچھ بند کر دیں۔ مولیٰ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۳)

اور اگر ان جادوگریوں نے کوئی کفری قول و فعل تو نہیں کیا، مگر کسی کی جان کو اپنے جادو کے ذریعہ ہلاک کر دیا تو اگر اسلامی حکومت ہوتی تو ان کو قتل کر دیا جاتا مگر موجودہ صورت حال میں ان پر لازم ہے کہ فوراً توبہ و استغفار علی الاعلان کریں اور اپنے کئے پر رب کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کریں۔ کچھ خیرات و صدقات کریں کہ صدقات و خیرات قبول توبہ میں معاون ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا﴾ (۴) اور اگر توبہ و استغفار نہیں کرتی ہیں تو ان کا مکمل بائیکاٹ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی

۲۰ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

جو کہے میں کسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: حافظ ضمیر الحسن قادری رضوی بدھیانی خلیل آباد، کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں، کہ زید کہتا ہے کہ میں کسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا ہوں چاہے سنی ہو، وہابی ہو، دیوبندی ہو غیر مقلد ہو قادیانی ہو وغیرہم۔ اور بکر کا کہنا ہے کہ کسی فرقہ سے نہ ہونا بھی ایک فرقہ ہے اور وہ کافروں کا فرقہ ہے (گروہ) کیا اس طرح بکر کا کہنا درست ہے اور زید کے خیالات کے بارے

(۲) حوالہ سابق

(۱) الہدایہ ج: ۲، ص: ۵۵۵

(۳) سورۃ الفرقان: ۱۷

(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

میں شریعت مظہرہ کیا کہتی ہے معقول جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

حضور سید عالم مہاجر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”تفترق امة على ثلث و سبعين ملة كلهم في النار الا ملة واحدة قالوا من هي يا رسول الله قال ما انا عليه واصحابي“ (۱) یعنی میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ان میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا بقیہ سب جہنمی ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ وہ جنتی فرقہ کون ہوگا؟ ارشاد فرمایا کہ جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (وہی فرقہ حق ہے) اسی برحق و ناجی فرقہ کو اہلسنت و جماعت کہا جاتا ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے تفصیل کے ساتھ اس کی وضاحت فرمادی ہے۔

اور ایک دوسری حدیث ہے: ”اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذذہ فی النار“ (۲) سواد اعظم کی پیروی کرو کیوں کہ جو اس سے الگ ہوا جہنم میں الگ گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی اکثریت جس عقیدہ حق پر ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اسی طریقہ پر چلے اور یہ بات مثل آفتاب واضح ہے کہ امت محمدیہ کی اکثریت بحمدہ تعالیٰ اہلسنت و جماعت ہے تو اسی کی پیروی لازم و ضروری ہے۔ جو اس سے الگ ہوگا وہ بددین، گمراہ و مرتد ہوگا۔ زید کا کہنا کہ میں سنی وہابی کسی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا ہوں گمراہی و بددینی بلکہ کفر ہے اور جو مسلک اہل سنت کو نہ مانے وہ بد مذہب ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿مُذَبِّذِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ﴾ (۳)

زید بے قید پر اپنے قول سے رجوع اور توبہ و استغفار تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اور مسلک اہل سنت و جماعت کی اتباع و پیروی ضروری ہے۔ بکر کا ازراہ زجر و توبہ مذکورہ کلام کہنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

(۱) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۱

(۲) مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۳۱

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۳

کفر فقہی کے مرتکب کو، پیشوا بنانے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شیخ محمد عباس، اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفر فقہی کا ارتکاب کرنے والے کو اس کا حال جان کر پیشوا بنانے والوں اور اسے بزرگ ماننے والوں کا کیا حکم ہے؟ ایسے لوگوں کے یہاں فاتحہ وغیرہ کروانے کے لئے بکر نام کے عالم دین زید نام کے عالم اور پیر کو لے کر جاتا ہے جب کہ ان لوگوں کے حال کو بکر اور زید اچھی طرح جانتے ہیں کیا بکر اور زید کو اپنا پیشوا بنایا جاسکتا ہے اور نماز میں ان کی اقتداء کی جاسکتی ہے اور کیا زید سے مرید ہونا صحیح ہے۔

بینوا وجرؤا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو شخص کفر فقہی کا مرتکب ہوا ائمہ فقہاء کے نزدیک کافر ہوتا ہے۔ تو بحکم شرع اس پر توبہ اور تجدید ایمان لازم ہے۔ علامہ ابن حجر کی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں: ”انہ یصیر مرتدا علی قول جماعة و کفی بهذا خسارا و تفریطا“ (۱) یعنی ایک جماعت کے قول کے مطابق یہ مرتد ہو گیا اور یہ خسارے اور گھائے کے لئے کافی ہے۔ اور علامہ علاء الدین ہسکفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”وفی شرح الوہابیۃ للشرنبلالی ما یكون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد الزنی و مافیہ خلاف یومر بالاستغفار و التوبۃ و تجدید النکاح“ (۲) یعنی علامہ حسن شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو امر بالا اتفاق کفر ہو اس سے ہر عمل باطل، اسی طرح نکاح باطل ہو جائے گا اور اس کی اولاد زنا کی اولاد ہوگی اور جس کے کفر میں اختلاف ہو اس پر استغفار توبہ یعنی تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کفر فقہی کا مرتکب کم از کم گمراہ بد دین اور بد مذہب ضرور ہے۔ اور ایسے شخص کے متعلق رسول گرامی و قار علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: ”من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی ہدم الاسلام“ (۳) یعنی جس نے کسی بد مذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کو ڈھانسنے میں مدد کی۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ”اہل البدع کلاب اہل النار“ (۴) یعنی گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔ اور ایک

(۱) الاعلام بقواطع الاسلام

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۲۹۹

(۳) جامع الاحادیث، ج: ۱، ص: ۶۳

(۴) حوالہ سابق

اور مقام پر ہے: ”فہماکم وایہام لا یضلوکم ولا یفتنوکم“ (۱) یعنی تم ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور رکھو وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ ان احادیث طیبہ سے واضح ہو گیا کہ بد مذہب لائق تعظیم و توقیر نہیں بلکہ قابل توہین و تحقیر ہے۔ ایسے کو پیشوا بنانا، بزرگ ماننا، خود گمراہی و بد مذہبی ہے۔ لہذا جان بوجھ کر ایسے شخص کو پیشوا بنانے والا اور بزرگ ماننے والا گمراہ بد مذہب ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح بھی کرے اور گمراہوں کے حال سے واقف ہو کر ان کے یہاں کھانے پینے والے فاتحہ وغیرہ کے لئے جانے والے سخت مجرم اور ناجائز امور کے مرتکب ہیں۔ ایسے لوگوں کو پیشوا بنانا ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنا ان سے مرید ہونا ہرگز درست نہیں ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کفر نقبی کے مرتکب کا حکم بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”اہل سنت کو چاہئے کہ ان سے بہت پرہیز کریں ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں۔ اپنے معاملات میں انہیں شریک نہ کریں خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے احتراز واجب ان کی امامت نہ پسند کرے گا مگر دین میں مدافعت یا عقل سے بجانب“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۷/ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

الجواب حق و صواب: محمد نظام الدین القادری

کفار کے مذہبی رہنماؤں کے ساتھ تصویر کھنچوانے اور

ان کا استقبال کرنے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: تاج محمد خاں، مقام لاڈلوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین قرآن و حدیث کی روشنی میں (۱) جو شخص شہرت، ناموری کے لئے جین دھرم کے آچاریوں و سادھوؤں کے ساتھ تصویر کھنچواتا ہو اور ان کے شہر آنے پر ان کا استقبال، تعظیم، خواہش آمدید کرنے کے لئے جاتا ہو۔ (۲) آچاریہ کے یوم پیدائش کے موقع پر ہونے والی مجلسوں، تقریروں، تحریروں میں شامل ہوتا ہو (۳) ان کے پیدائش پر شائع ہونے والا کلینڈر جس پر دیوی دیوتا کے تصویر ہوں اپنے ہاتھوں سے افتتاح کرتا ہو۔ (۴) جو کفار کی مجلسوں میں عورت اور مردوں کا بغیر پردے کے ایک ساتھ بیٹھتا ہو اور ایک

(۱) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۱۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۳۱۲

ساتھ بیٹھنے میں عار محسوس نہیں کرتا ہو۔ (۵) ان کی مذہبی تحریک میں بار بار شامل ہوتا ہوا ان کے مذہبی رہنماؤں، ان کے تہواروں اور ان کے مذہبی مقاموں، میلوں پر مبارک باد دینے جاتا ہوا ان کے آچاریوں کے اقوال کو اقوال زریں کہہ کر تعریف کرتا ہو۔ برائے کرم فتویٰ سے نوازیں اللہ رب العزت آپ کو خیر سے نوازے۔ آمین۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کافروں کی تعظیم و توقیر، یوں ہی تصویر کشی سخت ناجائز و حرام ہے۔ ان کے یوم پیدائش پر ہونے والی مجلسوں میں شرکت ان کے دیوی، دیوتاؤں کی تصویر پر مشتمل کلینڈر کا افتتاح مرد و عورت کے ساتھ بیٹھنا، سب حرام حرام اور اشد حرام ہے، اور مذہبی میلوں میں شرکت اور مبارک بادی دینا کفر ہے۔ غمزہ یون البصائر میں ہے ”اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر“ (۱) یعنی ہمارے مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھا وہ کافر ہے۔

در مختار میں ہے ”الاعطاء باسم النیروز والمہرجان لایجوز ای الہدایا باسم ہذین الیومین حرام و ان قصد تعظیمہ کما یعظمہ المشرکون یکفر“ (۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے۔“ (۳) سوال میں مذکور بعض افعال حرام اور بعض کفر ہیں جو شخص ان حرکات شیعہ کفریہ کا مرتکب ہے اس پر توبہ و استغفار اور تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ اگر توبہ کر کے از سر نو کلمہ طیبہ پڑھ کر تجدید نکاح نہ کرے تو مسلمان اس کا مکمل بایکاث کر دیں ورنہ وہ بھی مجرم و گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَقْعُدُوا عَنْ صَلَاتِكُمْ مِنْ بَيْنِ يَدَيْنِ الْغُلَامِ﴾ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳/ رذیقہ ۱۴۲۷ھ

(۱) غمزہ یون البصائر، ج: ۲، ص: ۲۰۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۵، ص: ۳۸۱

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۲۵

(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

قرآن مقدس کو گالی دینے والے کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: شیخ افروز انصاری، دموانندن پور، ضلع چھندواڑہ، ایم پی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہکر سے بحث کے درمیان اچانک قرآن کے متعلق فحش کلام (گالی) استعمال کی بعد میں اسے افسوس ہوا اور اس نے توبہ بھی کی لیکن اسے سکون نہیں مل سکا تو زید اب کیا کرے اور اس کے متعلق شریعت میں کیا حکم ہے؟ بیٹو! توجروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید قرآن پاک کی توہین کی بنا پر کافر ہو گیا۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کرے۔ تجدید ایمان و نکاح اور تجدید بیعت کرے اور کچھ خیرات و صدقات بھی کرے کہ یہ چیزیں قبولیت توبہ میں معاون ہوں گی اور کثرت سے کلمہ و استغفار اور درود شریف کا ورد کرتا رہے۔ انشاء اللہ سکون قلب حاصل ہوگا کہ ذکر خدا و رسول باعث اطمینان قلب ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ﴿لَا يَذْكُرُ اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۹ ربیع الاول ۱۴۲۷ھ

جو کہے سنی، دیوبندی فالتو کا جھگڑا ہے ہم اسے نہیں مانتے اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: فرید قادری، چھندواڑہ، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ڈنگریہ جامع مسجد نیارہ کے صدر صاحب اور نندن جامع مسجد کے امام صاحب کے درمیان سنی و ہابی مسئلہ پر گفتگو چل رہی تھی جس پر ڈنگریہ کے صدر صاحب نے کہا کہ ہم سنی و ہابی کو نہیں مانتے اور نہ ان فالتو باتوں پر دھیان دیتے نہ مطلب رکھتے ہیں۔ یہ سن کر نندن کے امام نے کہا کہ سنی و ہابی کے مسئلہ پر ہمارے علمائے کرام جو باتیں بتا گئے یا بتا رہے ہیں وہ سب کیا ہیں تو ایسی بات پر صدر صاحب نے کہا کہ وہ سب فالتو کی بکواس کرتے ہیں، اس میں کچھ فائدہ نہیں صرف لوگوں کو لڑانے بھڑانے کا کام کرتے ہیں، لہذا حضور والا سے گزارش ہے کہ اس طرح کی باتیں کرنے والے شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ

مقدسہ کا کیا حکم ہے۔ آگاہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سنی وہابی کا اختلاف ایمان و کفر کا اختلاف ہے اور علمائے اہلسنت کا فرقہ وہابیہ دہیانہ کی مخالفت کرتا درحقیقت کفر کی مخالفت کرتا ہے۔ جس کو صدر مذکور نے بکواس کہا اور لڑائی جھگڑا قرار دیا اسی طرح اس کا یہ کہنا کہ ہم سنی وہابی کو نہیں مانتے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایمان و کفر کچھ نہیں مانتے لہذا صدر مذکور اسلام سے خارج اور کافر ہو گیا۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”کہ ایسی صورت میں عروسی کیا؟ مسلمان بھی نہیں کہ اس کے نزدیک اسلام و کفر یکساں ہیں اور کفر کا رد (کرتا) جھگڑا ہے“ (۱) صدر پر توبہ و استغفار تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ توبہ و تجدید ایمان کر کے سنی صحیح العقیدہ نہ بنے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے منصب صدارت سے برخاست کر کے اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی مجرم و گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب الصحيح: محمد قمر عالم قادری

جو کاشی رام وغیرہ کی تصویر کو پھولوں کا گجرا پہنائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: جواد حسین، محلہ ٹکیت کورہی باندا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع پاک اس بارے میں کہ میرے گاؤں میں ایک سیاسی جلسہ ہو رہا تھا جس میں ہمارے گاؤں کے ایک مولانا صاحب کو منیج (اسٹیج) میں بیٹھا لیا۔ موجودہ عیناؤں نے اپنے سیاسی بیانات کے بعد مولانا صاحب کے ہاتھوں میں پھولوں کا گجرا دے کر کہا کہ کاشی رام جو سیاسی لیڈر تھا اس کی تصویر پر ہار ڈال دیجئے۔ مولانا موجودہ عیناؤں سے مرعوب ہو کر بادل نا خواستہ گجرا پہنا دیا اور کچھ لوگوں نے اس پر پھول بھی برسائے۔ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ مولانا صاحب اور موجود رہنے والے جو اس کام پر راضی رہے ان پر شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا التجروا۔

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۸۰

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

تصویری روح کی تعظیم سخت ناجائز و حرام ہے۔ پھر اگر کسی معبود باطل کی تصویر ہے تو اس کی تعظیم کھلا کفر ہے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”تصویری روح کی تعظیم، خاصی بت پرستی کی صورت اور گویا ملت اسلامی سے صریح مخالفت ہے“ (۱)

اور فرماتے ہیں کہ: ”تصدا تعظیم تصویری روح کی حرمت شدیدہ عظیمہ میں نہ کوئی تکفید ہے نہ کسی مسلمان کا خلاف متصوراھ“ (۲)

ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ ”معبودان کفار پر پھول چڑھانا کہ ان کا طریقہ عبادت ہے، اشد و اخبث کفر، الاشباہ والنظائر وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے ”عبادة الصنم کفر ولا اعتبار بما فی قلبہ“ اھ (۳) صورت مذکورہ میں سیاسی لیڈر کی تصویر پر مولانا صاحب کا گجرا پہنانا اگرچہ تعظیم کی نیت سے نہ تھا مگر تعظیم و عبادت سے مشابہت ضرور رکھتا تھا اس لئے ایسا کرنا سخت ناجائز و حرام اشد حرام منجرا لی الکفر ہے۔ مولانا صاحب پر اور ان کے اس فعل پر راضی رہنے والوں پر توبہ و استغفار لازم ہے۔ مولانا صاحب تجدید ایمان و نکاح بھی کر لیں اور آئندہ اس طرح کی حرکت سے پرہیز کریں اگر وہ ایسا کر لیں تو ٹھیک ورنہ مسلمان ان کا بایکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۴)

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶/رجادی الآخر ۱۴۲۸ھ

آرائیں ایس کی یا ترا میں شریک ہونا اور اس کا استقبال کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: منور خاں، مندسور (ایم پی)

بعدہ تسلیمات، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع آرائیں ایس کے ایک گرو گھنٹال کی ایک یا ترانگی جس کا نعرہ تھا ”تک کرو خون سے، آرتی کرو گولی سے“ اس کے علاوہ تین بچوں کو ڈرامائی لباس پہنایا گیا، اس میں ایک بچہ کو کرتا پانجامہ پہنا کر اور ٹوپی لگا کر اس کے چہرے پر ایک مصنوعی داڑھی لگائی گئی اس کے بعد اس کو ایک مین چورہا پر پھانسی پر لٹکایا گیا یہ سب ڈرامائی کھیل صرف مسلمانوں کو دہشت زدہ اور ان کے حوصلوں کو تزلزل کرنے کے

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۶۲

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۳۸

(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۴۹

لئے کیا گیا اس گرد گھنٹال کا استقبال جہاں دشمنان اسلام نے کیا وہیں کچھ مفاد پرست مسلمانوں نے بھی کیا اور دوسرے مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر اس استقبال میں لے گئے ان کے لئے حکم شرعی کیا ہے اور کیا ایسے لوگ دائرۃ اسلام میں ہیں یا نہیں اور ان سے دوسرے مسلمانوں کا ربط و ضبط کیسا ہے؟ اور کسی مسجد یا کسی انجمن یا مدرسے کا صدر بنانا کیسا ہے؟ بنو ابی الفضیل توجروا عند اللہ

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایسے جلوس کا استقبال حرام حرام اشد حرام بلکہ کفر انجام ہے۔ کہ وہ جلوس اظہار و اعلان کفر و تذلیل ایمان و اسلام اور تحقیر مسلمین کا ہے اور اس کا استقبال اس کی تعظیم و توقیر ہے جو کفر ہے۔ جن لوگوں نے اس جلوس کا استقبال کیا سب پر توبہ تجدید ایمان و تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر وہ از سر نو کلمہ اسلام تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کریں تو ان سے مکمل مقاطعہ کر لیا جائے۔ ان سے سلام و کلام نشست و برخاست یک لخت ختم کر دیا جائے اور تا توبہ ہر گز ہر گز کسی مسجد یا مدرسہ کا صدر یا رکن نہ بنایا جائے۔ اگر مسلمان ان کا مکمل بائیکاٹ نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم و گنہگار ہوں گے۔ ایسا ہی فتاویٰ مصطفویہ میں ہے۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴ صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

جو غیر مقلد ضروریات دین کا منکر نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: غلام مصطفیٰ مدرسہ حبیبیہ کلثومیہ گوجیدرہ بھدرک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ (۱) جو غیر مقلد ضروریات دین میں سے کسی شئی کا منکر نہ ہو حضرات متکلمین نے اسے کافر قرار دیا ہے یا نہیں (۲) ایسے غیر مقلد کے بچہ کو ولد الزنا کہنا جائز ہے یا نہیں (۳) ایسے غیر مقلد کا بچہ اگر صحیح العقیدہ عالم دین ہو تو اسے ولد الزنا کہنا درست ہے یا نہیں (۴) زید عالم دین کہلاتا ہے لیکن وہ ایک ایسے صحیح العقیدہ عالم دین کو ولد الزنا کہتا ہے جس کا والد غیر مقلد تھا مگر ضروریات دین میں سے کسی شئی کا منکر نہ تھا۔ زید کے لئے کیا حکم ہے؟ بنو اتوجروا۔

”باسمہ تعالیٰ، ولقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں ”ان میں ضروریات دین سے کسی شئی کا جو منکر ہے یقیناً کافر ہے۔ اور جو قطعیات کے منکر ہیں ان پر بحکم فقہاء لزوم کفر ہے اور اگر کوئی غیر مقلد ایسا پایا جائے کہ صرف انہیں فرعی عملیات کے مخالف ہو اور تمام عقائد قطعیہ میں اہل سنت کا موافق ایسوں پر حکم تکفیر ناممکن ہے۔“ (۱)

اس عبارت سے واضح ہے کہ جو غیر مقلد صرف فرعی اعمال میں مخالف اہل سنت ہو اور تمام ضروریات دین و عقائد قطعیہ کو مانتا ہو وہ متکلمین کے نزدیک کافر نہیں، البتہ اگر وہ علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے باوجود انہیں مسلمان مانتا ہے تو اب ارشاد ائمہ دین ”من شک فی کفره وعذابه فقد کفر“ کے مطابق کافر ہے۔ علاوہ ازیں اگرچہ وہ غیر مقلد عند المتکلمین کافر نہیں مگر کم از کم گمراہ و بد مذہب ہوتا اور بحکم فقہاء کافر ہونا اس کی تباہی و بربادی کے لئے کیا کم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”پھر اگرچہ ہم براہ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں ان کے خسار و بوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماعہ ہیرائے کرام فقہاء اسلام کے نزدیک ان پر بوجہ حدیدہ کثیرہ کفر لازم ہے۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مذہب متکلمین کے مطابق ایسے غیر مقلد کے بچہ کو ولد الزنا کہنا جائز نہیں ایسا ہی فتاویٰ رضویہ میں مرقوم ہے۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا مسلمان کو ناحق ایذا دینا ہے۔ اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعاً حرام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”من اذی مسلماً فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ“ (۴) جب عام مسلمان کی نسبت یہ حکم ہے تو جو صحیح العقیدہ عالم دین ہو اسے ایسے لفظ سے یاد کرنا اور بھی زیادہ برا اور گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر بلاوجہ شرعی کہتا ہے تو ضرور مرتکب کبیرہ اور حق العبد میں گرفتار ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور جس کو ایذا دی ہے اس سے معافی مانگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: فروغ احمد اعظمی

۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۲ (۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱۰، ص: ۲۳۶

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۲۶۳ (۴) المعجم الاوسط، ج: ۴، ص: ۳۷۳

بلا ثبوت کسی کو دیوبندی کہنے والے پر کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد عبدالرشید قادری پہلی بھتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ (۱) جو شخص بلا ثبوت شرعی کسی سنی کو وہابی و دیوبندی کہے یا کسی مسجد اہل سنت کے سنی امام کو بلا دلائل و شواہد کے دیوبندی خیال کا بتائے۔ شرعاً ایسے شخص پر کیا حکم عائد ہوتا ہے۔

(۲) کیا کچھ ایسی علامات بھی ہیں جن کی بنیاد پر کسی سنی آدمی سے زبانی و تحریری کسی قسم کی کوئی گفتگو کئے بغیر ہی اس پر وہابیت و دیوبندیت کا حکم لگایا جاسکے اگر ہیں تو وہ کیا ہیں؟

(۳) زید دیوبندی ہے اور دیوبندیوں کی مسجد ہی میں نماز پڑھتا ہے سمجھانے کے باوجود زید اپنے موقف یا طریقہ کار میں تبدیلی لانے کو تیار نہیں ہے مگر زید کے لڑکے جو عاقل و بالغ ہیں اپنے کو سنی بتاتے ہیں اور اہل سنت کی مسجد ہی میں نماز پڑھتے ہیں تو زید کے لڑکوں کو سنی مانا جائے یا نہیں ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ کیا جائے یا نہیں؟

(۴) زید کے دیوبندی ہونے کی بنیاد پر اس کی بالغ اولاد کو دیوبندی کہنے والے لوگ راہ حق پر ہیں یا زید کی اولاد سنی مان کر مسلمانوں جیسا برتاؤ کرنے والے افراد حق و ثواب پر ہیں۔

(واضح رہے کہ زید کی اولاد دونوں دینی تعلیم سے ناواقف اور نابلد اور خالصاً دنیا دار ہیں)

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہابی دیوبندی بمطابق حسام الحرمین کافر و مرتد ہیں، تو کسی سنی صحیح العقیدہ کو بلا ثبوت وہابی، دیوبندی کہنا بلفظ دیگر کافر و مرتد کہنا ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”لیس من دعنا رجلاً بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذا لک الا حار علیہ“ (۱) یعنی جو کسی کو کافر کہے یا دشمن خدا کہے، اور وہ واقع میں ایسا نہ ہو تو اس کا کہنا خود اسی پر پلٹ آئے اور حدیقتہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے۔ ”کذا لک یا مشرک و نحو ذلک“ (۲) یعنی یہی حکم کسی کو مشرک وغیرہ (مثلاً قادیانی وہابی دیوبندی وغیرہ کہنے کا ہے) درمختار میں ہے: ”یکفران اعتقد المسلم کافر ابہ یفتی“ (۳) یعنی جو کسی مسلمان کو کافر سمجھے تو قول مفتی بہ کے مطابق خود کافر ہے۔ لہذا جو

(۱) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۲) الحدیقة الندیة، ج: ۲، ص: ۱۵۶

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۸۳

شخص کسی سنی صحیح العقیدہ کو بلا کسی ثبوت شرعی وہابی دیوبندی سمجھے، اور کہے تو وہ خود ایسا ہو جائے گا اور پھر اس پر تجدید ایمان و نکاح کے ساتھ اپنے قول سے رجوع اور جسے بلا ثبوت دیوبندی کہا اس سے معافی مانگنا لازم ہے۔ ہاں اگر بطور شتم اور تحقیر ایسا کہا تو یہ حکم نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) نیاز و فاتحہ سے چڑھنا قیام تعظیسی سے بھانکنا دیوبندی مولویوں کی تعریف و توصیف کرنا علمائے اہل سنت پر علی العموم نکتہ چینی کرنا امام اہل سنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام مہارک سن کر ناک و بھونچڑھانا بات بات پر شرک و بدعت کا حکم لگانا، معمولات اہل سنت سے بیگانہ رہنا وغیرہ ایسی علامات ہیں جو آدمی کو شبہ بلکہ غالب گمان کے طور پر وہابیت و دیوبندیت کے دائرہ میں لاتی ہیں مگر حتمی طور پر اسے وہابی و دیوبندی نہیں کہا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) زید کے جوڑ کے اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں اگر وہ واقعی سنی ہیں یعنی ”فتاویٰ حسام الحرمین“ کو حق مانتے ہیں مولوی اشرف علی تھانوی، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد امجدی کو ان کے کفریات قطعہ کی بنا پر کافر و مرتد مانتے ہیں اور ضروریات اہل سنت میں سے کسی بات کا انکار نہیں کرتے ہیں تو بے شک وہ سنی ہیں اور ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو ایک مسلمان کے ساتھ سلوک کرنے کا قرآن و حدیث میں حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر زید کی اولاد جواب نمبر ۳ کے معیار پر ہے تو جو لوگ ان کو دیوبندی کہتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں کہ بلا ثبوت شرعی کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ چہ جائے کہ کسی کو وہابی دیوبندی کہنے کی اجازت ہو۔ اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

”اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر“ (۱) ایسی صورت میں ان لوگوں پر لازم ہے کہ زید کی اولاد کو بلا تحقیق محض زید کے وہابی ہونے کی بنا پر وہابی دیوبندی کہنے سے توبہ کریں اور ان سے معافی مانگیں اور اگر ان لڑکوں میں وہابیت کی کوئی بات پائی جاتی ہے تو اگرچہ وہ اپنے کو سنی کہیں اور سنی مسجد میں نماز پڑھیں مگر انہیں وہابی کہنے والے حق پر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

دیوبندیوں سے رشتہ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ اف: مولوی عبدالحمید، بارہ بنگلوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں کہ زید سنی ہے اور اس کی رشتہ داری دیوبندی کے گھر ہے، اور دیوبندی کے رشتہ داری ہونے سے علمائے کرام ان لوگوں کے گھر قربانی اور دعوت میں شرکت کرنے سے باز رہتے ہیں مفتی حضرات کا کہنا تھا کہ ان لوگوں کے گھر سنی مولوی دعوت اور قربانی میں شرکت مت کریں چوں کہ ایک مولوی جا کر ان لوگوں کے یہاں قربانی کیا اور دعوت بھی کھائی تو ان حضرات کے بارے میں قرآن وحدیث کا کیا حکم ہے۔ اس کا جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقّدر“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر ہوتے ہیں۔ تفصیل کے لئے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ وغیرہ کا مطالعہ کریں۔ ان سے رشتہ ناطہ ناجائز و حرام ہے۔ حدیث شریف ہے ”ولا تمنا کھوہم ولا تصلوا علیہم“۔ بد مذہبوں سے نہ نکاح کرو، نہ ان کی نماز پڑھو۔ زید نے اگر جانتے ہوئے دیوبندی کے یہاں رشتہ کیا تو وہ سخت فاسق و فاجر اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ظالم و جفا کار مستحق غضب جبار ہے۔ اس کا بایکاث کرنا اور علمائے کرام کا اس کے گھر دعوت سے انکار کرنا بلاشبہ جائز و درست ہے۔ کما فی الفتاوی الرضویہ وغیرہا من الکتب الفقہیہ۔ لیکن اگر خدشہ ہو کہ علمائے کرام کے نہ آنے جانے سے زید دیوبندی ہو سکتا ہے تو کسی ایک کا اس کے گھر آنا جانا ممنوع نہیں ہوگا۔ البتہ جلیل القدر علمائے کرام کو بہر حال اس سے بچنا چاہئے۔ سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرتکب حرام کے گھر جانے کے متعلق فرماتے ہیں:

”عالم مقتدا کو بلا ضرورت مطلق احتراز چاہئے، کہ اس کا گناہ عوام کی نظر میں ہلکا نہ ہو جائے۔ فی الہندیہ

عن الملتقط لا یجوز الاختلاط الی رجل من اهل الباطل والشر الا بقدر الضرورة لانه یعظم بین

ایدی الناس“ (۱)

اگر مولوی صاحب نے مذکورہ بالا امر کے پیش نظر اس کے گھر جا کر قربانی کر دی تو ان پر کوئی مواخذہ نہیں اور اگر علمائے کرام کے بتائے ہوئے مسئلہ کی مخالفت کی نیت سے ایسا کیا تو ان پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۶ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

کیا ہر دیوبندی کافر نہیں؟

مسئلہ ۱: محمد رحمت اللہ نوری خادم مدرسہ عربیہ نور العلوم، موضع ہر سیو کپور، حاطہ ٹولہ، پوسٹ بھمی پور،

ضلع گورکھپور (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ

- (۱) زید ایک دارالعلوم کا مفتی ہے جو ایک سنیہ کا نکاح وہابی کے ساتھ پڑھایا ہے اس پر شرع کا کیا حکم نافذ ہوگا؟
- (۲) زید جو مفتی ہے ان کا کہنا ہے کہ ہر دیوبندی کافر نہیں ہے، اس کے متعلق شرع کا کیا حکم نافذ ہوگا؟
- (۳) دیوبندی لڑکی کے ساتھ نئی لڑکے کا نکاح پڑھانا کیسا ہے؟ نکاح پڑھانے والے پر شرع کا کیا حکم نافذ

ہوگا؟ بیوا تو جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

- (۱) اگر زید نے جانتے ہوئے سنیہ کا نکاح وہابی سے پڑھایا تو بلاشبہ وہ ظالم و جفا کار مرتکب حرام و گناہ کبیرہ ہے۔ اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور اس نکاح کے غلط ہونے کا اعلان کرے، اگر وہ تائب نہیں ہوتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بایکٹ کر دیں۔ اس سے سلام و کلام، نشست و برخاست سب کچھ ختم کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ وسبحانہ اعلم

- (۲) جو دیوبندی علمائے دیوبند کے کفری عقائد اور ان کے گندے خیالات سے واقف ہونے کے باوجود ان کو مسلمان اور دینی پیشوا مانے وہ کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہے کہ ان کے کفر میں شک کرنا اور کافر کو مسلمان جاننا کفر ہے۔ علمائے دیوبند کی کفری عبارتوں کی بنیاد پر علمائے حرمین طہیین نے فرمایا: ”ومن شک فی کفرہ وعداہہ فقد کفر“ اور جو ضروریات دین میں سے کسی بات میں شک تو نہیں کرتا ہے اور نہ ہی دیوبندی علماء کی کفری

باتوں اور ان کے گھناؤ نے عقائد سے واقف ہے، صرف اپنی جہالت اور دیوبندیوں کے ورغلانے سے اپنے کو وہابی دیوبندی کہتا ہے، اور ضروریات دین سے نیچے درجے کے عقیدوں کی مخالفت کرتا ہے وہ بحکم مشکائین کافر تو نہیں مگر گمراہ و بد مذہب ضرور ہے۔ ہکذا قال شیخ الاسلام الامام احمد رضا القادری رحمہ اللہ فی الجزء الثامن من الفتاوی الرضویة. واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) دیوبندی خواہ بمعنی مرتد ہو یا بمعنی بد مذہب و گمراہ، اس سے نکاح کرنا بلاشبہ ناجائز و حرام ہے اور نکاح پڑھانے والا مرتکب حرام اور ظالم و جفا کار ہے، اس سے قطع تعلق لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
الجواب حق و صواب: محمد تفسیر القادری قیامی
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۷/۱ جمادی الآخرہ ۱۴۲۳ھ

جو کہے کہ ہم وہابی، سنی دیوبندی سب مانتے ہیں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: حافظ محمد اقبال، مقام و پوسٹ بہرکلاں بہترین محلہ بڑا پوسٹ ساتھاں ضلع سبٹ کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں

(۱) حامد نے بکر کا نکاح پڑھایا وہ نہیں جانتا تھا کہ بکر دیوبندی ہے یا اہل سنت والجماعت کا ماننے والا ہے۔ جب کہ اس سے پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ ہم سب کو مانتے ہیں اور وہ درود و فاتحہ بھی کرتا ہے نیز حامد نے لڑکی کے گھر والوں سے بکر کے عقیدے کے بارے میں پوچھا، تو اس کا جواب یہ ملا کہ بکر اہل سنت والجماعت کا ماننے والا ہے لیکن چند علمائے کرام کا اس پر اعتراض ہے کہ وہ دیوبندیوں کے گاؤں کا رہنے والا اور وہ دکھاوے کے طور پر فاتحہ و درود کرتا ہے اس مسئلہ کی رو سے حامد کے بارے میں کیا خیال ہے؟

(۲) بکر مسلمان تھا پھر اس نے کھلم کھلا کفر کیا اس بنیاد پر گاؤں کے رہنے والوں نے اس کو الگ رکھا اور وہ مذہب اسلام سے الگ بھی رہا بعد میں اس نے اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی لیکن اسلام نہیں لایا۔ حامد نے مدرسہ کا دیگ و برتن شادی میں استعمال کرنے کے لئے بکر کو دیا اور اس کے گھر قرآن خوانی کے لئے بچوں کو بھیجا اور ایصال ثواب بھی کیا۔

جب حامد نے پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو حامد نے جواب دیا کہ اس کے لڑکے کی بیوی نے قرآن خوانی کرائی اس بنیاد پر بچوں کو اس کے گھر بھیجا گیا لیکن بکر کے بچوں کا تعلق حقیقی طور پر ہمارے سے ہے اور بچوں کا سارا کاروبار اور دیگر ضروریات ہمارے سے ہے جب کہ بکر کا کفر واضح ہے۔

(زید نے بکر کی لڑکی کا نکاح پڑھایا) حامد نے مدرسہ کے سارے برتن کو شادی میں استعمال کرنے کے لئے دیا

جس کو دیکھ کر زید نے بکر کی لڑکی کا نکاح پڑھایا۔ لہذا حامد اور زید کے بارے میں شرعی خیالات کا اظہار کریں۔
(۳) کیا مدرسین کی موجودگی کے باوجود اراکین مدرسہ کو یہ اجازت ہے کہ وہ کسی کافر کے گھر قرآن خوانی کے لئے مدرسہ کے طلبہ کو بھیجیں۔

(۴) مدرسہ کے برتن کو کافر کی شادی بہاہ میں استعمال کرنے کے لئے دینے والے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں بکر کے متعلق یہ جملہ کہ ”اس سے پوچھنے پر اس نے جواب دیا کہ ہم سب کو مانتے ہیں“ یہ جملہ بکر کے صلح کلی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس زمانہ میں وہابیت کی وہاب بھی عام ہے۔ اس لئے حامد پر لازم تھا کہ بکر کے عقیدہ سے متعلق پوری تحقیق کر کے نکاح پڑھاتا۔ اب جب کہ اس پر بعض علما کو اعتراض ہے تو اس کی تحقیق کر لی جائے کہ بکر دیوبندیوں کے پیشوا اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی وغیرہ کے متعلق کیا عقیدہ رکھتا ہے۔ اگر ان کے کفریات کے جاننے کے باوجود ان کو مسلمان مانتا ہے تو حامد پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کر کے اس نکاح کے باطل ہونے کا اعلان کرے نیز نکاحانہ پیسہ بھی واپس کرے۔ ہکذا فی فتاویٰ فیض الرسول (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) صورت مسئلہ میں جب کہ بکر نے کھلم کھلا کفر کیا تو وہ مرتد ہو گیا اور اس سے کسی بھی قسم کا تعلق رکھنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں۔ اور حامد نے جو مدرسہ کی دیگ وغیرہ اس کو دی یہ بھی ناجائز کیا بلکہ بکر مرتد کا بایکٹ لازم اور ضروری تھا۔ لہذا اس پر بھی توبہ واستغفار لازم ہے۔ اور زید نے جس لڑکی کا نکاح پڑھایا اگر کسی صحیح العقیدہ سنی سے پڑھایا یا جب لڑکی بھی سنی صحیح العقیدہ تھی تو زید پر کچھ الزام نہیں ہے اور اگر لڑکی بھی بکر ہی کی طرح کافرہ تھی تو زید پر توبہ اور استغفار لازم و ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۳) کسی کافر کے گھر قرآن خوانی کے لئے بھیجنا ہرگز ہرگز جائز و درست نہیں ہے۔ جن لوگوں نے ایسا کیا ان پر توبہ واستغفار بلکہ تجدید ایمان و نکاح بھی لازم ہے۔

(۴) اگر دیکھیں مدرسہ میں اس لئے ہیں کہ ان کو کرایہ پر دیا جائے تو کافر مرتد کے سوا کسی کافر کو دے سکتے ہیں، کہ کافر اصلی سے معاملات جائز و درست ہیں جب کہ مرتد سے کسی طرح کا معاملہ جائز نہیں ہے اور اگر دیکھیں صرف مدرسہ کے کاموں کے لئے وقف ہوں تو کسی کو بھی ان کا دینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ رضوی غفرلہ

۱۴۲۲/۴/۱۸ھ

قادیانی کون فرقہ ہے؟

مسئلہ اول: تفصل حسین، رام مانک پور، پوسٹ اہرورہ، ضلع مرزا پور، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک شخص ہم لوگوں کے گاؤں میں معلم بن کر آیا کہ ہم بغیر تنخواہ کے آپ کے بچوں کو قرآن وغیرہ پڑھائیں گے۔ کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ وہ قادیانی ہے۔ سوال کرنے پر اس نے سب کے سامنے اپنے کو احمدی فرقہ کا بتایا اور کہا کہ میں غلام احمد قادیانی کو چودہویں صدی کا مجدد سمجھتا ہوں، پھر جب پوچھا گیا کہ اس کو نبی بھی مانتے ہو؟ تو کہا کہ نہیں، پھر کہا کہ غلطی نبی مانتا ہوں، نبی کی بہت سی قسمیں ہیں۔ جب کہا گیا کہ تمام دنیا کے علماء غلام قادیانی اور اس کے ماننے والے کو کافر کہتے ہیں تو اس نے کہا کہ کہاں ہیں وہ علماء و علما تو سب کو کافر ہی کہتے پھرتے ہیں۔ علما کا کیا اعتبار، پہلے علماء اپنے کو دیکھ لیں، علماء قادیانی کو کافر کہتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ ہم لوگ کیا کرتے ہیں، ہم لوگ قرآن پڑھاتے ہیں، دین پھیلاتے ہیں، آپس میں پھوٹ نہیں ڈالتے ہیں۔ لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) قادیانی کون فرقہ ہے؟

(۲) اس کو مسلمان سمجھا جائے یا کافر؟

(۳) جو لوگ قادیانی کو تفصیل سے جاننے کے بعد بھی مسلمان اور اچھا کہیں اس کو مدرس و معلم رکھنے پر

اصرار کریں اس کو اپنے گھر میں جگہ دیں اور کھانا دیں، جو قادیانی کے خلاف ہوا لٹا اسی کو برا جانیں اور دھمکی دیں، ان کا کیا حکم ہے، صاف صاف بیان کریں۔

(۴) قادیانی، احمدی فرقہ والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور اگر پڑھ لیا ہے تو اس نماز کا کیا حکم ہے؟

(۵) اگر قادیانی آدمی نماز باجماعت میں شریک ہو تو اس کو کیا کیا جائے۔ ایک مولانا صاحب نے قادیانی کو

جماعت سے ہٹا دیا تو بعض لوگ اس کو برا کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمان ہی تو تھا اس کو جماعت سے کیوں نکال دیا، ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے اس کو واضح کریں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مرزا غلام احمد قادیانی مرتد و بے دین کا بیروکار اور ماننے والا فرقہ قادیانی کہلاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی

۱۸۴۰ء میں ہندوستان پنجاب کے مقام قادیان ضلع گورداسپور میں پیدا ہوا، انگریزوں کی سازش سے اس عالم نے تدریجاً منصوبہ بند طریقے سے مختلف قسم کے دعوے کرنا شروع کر دیے۔ سب سے پہلے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، ۱۸۸۲ء

میں دعویٰ کیا کہ اسے کثرت سے الہامات ہوتے ہیں، پھر ۱۸۸۸ء میں مہدی موعود بنا، ۱۸۹۰ء میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں نہایت گستاخانہ الفاظ استعمال کئے اور اپنے کو عیسیٰ مسیح کا مثل قرار دیا۔ دیگر انبیاء کرام کی شان میں توہین اور گستاخی کی اور آخر کار ۱۹۰۰ء میں ظلی، بردوزی اور غیر تشریفی نبی اور پھر اصلی نبی ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا۔ اس کے مختصر عقائد اور خیالات فاسدہ و باطلہ لکھے جاتے ہیں:

مرزا کہتا ہے کہ ”خدا نے تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔“ (۱)
 پھر اسی کتاب میں ایک جگہ کہتا ہے: ”حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں۔“ (۲) ایک جگہ اور کہتا ہے: ”اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔“ (۳) ایک جگہ لکھتا ہے کہ ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔“ (۴) اور کہتا ہے کہ ”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا“ (۵)

ایک مقام پر کہتا ہے: ”رایتنی فی المنام عین اللہ و یقینت اننی ہو“ یعنی میں نے نیند میں ہو بہو خود کو اللہ دیکھا اور مجھ کو یقین ہو گیا کہ میں وہی اللہ ہوں۔“ (۶) اور لکھتا ہے کہ میں احمد ہوں۔ جو آیت ”مبشرا برسول یاتنی من بعدی اسمہ احمد“ میں مراد ہے (۷)

اور لکھتا ہے: ”ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ داس سے بہتر غلام احمد ہے۔“ (۸)
 یہ اور اس طرح کے بے شمار کلمات ملعونہ کفریہ باطلہ فاسدہ اور ضروریات دین کے انکار سے مرزا قادیانی کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔

انہیں کفریات و ہدیانات کی بنیاد پر دنیا بھر کے علمائے اسلام خصوصاً علمائے حرمین طہیین نے مرزا قادیانی پر کفر و ارتداد کا حکم صادر فرمایا ہے۔ لہذا مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے ضروریات دین کا انکار کرنے، انبیائے کرام کی شان میں گستاخی کرنے اور قرآن کریم کا انکار کرنے کی وجہ سے یقیناً بلا شک و شبہ کافر و مرتد ہیں، اور ایسے سخت کافر کہ جو ان کے کفریات پر یقینی اطلاع کے باوجود ان کو کافر نہ سمجھیں وہ خود کافر ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ امجدیہ، قادیانیت اور تحریک تحفظ ختم نبوت، وغیرہ خصوصاً ”حسام الحرمین شریف“ کا مطالعہ کریں۔

(۱) ازالہ اوہام، ص: ۵۳۳

(۲) حوالہ سابق، ص: ۶۸۸

(۳) تسمہ حقیقت الوحی، ص: ۶۸، از مرزا

(۴) ماہنامہ ہند، ۵ مارچ ۱۹۰۹ء

(۵) دافع البلاء، ص: ۱۱

(۶) آئینہ کمالات اسلام، ص: ۵۶۳

(۷) دافع البلاء، ص: ۱۷

(۸) ایک غلطی کا ازالہ، ص: ۶۷۳

مذکورہ بالا اقوال و تفصیلات سے واضح ہو گیا کہ:

- (۱) قادیانی کافروں اور مرتدوں کا ایک گروپ ہے جو مرزا قادیانی کو نبی مانتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۲) کافر و مرتد خارج از اسلام ہے اس کے عقائد کو جان کر مسلمان ماننا کفر و ارتداد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۳) جو لوگ مرزا قادیانی کے کفریات کو جانتے ہوئے اسے اور اس کے ماننے والے کو مسلمان جانیں اور سوال میں مذکورہ باتیں انجام دیں تو بحکم شریعت مطہرہ وہ لوگ بھی کافر و مرتد ہیں، چنانچہ علمائے حرمین طہیین نے قادیانی کے متعلق فرمایا: من شک فی کفره و عذابه فقد کفر“ یعنی جو قادیانی کے کافر اور معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

ہندوستان میں ایسے لوگوں کے لئے حکم شریعت یہ ہے کہ مسلمان ان لوگوں کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور جب تک وہ لوگ قادیانی اور اس کے ماننے والوں کو کافر نہ تسلیم کر لیں اور پھر اپنی غلطیوں سے تائب نہ ہو جائیں ان سے سلام و کلام سب ختم کر دیں ورنہ وہ لوگ بھی مجرم و گنہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَا تَرْكَبُوا السَّبِيلَ﴾ (۱)

(۲) ان کے پیچھے نماز محض باطل اور ناجائز و حرام ہے اور کسی نے پڑھ لی تو نماز ہی نہ ہوئی۔ اس کا پھیرنا فرض ہے اور پڑھنے والا مجرم و خطا کار ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہ فرماتے ہیں: ”ان الصلوة خلف اهل الاهواء لا تجوز“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) جب قادیانی اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے اسلام سے خارج اور کافر ہیں تو ان کی نماز شرعاً نماز نہیں لہذا جب وہ صف میں کھڑے ہوں گے تو وہ جگہ حقیقت میں خالی ہوگی جس سے قطعاً لازم آتا ہے اور قطعاً صاف حرام ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ قادیانیوں کو اپنی مسجد میں نہ آنے دیں اگر قدرت کے باوجود نہ روکیں گے تو خود گنہگار ہوں گے۔ در مختار میں ہے: ”وبمنع منه کل مودول و لولہ لسانہ“ (۳) یعنی مسجد میں آنے سے ہر تکلیف دینے والے کو روکا جائے گا خواہ زبان ہی سے کیوں نہ تکلیف دیتا ہو۔

جو قادیانیوں کو صف سے ہٹانے پر ناراض ہوئے اگر وہ قادیانیوں کے عقائد کفریہ پر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے ان کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کو جماعت میں شریک نہ کرنے پر برا کہتے ہیں تو ان پر توبہ و استغفار، تجدید ایمان

(۱) سورة الہود، آیت: ۱۱۳

(۲) طبع القدیر باب الامامة، ج: ۱، ص: ۳۰۴

(۳) الدر المختار مع الشامی، ج: ۱، ص: ۲۴۴

ونکاح لازم ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو ان کا مکمل ہائیکاٹ کر دیا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿لَا تَلْعَدُوْا بَعْدَ الدَّخْرِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ الہم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۹ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

کسی سنی صحیح العقیدہ کو دیوبندی کہنے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: الحاج محمد امین، مقام وپوسٹ چوک ا ضلع بہتہ (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و بکر کے درمیان پہلے سے ذاتی رنجش تھی۔ زید نے ایسے گاؤں میں جا کر ایک سنی شخص کا سنیہ لڑکی سے نکاح پڑھایا جہاں دیوبندی ہیں چوں کہ اس شخص کا کاروبار کسی دوسرے شہر میں ہے اور وہیں کے اثر سے سنی صحیح العقیدہ ہے نیاز و فاتحہ اور اس کا باپ دونوں کرتے ہیں اور آج بھی وہ شخص اقرار کرتا ہے کہ ہم سنی ہیں لیکن بکر اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک ذمہ دار دارالافتاء سے فتویٰ لایا زید نے دیوبندی کا نکاح پڑھا فتویٰ میں وہی سب کچھ ہے جو دیوبندی کے نکاح پڑھانے میں ہونا چاہئے جس پر ہم سنی صحیح العقیدہ کا ایمان ہے۔ اسی درمیان بکر نے ایک ایسے شخص کا نکاح پڑھا جو آج بھی بدبودار دیوبندی ہے کھلم کھلا دیوبندی ہونے کا اعلان بھی کرتا ہے اور سنیوں کو برا بھلا کہتا ہے۔

دوسری بات ہے کہ کچھ دنوں بعد گاؤں میں ایک آدمی کے یہاں دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ ایک کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ مردہ تھا دوسرے بچے کے بارے میں مذکور بکر کی بیوی کہتی ہے کہ بچے کی سانس چلی تھی اور اپنی بیوی کی خبر کی تصدیق کرتے ہوئے بکر بھی کہہ دیا کہ بچہ زندہ تھا اور بعد میں مرا ہے اسی کے ساتھ دو اور عورتیں بھی کہتی ہیں کہ بچے کا ہاتھ ہلا تھا لیکن جنائی دانی اور اس کے ساتھ ہی وہ متعدد عورتیں جو پیدائش کے پہلے سے وہاں موجود تھیں وہ کہتی ہیں کہ دونوں بچے مردہ پیدا ہوئے تھے۔ مردہ بچہ پیدا ہونے کی خبر باہر پہلے پہنچی۔ اس عورت کے گھر والے نے مردہ بچہ پیدا ہونے کا یقین کر لیا تو زید اپنے گھر سے بہار شریعت معنفہ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ والرضوان لا کر مسئلہ دکھایا کہ مردہ بچے کی نماز جنازہ نہیں ہے۔ ساتھ ہی پیدائش سے پہلے الطراساؤٹھ کرایا گیا تھا جس میں ڈاکٹر نے کہا تھا کہ ایک بچہ تین سو گرام کا ہے اور دوسرا سات سو گرام کا ہے اور ڈاکٹر نے یہ بھی بتایا تھا کہ یہ بچے زندہ پیدا نہیں ہوں گے جس عورت کے بچے پیدا ہوئے وہ خود بھی ہوش میں تھی اور وہ بھی کہتی ہے کہ میرے بچے زندہ نہیں

تھے اسی پر اتفاق کر کے بچے کو بغیر جنازہ دفن کر دیا گیا۔

یہاں بھی بکر ایک ذمہ دار دارالافتاء سے یہ لکھ کر فتویٰ لایا کہ ایک مولانا صاحب نے کتاب دکھائی مگر زید نہ مانا اور بغیر جنازہ دفن کر دیا اب بکر دونوں فتوؤں کو لے کر پورے علاقے میں اور عزیز واقارب میں زید کی تذلیل کر رہا ہے اور تفریق بین المسلمین کا مرتکب ہو رہا ہے باوجود کہ زید کا ذاتی اثر علاقے میں بہت زیادہ ہے۔

زید و بکر کے درمیان کشیدگی زیادہ ہونے پر تصفیہ کے لئے علاقے کے دو عالم اور حافظ جمع ہوئے اور صلح کرانی چاہی بھری پنچایت میں گاؤں کے لوگوں نے دو عالم و حافظ کے سامنے یہی بیان دیا کہ بہار شریعت زید نے خود دکھائی تھی کہ مردہ بچے کی نماز جنازہ نہیں ہے نہ کہ کسی مولانا صاحب نے ان عالم و حافظ نے گاؤں والوں کے سامنے تحریر لکھی اور دستخط کیا جو نوید کے پاس اب بھی محفوظ ہے کہ کتاب زید نے دکھائی۔ یہ تحریر عالم دین نے لکھی ہے بوقت ضرورت زید وہ تحریر پیش کر سکتا ہے۔ ان دونوں عالم و حافظ کے نام یہ ہیں (۱) حضرت مولانا محمد بدر الدین احمد القادری فیضی نظامی (۲) حضرت حافظ محمد انیس احمد قادری نظامی۔

اب مندرجہ ذیل سوالات پیش کئے جا رہے ہیں بحوالہ قرآن و حدیث جوابات عنایت فرمائیں کرم ہوگا اور بین المسلمین فتنہ و فساد ختم ہوگا۔

(۱) جو پہلے سے کھلم کھلا دیوبندی ہو اس کا نکاح پڑھانا شرعاً کیسا ہے جب کہ بعد نکاح بھی دیوبندیت کا اعلان کرتا ہو۔

(۲) ایسا نکاح پڑھانے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

(۳) کسی سنی صحیح العقیدہ کو جو نیاز و فاتحہ کا صرف قائل ہی نہیں بلکہ عملاً بھی نیاز اور فاتحہ کرتا ہو اس کو دیوبندی کہنے والے کا کیا حکم ہے۔

(۴) ایسا نکاح پڑھانے والے اور سنی کو دیوبندی کہنے والے کے پیچھے نماز پڑھنا اس سے میلاد پڑھوانا، فاتحہ کرانا، چراغی دینا، صدقہ زکوٰۃ کا مال دینا، کھلیانی کے موقع پر کھلیان دینا، اگرچہ وہ حقدار ہو شرعاً کیسا ہے۔

(۵) ایک ان پڑھ سنی صحیح العقیدہ مومن کو دیوبندی کہنے سے اگر خدا نخواستہ چڑھ کر معاذ اللہ دیوبندی ہو جائے تو اس کا وبال کس پر ہوگا اور کیسا وبال ہوگا۔

(۶) ذمہ دار دارالافتاء کو دھوکہ میں ڈال کر اور یہ کہہ کر فتویٰ لینا کہ مولانا صاحب نے بہار شریعت دکھائی مگر زید نے نہیں بانا جب کہ حقیقتاً زید نے خود بہار شریعت دکھائی ہو اللہ کے نزدیک کیسا ہے؟ بیٹو! تو جھروا

(۷) سوال میں مذکور باتوں کو لے کر اگر زید و بکر دونوں کے خاندان والے فتنہ و فساد کریں تو شرعاً اس کا

وبال کس پر ہوگا۔ بیٹو! تو جھروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر کافر و مرتد ہیں اور اسلام سے خارج ہیں جانتے ہوئے ان کا نکاح پڑھانا ناجائز و حرام اور زنا کا دروازہ کھولنا ہے اور اگر ان کے کفری عقائد پر اطلاع کے باوجود انہیں مسلمان جان کر نکاح پڑھایا تو پڑھانے والا بھی کافر اور اسلام سے خارج ہے۔ مکتدا قال العلماء الکرام فی کتب الفقہ والفتاویٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسا نکاح پڑھانے والا سخت لائق نار و مستحق غضب جبار ہے۔ اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ اس سے سلام و کلام نشست و برخاست سب ناجائز ہے جب تک کہ توبہ نہ کر لے قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) دیوبندی کفر و ارتداد ہے تو کسی سنی صحیح العقیدہ کو بلا وجہ دیوبندی کہنا معاذ اللہ رب العالمین خود کفر ہے۔ قائل پر توبہ و استغفار اور تجدید ایمان لازم ہے۔ البتہ بطور سب و شتم کہنے پر یہ حکم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) سنی صحیح العقیدہ کا نکاح کسی سنی صحیح العقیدہ سے پڑھانا جائز و درست ہے اور کسی سنی صحیح العقیدہ کو دیوبندی کہنے والے کے پیچھے نماز ناجائز ہے اور اس سے کسی طرح کا اسلامی تعلق رکھنا ناجائز نہیں۔ جب تک کہ وہ توبہ و استغفار نہ کر لے اور جسے بلا وجہ دیوبندی کہا اس سے معافی نہ مانگ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) آدمی کو اتنا کمزور ایمان نہیں رکھنا چاہئے کہ کسی کے چڑھانے سے کفر اختیار کر لے۔ ہندو عموماً مسلمانوں کو برا کہتے رہتے ہیں تو ان کے کہنے اور چڑھانے سے کیا کوئی ہندو ہو جاتا ہے۔ معاذ اللہ لہذا جو دیوبندی ہو جائے گا وہ خود رب العزت کے وہاں جواب دہ ہوگا۔ البتہ جس نے اسے بھڑکایا اور بلا وجہ شرعی اسے تکلیف دی وہ بھی عذاب نار و غضب جبار کا سزاوار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) دھوکہ اور غدر کسی کافر سے بھی جائز نہیں چہ جائیکہ کسی ذمہ دار دارالافتاء کو دھوکہ دینا جس نے یہ ذلیل حرکت کی اس پر علانیہ توبہ و استغفار لازم ہے اور آئندہ ایسی خبیث حرکت سے پرہیز ضروری ہے اگر وہ توبہ و استغفار نہ کرے تو مسلمان اس کا بایکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۷) سوال میں مذکور تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مجرم بکر ہے کہ سنی صحیح العقیدہ کو اسی نے دیوبندی کہا اور اسی نے دارالافتاء کو دھوکہ دے کر فتویٰ حاصل کیا اور اسی نے بہار شریعت کے دکھانے کو اپنی طرف غلط طور سے منسوب کیا۔ نیز افتراق بین المسلمین کا سبب بنا اس لئے وہی خطا کار اور مجرم ہے۔ لہذا بکر پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ واستغفار کرے اور اپنی غلط حرکتوں سے باز آئے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ اسی طرح زید اور اس کے گمراہوں نے زیادتی کی ہو تو ان پر بھی توبہ واستغفار ضروری ہے۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانوں کو نفسانیت سے محفوظ فرما کر اخلاص وللہیت کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔ (آمین) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تقیر القادری

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ

دیوبندی کے یہاں عقد کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ذاکر علی نظامی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

(۱) زید سترہ سال سے دیوبندی مسجد میں موزن ہے اور دیوبندی امام کی اقتدا میں نماز، عید گاہ و نیز جمعہ و عیدین باجماعت ادا کرتا ہے جب کہ اس قصبہ میں اہل سنت والجماعت کی مسجد و عید گاہ ہے۔ زید سے کہا گیا کہ دیوبندی کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اس کے جواب میں زید نے کہا کہ مجھ کو بریلوی، دیوبندی سے کوئی مطلب نہیں ہے، نماز ادا کرنی ہے اس قصبہ میں اہل سنت والجماعت کا شاندار ادارہ موجود ہے اور زید کا اس ادارہ سے آج تک کوئی تعلق نہ رہا اور نہ ہے۔ صورت مذکورہ میں زید کا شمار مسلک بریلوی میں ہے یا دیوبندی میں۔

(۲) زید کے یہاں اپنی لڑکی کا عقد کرنا کیسا ہے؟

(۳) جو شخص زید کے یہاں اپنی لڑکی کا عقد کرے اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) اگر زید دیوبندیوں کے پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کے عقائد باطلہ کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ ص ۵۱، اور تحذیر الناس ص ۱۳۳، حفظ الایمان ص ۸ پر یقینی اطلاع رکھتے ہوئے ان کو کافر و مرتد اور خارج از اسلام نہیں مانتا بلکہ ان کو مسلمان سمجھتا ہے اور دیوبندی عقیدے کے امام کی اقتدا اور ان کی مسجد میں اذان ان کے کفری عقائد جاننے کے باوجود دیتا ہے یا بتانے کے باوجود یہ کہتا ہے کہ مجھے

دیوبندی بریلوی سے کوئی مطلب نہیں ہے تو ایسی صورت میں زید کا فرو مرتد، طرد و بے دین ہے۔ سوال میں مذکورہ باتوں کی بنیاد پر زید کا شمار اہل سنت و جماعت میں ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۲) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

”ان مرضوا فلا تمعدوہم وان ماتوا فلا تشہدوہم وان لقیتموہم فلا تسلموا علیہم ولا تجالسوہم ولا تنساروہم ولا تنوا کلہم ولا تناکحوہم ولا تنصروا علیہم ولا تنصلوا معہم“ (۱)

یعنی بد مذہب اگر بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، اگر مرجائیں تو ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو، ان سے ملاقات ہو تو ان سے سلام نہ کرو ان کے پاس نہ بیٹھو ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو، ان کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ بد مذہبوں کے یہاں شادی بیاہ کرنا ناجائز ہے اس لئے زید کے یہاں اپنی لڑکی کا عقد کرنا سراسر ناجائز و حرام اور بد انجام ہے اور اپنی لڑکی کو جہنم میں پہنچانا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۳) ایسا شخص فاسق و فاجر، ظالم و جفا کار، مستحق نار اور لائق غضب جبار ہے، اور اپنی ایسی قبیح و ذلیل حرکت کی وجہ سے سخت مجرم و حرام کار ہے، اس پر لازم ہے کہ علانیہ توبہ و استغفار کرے اور زید کے یہاں سے اپنا رشتہ ختم کرے، اگر وہ ایسا نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل سماجی بائیکاٹ کر دیں۔ اگر وہ بائیکاٹ نہیں کریں گے تو خود بھی مجرم و گنہگار ہوں گے۔

قال اللہ تعالیٰ:

﴿فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ﴾ (۲)

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۰ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

الجواب حق و صواب: محمد تفسیر قادری

(۱) یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، عقیلی اور ابن حبان کی روایات کا مجموعہ ہے۔

(۲) سورۃ الانعام آیت: ۶۸۔

جو شخص کہے کہ میں سنیت کو اپنے گاؤں سے مثادوں گا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ ۱۵: محمد عاشق علی، معلم دارالعلوم علمیہ و حافظ گل محمد استاذ دارالعلوم اہل سنت انوار العلوم

حمکوڑیاہستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ڈاکٹر محمد یونس نے بھری محفل میں یہ قسم کھائی کہ میں اپنے گاؤں سے اہل سنت والجماعت کو مثادوں گا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے کہا کہ میں آج سے دیوبندی ہو گیا اور کئی مرتبہ پورے علماء اہل سنت کو گالیاں بھی دیں ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور جو اس شخص کی مدد کرے اور اس کے وہاں کھائے پئے اور تعلقات کو برقرار رکھے ایسے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ مدلل اور مفصل جوابات سے مستفیض فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر ہیں۔ تفصیل کے لئے حسام الحرمین دیکھیں۔ اگر شخص مذکور نے واقعی اس طرح کہا ہے تو وہ کافر اور مرتد ہو گیا۔ اس پر توبہ و تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ اگر توبہ نہیں کرتا ہے تو تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ اس سے سلام و کلام نشست و برخاست سب کچھ ختم کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَإِن يَنْصِبَنَّ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) جو مسلمان شخص مذکور سے جانتے بوجھتے ہوئے تعلقات رکھے وہ بھی حرام کار مستحق غضب جبار اور لائق تار ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھایا جائے اگر مان جائیں تو ٹھیک ورنہ ان کا بھی بائیکاٹ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

الجواب صحیح: محمد شفیع الرحمن عفی عنہ

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹/۱۲/۱۴۲۳ھ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

دیوبندیوں کی عبارتوں پر فتویٰ کفر دے مگر انکی اقتدا میں نماز پڑھے تو؟

مسئلہ از: محمد نظام الدین قادری دارالعلوم انوار مصطفیٰ دھرواں جام نگر کجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ زید سعودی عرب کا باشندہ ہے اور سعودی عرب میں اکثر لوگ عقائد باطلہ سے وابستہ ہوتے ہیں زید کے سامنے جب ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب کتاب التوحید اور اشرف علی تھانوی کی کتاب حفظ الایمان اور اسماعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان اور خلیل احمد امپٹھوی کی براہین قاطعہ اور قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس اور رشید احمد گنگوہی کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ کی عبارتیں پیش کی گئیں تو اس نے بلا جھجک کفر کا فتویٰ دیا لیکن یا رسول اللہ یا غوث پکارنے پر اعتراض کرتا ہے۔ ہندوستان میں صلاۃ و سلام پر بھی معترض ہوتا ہے اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کے ذکر کے وقت انگوٹھے بھی نہیں چومتا ہے۔ دیوبندی ائمہ کی اقتداء میں اپنی نماز کو جائز سمجھتا ہے گویا کہ ظاہری تمام اعمال میں دیوبندیوں سے مشابہت رکھتا ہے اس شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ کرتی ہے۔ بینوا تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ ”جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے“ (۱)

اسی سے زید بے قید کا حکم واضح ہے کہ وہ بھی ان بد باطن خبیث دیوبندیوں میں سے ہے رہا اس کا یہ معاملہ کہ دیوبندیوں کی عبارات کفریہ پر کفر کا فتویٰ دیتا ہے مگر اس کے باوجود دیوبندی اماموں کی اقتدا میں نماز بھی پڑھتا ہے یہ اس کی حد درجہ مکازی، دورخی پالیسی اور منافقانہ حرکت ہے جو ہرگز ہرگز اسے مفید نہ ہوگی۔ کیوں کہ دیوبندیوں کی عبارتوں پر کفر کا فتویٰ دینے کے باوجود ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور تمام اعمال میں ان سے مشابہت رکھنا یہ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ زید لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے عبارتوں کو کفر تو قرار دے رہا ہے مگر قائلین کو کافر نہیں مانتا ہے۔ مسلمان ہی نہیں بلکہ امامت کے قائل بھی مانتا ہے لہذا زید بھی دیوبندی ہے اور اس پر دیا نہ کے احکام نافذ ہوں گے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

ناواقفیت کی بنا پر تبلیغی جماعت کے چلوں میں جانے والے کا حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد نظام الدین قادری دارالعلوم انوار مصطفیٰ دھرواں گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ دور حاضر میں تبلیغی جماعت کے چلوں میں جانے والے حضرات تعلیمی حیثیت سے اردو پڑھنا بھی نہیں جانتے اور وہابی دیوبندی کے عقائد کفریہ سے ناواقف و بے خبر ہوتے ہیں اور تبلیغی جماعت کے مبلغین کے ظاہری لباس کو دیکھ کر اور ظاہری اقوال کو سن کر اور صرف دین کی ہمدردی میں ان کی چلہ کشی کے لئے تیار ہو گئے ایسے لوگوں کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

تبلیغی جماعت درحقیقت دیوبندی مذہب کی ایک شاخ دیوبندی عقائد و مسائل کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کرنے والی ایک پرفریب جماعت کا نام ہے اس جماعت کے عقائد وہی ہیں جو دیوبندی مذہب میں مذکور ہیں اور دیوبندی اپنے کفری عقائد مذکورہ تحذیر الناس ص ۳ و ۲۸ حفظ الایمان ص ۸ براہین قاطعہ ص ۵۱ وغیرہ کے سبب اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہیں۔ ان کے عقائد کفریہ باطلہ کی بنا پر عرب و عجم کے سیکڑوں علمائے عظام و مفتیان کرام نے ان کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور فرمایا ”من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر“۔ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ یوں ہی جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر ان کو اپنا پیشوا مانے یا کم از کم مسلمان ہی جانے یا ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

البتہ اگر کوئی واقعی ان کے عقائد کفریہ پر آگاہ نہیں اور ناواقفی و سادہ لوحی اور ان کے مکر و فریب، دجل و دغا اور جماعت والوں کی ریاکاری اور مکاری کے باعث ان کے جال میں چھنس گیا اور تبلیغی جماعت کے ساتھ ہو گیا تو اس پر پہلے دیوبندیوں و ہابیوں کے کفری عقائد و عبارات اور علمائے عرب و عجم کے فتاویٰ پیش کئے جائیں۔ اگر وہ دیوبندی مذہب سے بیزاری کا اظہار کر دے اور علمائے کرام کا فتویٰ مان لے تو اسے سنی کہا جائے گا ورنہ انہیں دیوبندیوں میں شمار ہوگا اور اس کا حکم دیوبندیوں جیسا ہوگا ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۷۹ فتاویٰ مصطفویہ، ص ۷۱۱ اور دیگر کتب فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

کسی دیوبندی، ندوی مولوی کا علماء دیوبند کی کفریہ عبارت جاننے کے بعد یہ کہنا کہ مجھے کسی چھاپنے والے پر اعتبار نہیں ہے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد نظام الدین، دارالعلوم انوار مصطفیٰ دھروا کجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ دیوبند، ندوہ یا کسی بھی دارالعلوم سے فارغ التحصیل مولوی حفظ الایمان تقویۃ الایمان، براہین قاطعہ، فتاویٰ رشیدیہ اور ان کے مصنفین جن پر علمائے اہل سنت نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور علمائے حرمین شریفین نے ”من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر“ کا حکم نافذ فرمایا ہے۔ ان سے قطعی نا آشنا ہے جب ان مردودوں کی کفری عبارتیں ان کو سنائی جاتی ہیں ان پر وہ مولوی بے ساختہ کفر کا فتویٰ دے دیتا ہے لیکن ان کے مصنفین نے یہ عبارتیں لکھی ہیں اس بات کا وہ قائل نہیں جب یہ کتابیں اسے دکھائی جاتی ہیں تو وہ بے اعتباری کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ چھاپنے والوں پر مجھے اعتبار نہیں اگر مصنفین نے واقعی ایسا ہی لکھا ہے تو وہ بلاشبہ کافر ہیں لیکن ایسا ہی لکھا ہے اس پر مجھے اعتبار نہیں۔ اب اس پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے آیا وہ مومن ہے یا کافر؟ بینوا تو جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ندوہ، دیوبند یا کسی بھی دارالعلوم کے فارغ التحصیل مولوی کا علماء دیوبند کی کفریہ عبارت جاننے کے بعد ان کے متعلق یہ کہنا کہ چھاپنے والوں پر مجھے اعتبار نہیں ہرگز ہرگز قابل قبول نہیں بلکہ ایسا کہنے والا حد درجہ مکار و عیار ہے اور پختہ دیوبندی ہے کیوں کہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا کہ ان عبارت کے قائلین و حامیین پر علمائے عرب و عجم نے کفر و ارتداد کا فتویٰ صادر فرمایا اور بجمہ تعالیٰ اب تک وہ فتویٰ نافذ العمل ہے مگر کسی بھی دیوبندی مولوی یا خود ان کتابوں کے مصنفین نے آج تک ان کتابوں سے نہ تو اپنی بیزارگی کا اعلان کیا اور نہ ہی ان عبارت کا انکار کیا بلکہ اپنی عبارت پر مصر رہ کر ان کی تاویلات کرتے رہے۔ چنانچہ مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان کی عبارت کے تعلق سے بسط البنان اور پھر تغیر العوا ان رسالہ مرتب کیا۔ تحذیر الناس اور براہین قاطعہ کے مصنفین بھی اس کے منکر نہ ہوئے اور دیوبند کے مختلف کتب خانوں سے یہ سب کتابیں شائع ہو رہی ہیں اور آج بھی کسی دیوبندی حلقہ سے یہ آواہ نہیں اٹھ رہی ہے کہ یہ کتابیں یا ان کی کفریہ عبارتیں ان کے اکابر کی نہیں ہیں بلکہ کتنے جری و بے باک اور گستاخ تو ایسے ہیں جو ان عبارت کو حق و درست ثابت کرنے کے لئے مناظرہ کرتے ہیں۔ ان حالات و مشاہدات کے باوجود کسی شخص کا مذکورہ بالا بیان ناقابل اعتبار ہے اور مطلع ہو کر ان کی غلط تاویل کرنے والا ان کے قائلین کو اپنا پیشوا سمجھنے یا کم از کم مسلمان

ماننے والا انہیں کی مثل کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

دیوبندی، وہابی اور صلیح کلی کسے کہتے ہیں؟

مسئلہ اف: عبدالرشید قادری پہلی بھیتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) دیوبندی وہابی کسے کہتے ہیں یا یہ کہ دیوبندیت کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۲) غیر مقلد وہابی کسے کہتے ہیں اور اس کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۳) صلیح کلی کسے کہتے ہیں اور صلیح کلیت کی صحیح تعریف کیا ہے؟

(۴) وہابی دیوبندی کہلانے والے عوام و خواص تمام افراد پر مطلقاً کیا حکم شرعی ہے؟

(۵) دیوبندی کہلانے والے تمام افراد پر جو حکم شرعی ہے وہی حکم دیوبندی کہلانے والے کسی فرد واحد پر بھی

ہوگا یا اجتماعی و انفرادی صورت میں کچھ فرق ہے اگر فرق ہے تو کیوں؟

(۶) صلیح کلی افراد پر مطلقاً حکم شرع کیا ہے۔ آیا یہ لوگ سنیوں کے حکم میں ہیں یا دیوبندیوں وہابیوں کے یا

دونوں سے الگ ان کا کوئی اور حکم ہے؟ بینوا بالدلیل تو جروا من اللہ الجلیل

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد فاسدہ کا ایسا تتبع جو علمائے دیوبند یعنی مولوی قاسم نانوتوی، مولوی

رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انیسٹھوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے کفری عقائد کو برحق اور ان کو اپنا مذہب پیشوا

اور دینی رہنما ماننا ہوا ہے وہابی دیوبندی کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد فاسدہ و باطلہ کا ایسا تتبع جو تقلید ائمہ دین کو بدعت و حرام بلکہ شرک تک

کہتا ہوا ایسا شخص وہابی غیر مقلد کہا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

(۳) مذہب اہل سنت کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے ایسے شخص کو صلیح کلی کہتے ہیں جو بد مذہبوں کی تردید اور

مخالفت کا مخالف ہو یا مذہب حق اہل سنت و جماعت کے علاوہ دیگر باطل فرقوں کو بھی حق و صحیح کہتا ہو یا باطل فرقوں کو غلط سمجھتے

ہوئے بھی ان کے ساتھ راہ و رسم میل جول، سلام و کلام شادی بیاہ اور دعوت و تواضع رکھتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) جب مطلقاً وہابی دیوبندی کے متعلق حکم شرع معلوم کیا جائے گا تو کافر ہونے کا حکم ہوگا۔ سیدی اعلیٰ

حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”وہابیت ارتداد ہے“ (۱)

ایک مقام پر فرماتے ہیں: ”دیوبندی عقیدہ والے خود مرتد ہیں“ (۲) ایک مقام پر فرماتے ہیں ”دیوبندیہ ان سے گمراہ تر صریح مرتد ہیں“ (۳) اور فرماتے ہیں ”طوائف مذکوریں۔ وہابیہ و نیچیریہ و قادیانیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ چکر الویہ فذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں۔“ (۴) ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں پر مطلقاً حکم کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) چونکہ کسی شخص متعین اور فرد خاص پر کوئی حکم لگانے کے لئے اس فرد خاص کے متعلق جاننا ضروری ہے اس لئے کسی خاص شخص پر کفر و ارتداد کا حکم لگانے سے پہلے اس کے عقائد کی تحقیق لازم ہے۔ آج کل بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دیوبندی تو کہے جاتے ہیں بلکہ وہ خود اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں مگر علمائے دیوبند کے عقائد کفریہ خبیثہ سے ناواقف ہیں ایسے لوگوں پر کفر و ارتداد کا حکم لگانے سے پہلے ان کے سامنے حسام الحرمین پیش کی جائے اور کبرائے دیابنہ مولوی رشید احمد، مولوی خلیل احمد، مولوی اشرف علی، مولوی قاسم وغیرہ کے اقوال کفریہ سے آگاہ کیا جائے اگر وہ فتاویٰ حسام الحرمین تسلیم کر لیں اور صاف صاف ان دیوبندی مولویوں کو بددین اور کافر و مرتد کہہ دیں تو ٹھیک ورنہ وہ بھی دیوبندی مرتدین میں مانے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۶) اگر صلح کلی اس طرح کا ہے کہ بد مذہبوں، بد دینوں و وہابیوں اور دیوبندیوں کی تردید و مخالفت کو برا سمجھتا ہے تو وہ گمراہ ہے اور اگر اہل سنت کے علاوہ دیگر باطل فرقوں کے عقائد جاننے کے باوجود ان کو بھی حق اور صحیح سمجھتا ہے تو انہیں کے حکم میں ہے اور اگر باطل فرقوں کو غلط سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ میل جول رکھتا ہو سلام و کلام کرتا ہو شادی بیاہ کرتا ہو تو سخت فاسق و فاجر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ صلح کلی کوئی مستقل فرقہ یا مذہب نہیں ہے بلکہ وہ ایک کلی ہے جس کے تحت مختلف افراد آتے ہیں اور ان میں ہر ایک کے لئے جدا گانہ حکم ہے۔ ان میں سے بعض گمراہ و بد مذہب ہیں بعض کافر و مرتد ہیں اور بعض فاسق و فاجر ہیں۔ ہذا مائیسرلی بمطالعة کتب الفقہ و الکلام و العلم بالحق عند الملیک العلام و هو تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۷ ر شوال المکرم ۱۴۳۱ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۳۲۹

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۵، ص: ۹۷۷

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۷۰

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۹۰

حسام الحرمین شریف کو حق ماننے والے کو دیوبندی کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ اذ: شا کر رضا مقام حیدر ڈیہہ پوسٹ حسین آباد ضلع بہرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور حسام الحرمین شریف کی تصدیق کرتا ہے لیکن تقریباً پورا گاؤں وہابی ہے اور مسجد بھی وہابیوں کی ہے اس لئے وہ مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاتا ہے۔ زید کے خاندان کے لوگ بھی سنی ہیں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ زید وہابی ہے لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کو سنی مانا جائے گا یا نہیں اس کے یہاں رشتہ داری وغیرہ جائز ہے یا نہیں جو لوگ زید کو وہابی کہتے ہیں ان کے بارے میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جو لوگوں کی نظر میں مشتبہ تھا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

”اس سے دریافت کریں کہ تو اسماعیل دہلوی و نذیر حسین دہلوی و رشید احمد گنگوہی و اشرف علی تھانوی اور ان کی کتابوں تقویۃ الایمان و معیار الحق و براہین قاطعہ تحذیر الناس و حفظ الایمان و بہشتی زیور وغیرہا کو کیسا مانتا ہے؟ اگر صاف کہے کہ یہ لوگ بیدین گمراہ ہیں اور یہ کتابیں کفر ضلالت سے بھری ہوئی ہیں تو ظاہر یہی ہے کہ وہابی نہیں۔“ (۱)

اس ارشاد واجب الاعتقاد سے واضح ہوا کہ جو شخص علمائے دیوبندی کی کفریہ عبارات کو جاننے کے بعد انہیں گمراہ اور بد مذہب و مرتد سمجھے وہ وہابی نہیں ہے لہذا صورت مسئلہ میں جب زید اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور حسام الحرمین کی تصدیق کرتا ہے تو سنی ہے رہا اس کا اپنے گاؤں کی وہابی مسجد میں نماز پڑھنا تو اگر اس مسجد میں تنہا نماز پڑھتا ہے وہابی امام کی اقتدا نہیں کرتا ہے تو اس پر کوئی الزام نہیں اور اگر کسی وہابی امام کی اقتدا کرتا ہے تو اب اگر وہابی امام کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر اسے مسلمان مان کر اقتدا کرتا ہے تو وہ مسلمان نہیں اور اگر اس وہابی کے عقائد کفریہ سے آگاہ نہیں صرف یہ جانتا ہے کہ یہ بڑے لوگ ہیں پھر بھی اقتدا کرتا ہے تو سخت گنہگار ہے مگر اب بھی اسے وہابی ہرگز نہیں کہہ سکتے ہیں ہاں اس پر لازم ہے کہ وہابی کی اقتدا کرنے سے توبہ و استغفار کرے اور آئندہ اس کی اقتدا سے پرہیز کرے فتاویٰ رضویہ میں ہے ”جہان کے عقائد پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر اور جن کو اس کی خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ بڑے لوگ بد عقیدہ بد مذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت اشد

گنہ گار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل و بیکار (۱)

رہا اس کے یہاں نکاح اور رشتہ داری کرنا تو چوں کہ وہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور حسام الحرمین کی تصدیق کرتا ہے لہذا اس کے یہاں رشتہ کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ اس میں وہابیت کی کوئی بات نہ پائی جاتی ہو۔ اگر زید کے اندر کوئی بات وہابیت کی نہ دیکھی پھر بھی کچھ لوگ اسے وہابی کہتے ہیں تو وہ سخت مجرم و گنہ گار ایذا مسلم کے جرم میں گرفتار ہیں ان پر لازم ہے کہ بلا ثبوت شرعی زید کو وہابی کہنے سے توبہ و استغفار کریں اور زید سے معافی مانگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ

حضرت امیر معاویہ اور حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہما کے گستاخ کا حکم

مسئلہ: اذراکین جماعت رضائے مصطفیٰ جو دمچور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

ایک شخص صحابی رسول ﷺ کا حب و محبت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور ان کی شان میں لعن طعن کرتا ہے اور ان کو جہنمی کہتا ہے، نیز امام اعظم کے یزید کے متعلق سکوت اختیار کرنے پر کہتا ہے ”میں ایسے مذہب اور ایسے فتویٰ پر لعنت کرتا ہوں“۔ زید سے مذکورہ مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کیا گیا، تو اس نے کہا، جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کرتا ہے، فقہی نظر سے وہ گمراہ ہے، صحابی کی شان میں گستاخی کرنا سخت ممنوع ہے، نیز امام اعظم کی شان میں گستاخی کرنا بھی سخت ممنوع ہے، البتہ یزید پر فقہائے کرام نے لعنت فرمائی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی کہتا ہے اور ان پر لعن طعن کرتا ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مذہب اہل سنت اور ان کے فتویٰ پر لعنت کرتا ہے، ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے۔

یزید کا جواب کہ ایسا شخص گمراہ ہے، کیا یہ جواب درست ہے، کیا صحابی رسول ﷺ کو جہنمی کہنے والا شخص اسلام سے خارج ہوگا یا نہیں؟ ان پر لعنت کرنا اور مذہب پر لعنت کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ اور زید اور مصدق کے لیے کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی رسول ہیں۔ اور کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنے اور ان کو برا کہنے والا گمراہ و بددین اور اللہ و رسول کو ایذا دینے والا ہے۔

حدیث شریف ہے: ”من اذاهم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذ اللہ ومن اذ اللہ یوشک ان یشاخذہ“۔ (۱) یعنی جس نے میرے صحابہ کو ایذا دی، تو اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی، اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی، تو قریب ہے کہ اللہ اسے گرفتار کرے۔

اور ردالمحتار میں اختیار کے حوالہ سے ہے: ”اتفق الائمة علی تضلیل اهل البدع اجمع وتخطیثہم، وسب احد من الصحابة وبغضہ لا یكون کفر الکن یضلل“۔ (۲) یعنی ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام بدعتی فرقے گمراہ ہیں، اور کسی صحابی کو برا کہنا اور ان سے بغض رکھنا کفر تو نہیں ہے، مگر گمراہی ہے۔

اور ان میں سے کسی کو جہنمی کہنا، سخت گمراہی بلکہ بحکم فقہا کفر ہے، کیونکہ ان کو جہنمی کہنے کا مطلب یہ ہوا کہ ان کو وہ مسلمان نہیں مانتا ہے اور جو کسی مسلمان کو کافر کہے، وہ خود ہی کافر ہے۔ حدیث شریف ہے: ”من قال لا خبیہ یا کافر فقد باء بها احدهما“۔ (۳) یعنی جس نے کسی مسلمان کو کافر کہا، تو وہ دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور لوٹا، اور حکم شرع کی توہین بھی کفر ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”رجل عرض علیہ خصمہ فتویٰ الائمة فردھا وقال: چہ بارنامہ فتویٰ آوردہ قیل یکفر لانه رد حکم الشرع“۔ (۴)

لہذا جو شخص سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی کہتا ہے، وہ خود جہنمی بلکہ جہنمی کہتا ہے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”من یكون یطعن فی معاویہ فذلک کلب من کلاب الهاویة“ (۵)۔ یعنی جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کتوں میں سے

(۱) جامع الترمذی، ج: ۲، ص: ۲۲۶

(۲) رد المحتار، ج: ۲، ص: ۲۸۷

(۳) الصحيح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۷۳

(۵) لیسیم الریاض، ج: ۳، ص: ۳۳۰

ایک کتاب ہے۔ اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے فتویٰ پر جو لعنت بھیجتا ہے وہ خود مستحق لعنت اور بحکم فقہا کافرو بے دین ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: ”الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر۔“ (۱)
جس شخص نے مذکورہ باتیں کہی ہیں، اس پر فرض ہے کہ فوراً توبہ اور تجدید ایمان کر کے پھر سے مسلمان ہو اور اگر بیوی والا ہو، تو تجدید نکاح کرے، جب تک توبہ اور تجدید ایمان و تجدید نکاح نہ کر لے، مسلمان اس کا بایکاث کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

اور زید کا ایسے شخص کو فقہی نظر سے گمراہ کہنا، غلط ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جہنمی کہنے والا اور حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے مذہب و فتویٰ پر لعنت کرنے والا فقہی اعتبار سے صرف گمراہ نہیں بلکہ کافر ہے۔ لہذا زید اور اس کے بیان کردہ حکم کے مصدق توبہ کریں اور بغیر علم فتویٰ دینے کی جرأت نہ کریں۔ حدیث شریف میں ہے:

”من افتی بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء والارض۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد اختر حسین قادری

خادم درس و افتادار العلوم علمیہ، محمد اشاہی، بستی، یوپی

صحابہ اور علماء کی شان میں گستاخی کرنے والے ایک جاہل پیر کا حکم

مسئلہ: ازارا کین جماعت رضائے مصطفیٰ جو دھور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، مسئلہ ذیل میں:

بکرا ایک پڑوسی ملک میں بے علم پیر ہے، جو علمائے دین کی توہین کرتا ہے اور سادات کرام کی بھی سخت توہین کرتا ہے اور خود کو سید بتاتا اور پیر کہلاتا ہے، مگر عامیانہ زبان بلکہ بازاری نہایت فحش زبان بولتا ہے، واٹس آپ پر اس کی آواز سنی جاسکتی ہے، کلپ کے ذریعہ جاری کیے گئے بیان میں بد معاشوں کی زبان بولی گئی ہے مثلاً ”اختری ملاؤں پر میں نے سخت ایکشن اٹھایا ہے، آپ کے تاج الشریعہ اختر رضا خان ازہری نے ہر آدمی پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے، تاج

(۱) مجمع الانہر، باب المرتد، ج: ۱، ص: ۶۵۹

(۲) سورة الانعام، آیت: ۶۸

(۳) کنز العمال، ج: ۱۰، ص: ۱۱۱

الشریعہ نے بہت گندگی پھیلائی ہے، مسلک اعلیٰ حضرت گمراہ، اس پر چلنے والا گستاخ رسول کے ذمہ میں آتا ہے، اور تم کس منہ سے کہتے ہو کہ علی علیہ السلام مت کہو، حسن اور حسین علیہ السلام مت کہو، تم لوگ تو کفر کر رہے ہو، خارج از اسلام ہو بلکہ واجب القتل ہو، یہ میں نے زبانی فتویٰ دیا ہے اور لکھ کر بھی دے دوں گا۔ اور حضرت علی علیہ السلام پر حملے معاویہ نے کرائے اور عمار کو قتل معاویہ نے کرایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمار! تم لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والے ہو گے، مگر افسوس تم کو ایک جہنمی گروہ قتل کرے گا، جو علی کا نہیں وہ کسی کا نہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت گمراہ ہے، ہم اس کو ہرگز نہ مانیں گے، جو علی علیہ السلام تسلیم نہ کرے وہ گمراہ ہے۔ اور اپنے بیان میں کہا ”اختر رضا از ہری، ہاشمی میاں اور الیاس قادری تینوں جہنمی ہیں۔“

ایسا شخص جس کے مذکورہ بالا اقوال ہیں، کیا توہین علماء کا مرتکب ہوا یا نہیں؟ جب کہ اس کا علمائے دین کی توہین کا باعث مسائل حقہ بیان کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ ایسی صورت میں یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوا یا نہیں؟ اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی یا نہیں، اور مسلک اعلیٰ حضرت جو حقیقتاً مسلک اہل سنت والجماعت ہے، اس مسلک حقہ کو گمراہ اور اس پر چلنے والوں کو گمراہ کہنا کیسا ہے؟

بکر کے مذکورہ بالا اقوال پر مطلع ہونے کے بعد، اور خود اپنے کانوں سے علمائے دین کے لیے سب و شتم اور تحش گوئی اور لعنت و ملامت سننے کے بعد ایسے شخص کی تائید و حمایت کرنا اور اس کی غایت درجہ تعظیم و توقیر کرنا، خود اور اپنی اولاد اور اہل خاندان کو اس کا غلام بنانا اس کی ہر ممکن معاونت اور حمایت کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ ایسے پیر سے مرید ہونا، یا اس کی امامت میں نماز ادا کرنا، اس کو ولی جاننا اور اپنا پیشوا ماننا کیسا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

علماء دین اور سادات کرام کی توہین سخت حرام بلکہ بحکم حدیث کھلا نفاق اور بحکم فقہاء کفر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”ثَلَاثَةٌ لَا يَسْتَعِظُ بِحَقِّهِمُ الْإِمْنَانُ بَيْنَ الْفَنَاقِ

ذَوِ الْعِلْمِ وَذَوِ الشَّيْبَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَامَامٌ مَقْسُطٌ۔“ (۱)

اور مجمع الانہر میں ہے ”الاستعفاف بالاشراف والعلماء کفر۔“ (۲) یعنی علماء و سادات کی توہین

کفر ہے۔ اسی میں ہے۔ ”من قال لعالم هو لم علی وجه الاستعفاف فقد کفر۔“ (۳)

(۱) المعجم الکبیر، ج: ۸، ص: ۲۳۸

(۲) مجمع الانہر، ج: ۱، ص: ۶۹۵

(۳) مجمع الانہر، ج: ۱، ص: ۶۹۵

عامی زبان استعمال کرنا یعنی کالی گلوچ کرنا اور فحش گوئی کرنا سخت ممنوع ہے۔ حدیث پاک ہے ”سبب المومن فسوق“۔ یعنی کسی مسلمان کو کالی گلوچ کرنا فسق ہے۔ نیرۃ اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند شیخ الاسلام و المسلمین تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کے متعلق یہ کہنا کہ آپ نے ہر آدمی پر کفر کا فتویٰ لگا دیا ہے، سراسر جھوٹ اور افترا و بہتان ہے۔

اور کسی پر جھوٹی تہمت اور بہتان لگانا سخت حرام و گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بَغْيٍ ۖ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّ اَلْمَآثِمِينَ﴾ (۱) یعنی اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کیے پر، ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

تاج الشریعہ، اسلام و سنیت کے سچے ترجمان و پاسبان ہیں اور امت مسلمہ کے لیے رب تعالیٰ کی عظیم نعمت اور نبی پاک ﷺ کی خاص عنایت ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے اور ان کا سایہ کرم عالم اسلام پر تادیر سلامت رکھے (آمین) انہوں نے آج تک کسی مسلمان کو کافر نہ فرمایا نہ لکھا، جو ان کے متعلق ایسی بات کہتا ہے وہ کذاب و دجال اور مکار ہے، اور مذہب اہل سنت کا ہی دوسرا نام مسلک اعلیٰ حضرت ہے، اس پر چلنے والے کو گستاخ رسول کہنا، باغظ و کراہت کہتا ہے اور کسی مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔

رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں: ”ایما امرء قال لاختیه یا کافر فقد باء بها احدهما“ (۲) اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لیے لفظ ”علیہ السلام“ بولنا جائز نہیں ہے۔ یہ رافضیوں کی غلامت ہے۔

خاتم الحنفیین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”واما السلام فبقول اللہانی فی شرح جوہرۃ التوحید عن الامام الجوبینی انہ فی معنی الصلوۃ فلا یستعمل فی الغالب ولا یفرد بہ غیر الانبیاء فلا یقال ”علی علیہ السلام“ والظاهر ان العلة فی منع الصلوۃ ما قال فی صدر الاول وانما احده الرافضۃ فی بعض الائمة والعشۃ باہل البدع منہی عنہ فلعجب معالفہم۔“ (۳)

لہذا جو شخص سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کلمہ ”علیہ السلام“ نہ کہنے والوں کو کافر اور خارج از اسلام کہتا ہے، وہ خود کفر کر رہا ہے اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تہمید کرنا حرام و گناہ ہے، ان

(۱) سورۃ الاحزاب، آیت: ۵۸

(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۵۷

(۳) رد المحتار، ج: ۱۰، ص: ۳۰۱، مسائل شنی

پر تہرا کرنے والا جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔ علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں ”وَمَنْ يَكُونُ يَطْعَنُ فِي مَعَاوِيَةِ فَهُوَ كَلْبٌ مِنْ كِلَابِ الْهَآوِيَةِ“ (۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ جس پیر نے مذکورہ باتیں کہی ہیں، وہ متعدد وجوہ سے حرام اور کفر کا مرتکب ہے اور بحکم فقہا کافر ہے، اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح اور تجدید بیعت کرے، اگر وہ ایسا کر لے، تو اس کی تعظیم کرنا، اس سے مرید ہونا، اس کی اقتدا میں نماز ادا کرنا درست ہے، ورنہ اس کا مکمل بائیکاٹ کرنا واجب ہے۔ ارشاد قرآن ہے ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) اور جو شخص اس کی تائید و حمایت کرے، اس کا حکم بھی اسی طرح ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ﴾ (۳) لہذا اس کی تائید و حمایت کرنے والے پر بھی لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح اور تجدید بیعت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

محمد اختر حسین قادری

خادم درس و افتادار العلوم علمیہ جہد اشاہی، بستی، یوپی

کسی عالم دین کو ”کبیر داس“ سے بدتر“ کہنا کیسا ہے؟

مسئلہ: از ماسٹر محمد اسرار قادری، امجدی خلیل آباد سنت کبیر نگر
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کسی سنی صحیح العقیدہ عالم دین کو ”کبیر داس“ سے بدتر کہتا ہو تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

کسی مسلمان کو کبیر داس سے بدتر کہنا کفر ہے کیونکہ اس میں قرآن کا انکار ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلَقَدْ مَوْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ﴾ (۴)

اور بیشک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔

(۱) نسیم الریاض، ج: ۳، ص: ۴۳۰

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۳) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۰

(۴) سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۱

پھر ایک عالم دین کو ”کبیر داس“ سے بدتر کہنا اور بھی سخت ہے کہ اس میں عالم کی توہین ہے اور عالم دین کی توہین کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے۔

”الاستخفاف بالعلماء کفر ومن قال لعالم عوہلم قاصدا بہ الاستخفاف کفر“ (۱)
یعنی علما کی توہین کفر ہے جس نے توہین کے ارادہ سے کسی عالم کو مولویا کہا تو وہ کافر ہے۔
البتہ عالم دین کی توہین بحیثیت عالم دین کفر ہے کیوں کہ یہ درحقیقت علم دین کی توہین ہے چنانچہ الاشباہ والنظائر میں ہے۔

”الاستہزاء بالعلم والعلماء کفر“ (۲) یعنی علم اور علما کا استہزاء کفر ہے
اس کی شرح غمز عیون البصائر میں ہے۔

”ای بالعلم“ (۳)

یعنی علما کا استہزاء علم دین کی بنا پر کفر ہے۔

لہذا جس نے کسی عالم دین کو کبیر داس سے بدتر کہا وہ توبہ اور تجدید ایمان و نکاح کرے اور جس کو کہا اس سے معافی مانگے۔ ورنہ اس کا بایزکاٹ کر دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جہاد شاہی، بستی

۱۵ صفر ۱۴۳۵ھ

دیوبندی کا نکاح پڑھانے کا حکم

مسئلہ از: مولانا عبدالحکیم علمی سابق ٹیچنگ ایڈیٹر ماہنامہ فیضانِ رضا، جہاد شاہی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید جو عالم دین ہے انہوں نے اپنے گاؤں کے امام سے جبکہ وہ مجلس نکاح میں جا رہا تھا کہا کہ لڑکا دیوبندی ہے اس کا نکاح مت پڑھائیے، یہ کہنے کے بعد زید اپنے گھر گیا اور امام صاحب مجلس نکاح میں گئے پھر زید کو امام محلہ اور دیگر لوگوں نے بلایا تو اس نے زید سے کہا امام صاحب اگر آپ جان بوجھ کر کسی دیوبندی کا نکاح پڑھائیں گے تو آپ کا بھی باطل ہو جائے گا اور

(۱) مجمع الانہر شرح ملتقى الابرار، ج: ۲، ص: ۵۰۹

(۲) الاشباہ والنظائر، ج: ۲، ص: ۸۷

(۳) غمز عیون البصائر، ج: ۲، ص: ۸۷

تجدید نکاح اور تجدید ایمان بھی کرنا ہوگا۔ بعد میں کچھ عوامی لوگوں نے لڑکی کو بغیر نکاح پڑھائے بارات کے ساتھ بھیج دیا اور وہاں دیوبندی امام کے ذریعے نکاح پڑھایا گیا۔ لہذا صورت مذکورہ میں زید اور امام محلہ اور عوام کے متعلق شریعت مطہرہ کیا حکم ہے۔ مفصل اور مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا تو جو روا
 ”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے سبب برطابق فتاویٰ حسام الحرمین کافر و مرتد اور خارج از اسلام ہیں اور مرتد کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدة ولا مسلمة“۔ (۱)
 حضرت علامہ مفتی عبدالمنان عزیزی مصباحی مبارک پوری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:
 ”دیوبندی بحکم علمائے حرمین شریفین اسلام سے خارج ہیں۔ ان کے ساتھ سنیہ کا نکاح ہوتا ہی نہیں۔“ (۲)
 ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں

”زید اور اس نکاح میں شریک ہونے والوں نے اگر اس دیوبندی کو مسلمان سمجھ کر نکاح کیا یا نکاح میں شریک ہوئے تو یہ خود بھی اسی کے ساتھ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ ان پر توبہ، تجدید ایمان و تجدید نکاح ضروری ہے۔“ (۳)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ دیوبندی کے عقائد کفریہ جانتے ہوئے اس کو مسلمان سمجھ کر کسی سے اس کا نکاح کرنا اور کرنا اس نکاح میں شریک ہونا سب کفر ہے۔ لہذا زید عالم نے سچ کہا وہ حق پر ہے۔ مسئلہ بتانے پر امام صاحب نے نکاح نہیں پڑھایا انہوں نے شرع پر عمل کیا بہت اچھا کیا مگر جن لوگوں نے لڑکی کو دیوبندی کے گھر بھیج دیا وہ سب توبہ واستغفار کریں اور تجدید ایمان و تجدید نکاح بھی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۳/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۸۲

(۲) فتاویٰ بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۴۰۷

(۳) فتاویٰ بحر العلوم، ج: ۲، ص: ۴۰۷

ہولی دیوالی منانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

آج کل کچھ سنی بھائی کو دیکھا جاتا ہے کہ جب ہندوؤں کا تہوار آتا ہے جیسے ہولی، دیوالی اتران وغیرہ تو سنی بھائی ان کا تہوار مناتے ہیں اتران میں پتنگ اڑاتے ہیں دیوالی میں پٹاخے پھوڑتے ہیں ہولی میں رنگ لگواتے ہیں اور ہندوؤں کو مبارک باد دیتے ہیں جو ایسا کرے ان کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے۔ جواب عنایت فرمائیں

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ہولی ہندوؤں کی آتش پرستی کا ایک خاص دن ہے جس میں وہ لوگ آگ کی پوجا کرتے اور خوشی مناتے ہیں یونہی دیوالی ان کے خاص تہواروں میں ہے جس میں آگ اور پچھی کی پوجا کرتے اور خوشی مناتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان ہولی دیوالی یا کافروں کا کوئی مذہبی تہوار مناتا ہے تو وہ کافر ہے اور جو شخص ان تہواروں کی مبارک باد دی دے تو وہ بھی بحکم فقہا کافر ہے:

”غز عیون البصائر میں ہے: ”اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر“ (۱)

اس پر توبہ و استغفار اور تجدید ایمان فرض ہے اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

”ایسے امور کا ارتکاب کفر ہے۔ حدیث میں ہے ”من تشبه بقوم فهو منهم“۔ اس شخص پر توبہ فرض ہے

اور تجدید نکاح لازم۔ (۲) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

(۱) غز عیون البصائر، ج: ۱، ص: ۸۹۵

(۲) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۴، ص: ۱۵۱

قرآن مجید پر پیر رکھ کر کھڑا ہونا کفر ہے

مسئلہ از: قاری افتخار احمد، مقام پٹریا تکیوا، پوسٹ بھو امیر، ضلع بہتلی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ

زید اپنی بیوی و گھر والوں کے سامنے اپنے پورے ہوش و حواس میں قرآن مجید کو اٹھا کر زمین پر بیٹھ دیا اور دونوں پیر قرآن مجید پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ زید کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب: بعون الملک الوہاب

قرآن مجید کو زمین پر پٹکنا اور اس پر پیر رکھنا قرآن کریم کی سخت توہین ہے اور قرآن کریم کی توہین کفر ہے۔
مجمع الانہر میں ہے:

”إذا استخف بالقرآن او بالمسجد او بنحوہ مما یعظم فی الشرع کفر۔“ ملخصاً (۱)

خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

”قرآن مجید کو زمین پر پٹکنا اس کی توہین ہے اور یہ کفر ہے۔“ (۲)

لہذا زید قرآن کریم کی توہین کر کے کافر ہو گیا اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ و استغفار کرے اور تجدید ایمان و نکاح کرے۔ اگر وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ مسلمان اس کا مکمل بایکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: النور احمد قادری

رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

(۱) مجمع الانہر، ج: ۱، ص: ۶۹۲

(۲) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۳، ص: ۳۴۱

(۳) سورة الانعام آیت: ۶۸

توہین علما کرنے والے کا حکم

مسئلہ از: عبداللہ مظفر پور، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ گاؤں کے چند مولوی یا مولوی میرے پیشاب کے برابر ہیں تو ایسے شخص کے لئے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

علمائے حق کی توہین محض عالم دین ہونے کی بنا پر کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے: ”من قال لعالم عوہلم

علی وجہ الاستخفاف فقد کفر۔“ (۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”مطلق علما کو یا خاص کر کسی عالم دین کو بوجہ علم دین برا کہنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ عورت فوراً نکاح سے

نکل جائے گی۔“ (۲)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں ”فقہائے کرام توہین عالم را کفر داشتہ اند“ (۳)

لہذا شخص مذکور علمائے دین کی سخت توہین کی بنا پر بلاشبہ مرتکب کفر ہوا۔ اگر بیوی والا ہے تو وہ نکاح سے

نکل گئی۔ اس شخص پر فرض ہے کہ فوراً توبہ و استغفار کرے۔ تجدید ایمان و نکاح کرے اور علما سے معافی مانگے۔ اگر

وہ ایسا کر لے تو ٹھیک ورنہ تمام مسلمان اس کا بایکاٹ کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

﴿وَمَا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم

بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ

(۱) مجمع الانہر، ج: ۱، ص: ۶۹۵

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۱۵۴

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۱۳۶

(۴) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

بلا ثبوت بد عقیدہ کہنا کیسا؟

مسئلہ از: ڈاکٹر عبدالعزیز نقشبندی رحمانی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک قوم جو اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتی ہے اس قوم میں ایک شخص کا انتقال ہو گیا۔ ایک صحیح العقیدہ عالم نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے جنازہ میں موجود تمام حضرات صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھے اس شخص کی تکفین و تدفین میں بھی تمام صحیح العقیدہ لوگ تھے اس شخص کے ایصال ثواب کے لئے زیارت اور چہلم کی تقریب میں بھی سب صحیح العقیدہ لوگ موجود تھے اور سنی مسجد میں اس شخص کے ایصال ثواب کے لئے تمام تقریب ہوئی تھی، لیکن بعد میں کچھ افراد کا کہنا ہے کہ مرنے والے شخص کا عقیدہ غلط تھا۔ سنی عالم نے کہا آپ اس شخص کا ثبوت پیش کریں تاکہ تمام حضرات جو مرنے والے کے نماز جنازہ یا تدفین یا تکفین اور میلاد اور قرآن خوانی میں حاضر تھے سب اجتماعی طور پر توبہ کریں، لیکن تین یا چار ماہ ہونے کے باوجود وہ لوگ ایسا ثبوت پیش نہیں کر سکے تو ان افراد کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ ان لوگوں میں ایک حافظ قرآن بھی ہے تو کیا اس کے پیچھے صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کی نماز جائز ہے؟ بینوا تو جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کسی مسلمان کی طرف بغیر تحقیق اور بلا ثبوت گناہ کبیرہ کی بھی نسبت کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ تو بد عقیدگی کی نسبت کرنا بد رجاء اولیٰ ناجائز اور سخت گناہ ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں:

”بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں تاکہ تکفیر“ (۱)

لہذا جن لوگوں نے بلا ثبوت کسی سنی صحیح العقیدہ کو غلط عقیدہ کا بتایا وہ توبہ کریں بعد توبہ حافظ مذکور کے پیچھے نماز درست ہے جبکہ اور کوئی دوسری وجہ مانع امامت نہ پائی جاتی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

ٹائی کا حکم، ڈاکٹر طاہر القادری کا حکم، ایک گیت کی شرعی حیثیت وغیرہ

مسئلہ از: مولانا عبد الجبار حنفی قادری، بلرام پوری

مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں شریعت مطہرہ بیضاء کا کیا حکم ہے؟

(۱) ٹائی کی حقیقت کیا ہے؟ اور مسلمانوں میں اس کی ابتداء کس سنہ سے ہوئی؟

(۲) ٹائی لگانے کا مقصد کیا ہے؟

(۳) جس عالم کے گھر کے بچے خواہ بیٹے بیٹیاں ہوں یا پوتے پوتیاں ٹائی لگا کر ہندی انگریزی اسکولوں میں

پڑھنے جاتے ہیں اور وہ اس کو منع نہ کرتا ہو تو ایسے عالم سے میلاد شریف پڑھوانا تقریر کروانا ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا

اور ان سے مسائل شرعیہ پوچھنا از روئے شرع کیسا ہے؟ اور ٹائی لگانے والا شخص مسلمان ہے یا خارج از اسلام ہے؟

(۴) منہاج القرآن نامی تحریک کے بانی ”ڈاکٹر طاہر القادری“ پاکستانی کے متعلق علمائے اہلسنت کا

اور خاص کر مفتی صاحب آپ کا کیا موقف ہے؟

(۵) حکومت ہند یا کسی غیر مسلم یا مسلم ہی کے ماتحت چلنے والے ہندی انگریزی اسکولوں میں صبح کے وقت

مسلم بچے اور بچیاں یہ ترانہ پڑھتے ہیں:

جن گن من ادھی نانک جے ہے	بھارت بھاگ ودھاتا
پنجاب سندھ گجرات مراٹھا	دراوڑ اتکل بنگ
وندھ ہما چل مینا گنگا	اچھیل جل دھی ترنگ
تو شہ نائے جاگے	تو شہ آشش مانگے
گا ہے تب جے گا تھا جن گن من ادھی نانک جے ہے	بھارت بھاگ ودھاتا

جے ہے، جے ہے، جے ہے جے جے جے جے ہے

(۶) زید جب مسلمانوں سے ملتا ہے تو سلام کرتا ہے اور جب کفار و مشرکین سے ملاقات ہوتی ہے تو

(الف) آداب عرض (ب) نمسکار (ج) نمستے (د) جے رام جی کی کہتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا

چاروں جملے تحیت و آداب کے ارادے سے بولنے سے اور خاص کر قصد اللفظ جے رام جی کی بولنے سے ایک مومن کے

ایمان میں کوئی شرعی خرابی پیدا ہوتی ہے یا نہیں؟ جبکہ ایک مسلمان اور عاشق رسول کی شان تو یہ ہوتی ہے:

کسی کی جے دے کیوں کر پکاریں کیا غرض ہم کو ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یا رسول اللہ

نیز لفظ جے، کتنے معنی میں مستعمل ہے اور مقتدا ؑ، اہلسنت اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں قطب

زماں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان کا کیا فتویٰ ہے قرآن و حدیث اور اقوال فقہاء کی روشنی میں جواب ارتقا میں فرمانے کی زحمت فرمائیں۔ بینوا تو جروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) ثانی نصاریوں کا مذہبی شعار اور علامت ہے اور وہ ان کے عقیدے کے مطابق حضرت سیدنا عیسیٰ علیٰ مینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کے سولی پر لٹکائے جانے کی نشانی ہے۔ چنانچہ سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں:

”ثانی لگانا اشد حرام ہے۔ وہ شعار کفار بد انجام ہے، نہایت بد کام ہے۔ وہ کھلا رد فرمان خداوند ذوالجلال والا کرام ہے۔ ثانی نصاریٰ کے یہاں ان کے عقیدہ باطلہ میں یادگار ہے حضرت سیدنا مسیح علیہ السلام کے سولی دیے جانے اور سارے نصاریٰ کا فدیہ ہو جانے کی۔ والعیاذ باللہ۔“ (۱)

وارث علوم اعلیٰ حضرت حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنے تحقیقی رسالہ ”ثانی کا مسئلہ“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”ثانی کو کراس مانو شبیہ کراس مانو بہر صورت وہ عیسائیوں کا مذہبی شعار ہے۔“ (۲)
فقیر کو یہ نہیں معلوم ہے کہ مسلمانوں میں ثانی باندھنے کی ابتدا کب سے ہوئی اور نہ اصل مسئلہ سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) عیسائی اپنی مذہبی یادگار کے تحت لگاتے ہیں اور مسلمان محض ایک فیشن اور زیب و زینت خیال کر کے باندھتے ہیں مگر ان کا یہ باندھنا حرام و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جن اسکولوں میں ثانی لگانا لازم ہو، ان میں بچوں کو تعلیم دلانا ناجائز و حرام ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”کالج ہو یا اسکول یا مدرسہ اگر اس میں دین اسلام یا مذہب اہلسنت یا شریعت مطہرہ کے خلاف تعلیم دی جاتی تلقین کی جاتی ہے تو اس کی امداد بھی حرام اور اس میں پڑھوانا بھی حرام ہے۔“ (۳)
لہذا عالم ہو یا غیر عالم کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے بچوں کو ایسے اسکولوں اور مدرسوں میں پڑھائے اور جو بلا کسی

(۱) الفتاویٰ المصطفویۃ، ص: ۵۲۶

(۲) ثانی کا مسئلہ، ص: ۱۲

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۲، ص: ۲۹۶

مجبوری کے اپنے بچوں کو ٹائی لگانے سے منع نہ کرے وہ مجرم و گنہگار ہے ایسے لوگوں سے اجتناب کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ڈاکٹر طاہر القادری کے نزدیک آج دنیا میں جتنے مسالک پائے جاتے ہیں ان میں کوئی بنیادی اختلاف نہیں ہے یعنی شیعہ وہابی وغیرہ باطل فرقے اور اہلسنت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں بھگوانہ مسلمانوں کے تمام مسالک اور مکاتب فکر میں عقائد کے بارے میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں ہے۔“ (۱)

ایک مقام پر کہتے ہیں ”ہمارے نزدیک شیعہ سنی میں کوئی امتیاز نہیں ہے“ (۲)

ایک مقام پر کہتے ہیں ”میں شیعہ وہابی علماء کے پیچھے نماز پڑھنا صرف پسند ہی نہیں کرتا بلکہ جب موقع ملے ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔“ (۳)

اپنی ایک تقریر میں کہتے ہیں کہ

”یہودی عقیدے کے ماننے والے لوگ اور مسیحی برادری اور مسلمان یہ تین مذاہب بی لیورز (مومن) میں شمار ہوتے ہیں یہ کفار میں شمار نہیں ہوتے ہیں۔“ (۴)

اس طرح کے اور بہت سے عقائد و نظریات ڈاکٹر مذکور کی تقریر و تحریر میں موجود ہیں جن کی بنیاد پر ہندوپاک کے بے شمار علماء اہلسنت نے اس کے گمراہ و بد مذہب بلکہ کافر و مرتد ہونے کا حکم دیا ہے۔ ہندوستان کے اکابر اہلسنت میں سے تاج الشریعہ وارث علوم اعلیٰ حضرت سیدی مفتی محمد اختر رضا قادری ازہری، جانشین محدث اعظم ہند شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی کچھوچھوی، وارث علوم صدر الشریعہ محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دامت برکاتہم العالیہ استاذ کریم حضرت علامہ مفتی محمد شبیر حسن رضوی صاحب المدیث جامعہ روناہی نے خصوصیت کے ساتھ طاہر القادری کے بد مذہب و گمراہ بلکہ خارج از اسلام ہونے کا فتویٰ صادر فرمایا ہے اور جوان اکابر کرام کا موقف ہے وہی اس فقیر کا بھی موقف ہے۔ تفصیل فقیر کے رسالہ ”طاہر القادری“ عقائد و نظریات“ اور حضرت بابرکت مفتی ولی محمد رضوی صاحب بانی کی تالیف ”طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے“ کے علاوہ علماء پاکستان کی دو درجن سے زائد کتابیں جو طاہر القادری کے متعلق لکھی ہوئی ہیں ان سب میں دیکھ سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۵) جناب مولانا انور حسن صاحب استاذ فوقانیہ دارالعلوم علمیہ جہد اشاہی سے سوال میں مذکور اشعار کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے ان اشعار کا درج ذیل مطلب بتایا۔

(۱) جن گن من ادھینا تک جئے ہے، بھارت بھاگیہ ودھاتا یعنی اے ہمارے عوام کے جھنڈ کی نمائندگی کرنے

(۱) لفظ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہو، ص: ۶۵

(۲) چٹان لاہور، ۲۵ مئی ۱۹۸۹ء

(۳) رسالہ دید و شنید لاہور، ۱۹ تا ۲۱ اپریل ۱۹۸۶ء

(۴) تقریر محفوظ سی ڈی مسٹر طاہر القادری

والے اور بھارت کی قسمت کے معمار آپ کی فتح ہو۔

(۲) پنجاب سندھ گجرات مراٹھا، دراوڑ اٹکل بنگ، وندھیاہ ماچل ینا گنگا، اچھل جلدھیاہ ترنگ، توشہ نائے جاگے، توشہ آتشش مانگے، گاہے تو بے گا تھا، یعنی صوبہ پنجاب، سندھ، گجرات، مہاراشٹر، دراوڑ، اڑیسہ، بنگال وندھیاہ اور ماچل پردیش نیز گنگا جمنہ جیسی پاکیزہ ندیاں اور لہروں سے لبریز سندھ آپ کے مبارک نام کا ورد کرتی ہیں، اور آپ سے دعا پانے کی التجا کرتیں اور آپ کی عظمت کے گن گاتی ہیں۔

(۳) جن گن منگل دایک جے ہے، بھارت بھاگ ودھاتا، جے ہے، جے ہے، جے ہے، جے ہے، جے ہے، یعنی بھارت کے لوگوں کو خوشیاں دینے والے، اور بھارت کی قسمت کے معمار آپ کی فتح ہو۔ جے ہو۔

بعد تحقیق یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ اشعار ۱۹۱۱ء کو ”کنگ جارج پنجم“ کی آمد پر ایک بنگالی شخص رابیندر ناتھ ٹیگور نے اس کی تعریف و توصیف میں لکھا۔ لہذا مسلمان بچوں سے اسے پڑھوانے کے بجائے درود و سلام یا اور کوئی دعا پڑھوائی جائے اور ان کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ ان اشعار کی جگہ درود شریف یا کلمہ طیبہ کا ورد کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) ”نمسکار“ شکر اور ”نمستے“ ہندی کے الفاظ ہیں ان کا معنی آداب و تسلیم اور بندگی ہوتا ہے جیسا کہ فیروز اللغات اردو ص ۱۳۷ پر ہے، اور غیر مسلموں سے سلام کے متعلق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں کافر کو بے ضرورت ابتداً سلام ناجائز ہے نص علیہ فی الحدیث والفقہ اور ہندوستان میں وہ طرق تحیت جاری ہیں کہ بضرورت بھی انہیں سلام شرعی کی حاجت نہیں مثلاً یہی کہ لالہ صاحب، بابو صاحب، منشی صاحب یا بے سر جھکائے سر پر ہاتھ رکھ لینا وغیرہ ذالک۔“ (۱)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں سے بلا ضرورت آداب وغیرہ کچھ نہیں کہنا چاہئے اور اگر کسی ضرورت و مصلحت کے تحت ایسا کرنا ہو تو ”آداب“ کہہ سکتے ہیں مگر نمسکار اور نمستے سے بچے رہا جے رام جی کی توبہ بولنا حرام اشد حرام ہے بلکہ بحکم فقہاء کرام کفر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”جنہوں نے ہندو کے ساتھ وہ جے (جے رام چندر جی) بولی کافر ہو گئے ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۹، ص: ۶۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۰

دیوبندی عقائد سے ناواقف رشتہ داروں کا حکم

مسئلہ از: محمد جاوید عالم، ارریہ بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ مذکورہ میں کہ زید کے عیال والے پہلے سنی تھے لیکن اب وہ لوگ دیوبندیوں سے میل جول رکھتے ہیں، جماعتوں کو کھانا کھلاتے ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور وہ لوگ سنی دیوبندی عقائد سے نا آشنا ہیں البتہ چند فروعیات و مستحبات کو سنی دیوبندی عقائد سمجھتے ہیں۔ مثلاً چادر چڑھانا، فاتحہ دلا نا کھڑے ہو کر سلام پڑھنا وغیرہ وغیرہ جو ان چیزوں کو بجالاتا ہے وہ سنی ہے ورنہ دیوبندی ہے۔ لہذا اب زید کو کیا کرنا چاہئے۔ ان سے تعلقات رکھنا چاہئے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کو چاہئے کہ عیال والوں کو بنی عقائد اہلسنت اور معمولات اہلسنت کی حقانیت و صداقت کو سمجھائے اور وہابیوں دیوبندیوں، تبلیغیوں کے کفری عقائد اور اللہ و رسول کی شان اقدس میں ان کے توہینی کلمات کو دکھائے اگر مان لیں تو ٹھیک ورنہ ان سے اپنے تعلقات منقطع کر لے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَإِخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (۱)

اور ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَأَمَّا يُنْشِئُكَ الشَّيْطَانُ فَلَاتَقْعُدَ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ

الظَّالِمِينَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۷/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

(۱) سورة العوبة، آیت: ۲۳

(۲) سورة الانعام، آیت: ۶۸

سنی اور وہابی کو برابر کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: نور محمد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید وہابی نما تقریباً چالیس سال سے اہل سنت و جماعت کے درمیان اپنے عقیدے کو چھپا رکھا ہے اور جب کبھی اس کی بدعتیگی کی بدبوحسوس ہوتی تو سنی حضرات کہہ دیا کرتے تھے کہ ایسی باتیں نہ کرو تو زید جواب دیتا اور بڑے اچھوتے انداز میں اپنی صفائی پیش کرتا کہ تم لوگوں کو نہیں معلوم کہ میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ماننے والا ہوں جب یہ بات پڑے ٹکے لوگوں تک پہنچی تو زید سے سوال کیا گیا۔ زید اپنے کو حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مقلد بتا کر چھٹکارہ پاتا رہا لیکن زید کے نماز پڑھنے کے طریقے کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ زید شافعی مسلک کا ماننے والا نہیں ہے۔ بہر حال زید جب کبھی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے آتا تو موزن صاحب کے تکبیر پڑھنے کے وقت ٹہلتا رہتا شروع سے آخر تک جبکہ سنی حضرات ”حی علی الصلاة حی علی الفلاح“ میں کھڑے ہو کر جماعت میں شریک ہوتے ہیں اور نماز پوری کرتے ہیں۔ زید سینے کا بٹن کھولے اور آستین آدھی کلائی تک موڑے نماز ادا کرتا ہے اور رکوع سے کھڑے ہونے پر دونوں ہاتھ پھینکتا رہتا ہے۔ زید رمضان المبارک میں آٹھ رکعت تراویح کی نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے جبکہ سنی حضرات بیس رکعت تراویح کی نماز ادا کرتے ہیں۔

زید مزارات اولیاء اللہ کو مٹی کا ڈھیر بتاتا ہے۔ ان الفاظ میں ”کیا مٹی کے ڈھیراں اور کیا ہے بتاؤ۔“ زید اپنی نواسی کا رشتہ وہابی لڑکا سے پکا کر چکا ہے اور اپنے لڑکے کے لئے وہابی لڑکی تلاش کر رہا ہے جبکہ یہ علاقہ مسلک اعلیٰ حضرت کے ماننے والوں کا ہے۔ یہاں سنی کی دو مسجد ہے لیکن زید وہابی کی مسجد بنانے میں تعاون کی بات کر رہا ہے اور ایک سنی آدمی سے یہاں تک کہہ ڈالا کہ مجھے بولوں میں چند دنوں میں مسجد تعمیر کرا دوں گا جبکہ وہ لوگ سنی ہیں اور سنی مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اور جن وہابیوں کو سنی لوگوں نے اپنی جماعت سے نکالا ہے زید ان لوگوں کے ساتھ دکان میں بیٹھ کر چائے پیتا ہے منع کرنے سے کہتا ہے کہ کیا سنی اور کیا وہابی سب برابر ہیں۔ تا دیر زید کو سمجھایا گیا ایسا نہ کرو وہابی کے پاس نہ بیٹھو ایسے لوگ منافق کہے جاتے ہیں اور منافق جہنم میں جائے گا۔ وہابی مرتد کی بخشش نہیں ہوگی اور تم پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مرنے کے بعد کیا منہ دکھاؤ گے اور بد مذہب لوگوں سے تعلق رکھنے والے کو موت کے وقت ایمان نصیب نہیں ہوتا۔ اور بروز قیامت بد مذہبوں کا حشر ابو جہل، شیطان، فرعون اور نمرود کے ساتھ ہوگا۔

یہ علاقہ حضرت سیدی سہیلین رضا صاحب قبلہ کا ہے۔ یہاں کے لوگ مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق عقیدہ

رکھنے والے ہیں۔ وہابی بد مذہب سے سلام و کلام اور ان سے تعلقات رکھنا رشتہ داری کرنا ناجائز و حرام سمجھتے ہیں۔ زید کے نہ سمجھنے پر اہل سنت و جماعت کے لوگوں نے زید کو ایک سال کے لئے اپنی جماعت سے صیغہ بعد نماز جمعہ نکال دیا اور کہہ دیا کہ زید کا اپنا ایمان و عمل مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق بنالینے کے بعد غور و فکر کیا جائے گا۔ اور یہ بھی اعلان کر دیا گیا کہ زید کو خوشی و غم میں شریک کرنا یا زید کے خوشی و غم میں شریک ہونا زید کو مسجد میں آنا اور قبرستان میں جگہ دینا منع ہے۔ زید کو بکھرنے گیا رہو میں شریف کے فاتحہ کی شیرینی دیا نہیں کھا کر پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔ زید کے گھر کی عورتیں سینوں کی عورتوں کو فاتحہ کرنے پر طعنہ دیتی ہے۔ زید کی اکثر و بیشتر رشتہ داری وہابیوں سے ہے۔ زید ہمیشہ وہابی بد مذہب کی طرف داری کرتا ہے۔

(۱) زید کے ان حرکات و سکنات سے کیا پتہ چلتا ہے؟

(۲) زید بہتر فرقوں سے کس فرقے کا آدمی ہے؟

(۳) سنی یا وہابی؟ زید سنی ہے یا وہابی؟

(۴) زید کا ایمان و عمل مسلک اعلیٰ حضرت کے مطابق ہو جانے پر زید کو اہل سنت و الجماعت میں شامل کر لیا جائے یا نہیں؟

(۵) محمد دا عظم امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کا خلاصہ جناب مفتی جلال الدین احمد امجدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بد مذہبوں سے رشتے کے مطابق زید کے ایمان و عمل کو کئی برس تک پرکھا جائے یا نہیں کیونکہ اس سے پہلے ایسا ہو چکا ہے۔ ایک شخص وہابی تھا اس کے گھر کوئی بھی سنی رشتہ داری نہیں کرتے تھے وہ شخص جمعوت ڈھوگی بن کر توبہ کر لی۔ سینوں میں شامل ہو کر اپنے بچوں کی شادی بیاہ کرنے کے بعد پھر وہابی جماعت میں شامل ہو گیا کہیں زید بھی اس جیسا تو نہیں کرنا چاہ رہا ہے؟

(۶) زید کی طرف داری کرنے والے سنی مسلمان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سوال میں مذکور زید کی حرکات و سکنات واضح طور پر بتا رہی ہیں کہ زید سنی نہیں ہے بلکہ گمراہ بد مذہب اور فرقہ وہابیہ سے ہے اور حد درجہ کا شاطر و مکار ہے۔ سنی حضرات اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اور پھر جب وہ توبہ صادقہ سمجھ کر لے اور علماء اہل سنت کو اس کی حالت کے مکمل صحیح ہو جانے پر اطمینان ہو جائے تو جماعت اہل سنت میں شامل کر لیا جائے۔ اس سے پہلے مسلمان زید سے کسی طرح کا کوئی تعلق نہ رکھیں اگر جانتے ہوئے بھی کوئی مسلمان زید کی حمایت کرتا ہے تو وہ سخت مجرم و گنہگار اور مستحق ناروغضب جہاں ہے۔ مسلمان ایسے شخص کا بھی بائیکاٹ کر دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ عَادَ﴾

يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

وندے ماترم اور بھارت ماتا کی جے کہنا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم سورت، گجرات

ہندوستان میں ہندو سلطنت چل رہی ہے اس میں بہت سی سیاسی پارٹیاں ہیں جیسا کہ کانگریس پارٹی، بھارتیہ جنتا پارٹی، دشنو ہندو پریشد، بجرنگ دل وغیرہ پارٹی ہے۔ ہر پارٹی کا الگ الگ نشان ہے جیسا کہ کانگریس میں ترنگا، دوپٹہ گلے میں ڈالتے ہیں، بی جے پی میں کیسری کلر کا دوپٹہ گلے میں ڈالتے ہیں یا تو سر پر باندھتے ہیں اس بی جے پی میں اپنے کئی مسلم بھائی بھی جڑے ہوئے ہیں تو ان مسلم بھائیوں کو بھی کیسری کلر کا دوپٹہ گلے میں ڈالنا پڑتا ہے یا سر پر باندھنا پڑتا ہے اور پھر وندے ماترم، جے بھارت، ماتا وغیرہ بولنا پڑتا ہے جو بھی پارٹی ہو اس میں ہندو رسم و رواج اپنانا پڑتا ہے اور پھول، ہار سے ان ہندو عیتاؤں کو نوازا جاتا ہے۔ چاند کا ٹیکہ وغیرہ کروایا جاتا ہے تو اس میں شریک رہ کر یہ سب مسلم بھائیوں کے لئے کتنا ضروری ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

سوال میں مذکور سیاسی پارٹیوں میں سے بی جے پی، دشنو ہندو پریشد، بجرنگ دل کا حال سب کو معلوم ہے۔ یہ پارٹیاں اسلام دشمنی میں بدنام زمانہ ہیں۔ ان کے نظریات اور افعال و کردار سب اس بات پر کھلی شہادت ہیں کہ مسلمانوں کی جہادی و بربادی اور اسلام کا خاتمہ ان کے ناپاک منصوبوں میں ہے، اس لئے ایسی کسی بھی پارٹی میں مسلمانوں کی شرکت سخت حرام ہے اور ان کے علامتی رومال وغیرہ کو استعمال کر کے ان پارٹیوں میں ہونے کا اظہار بھی سخت گناہ ہے۔

رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”من کفر سواد قوم فهو منهم“ (۲)

پھر جب کوئی مسلمان اس میں شرکت کرے گا تو اس پارٹی کے تمام کالے کرتوتوں میں وہ بھی معاون ہوگا۔

(۱) سورة الانعام، آیت: ۶۸

(۲) کنز العمال، ج: ۱، ص: ۲۲

یہ الگ گناہ ہوگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۱)

اوروندے ماترم کہنا اور جے بھارت ماتا بولنا کفر ہے اور ہندو رسم و رواج کا اپنانا حرام حرام سخت حرام بلکہ مجکم فقہائے کرام کفر ہے۔ غمز عیون البصائر میں ہے:

”اتفق مشائخنا ان من رای امر الکفار حسنا فقد کفر“۔ (۲)

اور ہندو نیتاؤں کو ہار پھول چڑھانا ناجائز ہے کہ یہ ان کی تعظیم ہے اور مشرک کی تعظیم جائز نہیں۔ کتب فقہ میں کافر کی تعظیم کو صرف حرام ہی نہیں بلکہ کفر بتایا گیا ہے۔ چنانچہ در مختار میں ہے:

”لو سلم علی الذمی تبجیلاً یکفر لان تبجیل الکافر کفر“ (۳)

اور رہا نیکہ لگوانا تو یہ کھلا ہوا کفر ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قاضی بریلوی رضی اللہ عنہ رقمطراز ہیں:

”فتنہ“ کہ ماتھے پر لگایا جاتا ہے صرف شعار کفار نہیں بلکہ خاص شعار کفر بلکہ اس سے بھی اجنبی خاص طریقہ عبادت مہادیو وغیرہ اصنام سے ہے اس سے لگانے پر راضی ہونا کفر پر رضا ہے اور اپنے لئے ثبوت کفر پر رضا بالاجماع کفر ہے۔ مخ الروض الازہر میں ہے:

”من رضی بکفر نفسه فقد کفر ای اجماعاً و بکفر غیره اختلف المشائخ.“ (۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سوال میں ذکر کردہ بعض امور کا ارتکاب حرام و گناہ اور بعض کا کفر ہے۔ اگر کسی مسلمان نے ایسی حرکت کی تو اس پر توبہ و استغفار اور تجدید ایمان و نکاح ضروری ہے۔ اسی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ان کاموں کا کرنا ضروری نہیں بلکہ اس سب کو چھوڑنا ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۷/ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

(۱) سورة المائدہ، آیت: ۲

(۲) غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر، ج: ۱، ص: ۲۹۵

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۵، ص: ۲۶۵

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۱۵۰، ۱۵۱

ڈاکٹر طاہر القادری کے عقائد اور اس کا حکم

مسئلہ از: محمد آصف خان قادری گولہ بازار، خلیل آباد۔

کیا فرماتے ہیں حضرت مفتی صاحب قبلہ اس بارے میں کہ پاکستان کے ڈاکٹر طاہر القادری کے کیا نظریات ہیں اور ان پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ڈاکٹر طاہر القادری کی متعدد تحریرات اور بیانات کو خود فقیر نے پڑھا اور سنا خصوصاً ان کی کتاب ”فرقہ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہے“ از اوّل تا آخر دیکھا۔ آنجناب کی تحریر و تقریر کا حاصل یہ ہے کہ آج دنیا میں بنام مسلم جتنے مسلک و فرقے پائے جاتے ہیں خواہ وہ وہابی، دیوبندی اور رافضی کی شکل میں ہوں یا خارجی اور نیچری اور قادیانی کی صورت میں ہوں سب کے سب بنیادی عقائد میں ایک ہیں ان تمام فرقوں میں اور اہل سنت و جماعت میں عقائد کے اعتبار سے کوئی فرقہ نہیں ہے اور جو اختلافات ہیں بھی تو وہ صرف فروعی اور جزئی ہیں لہذا عقائد کو نشانہ بنا کر کسی فرقہ کی تذلیل و تکفیر تو کیا اس کی تنقید و تفسیق بھی درست نہیں ہے چنانچہ آنجناب لکھتے ہیں۔

”بھلا اللہ مسلمانوں کے تمام مسلک اور مکاتب فکر میں عقائد کے بارے میں کوئی بنیادی اختلاف موجود نہیں ہے۔ البتہ فروعی اختلافات صرف جزئیات اور تفصیلات کی حد تک ہیں جن کی نوعیت تعبیری اور تشریحی ہے اس لیے تبلیغی امور میں بنیادی عقائد کے دائرہ کو چھوڑ کر محض فروعیات و جزئیات میں الجھ جانا اور ان کی بنیاد پر دوسرے مسلک کو تنقید و تفسیق کا نشانہ بنانا کسی طرح دانشمندی اور قرین انصاف نہیں“ (۱)

بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اہل ایمان ہیں ان کو کفار میں شامل کرنا غلط ہے جیسا کہ آنجناب کی تقریر سی ڈی وغیرہ میں موجود ہے جسے فقیر نے خود سنا ہے۔

ڈاکٹر مذکور کا مندرجہ بالا نظریہ قرآن و حدیث اور ارشادات آئمہ دین کے سراسر خلاف ہے کیونکہ وہابیوں اور دیوبندیوں کے کفر و ارتداد پر علماء حرمین کے علاوہ سیکڑوں علماء ہند و سندھ متفق ہیں حتیٰ کہ دیوبندیوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہونے کے بعد ان کے کفر میں شک کرنے والے کو بھی کافر قرار دیا ہے یونہی قادیانیوں اور رافضیوں کا حال ہے چنانچہ قادیانیوں کے کافر ہونے پر پورا عالم اسلام متفق ہے اور رافضیوں کے متعلق فتاویٰ مالگیری میں ہے۔

”هو لاء القوم غار جنون عن ملة الاسلام واحكامهم احكام المرتدين“

(۱) لفظ پرستی کا خاتمہ کیوں کر ممکن ہو، ص: ۶۵

یعنی یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے احکام مرتدین کے احکام ہیں (۱)
اور فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

”اور ان کا فرمودہ ہونا عامۃ کتب معتمدہ خلاصہ وفتح القدیر وظہیریہ وعالمگیری
وردالمحتار وعقود الدریۃ وبحرالرائق ونہر الفائق وتبیین الحقائق وبدائع وبزازیہ وبرجنیدی
وانقرویہ وواقعات المفتین واشباہ ومجمع الانہرو وطحاوی علی الدر ونمنیہ ونظم الفرائد
وبرہان شرح مواہب الرحمن وتیسیر المقاصد وشرح وہابیہ ومغنی المستفتی وتنویر
الابصار ومنح الغفار واصول امام شمس الانبہہ وکشف البزدوی وشفا شریف وروضۃ امام
نووی واعلام امام ابن حجر وکتاب الانوار وشرح عقائد ومنح الروض وفواتح الرحموت
وارشاد الساری وفتاویٰ علامہ مفتی ابو سبعود وعلامہ نوح آفندی وشیخ الاسلام عبداللہ
آفندی واحمد مصری علی مرقی الفلاح وشبلی علی نریلعی وغیرہا سے ثابت وروشن ہے۔“ (۲)
جب کہ ڈاکٹر طاہر القادری ان تمام فرقوں کو اور اہل سنت وجماعت کو ایک مانتے ہیں اس کا واضح مطلب
ہے کہ آنجناب کے نزدیک ایمان وکفر حق اور باطل سنی اور غیر سنی سب ایک ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

اسی طرح ان کا یہ نظریہ کہ یہود و نصاریٰ اہل ایمان ہیں ان کو کفار میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ کھلم کھلا قرآن
کی تکذیب اور اس کا انکار ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي
نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ﴾ (۳) یعنی بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی
آگ میں ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں اور ارشاد فرماتا ہے: ﴿هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ
كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ﴾ (۴) یعنی وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے
گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لئے اور ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ
وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ﴾ (۵) کتابی کافر و مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے
پاس روشن دلیل نہ آئے۔

ان آیات طیبہ کے علاوہ اور بھی متعدد آیات کریمہ ہیں جن میں صاف طور سے اہل کتاب کو کافر کہا گیا ہے

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۲، ص: ۲۶۳

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۱۳، ص: ۲۴۶

(۳) سورۃ البینۃ، آیت: ۶

(۴) سورۃ الحشر، آیت: ۲

(۵) سورۃ البینۃ آیت: ۱

لہذا ڈاکٹر طاہر القادری نے اہل کتاب کو کافر نہ مان کر قرآن کریم کا صریح انکار کیا۔

یہ اس کا کھلا ہوا کفر ہے چنانچہ ہذا شریف میں ہے ”الا جماع علی کفر من لم یکفر احد امن النصاری والیہود وکل من فارق دین المسلمین او وقف فی تکفیر ہم او شک“ (۱)
الحاصل طاہر القادری اپنے اقوال و افعال کی بنا پر اسلام سے خارج اور کافر و بے دین ہے اس کی تقریر و تحریر کا پڑھنا اور سننا ناجائز ہے ڈاکٹر مذکور کے متعلق علماء پاکستان خصوصاً حضرت علامہ قاری محبوب رضا قادری صاحب سابق مفتی دارالعلوم امجدیہ کراچی نے بہت پہلے فرمایا ہے کہ وہ گمراہ گمراہ گر ہے اور بظاہر حکم کفر و ارتداد سے بھی کوئی مانع نظر نہیں آتا ہے۔ حضرت علامہ نے ڈاکٹر طاہر القادری کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ بلاشبہ حق و صواب اور مطابق حکم شرع ہے۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربی جل مجدہ وهو تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ جمد اشائی ہستی

۳۰ ربیع الاول شریف ۱۴۳۳ھ

محمد شفیق الرحمن غفری عنہ کمال احمد

طاہر القادری کی طرف منسوب تحریر اگر واقعی ان کی ہے تو یہ فتویٰ درست اور نہایت ضروری کام ہے۔

محمد سعید نورانی

دارالعلوم مدینۃ العربیہ دوست پور سلطانپور

۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۳ھ

مذاق کے طور پر مسائل بیان کر کے ہنسنا کھیلنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مزل حسین رضوی، بنگلور، کرناٹک۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

ایک شخص کرسی پر خطبہ کی نقل اتارتے ہوئے بطور مذاق کچھ مسائل بیان کرتا ہے اور سامنے چند حضرات اس

پر ہنستے اور مذاق اڑاتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب بعون الملک الوہاب:

اس طرح کرنا علم و علما اور شریعت کے مسائل کا مذاق اڑانا ہے اور یہ کفر ہے البحر الرائق میں ہے۔

”و یکفر بجلوسه علی مکان مرتفع والتشبه بالمدکرین ومع جماعة یستلون منه المسائل ویضحکون منه ثم یضربونه بالمحراق وکذا یکفر الجميع لاستغفاهم بالشرع“ (۱)
اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”رجل یجلس علی مکان مرتفع یسالون منه مسائل بطریق الاستهزاء ثم یضربونه بالوسائد وهم یضحکون یکفرون جميعا“ (۲)

لہذا جو شخص بطور ہنسی مذاق علما کی نقل کرتے ہوئے مسائل بیان کرتا ہے اور جو لوگ اس پر ہنستے اور خوش ہوتے ہیں ان پر فرض ہے کہ فوراً توبہ واستغفار کریں تجدید ایمان و نکاح کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاد درس دارالعلوم علمیہ جہاد شاہی ہستی

مردہ جلانے کو دفن کرنے سے بہتر بتانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد سلیم قادری، بردھیا بازار، خلیل آباد
حضور قاضی شریعت ضلع سنّت کبیر و مفتی علمیہ اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائیں کہ ایک مسلمان نے چند ہندوؤں سے کہا کہ تمہارے یہاں ہی ٹھیک ہے کہ مردوں کو جلادیا جاتا ہے ہم لوگ کے یہاں کتنی جمنجھٹ ہے۔ ایسا کہنا کیا ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب: بعون الملک الوہاب جو کام اور رسم و رواج کافروں کے ساتھ خاص ہو اسے اچھا جاننا اور اچھا کہنا باتفاق ائمہ دین کفر ہے غرضیون البصائر میں ہے۔
”اتفق مشائخنا ان من رأى امر الکفار حسناً فقد کفر“ (۳)
البحر الرائق میں ہے۔

”یکفر بتحسین امر الکفار اتفاقاً حتی قالوا لو قال ترک الکلام عند اکل الطعام من

(۱) البحر الرائق ج: ۵، ص: ۲۰۷، کتاب السیر

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۲، ص: ۲۷۰، کتاب السیر

(۳) غرضیون البصائر مع الاشباہ والنظائر ج: ۲، ص: ۲۰۳

المجوس حسن او ترک المضاجعة حالة المحيض منهم حسن فهو كافر“ (۱)
فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

”جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے غزعیون البصائر میں ہے۔ من استحسن

فعلا من العال الکفار کفر باتفاق المشائخ“ (۲)

ان ارشادات کا حاصل یہی ہے کہ کافروں کے کاموں کی تعریف و تحسین اور ان کے مخصوص رسم و رواج کو اچھا کہنا کفر ہے لہذا جس مسلمان نے سوال میں مذکور بات کہی اس پر فرض ہے کہ ایسی بات سے توبہ کرے پھر سے کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان کرے اور اگر بیوی والا ہو تو تجدید نکاح بھی کرے کیونکہ اس نے کافروں کی ایک مذہبی رسم مردہ جلانے کو ٹھیک بتایا اور حکم شریعت کا استہزاء بھی کیا (معاذ اللہ رب العالمین) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جہد اشاہی، بستی

اہل قبلہ کی تعریف اور ان کی تکفیر کا بیان

مسئلہ از: نور محمد نوری، الہ آباد، یوپی

حضرت مفتی صاحب قبلہ کی خدمت میں عرض ہے کہ آج کل بعض حضرات یہ مسئلہ بتاتے پھر رہے ہیں کہ جو اہل قبلہ ہیں ان میں کسی کی تکفیر جائز نہیں ہے اس لیے وہ لوگ وہابیوں، دیوبندیوں کی اقتدا بھی کرتے ہیں اور ان کی تکفیر سے منع کرتے ہیں آپ ارشاد فرمائیں کہ اہل قبلہ کون ہیں اور ان کی تکفیر کا کیا حکم ہے۔

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب بعون الملک الوہاب:

اعوذ بک من همزات الشیطن واعوذ بک من ان یحضرون ومن کل ہامة ولامۃ

وخناس یوسوس فی صدور الناس۔

یہ امر بہت مشہور و معروف ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے کتب عقائد و فقہ میں متعدد مقامات پر اس کی تصریح ہے بعض حضرات اپنی ناواقفیت کی بنا پر یہ کہتے ہیں کہ جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اس کا فرمت کہو کیونکہ وہ اہل قبلہ ہے اور آج کل بے دینی پھیلانے اور صلح کلیت کا زہر پلانے والے کچھ گمراہ پیر اور نام نہاد

(۱) البحر الرائق، ج: ۵، ص: ۲۰۸

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۱۲۵

مولوی بھی اسی بات کی تشہیر کر رہے ہیں اور لوگوں کو گمراہ و صلح کلی بنانے میں لگے ہوئے ہیں ان صاحبان جبہ دستار کے فریب میں آکر نامعلوم کتنے لوگ اپنا ایمان برباد کر چکے ہیں کھلم کھلا وہابیہ دیاہنہ کی اقتدا کر رہے ہیں روافض سے نکاح و بیاہ کر رہے ہیں اور جہنم میں جانے کا سامان فراہم کر رہے ہیں ان جاہل پیروں اور ان کے گمراہ مریدوں اور حاشیہ نشینوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہر کلمہ گواہل قبلہ ہے لہذا اس کی تکفیر درست نہیں ہے بلکہ بعض جاہلوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے وہ کیسا ہی عقیدہ کیوں نہ رکھتا ہو ہم اسے کافر نہیں کہہ سکتے ہیں اگر ان مدعیان علم کی یہ بات صحیح ہو تو ابو جہل کو بھی اہل قبلہ کہنا ہوگا کیونکہ وہ بھی کعبہ مقدسہ کا طواف بہ نیت عبادت صحیح سمجھتا تھا اور اسے قبلہ مانتا تھا یونہی قادیانی جو تمام مکتبہ فکر حتی کہ دیوبندیوں کے نزدیک بھی کافر ہیں کافر نہیں کہے جاسکتے ہیں کہ وہ بھی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں ہمارا ذبیحہ کھاتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

واقعہ یہ ہے کہ یہاں اہل قبلہ کا لغوی معنی یعنی قبلہ والے مراد نہیں ہے بلکہ فقہاء و متکلمین کی ایک خاص اصطلاح ہے جس کا معنی یہ ہے کہ جو تمام ضروریات دین اور اسلام کے قطعی و یقینی امور پر یقین و ایمان رکھتے ہوں اور انہیں دل سے تسلیم کرتے ہوں اور دین کی کسی بھی ضروری بات کے منکر نہ ہوں وہ اہل قبلہ ہیں چنانچہ فقہ حنفی کے عظیم شہناور اور جلیل القدر محدث و متکلم علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری ارشاد فرماتے ہیں۔

”اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروریات الدین“ (۱)

علامہ عبدالعزیز فرہاروی شرح عقائد کی شرح میں رقمطراز ہیں۔

اهل القبلة فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین“ (۲)

ان عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ اہل قبلہ وہ ہیں جو ضروریات دین کی تصدیق کرتے ہوں۔

اگر کوئی شخص نماز و روزہ تو کرتا ہے بلکہ صائم الدہر اور قائم اللیل ہے مگر کسی ایک امر ضروری دینی کا منکر ہے وہ

اہل قبلہ نہیں ہے بلکہ کافر و بے دین ہے چنانچہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری فرماتے ہیں۔

”لمن واطب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم انفسی الحشر

او نفی علمه سبحانه وتعالى بالجزئیات لا یكون من اهل القبلة“ (۳)

یعنی پس جو شخص تمام عمر طاعت و عبادات کا پابند ہونے کے باوجود قدم عالم اور نفی حشر یا اللہ تعالیٰ کے عدم علم

(۱) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۸۹

(۲) النبراس، ص: ۳۲۲

(۳) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۸۹

بالجزئیات کا معتقد ہو وہ اہل قبلہ نہیں ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اهل القبلة“ (۱) فتح

المغیث شرح الفیہ الحدیث میں ہے۔ اذ لا نکفر احد امن اهل القبلة الا بانکار قطعی من الشریعة“ (۲)

ان عبارات کا معنی یہی ہے کہ جو شخص ضروریات دین کا منکر ہو اس کی تکفیر ہوگی اگرچہ وہ اہل قبلہ سے ہو۔ رہا ائمہ دین کا یہ ارشاد کہ اہل قبلہ کی تکفیر ممنوع ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خارجیوں کی طرح گناہ کبیرہ اور محرمات کے ارتکاب پر ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اہل قبلہ اگر ضروریات دین میں سے کسی امر کا انکار کریں تو بھی ان کی تکفیر نہ کی جائے علامہ عبدالعزیز فرہاروی تحریر فرماتے ہیں۔

”و معنی عدم تکفیر اهل القبلة ان لا یکفر بارتکاب المعاصی ولا بانکار الامور الخفیة

غیر المشہورة“ (۳)

یعنی فقہانے جو یہ کہا کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ معاصی کے ارتکاب کی بنا پر اور اسلام کے غیر مشہور اور مخفی امور کے انکار کی وجہ سے کافر نہ کہا جائے۔

فقہ فقید الشال متکلم جلیل الشان مجدد دین و ملت سیدنا امام احمد رضا قادری رضی عنہ ربہ القوی اہل قبلہ کی تکفیر پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اصل بات یہ ہے کہ اصطلاح ائمہ میں اہل قبلہ وہ ہے کہ تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہو ان میں سے ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً یقیناً جماعاً کافر مرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر کہے خود کافر ہے شرح فقہ اکبر میں ہے فی المواقف لا یکفر اهل القبلة الا فیما فیہ انکار ما علم مجیئہ بالضرورة او المجمع علیہ کا استحلال المحرمات ۵۱“ (۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا ہے اور کسی امر دینی ضروری کا منکر نہیں ہے وہ اہل قبلہ ہے اور جب تک اس میں کفر کی کوئی علامت و نشانی نہ پائی جائے اور کوئی بات موجب کفر اس سے صادر نہ ہو محض فعل حرام کے ارتکاب پر اس کی تکفیر نہیں کی جاسکتی ہے۔

(۱) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۲۷۷

(۲) فتح المغیث شرح الفیہ الحدیث، ص: ۱۴۲

(۳) النبراس، ص: ۳۴۲

(۴) تمہید ایمان، ص: ۳۱

لیکن وہابیہ و دیانہ اہل قبلہ ہیں ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین کے منکر اور اللہ و رسول کے گستاخ ہیں۔ چنانچہ ضروریات دین سے ہے کہ سرکارِ دو عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مانا جائے مگر دیوبندیوں کے پیشوا مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا ہے کہ

”عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدیم یا تاخر میں بالذات کچھ فضیلت نہیں“ (۱)

اور لکھا کہ:

”بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے“ (۲)

پھر آگے لکھا:

”بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائے کہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے“ (۳)

ان عبارات میں خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء کا صریح انکار ہے جب کہ بے شمار احادیث طیبہ میں یہی معنی مذکور ہے اور سلف سے خلف تک یہی معنی مراد لیتے رہے لہذا اس معنی کا انکار ایک امر ضروری دینی کا انکار ہے جو کفر ہے اسی بنا پر عرب و عجم کے سیکڑوں علما نے مولوی قاسم کی تکفیر فرمائی ہے۔

یونہی نبی کی تعظیم و توقیر ضروریات دین سے ہے اور ان کی توہین و تنقیص کفر ہے جب کہ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کی توہین کرتے ہوئے یوں لکھا۔

”بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے“ (۴)

اس طرح کی اور بہت کفری باتیں وہابیوں دیوبندیوں نے لکھی کہی اور چھاپی ہیں جن کی بنا پر دیوبندی عقائد والے کافر و مرتد اور اسلام سے خارج ہیں حتیٰ کہ علمائے حرین طیبین نے فرمایا۔

”من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر“ یعنی جو دیوبندی مذکورہ مولویوں کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے تفصیل کے لیے علمائے اہلسنت کے فتاویٰ اور کتب خاص کر حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ دیکھیں۔

(۱) تحذیر الناس ص: ۳۰

(۲) تحذیر الناس ص: ۱۶

(۳) تحذیر الناس ص: ۳۳

(۴) حفظ الایمان ص: ۸

ہیں تفصیل سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جان بوجھ کر وہابیوں دیوبندیوں کو مسلمان سمجھتے ہیں ان کی اقتدا کرتے ہیں ان کو کافر کہنے سے روکتے ہیں وہ یا تو خود وہابی دیوبندی ہیں یا صلح کلی اور گمراہ و بددین ہیں مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے بچنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری
کتبہ: محمد اختر حسین قادری
خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمیہ جمہوریہ اشاہی بستی

یہود و نصاریٰ کفار ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد یس انجینئر، بیہونڈی، مہاراشٹر
حضور محقق عصر مفتی اہل سنت اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ:
یہود و نصاریٰ کافر ہیں یا نہیں اگر کوئی ان کو کافر نہ مانے تو اس کا کیا حکم ہے؟
باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب بعون الملک الوہاب:

یہود و نصاریٰ یقیناً کافر ہیں متعدد آیات قرآنیہ اور تصریحات ائمہ اس پر شاہد عدل ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

”لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ“ (۱)
یعنی بے شک وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہے۔
اور فرماتا ہے۔

”إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ لَفِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ“ (۲)

یعنی بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔
اور فرماتا ہے۔

(۱) سورة المائدة آیت: ۷۲

(۲) سورة البقرة آیت: ۶

”هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ“ (۱)

یعنی وہی ہے جس نے ان کافر کتابیوں کو ان کے گھروں سے نکالا ان کے پہلے حشر کے لیے۔

ان آیات کریمہ کے علاوہ اور بھی بکثرت آیات میں صاف اور صریح طور پر اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو کافر فرمایا گیا ہے لہذا یہود و نصاریٰ بلاشبہ کافر ہیں اور جو ان کو کافر نہ مانے وہ باجماع ائمہ خود کافر ہے علامہ اجل امام قاضی عیاض قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

”الاجماع علی کفر من لم یکفر احدا من النصارى واليهود وکل من فارق دین

المسلمین او وقف فی تکفیر ہم او شک“ (۲)

یعنی جو شخص یہود و نصاریٰ اور دین اسلام سے جدا ہونے والے کو کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک کرے اس شخص کے کافر ہونے پر اجماع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ جمد اشانی، بستی

وہابی دیوبندی کی جانچ اور تحقیق کا کیا طریقہ ہے؟

مسئلہ از: ابو محمد، غلیل آباد۔

کیا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت کہ کسی مشکوک شخص کے بارے میں یہ تحقیق کیسے کی جائے کہ وہ سنی ہے یا وہابی دیوبندی ہے کیونکہ بہت سے لوگ وہابی جانے جاتے ہیں مگر جب ان سے پوچھا جائے تو اپنے کو سنی بناتے ہیں۔

باسمہ تعالیٰ وتقدس

الجواب بعون الملک الوہاب:

وہابی بہت مکار اور فریبی قوم ہے اس کے مذہب اور دین دھرم کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے جس طرح کے حالات ہوتے ہیں یہ قوم اسی طرح کا عقیدہ بنالیتی ہے جس کا مشاہدہ اور تجربہ ہے لہذا کسی مشکوک شخص کو جانچنے اور اس کی وہابیت و دیوبندیت کی تحقیق کے لیے معتبر عالم دین کا سہارا لیا جائے وہ عالم یا پھر وہابی عقائد سے واقف ذمہ دار سنی حضرات اس سے وہابیوں، دیوبندیوں کے پیشواؤں کے متعلق پوچھیں کہ تو اسماعیل دہلوی، نذیر حسین دہلوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، اشرف علی تھانوی، غلیل احمد بنیغوی اور ان کی کتابوں تقویت الایمان، معیاد الحق، براہین

(۱) سورة الحشر آیت: ۲

(۲) الشفا بعریف حقوق المصطفیٰ ج: ۲، ص: ۲۴۴

قاطعہ، تحذیر الناس، حفظ الایمان اور ہشتی زیور وغیرہ کو کیسا جانتا ہے اور ”فتاویٰ حسام الحرمین“ کو مانتا ہے یا نہیں اگر صاف صاف کہہ دے کہ یہ لوگ بے دین اور گمراہ ہیں اور مذکورہ کتب وہابیہ کفر و ضلالت سے بھری ہیں اور فتاویٰ حسام الحرمین برحق ہے تو ظاہر یہی ہے کہ وہ سنی ہے وہابی نہیں ہے اور اگر ان مولویوں کے متعلق صفائی دے یا ان کے بارے میں حکم شرع تسلیم کرنے سے حیلہ و حوالہ سے کام لے تو سنی نہیں ہے۔

اس کے علاوہ علمائے اہل سنت نے سنی ہونے کی ایک اور پہچان یہ بتائی ہے کہ اگر آدمی امام اہل سنت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت عظیم البرکت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت کرتا ہے تو سنی ہے اور اگر ان سے بغض رکھتا ہے تو سنی نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ جہد اشاعتی، بستی

کیا عام دیوبندی وہابی بھی کافر ہیں

مسئلہ از: محمد ملک النظر برکاتی، مکرم ڈیہ ضلع بانک، بہار

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مسئلہ ذیل میں زید جو کہ جامع مسجد کا امام ہے وہ سنی، دیوبندی اور وہابی سب کا نکاح و جنازہ پڑھاتا ہے گاؤں والوں کے اعتراض کرنے پر وہ اس طرح جواب دیتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے جن علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیا ان کو جو کافر نہ مانے وہ کافر ہے لہذا عوام جو اپنے آپ کو دیوبندی بتاتے ہیں نہ تو انہیں ان دیوبندی عالموں کے عقائد مذمومہ کے بارے میں کچھ معلوم اور نہ ہی انہیں اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ کے متعلق کچھ معلوم جو علمائے دیوبند کے متعلق ہیں اس لیے یہ لوگ کافر نہیں، اور جب یہ لوگ کافر نہیں تو ان کا نکاح و جنازہ پڑھانے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۱) اب جواب طلب امر یہ ہے کہ زید کا دیوبندی اور وہابی کا نکاح و جنازہ پڑھانا کیسا ہے؟

(۲) اور اعتراض پر مذکورہ جواب دینا کیسا؟

(۳) زید کے پیچھے نماز پڑھنا اور وعظ و نصیحت سننا کیسا نیز زید کے متعلق حکم شرع کیسا ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہو۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دیوبندی وہابی تین طرح کے ہیں (اول) وہ مولوی جنہوں نے اللہ جل جلالہ اور رحمت عالم حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیائے کرام کی شان میں گستاخیاں لکھیں اور چھاپیں اور باوجود تنبیہ اور مطالبہ

اپنے کفر سے توبہ نہ کی بلکہ ضد اور ہٹ دھرمی دکھائی اور اپنی گستاخیوں پر جبر ہے یہ مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم نانوتوی خلیل احمد انیسٹھوی اور مولوی اشرف علی ہیں جن کے عقائد کفریہ مندرجہ براہین قاطعہ، تحذیر الناس، حفظ الایمان کی بنا پر ان طواغیت اربعہ کو کافر و مرتد فرمایا گیا اور سیکڑوں علمائے عرب و عجم اور مفتیان ہند و سندھ نے ان کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ دیا اور فرمایا کہ ”من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفرہ“ یعنی جو ان کے عقائد کفریہ کو جان کر ان کے عذاب و کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے اس کی تفصیل ”فتاویٰ حسام الحرمین“ الصوارم الہندیہ“ اور فتاویٰ رضویہ ششم میں دیکھی جاسکتی ہے (دوم) وہ دیوبندی جنہوں نے گستاخانہ عبارتیں تو نہ لکھیں مگر ان مذکورہ مولویوں کے عقائد کفریہ کو جانتے ہوئے ان کو مسلمان اور اپنا مذہب پیشو امانتے ہیں بلکہ ان کے دفاع میں بحث و مناظرہ کرتے ہیں اور تحریر و تقریر سے ان کی حمایت کرتے ہیں یہ لوگ بحکم ”الرضا بالكفر کفر“ (۱) اور ”من شک فی کفرہ و عذابہ“ کافر و مرتد اور انہیں کے حکم میں ہیں۔

(سوم) وہ دیوبندی وہابی جو ان مولویوں کے گستاخانہ کلمات اور کفری عبارت سے واقف نہیں ہیں۔ مگر اہل سنت و جماعت کو شرک و بدعت میں مبتلا جانتے ہیں اور معمولات اہل سنت میں سے بہت امور کو شرک و بدعت کہتے ہیں اور مانتے ہیں یہ لوگ بھی بحکم فقہائے کرام کافر ہیں کیونکہ اہل سنت کو شرک بدعتی سمجھنے کی وجہ سے خود ان پر حکم کفر لازم آتا ہے حدیث شریف میں ہے۔ ”من دعار جلا بالكفر او قال عدو اللہ و لیس کذا لک الاحار علیہ“ (۲) یعنی جس نے کسی مسلمان کو کافر یا اللہ کا دشمن کہا حالانکہ وہ شخص ایسا نہیں ہے تو یہ اسی کی طرف لوٹے گا۔ اس تفصیل کے پیش نظر پہلی اور دوسری نوع کے وہابی دیوبندی باتفاق فقہاء و متکلمین کافر و مرتد اور بے دین ہیں اور تیسری نوع کے وہابی دیوبندی کفریات لزومیہ کے سبب بحکم فقہائے کرام کافر و مرتد ہیں اور بحکم متکلمین عظام گمراہ و بد مذہب ہیں اور نکاح و نماز جنازہ کا جواز و عدم جواز کلامی مسئلہ نہیں بلکہ فقہی مسئلہ ہے تو اب فقہائے کرام کے اعتبار سے کسی وہابی دیوبندی کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ولا يجوز للمرتد ان يتزوج مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذا لک لا يجوز النكاح المرتدة مع احد“ (۳) اور کسی وہابی دیوبندی کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے ”ولا

(۱) الفتاویٰ الخالیہ مع العالمگیریہ، ج: ۳، ص: ۵۷۳

(۲) الصحيح لمسلم كتاب الايمان، ج: ۱، ص: ۵۷

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۲۸۲

تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ (۱) اس کے تحت تفسیرات احمدیہ میں ہے ”ہذا ہی الآیۃ التي استدلل بها على ان الصلاة على الكافر لا يجوز بحال“ (۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ”لا تساکحوهم ولا تصلوا علیہم ولا تصلوا معهم“ (۳) یعنی بد مذہبوں سے نکاح نہ کرو ان کی نماز جنازہ نہ پڑھو ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ غور کریں جب بد مذہب کا یہ حکم ہے تو کافر و مرتد کا کیا حکم ہوگا حاصل کلام یہ ہے کہ زید کا وہابی دیوبندی کا نکاح و نماز جنازہ پڑھنا حرام و گناہ ہے اور اعتراض کرنے پر سوال میں مذکور جواب دینا سراسر جہالت و گمراہی اور مسائل شرعیہ سے بے علمی ہے اسے مسائل شرعیہ سے آگاہ کر دیا جائے اگر مان لے تو ٹھیک ورنہ اس کی اقتداء میں نماز نہ پڑھی جائے اس کی تقریر نہ سنی جائے اس سے تعلقات نہ رکھے جائیں کہ وہ کم از کم گمراہ و بد مذہب ہے اور حد درجہ کما کر صلح کلی اور دشمن اہل سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جمہ اشاہی ہستی

کیا کفر فقہی کے مرتکب کو کافر اورائرہ اسلام سے خارج کہا جاسکتا ہے

مسئلہ از: محمد محسن رضوی جہانی۔

کیا فرماتے ہیں حضور مفتی صاحب قبلہ اس مسئلہ میں کہ

ایک کتاب بنام ”تکفیر مسلم پر تحقیقی نظر“ دیکھی جس میں لکھا ہوا ہے۔

”کفر فقہی میں قائل کو ہرگز یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا یا کافر و مرتد ہو گیا“ (صفحہ: ۵)

آپ سے دریافت طلب یہ ہے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ کفر فقہی کے مرتکب کو ہرگز کافر اورائرہ اسلام سے خارج

نہیں کہا جاسکتا ہے۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کفر فقہی کا معنی یہ ہے کہ آدمی نے جو قول یا فعل کیا بظاہر کفر ہے مگر تاویل قریب یا بعید کی گنجائش کی بنا پر کفر نہ

ہو بلطف و دیگر جس قول یا فعل میں لزوم کفر ہو التزام کفر نہ ہو۔ جمہور فقہاء لزوم کفر اور التزام کفر دونوں صورت میں حکم کفر

(۱) سورة التوبه آیت: ۸۳

(۲) التفسیرات الاحمدیہ، ص: ۴۴۵

(۳) المستدرک للحاکم، ج ۳، ص: ۶۳۲

دیتے ہیں اور قائل کو کافر اور دائرہ اسلام سے باہر مانتے ہیں سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

”انکار دو طرح ہوتا ہے لزومی و التزائی، التزائی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شئی کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے، جیسے طائفہ تائفہ نیا چہ کا وجود ملک و جن کا انکار کرنا اور لزومی یہ کہ جو بات اس نے کبھی عین کفر نہیں مگر منکر بکفر ہوتی ہے یعنی مالِ سخن و لازم حکم کو ترتیب مقدمات و تنہیم تقریبات کرتے چلے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دینی کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافت حقہ راشدہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر و امیر المومنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انکار کرنا اس قسم کے کفر میں علما اہلسنت مختلف ہو گئے جنہوں نے مالِ مقال و لازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا“ (۱)

حضور مفتی اعظم ہند تحریر فرماتے ہیں۔

”جمہور فقہاء کے نزدیک اکفار متہین کافی عامہ حنفیہ و مالکیہ و حنبلیہ اور بہت شافعیہ کا یہی مسلک اور اکثر متکلمین و فقہائے محققین حنفیہ و غیر ہم شارط تعیین لاجرم تاویل صحیح اگرچہ کتنی ہی بعید ہو متکلمین قبول کریں گے لیکن علمہ فقہاء کے یہاں اس کا وہی حکم مثل طلاق صریح ہے کہ معنی ظاہر پر عمل اور احتمال بعیدنا مقبیل۔ (۲)

مذکورہ مسئلہ کو شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی صاحب علیہ الرحمہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

”کلمات اور افعال دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کفر میں متہین جن میں کوئی پہلو قریب یا بعید اسلام کا نہیں دوسرے وہ جن کا ظاہر کفر۔ اگرچہ کسی تاویل بعید سے وہ کفر نہ ہو جمہور فقہاء ثانی صورت پر حکم کفر دیتے ہیں محققین فقہاء اور متکلمین ایسی صورت میں کف لسان کرتے ہیں“ (۳)

ان عبارات سے مثل آفتاب روشن ہے کہ کفر دو طرح کا ہے ایک لزومی دوسرا التزائی لزومی کو کفر فقہی اور التزائی کو کفر کلامی بھی کہا جاسکتا ہے، سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے کفر کلامی کی مثال میں وجود ملک و جن کا انکار کرنا لکھا اور کفر فقہی کی مثال میں رافضیوں کا خلافت شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انکار کرنا تحریر فرمایا ہے۔

اور بے شمار کتب فقہ و کلام اور اسفار معتمدہ میں خلافت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منکر کو کافر فرمایا گیا ہے بلکہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے منکر کو بھی کافر لکھا ہے چنانچہ غزلہ المتعین میں ہے۔

(۱) الفعاری الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۲۶۲

(۲) فعاری ملعی اعظم، ج: ۷، ص: ۶۵، ۶۴

(۳) فعاری شارح بخاری، ج: ۲، ص: ۵۳۵

”الررضی ان فضل علیا علی غیرہ فهو مبذع ولو انکر خلافة الصدیق رضی اللہ عنہ

فهو کافر“ (۱)

یعنی راضی اگر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سارے صحابہ سے افضل جانے تو گمراہ بدعتی ہے اور اگر خلافت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔
حاشیہ شلمی میں ہے۔

”ان انکر خلافة الصدیق او عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فهو کافر“ (۲)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

”من انکر خلافة ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فهو کافر فی الصحیح و من انکر خلافة

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فهو کافر فی الاصح“ (۳)

البحر الرائق میں ہے۔

”یکفر بانکاره امامه ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الاصح کا نکارہ خلافة عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی الاصح“ (۴)

مجمع الانهر میں ہے:

”وان انکر خلافة الصدیق فهو کافر“ (۵)

اس تفصیل سے سورج کی طرح یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ جو مرتکب کفر فقہی ہو اسے دائرہ اسلام سے خارج اور

کافر کہنا درست ہے اب آخر میں مصنف کتاب مذکور کے مربی خاص شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی کچھ چشم کشا عبارات پیش کی جاتی ہیں آپ سے سوال ہوا ”اگر زید ایسے قول مذکور کی رو سے صرف کفر فقہی کا مرتکب تھا تو اس کو کفر فقہی کی قید کے بغیر فلاں کتب کی رو سے کافر کہنا درست تھا یا نہیں؟“

آپ نے جواب فرمایا

”درست تھا واللہ تعالیٰ اعلم“ (۶)

(۱) عزالة الملحقین ج: ۱، ص: ۲۸

(۲) حاشیہ الشلمی علی التبین ج: ۱، ص: ۱۳۵

(۳) الفتاویٰ البزازیة علی الہندیة ج: ۶، ص: ۳۱۸

(۴) البحر الرائق ج: ۵، ص: ۱۲۱

(۵) مجمع الانهر ج: ۱، ص: ۱۰۸

(۶) الفتاویٰ شارح بخاری ج: ۲، ص: ۴۲۸

کسی نے پوچھا

”زید نے ابھی حالیہ الیکشن میں جے بیہیم کا نعرہ لگایا زید از روئے شرع مسلمان رہا یا نہیں؟“

آپ نے لکھا:

”جے بیہیم کا نعرہ لگانا کفر ہے اور لگانے والا کافر“ (۱)

کسی نے پوچھا

”نذیر عالم دین ہے انہوں نے اختلافی کتاب کے بحث کے دوران یہ فحش گالی دی“

آپ نے جواب دیا

”ان اختلافی کتابوں میں اگر اہل سنت کی بھی کوئی کتاب تھی تو زید کافر و مرتد ہو گیا اسلام سے خارج

ہو گیا۔“ (۲)

کسی نے سوال کیا

”کوئی کہتا ہے کہ گدر گڈھ کی دیوی کی جے تو کوئی بولتا ہے کہ بوڑھا دیو کی جے“

اس کا جواب تحریر فرمایا

ہندو دیوتاؤں کی جے پکاروانا کفر اس لیے جو اعلیٰ مسلمان نہ رہا اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد

ہو گیا۔“ (۳)

آپ سے سوال ہوا۔

”ایک شخص نے اندرا گاندھی کے نام پر قرآن خوانی کرایا اس کا کیا حکم ہے؟“

آپ نے جواب رقم فرمایا

”یہ شخص اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گیا اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی۔“ (۴)

یہ پانچ عبارات شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے مطبوعہ فتاویٰ شارح بخاری

مرتبہ مولانا محمد نسیم مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ سے حاضر ہیں ان تمام عبارات میں غور کریں گے تو

(۱) فتاویٰ شارح بخاری، ج: ۲، ص: ۵۳۸

(۲) فتاویٰ شارح بخاری، ج: ۲، ص: ۴۴۵

(۳) فتاویٰ شارح بخاری، ج: ۲، ص: ۵۳۵

(۴) // // ص: ۵۵۸

اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ سارے سوالات کا تعلق کفر فقہی سے ہے اور سب کے جواب میں شارح بخاری نے فرمایا کہ وہ کافر ہے، مرتد ہے، دائرہ اسلام سے باہر ہے، اسلام سے خارج ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کفر فقہی کے مرتکب کو بھی دائرہ اسلام سے خارج یا کافر و مرتد کہنا درست ہے لہذا کتاب مسمیٰ بہ ”تکفیر مسلم پر تحقیقی نظر“ کا قول صحیح نہیں ہے اور مصنف کتاب کا دعویٰ ناقابل قبول اور عبارات فقہاء کے خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد درس دارالعلوم علیہ جمد اشاہی، بستی

۹ جمادی الآخرہ ۱۴۳۸ھ

”رہنے دے راز کھل گیا بندہ بھی تو خدا بھی“ یہ کہنا کیسا؟

مسئلہ از: ڈاکٹر پرویز اللہ آبادی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں مفتیان اسلام اس مسئلہ میں کہ اللہ جل مجدہ کے علاوہ کسی اور کو ”خدا“

کہنا کیسا ہے ایک شعر میں اپنے شیخ کے لیے کہا جا رہا ہے۔

”رہنے دے راز کھل گیا بندہ بھی تو خدا بھی تو“

اس کا پڑھنا کیسا ہے اگر کوئی کسی شخص کو خدا بولے اور کہے میں نے آقا اور مالک مراد لیا ہے تو اس کی یہ بات

شرعاً معتبر ہے یا نہیں تفصیل سے بیان فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

لفظ ”خدا“ عرف عام اور عرف شرع میں کلمہ جلالت ”اللہ“ کی طرح بطور علم ذات واجب الوجود کے لیے

بولا جاتا ہے امت مسلمہ میں سلف سے لے کر خلف تک سب نے اس لفظ کو علم کے طور پر ہی استعمال کیا ہے اور اللہ جل

مجده کے علاوہ کسی پر مطلقاً اس کا اطلاق مروی و منقول نہیں ہے حتیٰ کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے بھی صفت کے

طریقہ پر نہیں بلکہ علم کے ہی طور پر مستعمل ہے اور یہی اس کے علم ہونے کی علامت ہے علامہ اجل قاض بیضاوی علیہ

الرحمہ کلمہ جلالت کے متعلق فرماتے ہیں۔

”قلیل علم لذاتہ المخصوصۃ لانہ یوصف ولا یوصف بہ ولانہ لوکان وصفا لم یکن قولہ

لا الہ الا اللہ توحید امثل لا الہ الا الرحمن (۱)

یعنی کلمہ جلالت ”اللہ“ ذات واجب الوجود کا علم ہے اس لیے کہ یہ لفظ موصوف بنتا ہے بطور صفت نہیں لا یا جاتا اور اس لیے کہ اگر یہ علم نہ ہو بلکہ صفت ہو تو کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ لا الہ الا الرحمن کی طرح کلمہ توحید نہ ہوگا۔ علامہ بیضاوی قدس سرہ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ جو لفظ بطور موصوف ہی مستعمل ہو کبھی صفت کے لیے نہ بولا جاتا ہو یہ اس کے علم ہونے کی دلیل ہے اور لفظ ”اللہ“ کا یہی حال ہے تو یہ علم ہے صفتی نام نہیں ہے یونہی لا الہ الا اللہ بلاشبہ کلمہ توحید ہے اگر کوئی شخص ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کہتا ہے تو اسے توحید و رسالت کا ماننے والا کہا جائے گا اگر یہ اسم صفت ہوتا تو لا الہ الا الرحمن کی طرح اسے کلمہ توحید نہ مانا جاتا۔

اب لفظ خدا کو دیکھیں دنیا بھر کے مسلمان اسے اللہ تعالیٰ کا علم اور نام ہی کے طور پر بولتے ہیں بطور صفت اس کا استعمال نہیں ہوتا ہے اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم کلمہ طیبہ یوں پڑھے کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد خدا کے رسول ہیں تو بلاشبہ اس کا یہ کلمہ معتبر ہوگا اور اسے توحید و رسالت کا اقرار کرنے والا کہا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان اللہ کی بجائے لفظ خدا بول کر کوئی کفری لفظ بولے مثلاً کہے ”خدا سے کوئی جگہ خالی نہیں ہے تو کافر ہو جائے گا فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”یکفر باثبات المکان للہ تعالیٰ فلو قال از خدا هیچ مکان خالی نیست یکفر“

بہار شریعت میں ہے۔

”خدا کے لیے مکان ثابت کرنا کفر ہے کہ وہ مکان سے پاک ہے یہ کہنا کہ اوپر خدا ہے نیچے تم یہ کلمہ کفر ہے“ (۳) اس طرح کی بے شمار عبارات و اقوال کتب فقہ و فتاویٰ اور دیگر مقامات پر موجود ہیں جن سے مہر نیمروز کی طرح روشن ہے کہ لفظ ”خدا“ اللہ رب العزت کے لیے بطور علم مستعمل ہے اور اس کے علاوہ کسی کے لیے بھی نہیں بولا جاتا ہے نہ عربی عام میں نہ عرف شرع میں۔ فتاویٰ مفتی اعظم میں ہے۔

”اللہ عز وجل پر ہی خدا کا اطلاق ہو سکتا ہے اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلا تکثیر اطلاق ہوتا رہا ہے اور وہ اصل میں ”خدا“ ہے جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کیے موجود نہ

(۱) تفسیر البیضاوی، ص: ۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۵۹

(۳) بہار شریعت، ج: ۹، ص: ۴۶۲ مرتد کا بیان

ہوا ہو اور وہ نہیں مگر اللہ عز و جل ہمارا سچا خدا کا۔“ (۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لفظ ”خدا“ اللہ تعالیٰ کے لیے بطور علم اور نام مستعمل ہے اور عرف عام و عرف شرع میں اس کا اطلاق صرف اللہ پر ہی ہوتا ہے اور شرع مطہرہ کا حکم ہے کہ اسمائے الہی میں سے جو اسم ذات باری تعالیٰ کے لیے خاص ہو کسی مخلوق پر اس کا اطلاق کفر ہے مجمع الانہر میں ہے۔

”اذا اطلق على المخلوق من الاسماء المختصة بالمخالق جل وعلا نحو القدوس والقيوم والرحمن وغيرها كفر“ (۲)
اور شرح فقہ اکبر میں ہے۔

”من قال لمخلوق يا قدوس او القیوم او الرحمن او قال اسما من اسماء الخالق يكفر الا ان يراد بها المعنى اللغوي لا الخصوص الا سمي“ (۳)
ان دونوں عبارتوں کا مطلب یہی ہے کہ غیر اللہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے خصوصی ناموں میں سے کوئی نام بولنا کفر ہے البتہ شرح فقہ اکبر میں اتنا مزید ہے کہ اگر اس اسم کا ایسا معنی مراد لیا جو بندوں کی صفت بنے تو کفر نہیں ہے۔
بہر حال اتنی بات واضح ہے کہ اسمائے الہیہ میں سے جو اسم اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہو مخلوق کے لیے اس کا بلا تاویل بولنا کفر ہے اور جب صفاتی اسما کا یہ حکم ہے تو جو اسم علم ہو اس کا اطلاق بلاشبہ کفر ہوگا اسی لیے اگر کسی نے کہا ”میں اللہ ہوں“ یا کسی بادشاہ کو کہا ”اے خدا“ تو کہنے والا کافر ہو جائے گا فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”ولو قال لواحد من الجبابرة اى خدای يكفر“ (۴)
یعنی اگر کسی بادشاہ کو خدا کہا تو کافر ہو جائے گا۔

بلکہ فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص لفظ خدا کا اطلاق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے تاویل سے کرے تو بھی اس کی تاویل غیر معتبر ہوگی اور قائل پر حکم کفر ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”ولو قال من خدائ علی وجه المزاح یعنی خود آیم فقد كفر كذا فی التارخانیة“ (۵)
اس کے حاشیہ پر ہے۔

”خدایم و خود آیم هاتان اللفظتان متفقتان فی النطق مختلفتان فی المعنی فالأولی

(۲) مجمع الانہر، ج: ۱، ص: ۶۰

(۱) فتاویٰ مفتی اعظم، ج: ۲، ص: ۷

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۸۱

(۴) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۲۳۸

(۵) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۶۲

بمعنی انا الله "والثانية بمعنى جئت من نفسي" (۱)

فقہائے کرام نے اس کی تاویل کو غیر معتبر کیوں فرمایا کتب دینیہ کی تتبع و تلاش کے بعد یہ حقیقت مثل سورج چمکتی نظر آئے گی کہ کلمہ "خدا" کا استعمال اللہ رب العزت کی ذات کے لیے صریح متعین و متعین ہے کہ جب بھی مطلقاً یہ لفظ بولا جاتا ہے تو عرف عام اور عرف شرع میں ذات باری تعالیٰ ہی مراد ہوتی ہے اور بہت مشہور ضابطہ ہے کہ لفظ صریح میں تاویل قابل قبول نہیں ہے چنانچہ شفا شریف میں ہے۔

"ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل" (۲)

یعنی صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ مقبول نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو خدا یا نبی مرشد کو خدا کہنے پر مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے قائل کی تکفیر فرمائی حتیٰ کہ اسے پسند کرنے والے کو بھی کافر قرار دیا چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔
 "(جو) مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو "خدا" کہے یقیناً کافر مرتد ہے۔ من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر" (۳)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

"مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر ہے" (۴)

اب تک کی ساری تفصیلات سے یہ امر محقق ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خدا کہنا کفر ہے لہذا سوال میں مذکور شعر کفری ہے بطور پسند اس کا پڑھنا حرام و گناہ اور کفر ہے پڑھنے پر تجدید ایمان و نکاح لازم ہے اور جو تاویل بتائی گئی وہ ناقابل قبول اور غیر معتبر ہے اگر اس طرح کی تاویل کا اعتبار ہوتا تو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ جیسی عظیم محتاط شخصیت حکم کفر نہ لگاتی اور فتاویٰ عالمگیری میں "خدا یم" کی تاویل "خود آیم" کرنے کے باوجود حکم کفر نہ لکھا ہوتا لہذا یہ شعر بہر حال کفر پر مشتمل ہے اور خدا بمعنی مالک تاویل کرنے کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس شعر کو بطور پسند پڑھنا پڑھانا سننا سنانا کفر ہے۔

اور اگر بالفرض تاویل مذکور مان لی جائے تو بھی اس شعر کا پڑھنا حرام اور پڑھنے والے پر توبہ و تجدید ایمان

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص ۲۶۲

(۲) الشفا بتعريف حقوق المصطفى، ج: ۲، ص: ۲۱۰

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۰

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۱۹

لازم ہے کیونکہ اگر ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں ایک مشہور و متبادر مگر کفری اور دوسرا غیر معروف اور غیر متبادر اور غیر کفری تو اس لفظ کو غیر کفری معنی میں لے کر بولنا بھی ناجائز و حرام ہے رد المحتار میں ہے۔

”مجرد ابهام المعنى المحال كاف فى المنع“ (۱)

لہذا جو شخص بطور پسند اور برضا اور رغبت وہ شعر پڑھے اس پر تجدید ایمان و نکاح لازم ہے۔ رد المحتار میں ہے۔

”ما یکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا وما فیہ خلاف یؤمر بالا

استغفار والتوبۃ ای تجدید الاسلام وتجدید النکاح“ (۲)

میں نے یہ تفصیل اس لیے کردی کہ آج کل بے دین صوفیوں کا ایک گروہ مسلمانوں میں بے دینی پھیلانے کے لیے پوری طرح کمر بستہ ہے اور بعض نام نہاد مولوی صاحبان ان کی حمایت کر کے اپنی اور قوم کی آخرت برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں مولیٰ تعالیٰ ایسوں کے شر سے مسلمانوں کی حفاظت فرمائے اور تصوف کے نام پر گمراہی پھیلانے والوں سے بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ جمہ اشاہی، بستی،

یوپی۔ ۲۲ شوال المکرم ۱۴۳۸ھ

اہل ہوی و بدعت کسے کہتے ہیں اور ان کا حکم کیا ہے؟ کیا وہابی را فضی اہل بدعت ہیں؟

مسئلہ از: سید محمد ثاقب رضوی بیٹول۔ ایم پی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

اہل ہوی اور اہل بدعت کا لفظ جو کتب فقہ وغیرہ میں آتا ہے تو اس کا کیا مطلب ہے اور ان کا کیا حکم ہے

تفصیل سے بیان فرمائیں کرم ہوگا نیز بتائیں کہ وہابیہ دیابنہ رد افض اہل بدعت ہیں یا کفار ہیں؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

فقہائے کرام اور متکلمین عظام کی اصطلاح میں عقائد اہل سنت کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کو اہل ہوی اور

اہل بدعت کہا جاتا ہے غنیۃ المستملیٰ میں ہے۔

(۱) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۲۵۳

(۲) رد المحتار، ج: ۶، ص: ۳۹۰

”المراد بالمبتدع من يعتقد شيئاً على خلاف ما يعتقد اهل السنة والجماعة“ (۱)
 یعنی بد مذہب سے وہ مراد ہے جو کسی بات کا اہل سنت و جماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو، بالفاظ دیگر مذہب
 اہلسنت کے علاوہ تمام مسلم تمام فرقے اہل ہوی اور اہل بدعت ہیں، البتہ ائمہ دین نے اس بدعت کی دو قسم کی ہے۔
 ایک بدعت مصلیٰ یعنی عقائد اہل سنت کے خلاف کوئی ایسا عقیدہ رکھنا جو حد کفر تک نہ ہو مثلاً تمام عقائد اہل
 سنت کو ماننے کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل ماننا۔
 دوم بدعت مکفرہ یعنی عقائد اہل سنت کے خلاف کوئی ایسا عقیدہ رکھنا جو حد کفر تک پہنچا ہو مثلاً اللہ تعالیٰ کو مجسم
 ماننا، قرآن مجید کو مخلوق کہنا، قرآن مجید کو محرف ماننا، حضرت عائشہ صدیقہ پر قذف لگانا، حضرت صدیق اکبر کی صحابیت کا
 انکار کرنا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت کا قائل ہونا، خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین کا انکار کرنا،
 رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء کی شان اقدس میں توہین کرنا شریعت کا مذاق اڑانا، مطلقاً علمائے دین کی تحقیر کرنا وغیر ذلک
 حاشیہ الطحطاوی میں ہے۔

”الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فهو مبتدع ولو انکر خلافة الصدیق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ فهو کافر“ (۲)
 مجمع الانہر میں ہے

الرافضی ان فضل علیا فهو مبتدع وان انکر خلافة الصدیق فهو کافر“ (۳)
 فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

الرافضی ان کا یسب الشیخین ویلعنہما والعیاذ باللہ تعالیٰ فهو کافر وان کان یفضل
 علیا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ علیہما فهو مبتدع“ (۴)
 اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ بدعتی صرف بد مذہب و گمراہ بھی ہو سکتا ہے اور کافر و مرتد بھی ہو سکتا ہے۔
 اور جو اہل بدعت و ہوی ہیں ان کا ایک حکم یہ ہے کہ وہ امت اجابت سے نہیں بلکہ مثل کفار امت دعوت سے
 ہیں۔ چنانچہ اصول بزدوی میں ہے۔

(۱) غنیۃ المستملیٰ فصل الاولیٰ بالامامة، ص: ۵۱۵

(۲) حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المنہار باب الامامة، ج: ۱، ص: ۲۳۴

(۳) مجمع الانہر فصل الجماعة سنة مؤكدة، ج: ۱، ص: ۱۰۸

(۴) الفتاویٰ البزازیۃ علی الہندیۃ، ج: ۶، ص: ۳۱۹

”صاحب الہوی المشہور بہ لیس من الامة علی الاطلاق“ (۱)
توضیح علی التفتیح میں ہے۔

”صاحب البدعة يدعو الناس اليها لیس هو من الامة علی الاطلاق“ (۲)
تلوٹح میں ہے۔

”لان المتبدع وان كان من اهل القبلة فهو من امة الدعوة دون المتابعة كالکفار“ (۳)
یہ حکم بد مذہب و گمراہ اور کافر مرتد دونوں کو شامل ہے لہذا بحکم فقہ اہل سنت و جماعت کے علاوہ بنام مسلم تمام فرقے امت دعوت سے ہیں امت اجابت میں صرف فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہے۔
فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

”خبائے مبتدعین مثل وہابیہ و رافضیہ و غیر مقلدین امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امت دعوت سے ہیں“ (۴)

اہل بدعت کا دوسرا حکم یہ ہے کہ ان میں جو صرف گمراہ و بد مذہب ہیں اور بحکم متکلمین کافر و مرتد نہیں وہ اہل قبلہ ہیں اور جو کفر و ارتداد کی حد تک پہنچ گئے وہ نہ امت اجابت میں ہیں اور نہ ہی اہل قبلہ ہیں شرح فقہ اکبر میں ہے۔

”اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ما هو من ضروريات الدين، فمن واطب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفى الحشر او نفى علمه سبحانه وتعالى بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة“ (۵)
نہ اس شرح عقائد میں ہے۔

”ومن قواعد اهل السنة ان لا يكفر مجهول من التكفير وهو النسبة الى الكفر احد من اهل القبلة معناه اللغوي من يصل الى الكعبة او يعتقد ها قبله و في اصطلاح المتكلمين من يصدق بضروريات الدين اى الامور التى علم ثبوتها فى الشرع واشتهر فمن انكر شيئاً من الضروريات كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله سبحانه بالجزئيات و فرضية الصلوة

(۱) اصول البزدوی باب الاهلیة، ص: ۲۳۳

(۲) التوضیح علی التفتیح باب الاهلیة، ج: ۲، ص: ۲۳۷

(۳) التلویح مع التوضیح، //

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۴۳

(۵) شرح الفقہ الاکبر، ص: ۱۸۹

والصوم لم یکن من اهل القبلة ولو كان مجاهدا في الطاعات وكذلك من باهر شيئا من امارات الكذب كسجود الصنم والاهالة بامر شرعي والاستهزاء عليه فليس من اهل القبلة ومعنى عدم تكفير اهل القبلة ان لا يكفر بارتكاب المعاصي ولا بالامور الخفية الغير المشهورة“ (۱)

اہل بدعت کا تیسرا حکم یہ ہے کہ ان میں جو کافر و مرتد نہیں ہیں نماز میں ان کی اقتدا انا جائز و حرام ہے البتہ اگر کسی نے ان کی اقتدا میں نماز ادا کر لی تو نماز صحیح ہو جائے گی یعنی فرض ذمہ سے اتر جائے گا مگر اعادہ لازم ہے اور بہر حال ایسوں کی اقتدا کرنے کے سبب وہ گنہگار ہوگا۔ اور جو اہل بدعت مثل کفار و مرتدین ہیں ان کی اقتدا میں نماز باطل ہوگی اور فرض ذمہ سے ساقط ہی نہیں ہوگا تبیین الحقائق میں ہے۔

”قال المرغینانی تجوز الصلوة خلف صاحب هوى وبدعة ولا تجوز خلف الرافضی والجهمی والقدری والمشبہ ومن يقول بخلق القرآن، حاصله ان كان هوى لا يكفر به صاحبه تجوز مع الكراهة والافلا“ (۲)
فتح القدیر میں ہے۔

”وجملته ان من كان من اهل قبلتنا ولم يغفل حتى لم يحكم بكفره تجوز الصلوة خلفه وتكره ولا تجوز الصلاة خلف منكر الشفاعة والروية وعذاب القبر والكرام الكاتبين لانه كافر لتواتر هذه الامور عن الشارع عليه السلام“ (۳) غنیۃ المستملی میں ہے۔

”انما يجوز الاقتداء به مع الكراهة اذا لم يكن ما يعتقده يؤدي الى الكفر عند اهل السنة اما لو كان مؤديا الى الكفر فلا يجوز اصلا كالغلاة من الروافض اھ“ (۴)

بدعت کے دیگر احکام کی تفصیل فتاویٰ رضویہ میں یوں ہے:

”ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے مگر عالم کو بغرض رد، ان سے میل جول قطعی حرام، ان سے سلام و کلام حرام، انہیں پاس بٹھانا حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انہیں غسل و کفن دینا حرام، انہیں ایصال ثواب کرنا حرام، مثل نماز جنازہ کفر، قال اللہ تعالیٰ وَاَمَّا يُنْسِيَنَّكَ

(۱) التبراس، ص: ۳۳۱، ۳۳۳

(۲) تبیین الحقائق، ج: ۱، ص: ۱۳۴

(۳) فتح القدیر، ج: ۱، ص: ۳۶۰

(۴) غنیۃ المستملی، ص: ۵۱۵

الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پران ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، اور فرماتا ہے۔ وَلَا تَرْكَبُوا السَّيْلَ الْبِئْسَ ظَلَمُوا فَنَقَسْنَاهُمُ النَّارَ، اور نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ لَهَا يَأْكُمُ وَيَأْكُمُ لَا يَضِلُّو نَكُم وَلَا يَفْتَنُو نَكُم، ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں، دوسری حدیث میں ہے کہ فرمایا لَا تَجَالِسُوهُمْ وَلَا تَشَارِبُوهُمْ وَإِذَا مَرَضُوا لَا تَعُودُوهُمْ وَإِذَا مَاتُوا أَفْلَا تَشْهَدُوهُمْ وَلَا تَصَلُّوا عَلَيْهِمْ وَلَا تَصَلُّوا مَعَهُمْ نَهَانِ ان کے پاس بیٹھو نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ نہ ان کے ساتھ پانی پیو، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو مرنے والوں کو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ نہ ان پر نماز پڑھو، رب عزوجل فرماتا ہے وَلَا تَصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهٖ ان میں کبھی کسی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا نہ ان کی قبر پر کھڑا ہونا“ (۱)

اور تفسیر عزیزی سورہ قلم میں ہے۔

”در حدیث ست اذا لقيت الفاجر فالقه بوجه خشن و در حقائق التنزيل مذکور راست

کہ سہل بن عبد اللہ تستری فرمودہ اندمن صحیح ایمانہ و اخلص توحیدہ فانہ لا یأنس الی المبتدع ولا یجالسہ ولا یواکلہ ولا یشاربه ویظہر لہ من نفسہ العداوۃ ومن دامن بمبتدع سلبہ اللہ تعالیٰ حلاوۃ الایمان ومن تحب الی مبتدع نزع نور الایمان من قلبہ“ (۲)

یعنی حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کسی فاجر سے ملو تو ترش روئی کے ساتھ ملو، اور تفسیر حقائق التنزیل میں مذکور ہے کہ امام سہل بن عبد اللہ تستری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے اپنے ایمان کو درست اور اپنی توحید کو خالص کر لیا وہ بد مذہب سے مانوس نہ ہوگا، نہ وہ بد مذہب کے پاس بیٹھے گا۔ نہ اس کے ساتھ کھائے پیئے گا۔ اور اس کے لیے اپنی طرف سے دشمنی ظاہر کرے گا۔ اور جو شخص کسی بد مذہب کے ساتھ مداہنت (یعنی چا پلوسی و پالیسی) کرے گا اللہ عزوجل اس سے ایمان کی حلاوت سلب کر لے گا۔ اور جو شخص کسی بد مذہب کا دوست بنے گا اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے قلب سے ایمان کا نور نکال دے گا۔

اس تفصیل کے بعد اب وہابیہ و دیانہ اور روافض کے عقائد و اقوال دیکھیں مولوی حسین احمد ٹانڈوی مدرس دارالعلوم دیوبند نے عقائد وہابیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا۔

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۹۱، ۹۰

(۲) تفسیری عزیزی سورہ القلم، ص: ۲۰

”صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرہویں صدی نجد عرب سے ظاہر ہوا، اور چونکہ یہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس لیے اس نے اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو ہالجر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھا کیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کیے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ یہود سے غرض کہ وجوہات مذکورہ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ وجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے۔ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں۔“ (۱)

”محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم و تمام مسلمانان دیار مشرک و کافر ہیں اور ان سے قتل و قتال کرنا ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال اور جائز بلکہ واجب ہے۔“ (۲)

”نجدی اور اس کے اتباع کا اب تک یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات فقط اسی زمانہ تک ہے جب تک وہ دنیا میں تھے بعد ازاں وہ اور دیگر مومنین موت میں برابر ہیں اگر بعد وفات ان کو حیات ہے تو وہی حیات ان کو برزخی ہے جو احادیث سے ثابت ہے بعض ان کے محفوظ جسم نبی کے قائل ہیں مگر بلا علاقہ روح اور متعدد لوگوں کی زبان سے بالفاظ کریہہ کہ جن کا زبان پر لانا جائز نہیں دربارہ حیات نبوی علیہ السلام سنا جاتا ہے اور انہوں نے اپنے رسائل و تصانیف میں لکھا ہے۔“ (۳)

”شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانہ تبلیغ کی مانتے ہیں اور اپنی شقاوت قلبی اور ضعف اعتمادی کی وجہ سے جانتے ہیں کہ ہم عالم کو ہدایت کو کے راہ پر لا رہے ہیں ان کا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق اب ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ ان کی ذات پاک سے بعد وفات ہے اور اسی وجہ سے تو سب دعائیں آپ کی ذات پاک سے بعد وفات ناجائز کہتے ہیں، ان کے بڑوں کا مقولہ ہے۔ معاذ

(۱) الشہاب الغالب علی المستعرق الکاذب، ص: ۴۲

(۲) الشہاب الغالب علی المستعرق الکاذب، ص: ۴۳

(۳) الشہاب الغالب علی المستعرق الکاذب، ص: ۴۵

اللہ قتل کفر۔ کفر ہاشد۔ کہ ہمارے ہاتھ کی لاشی ذات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے۔ ہم اس سے کتے کو بھی دفع کر سکتے ہیں اور ذات فرما صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے“ (۱)

الدرد السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ میں ابن عبد الوہاب کا یہ قول منقول ہے کہ

”ان الرّبابۃ فی بیت الحاطثۃ یعنی الزانیۃ اقل الما ممن ینادی بالصلوٰۃ علی النبی صلی

اللہ علیہ وسلم“ (۲)۔

یعنی زانیہ کے گھر رباب بجانے میں کم گناہ ہے بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام

پڑھنے سے۔

بعض وہابیوں کا یہ قول نقل کیا۔

”ان بعض اتباعہ کان یقول عصای ہذہ خیر من محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

لانہا ینتفع بہا فی قتل الحیۃ ونحوہا و محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قد مات ولم ینق فیہ

نفع اصلا وانما ہو طارش وقد مضی“ (۳)

یعنی اس کے بعض ماننے والے کہتے تھے کہ میری یہ لاشی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بہتر ہے کیونکہ یہ

سانپ وغیرہ مارنے کا کام دیتی ہے جب کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) فوت ہو گئے اب ان سے بالکل کوئی نفع نہیں

اٹھایا جاسکتا ہے وہ ایک اپنی تھے جو چلے گئے۔

علامہ عبد الحکیم فرنگی محلی ان کے عقیدہ شفاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”کالوہابی المنکر للشفاعۃ“ (۴)

بد عقیدہ جیسے وہابی جو شفاعت کا انکار کرتا ہے۔

ہندوستانی وہابی مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے لکھا۔

”رسول اللہ کا خیال نماز میں لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے“ (۵)

اور لکھا ”رسول خدا مر کر مٹی میں مل گئے“ (۶)

(۱) الشہاب الغالب علی المسعری الکاذب، ص: ۴۷

(۲) الدرد السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ، ص: ۲۱

(۳) الدرد السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ، ص: ۲۲

(۴) لمر الامار حاضیۃ نور الانوار، ص: ۲۵۱

(۵) صراط مستقیم، ص: ۷۷

(۶) تقریۃ الایمان، ص: ۷۹

مولوی رشید احمد گنگوہی و غلیل احمد اٹکھوی نے لکھا:

”شیطان و ملک الموت کا حال و یکہ کرم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف لصوص قطعہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔“

شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم کی کوئی نص قطعی ہے۔“ (۱)
مولوی قاسم نانوتوی نے لکھا۔

”بلکہ بالفرض اگر بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔“ (۲)

اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے کہ:

”آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید، عمرو، ہر مہی و جنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔“ (۳)

ان عقائد کفریہ کے علاوہ اور بھی بے شمار فاسد و باطل عقائد و نظریات و ہابیہ و دیانہ کے ان کی کتابوں میں موجود ہیں جن کے سبب علمائے عرب و عجم نے دہابیہ و دیانہ پر کفر و ارتداد کا حکم صادر فرمایا اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

”وہابیہ و نجریہ و قادیانیہ و غیر مقلدین و دیوبندیہ و چکڑالویہ خذلہم اللہ تعالیٰ اجمعین ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعاً یقیناً کفار مرتدین ہیں ان میں ایک آدھ اگر چہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے جیسے نمبر ۲ والا دہلوی مگر اب اجاع و اذئاب میں اصلاً کوئی ایسا نہیں جو قطعاً یقیناً اجماعاً کافر کلامی نہ ہو“ (۴)
اور روافض کے متعلق رقمطراز ہیں۔

”روافض زمانہ ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور ہابجامع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے تمام جاہل مرد و عورت چھوٹے بڑے سب

(۱) البراہین القاطعہ، ص: ۵۱

(۲) تحفہ الناس، ص: ۲۸

(۳) حلف الایمان، ص: ۸

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۹۰

بالا اتفاق گرفتار ہیں۔ کفر اول قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کفر دوم ان کا ہر تنفس سیدنا امیر المومنین مولیٰ علیٰ کرم اللہ تعالیٰ و دیکر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتحيات سے افضل بتاتا ہے

بالجملہ ان رافضیوں جبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علیٰ العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے“ (۱)
ان تفصیلات سے مانند آفتاب روشن ہے کہ وہابیہ و دیانہ اور روافض زمانہ اہل بدعت کے ساتھ ساتھ کفار و مرتدین بھی ہیں اور ان کا حکم مرتدین کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علمیہ جہد اشائی بستی

۲۳ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ

کیا ندائے ”یا محمد“ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درست ہے؟

مسئلہ از: محمد محفوظ عالم، منیابرج، کلکتہ

کیا فرماتے ہیں محققین کرام اس مسئلہ میں کہ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے شرح صحیح مسلم میں تحریر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ”یا محمد“ کے ساتھ ندا کرنا درست ہے جب کہ ہم لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ اس طرح پکارنا ناجائز ہے بلکہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ وغیرہ کہنا چاہیے قول صحیح کیا ہے۔ آگاہ فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صحیح یہ ہے کہ رحمت عالم رسول کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”یا محمد“ کہہ کر ندا کرنا اور پکارنا جائز نہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَا تَجْعَلُوا ادْعَاءَ الرُّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدْعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (۲)

اس آیت کریمہ کی متعدد تفاسیر کی گئی ہیں جن میں ایک تفسیر یہ ہے کہ رسول پاک علیہ التحیۃ والثناء کو ”یا محمد“ کہہ کر ندا پکارو کہ تعظیم و احترام کے خلاف ہے کیونکہ کوئی اپنے سے بڑے کو اس کا نام لے کر نہیں بلاتا بلکہ کسی وصف و لقب

(۱) رد الرافضیة مشمولہ الفتاویٰ الرضویۃ م، ج ۱۴، ص: ۲۵۹، ۲۶۲، ۲۶۸

(۲) سورۃ النور آیت: ۶۳

کو استعمال کرتا ہے تو تم بھی پیغمبر اسلام کو ان کا نام لے کر مت بلاؤ اور ”یا محمد کہنے کے بجائے یا رسول اللہ یا حبیب اللہ جیسے القاب وادصاف سے یاد کرو چنانچہ حافظ ابن کثیر تحریر کرتے ہیں۔

”قال مقاتل فی قوله (لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ الْخ) يقول لا تسموه اذا دعوتموه وقال مالک عن زید بن اسلام فی قوله (لَا تَجْعَلُوا الْخ) قال امرهم الله ان يشرفوه وقوله (یا یها الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم) (۱) علامہ خازن لکھتے ہیں:

”وقیل لا تدعوه باسمه كما يدعوا بعضکم بعضا یا محمد یا عبد الله ولكن فخموه وعظموه وشرفوه وقولوا یا نبی الله یا رسول الله فی لین وتواضع“ (۲) جار اللہ زتہی لکھتے ہیں:

”لا تجعلوا تسميته ونداءه بینکم كما یسمى بعضکم بعضا ینادیه باسمه الذی سماه به ابواه ولا تقولوا یا محمد ولكن یا نبی الله ویا رسول الله مع التوقیر والتعظیم الخ“ (۳) علامہ بغوی فرماتے ہیں:

”قال مجاهد و قتادة لا تدعوه باسمه كما يدعوا بعضکم بعضا یا محمد یا عبد الله ولكن فخموه وشرفوه فقولوا یا نبی الله یا رسول الله فی لین وتواضع“ (۴) علامہ محمود الاولی فرماتے ہیں۔

”قیل: المعنی لا تجعلوا نداءه علیه الصلوة والسلام وتسميته كنداء بعضکم بعضا باسمه ورفع الصوت به والنداء وراء الحجرات ولكن بقلبه المعظم مثل یا نبی الله ویا رسول الله مع التوقیر والتواضع وخفض الصوت.“

اخرج ابن ابی حاتم: وابن مردويه، وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس قال: كانوا یقولون: یا محمد یا ابا القاسم فنهاهم الله تعالى عن ذلك بقوله سبحانه (لا تجعلوا) الآية اعظاما لنبيه صلى الله علیه وسلم فقالوا: یا نبی الله یا رسول الله، وروی نحوه هذا عن قتادة،

(۱) تفسیر ابن الکثیر، ج: ۳، ص: ۳۰۷

(۲) تفسیر الخازن، ج: ۵، ص: ۹۲

(۳) تفسیر الکشاف، ج: ۳، ص: ۷۹

(۴) تفسیر البغوی علی هامش تفسیر الخازن، ج: ۵، ص: ۲۹

والحسن، وسعيد بن جبیر ومجاهد، وفي احكام القرآن للسيوطي ان في هذا النهي تحريم ندائه صلى الله عليه وسلم باسمه. (۱)

علامہ ابو حنیان اندلسی فرماتے ہیں:

”ولا تجعلوا خطاب المعاصري الرسول عليه السلام لما كان التداعي بالاسماء على عادة البدوة امروا بتوقير رسول الله صلى الله عليه وسلم بأحسن ما يدعى به نحو يا رسول الله يا نبي الله، ألا ترى إلى بعض جفاة من اسلم كان يقول يا محمد وفي قوله كدعاء بعضكم بعضا اشارة الى جواز ذلك مع بعضهم لبعض اذ لم يورم بالتوقير والتعظيم في دعائه عليه السلام الا من دعاه لا من دعا غيره وكانوا يقولون يا أبا القاسم يا محمد فنهوا عن ذلك“ (۲)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔

”قال سعيد بن جبیر ومجاهد: المعنى قولوا يا رسول الله، في رفق ولين، ولا تقولوا يا محمد، بتجهم“ (۳)

علامہ اسماعیل حقی البرسولی فرماتے ہیں:

”والمعنى لا تجعلوا نداء كم اياه وتسميتكم له كنداء بعضكم بعضا باسمه مثل يا محمد ويا ابن عبد الله ورفع الصوت به والنداء وراء الحجرة ولكن بلبقه المعظم مثل يا نبي الله ويا رسول الله كما قال تعالى (يا ايها النبي يا ايها الرسول)“ (۴)

تفسیر حسینی میں ہے۔

”یا ندا کردن شما او را و خواندن مر رسول را باید که چون منادات یک دیگر نباشد کہ بمجرد نام خوانید بلکه باید کہ از رویی تعظیم باشد چنانچه یا رسول الله یا نبي الله“ (۵)

دبستان شافعی کے مشہور امام علامہ جلال الدین شافعی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

”اخرج ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن

(۱) روح المعانی، ج: ۱۸، ص: ۲۲۵

(۲) تفسیر البحر المحیط، ج: ۶، ص: ۴۶۱

(۳) الجامع لاحکام القرآن، ج: ۶، ص: ۲۱۲

(۴) تفسیر روح البیان، ج: ۱۸، ص: ۱۸۳

(۵) تفسیر حسینی، ص: ۵۷۵

مجاهد فی الآیة قال امرهم الله ان يدعوه یا رسول الله فی لین و تواضع ولا یقولوا "یا محمد" فی تجهم واخرج عبد بن حمید عن عکرمة فی الآیة قال لا تقولوا یا محمد ولكن قولوا یا رسول الله" (۱)

اور رقطراز ہیں:

"اخرج ابن ابی حاتم و ابن مردويه و ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قوله (لا تجعلوا اھ) قال كانوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنهاهم الله عن ذلك اعظا ما لنبیہ صلی الله علیه وسلم فقالوا یا نبی الله یا رسول الله.

واخرج ابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس فی قوله (لا تجعلوا اھ) یعنی کدعاء احدکم اذا دعا اخاه باسمه ولكن وقروه وعظموه وقولوا له یا رسول الله و یا نبی الله" (۲) مشہور متکلم اور مفسر امام فخر الدین رازی شافعی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں۔

"وثانیہا لا تنادوه کما ینادی بعضکم بعضا "یا محمد" ولكن قولوا یا رسول الله یا نبی الله عن سعید بن جبیر" (۳)

علامہ اجل امام ابن العربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"المعنی الثالث ان معناه لا تسووا بین الرسول و بینکم فی الدعوة کل احد یدعی باسمه الا رسول الله فانه یدعی بحطته وھی الرسالة" (۴) عظیم الشان مالکی فقیہ و مفسر علامہ صاوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"قوله لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم" ای نداء ہ بمعنی لا تنادوه باسمه فتقولوا "یا محمد" ولا بکنیتہ فتقولوا یا ابا القاسم بل نادوه و خاطبوه بالتعظیم والتکریم والتوقیر بان تقولوا یا رسول الله یا نبی الله یا امام المرسلین یا رسول رب العلمین یا خاتم النبیین وغیر ذلك واستفید من الآیة انه لا یجوز نداء النبی بغیر ما یفید التعظیم لا فی حیاته ولا بعد وفاته (۵) جلیل القدر حنفی اصولی متکلم مفسر و فقیہ علامہ احمد جیون قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں۔

"اولا تجعلوا نداء ہ کنداء بعضکم بعضا باسمه و رفع الصوت به مثل یا احمد و یا محمد ولكن بلقبه المعظم مثل یا نبی الله و یا رسول الله" (۶)

(۱) الدر المنثور فی التفسیر المأثور، ج: ۵، ص: ۱۰

(۲) الدر المنثور فی التفسیر المأثور، ج: ۵، ص: ۱۱

(۳) احکام القرآن لا ہل العربی، ج: ۳، ص: ۱۴

(۴) التفسیر الکبیر، ج: ۲۳، ۲۴، ص: ۲۰

(۵) التفسیرات الاحمدیہ، ص: ۵۷۹

(۶) الصاوی علی الجلالین، ج: ۳، ص: ۱۴۹

مفسر عظیم حضرت علامہ ابن جریر الطبری فرماتے ہیں۔

”حدثني محمد بن عمر و قال حدثنا ابو عاصم قال حدثنا عيسى و حدثني الحرث قال حدثنا الحسن قال حدثنا ورقاء جميعاً عن ابن ابي نجيح عن مجاهد كدعاء بعضهم بعضا قال امرهم ان يدعوا يا رسول الله في لين وتواضع ولا يقول يا محمد في نجهم“ (۱)

علامہ نظام الدین نیساپوری فرماتے ہیں:

”وعن سعيد بن جبیر لا تنادوه باسمه ولا تقولوا يا محمد ولكن يا نبي الله ويا رسول الله مع التوقير والتعظيم والصوت المنخفض“ (۲)

مفسرین کے واضح ارشادات ہیں جن سے مثل آفتاب روشن ہے کہ رحمت کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”یا محمد“ کے ساتھ ندا کرنی ناجائز ہے اسی موقف کو بیان کرتے ہوئے مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام رضا قادری قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

”بیہقی، امام علقمہ و امام اسود اور ابو نعیم، امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی ”لا تقولوا يا محمد ولكن قولوا يا رسول الله، يا نبي الله“ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”یا محمد نہ کہو یا نبی اللہ“ یا رسول اللہ کہو امام قادی تلخیص انس بن مالک سے روایت ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین والہذا تصریح فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر ندا کرنی حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے“ (۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ”یا محمد“ کہہ کر ندا کرنی قول محقق و صحیح کے مطابق درست نہیں ہے۔

میں نے علامہ سعیدی صاحب کی شرح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۱۰ سے ۳۳۱ تک کا مطالعہ کیا جس میں انہوں نے ”ندائے یا محمد“ کے جواز پر کافی زور دیا ہے اور اپنے طور پر متعدد احادیث پیش کر کے اس کا جواز ثابت کیا ہے اور مانعین جواز پر چوٹیں کسی ہیں بلکہ ایک مقام پر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے کلام میں تعارض و تسامح دکھانے کی بھی بزم خویش کو شش فرمائی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ خود یہ آنجناب کا تسامح اور عبارتوں میں کامل توجہ نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

(۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن، ج: ۹، ص: ۱۳۴

(۲) غرائب القرآن و رغائب الفرقان علی هامش جامع البیان، ج: ۹، ص: ۱۲۰

(۳) تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین، ص: ۶۶

سعیدی صاحب اس بحث میں ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

”اب ہم خود اعلیٰ حضرت احمد رضا رحمہ اللہ کی کتاب مذکور (تجلی البیقین) کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ صحنے آپ کو ”یا محمد“ کے ساتھ ندا کی ہے“ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔ ابن مردویہ اپنی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

”ما حلف الله بحيوة احد قط الا بحيوة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم قال تعالى لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي شَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ وحياتك يا محمد“

اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا حرام ہے۔

اور صفحہ ۲۸ پر یہ روایت استدلال میں پیش کی ہے جس میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ”یا محمد“ کے ساتھ

ندا کی ہے۔

ہم اس تعارض و تسامح سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث اور آثار کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ”یا محمد“ کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے۔“ (۱)

اولاً ہم یہ واضح کرتے ہیں کہ کیا واقعی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کلام میں تعارض و تسامح ہے یا پھر علامہ سعیدی صاحب کا ہی تسامح ہے سچی بات یہ ہے کہ یہاں سعیدی صاحب سے لغزش واقع ہو گئی ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کتاب مستطاب ”تجلی البیقین“ میں بہت وضاحت سے تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیگر انبیائے کرام کو ان کے اسمائے مبارکہ سے یاد فرمایا مگر اپنے محبوب سرکار ابد قرار علیہ التحیۃ المثناء کو کبھی نام لے کر مخاطب نہ فرمایا آپ کے کلمات یہ ہیں۔

”غرض قرآن عظیم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے مگر جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔“

یا ایہا النبی انا ارسلناک، یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک“ (۲)

اب اہل علم غور فرمائیں کہ آیت مبارکہ ”لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي شَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ“ میں کیا قرآن عظیم نے ”یا محمد“ فرمایا ہے یا خود نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے کلمات ہیں ایک ادنیٰ طالب علم بھی کہے گا کہ یہ قرآن کریم کا ارشاد نہیں ہے بلکہ زبان رسالت مآب سے نکلے ہوئے کلمات مبارکہ ہیں تو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی دونوں عبارات متعارض کیسے ہو گئیں، منطق کی ابتدائی کتابوں میں بھی شرائط تعارض میں اتحاد

(۱) شرح صحیح مسلم، ج: ۱، ص: ۳۲۱

(۲) تجلی البیقین، ص: ۳۳

مکان لکھا ملے گا یعنی تعارض و تناقض کے لیے ایک مکان میں ہونا شرط ہے جب کہ یہاں اعلیٰ حضرت کا ارشاد ہے کہ قرآن عظیم میں ”یا محمد“ کہہ کر خطاب نہیں ہوا ہے اور جملہ ”وحیا تک یا محمد“ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کا کھلا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک ہے تو لفظی قرآن کریم میں ہونے کی ہے اور ثبوت حدیث مبارک میں ہے لہذا اتحاد مکان کی شرط مفقود ہونے کی بنا پر تعارض بھی مفقود و معدوم ہے اور تجلی الیقین کی دونوں عبارتیں اپنے اپنے مقام پر درست اور بے غبار ہیں۔

ثانیاً علامہ سعیدی صاحب نے جن احادیث و آثار کو نقل کیا ہے ان تمام مقامات پر غور کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب اللہ جل مجدہ کی طرف سے اپنے لیے خطاب کا صیغہ ذکر کر فرمایا ہے تو ازراہ تواضع لفظ ”یا محمد“ ارشاد فرمایا ہے اور جب خود رب تعالیٰ نے اپنے محبوب پر اپنا کلام مبارک نازل فرمایا تو اس میں آپ کے اوصاف جلیلہ و القاب جمیلہ سے خطاب فرمایا ہے لہذا ان احادیث طیبہ کو بطور استدلال پیش کر کے یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ”یا محمد“ کہہ کر ندا کرنا جائز ہے یونہی جن بزرگوں کے اقوال میں کلمہ ”یا محمد“ مذکور ہے وہ سب مؤول اور مصروف عن الظاہر ہیں جن میں سے بعض کا ذکر خود سعیدی صاحب نے بھی کیا ہے۔

اس تفصیل کی روشنی میں یہ حقیقت مثل شمس و امس واضح ہو گئی کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ”یا محمد“ کہہ کر ندا کرنے کی بجائے یا رسول اللہ جیسے کلمات طیبہ بولے جائیں قرآن مجید اور اس کی تفاسیر کے پیش نظر یہی قول ادب کو زیادہ ظاہر کرنے والا اور بارگاہ رسالت کی تعظیم و توقیر پر روشن طریقے سے دلالت کرنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتاب: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ محمد اشاعی ہستی

شُرک و کفر میں کیا فرق ہے؟

مسئلہ از: محمد شاہد محلہ بنجریا، خلیل آباد

کیا فرماتے ہیں علمائے محققین اس مسئلہ میں کہ

شُرک کسے کہتے ہیں اور کفر کیا ہے دونوں ایک ہیں یا ان میں کچھ فرق ہے وضاحت فرما کر مشکور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

لفظ شرک ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا معنی ہوتا ہے اللہ جل مجدہ کے برابر کسی اور کو ماننا یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ

کسی شخص کو واجب الوجود یا اس کی کسی صفت کو قدیم اور مستقل یا اسے لائق عبادت ماننا چنانچہ شرح عقائد نمبی میں ہے۔
 ”الا شرک هو اثبات الشریک فی الالوہیۃ بمعنی وجوب الوجود کما للمجوس
 او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدة الاصنام“ (۱)

جس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ واجب الوجود یعنی جس کا وجود خود ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے صرف اللہ تعالیٰ ہے یونہی اس کی جملہ صفات قدیم غیر مخلوق ذاتی اور غیر متناہی ہیں اس کی ذات کے علاوہ کوئی واجب الوجود نہیں اور اس کی صفات کے علاوہ کسی کی کوئی صف ذاتی قدیم غیر مخلوق اور غیر متناہی نہیں یونہی اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں اب اگر کوئی شخص اللہ جل مجدہ کے علاوہ کوئی اور ذات واجب الوجود مانے یا کسی اور کی صفت کو ذاتی قدیم اور غیر مخلوق مانے یا اس کے سوا کسی اور کو لائق عبادت جانے تو اس کا یہ اعتقاد شرک ہے اور ایسا شخص مشرک ہے۔

اور کفر کا معنی ہے ضروریات دین میں سے کسی امر ضروری دینی کا انکار کرنا چنانچہ تفسیر بیضاوی میں ہے۔
 ”فی الشرع انکار ما علم بالضرورة معنی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ“ (۲)
 اس کا مطلب یہ ہے کہ جن امور کے بارے میں عوام و خواص سب جانتے ہوں کہ یہ دین اسلام سے ہیں ان میں سے کسی کا انکار کر دینا مثلاً نماز و روزہ وغیرہ کا انکار کرنا۔

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ شرک و کفر میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے تو ہر شرک کفر ہے مگر ہر کفر شرک نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو واجب الوجود یا معبود ماننا شرک بھی ہے اور کفر بھی مگر نماز یا روزہ کی فرضیت کا انکار کرنا یا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری نبی نہ ماننا کفر ہے مگر شرک نہیں لہذا ہر شرک کافر ہے مثلاً ہندو بت پرست کہ بتوں کو معبود مانتے ہیں مشرک بھی ہیں اور کافر بھی۔ مگر ہر کافر مشرک نہیں مثلاً دیوبندی قادیانی وغیرہ کہ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں تو یہ کافر ہیں مگر مشرک نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد ورس دارالعلوم علیہ جہد اشاعی، بستی

انبیاء و اولیاء کو وسیلہ بنانا کیا شرک و کفر اور حرام ہے؟

مسئلہ از: محمد صدیق چندیری، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا حرام بلکہ شرک

(۱) شرح العقائد، ص: ۱۶

(۲) التفسیر للبیضاوی، ص: ۳۲

و کفر ہے کسی ذات کو وسیلہ نہیں بنا سکتے ہیں آپ ارشاد فرمائیں کہ زندہ یا وفات یافتہ صالحین خواہ انبیائے کرام ہوں یا اولیائے عظام ان کے وسیلہ سے دعا کرنا کیسا ہے؟ بالتفصیل جواب عنایت ہو۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اللہ جل مجدہ کی بارگاہ کا قرب حاصل کرنے اور اس سے اپنی حاجت برآری کے لیے اس کے محبوب بندوں کو ذریعہ و وسیلہ بنانا بلاشبہ جائز ہے خواہ وہ حضرات اس ظاہری دنیا میں تشریف فرما ہوں یا دار آخرت کی طرف کوچ کر گئے ہوں ہم تفصیل سے اس سلسلہ میں کلام کریں گے۔ فاقول وباللہ التوفیق

کلمہ ”وسیلہ“ واحد ہے اس کی جمع و سائل اور وسائل ہے جس کا معنی کسی کے ذریعہ قرب حاصل کرنا، اور جب رب کی بارگاہ میں کسی کو وسیلہ بنایا جائے تو اس کا مطلب ہے اس کے ذریعہ خدا سے قریب ہونا لغت کی عظیم کتاب ”صحاح“ میں ہے۔

”و الوسيلة ما يتقرب به الى الغير والجمع الوسائل يقال وسَّل فلان الى ربه وسيلة اذا تقرب اليه بعمل“ (۱)

اب وہ ذریعہ خواہ اعمال حسنہ ہوں یا ذوات قدسیہ اور محبوبین بارگاہ خدائے تعالیٰ یونہی وہ ذوات مبارکہ ظاہری حیات میں ہوں یا اس دنیا سے کوچ کر گئی ہوں لفظ ”وسیلہ“ اپنے معنی لغوی کے اعتبار سے سب کو شامل ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ﴾ (۲) ایک مقام ہے۔

﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ﴾ (۳)

آیت مبارکہ میں اہل ایمان کو وسیلہ تلاش کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور واضح طور پر یہ فرمایا گیا ہے کہ قرب خدا وندی حاصل کرنے کے لیے وسیلہ ڈھونڈنا اور کلمہ وسیلہ مطلق رکھا گیا ہے لہذا اس وسیلہ میں سب شامل ہیں۔ اعمال صالحہ بھی اور ذوات صالحین بھی اس عالم میں موجود ہیں بھی اور دار آخرت کی طرف کوچ کر جانے والے بھی، یہی احادیث طیبہ آثار مبارکہ اور اقوال سلف و خلف سے ثابت ہے اور امت مسلمہ کا اسی پر عمل ہے امام طبرانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

(۱) الصحاح فی اللغة للجوهري، ج: ۶، ص: ۱۱۸

(۲) سورة المائدة آیت: ۳۵

(۳) سورة بنی اسرائیل، آیت: ۵۷

”عن انس بن مالک قال: لما ماتت فاطمة بنت اسد بن هاشم ام علي بن ابي طالب رضي الله عنه دخل عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم (الحديث) وفي اخره فلما بلغوا اللحد حضره رسول الله بيده اخرج ترابه بيده، فلما فرغ دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاضطجع فيه، ثم قال: ”الله الذي يحيى ويميت وهو حي لا يموت، اغفر لأمي فاطمة بنت اسد، ولقنها حجبها، ووسع عليها مدخلها بحق نبيك والانبياء الذين من قبلي؛ فانك ارحم الراحمين“ (۱)

اس حدیث پاک میں ہے کہ رسول کائنات علیہ التحیۃ والثناء نے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مغفرت کے لیے خود اپنی مقدس ذات کے ساتھ تمام انبیاء کرام کو وسیلہ بنایا جس سے ثابت ہوا کہ محترم و مکرم ذوات کا وسیلہ بنانا سنت نبوی ہے چاہے وہ ذات اس دنیا میں ہو یا نہ ہو۔

بلکہ کسی مقدس ذات کا وسیلہ بنانا سنت آدم علی نبینا وعلیہ السلام بھی ہے چنانچہ امام حاکم قدس سرہ فرماتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله لما اقترف آدم وكيف عرفت محمداً ولم اخلقه؟ قال: لانك يا ربى لما خلقتني بيدك ونفخت في من روحك رفعت رأسي فرأيت على قوائم العرش مكتوباً: لا اله الا الله محمد رسول الله، فعلمت انك لم تضيف الى اسمك الا احب الخلق اليك، فقال الله تعالى: صدقت يا آدم، انه لاحب الخلق الى، واذا سألتني بحقه فقد غفرت لك، ولولا محمد ما خلقتك“ ورواه الطبراني، وزاد فيه: ”وهو آخر الانبياء من ذريتك“ (۲)

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بابرکت اور محترم ذات کا وسیلہ لے کر دعا کرنا صرف جائز و درست ہی نہیں بلکہ قبولیت دعا کے لیے بہترین نسخہ ہے۔ خواہ وہ ذات ظاہری حیات میں ہو یا وفات پا چکی ہو۔

ان حدیثوں کے علاوہ اور بھی متعدد احادیث سے وسیلہ کا جواز مثل آفتاب روشن ہے چنانچہ امام ترمذی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

”عن عثمان بن حنيف ان رجلا ضرير البصر اتى النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: ادع الله ان يعافيني، قال: ”ان شئت دعوت وان شئت صبرت فهو خير لك“، قال: فادع، قال فامر به ان يتوضا فيحسن وضوءه ويدعو بهذا الدعاء (اللهم انى اسئلك، واتوجه اليك بنبيك محمد بنى الرحمة يا محمد، انى توجهت بك الى ربى فى حاجتى هذه لتقضى بى، اللهم فشعفه فى)“ (۳)

(۱) المعجم الاوسط، ج: ۸، ص: ۶۷

(۲) المستدرک، ج: ۲، ص: ۶۷۲

(۳) جامع الترمذی، ج: ۲، ص: ۱۹۷

امام ابن ماجہ روایت فرماتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ”من خرج من بیتہ الی الصلاۃ فقال: اللہم انی اسألك بحق السائلین علیک، واسألك بحق ممشیہی ہذا، فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا یراء ولا سمعة، وخرجت اتقاد سخطک وابتغاء مرضاتک، فأسألك ان تعیدنی من النار، وأن تغفر لی ذنوبی انه لا یغفر الذنوب الا انت اقبل اللہ علیہ بوجہہ واستغفر لہ سبعون الف ملک“ (۱)

اور امام طبرانی قدس سرہ الربانی روایت فرماتے ہیں:

”عن عثمان بن حنیف ان رجلا كان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حاجة لہ، فكان عثمان لا یلتفت الیہ، ولا ینظر فی حاجتہ، فلقی ابن حنیف فشکی ذلک الیہ، فقال لہ عثمان بن حنیف: انت المیضاۃ فتوضا، ثم انت المسجد فصل فیہ رکعتین، ثم قل: ”اللہم انی اسألك واتوجه الیک بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمة، یا محمد انی اتوجه بک الی ربی فتقضى لی حاجتی وتذكر حاجتک ورح حتی اروح معک، فانطلق الرجل فصنع ما قال لہ، ثم أتى باب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فجاء البواب حتی أخذ بیده فادخله علی عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فأجلسه معه علی الطنفسة خنیفاً، فقال: ما حاجتک؟ فذكر حاجتہ وقضاہالہ ثم قال لہ: ما ذكرت حاجتک حتی کان الساعة وقال: ما كانت لک من حاجتی فاذکرها. ثم ان الرجل خرج من عنده، فلقی عثمان بن حنیف، فقال لہ: جزاک اللہ خیراً، ما کان ینظر فی حاجتی ولا یلتفت الی حتی کلمتہ فی، فقال عثمان بن حنیف: واللہ ما کلمتہ، ولكنی شهدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، واتاه ضریر فشکی الیہ ذهاب بصرہ، فقال لہ النبی صلی اللہ ”فتصبر“ فقال: یا رسول اللہ، لیس لی قائد وقد شق علیّ، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: (انت المیضاۃ فتوضا، ثم صل رکعتین، ثم ادع بهذه الدعوات ...) قال ابن حنیف فواللہ ما تفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانه لم یکن بہ ضرر قط“ (۲)

ان تفصیلات سے سورج کی طرح روشن ہے کہ مقدس اور بابرکت ذات کو اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا بلاشبہ جائز و درست بلکہ سنت نبوی، طریقہ صحابہ اور آداب سلف صالحین میں ہے وسیلہ کو شرک و کفر اور بدعت

(۱) سنن ابن ماجہ، ج: ۱، ص: ۲۵۶

(۲) المعجم الکبیر، ج: ۹، ص: ۳۰۰

وحرام کہنا خود شرک و کفر میں مبتلا ہونا ہے جو شخص اسے شرک و کفر کہتا ہے وہ پوری امت مسلمہ بلکہ انبیائے کرام پر کفر و شرک کا الزام دیتا ہے لہذا ایسا کہنے والے پر خود حکم کفر عائد ہوتا ہے صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

”اذا قال الرجل لا خبیہ یا کافر لفقید باء بہ احدہما“ (۱)

علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی ارشاد فرماتے ہیں۔

”من دعا رجلا بالكفر بالله تعالى او الشرک به وكذلك بالزندقة والالحاد والنفاق

الکفری“ (۲)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے۔

”يجب اكفار الخوارج في اكفارهم جميع الامه سواهم“ (۳)

شفا شریف میں ہے:

”نقطع بكفیر كل قائل قال قولا يتوصل به الى تضلیل الامه“ (۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انبیائے کرام اولیائے عظام اور بزرگان دین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرنا جائز و مستحسن ہے وہابیہ کا اسے شرک و کفر بتانا سراسر غلط ہے اور وسیلہ کو شرک و کفر کہنے کی بنا پر خود وہ کافر و بے دین ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علیمیہ جہد اشاعتی، بستی۔

اپنے پیر کو خدا کہنے والے کا حکم

مسئلہ از: محمد فیاض احمد قادری، الہ آباد۔ یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لیے خدا کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اگر کوئی اپنے پیر کو خدا کہے تو اس کا کیا حکم ہے۔

(۱) صحیح البخاری کتاب الادب، ج: ۲، ص: ۹۰۱

(۲) الحدیقة الندیة، ج: ۲، ص: ۲۱۱

(۳) الفتاویٰ البزازیة علی الہندیہ، ج: ۶، ص: ۳۱۸

(۴) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، ج: ۲، ص: ۲۷۱

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

عرف میں جو لفظ جس معنی کے لیے مستعمل ہو شرع میں بھی وہی معنی معتبر ہوتا ہے بشرطیکہ شرع نے کوئی اور معنی نہ بتایا ہو۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔

”الاصل ان يعتبر في الاسماء الشرعية ما ينشئ عنه من المعاني“ (۱)

یعنی قاعدہ ہے کہ شرعی الفاظ جن معانی کا اظہار کرتے ہیں وہی معتبر ہے۔

الاشباه والنظائر میں ہے۔

”العرف الذي تحمل عليه الالفاظ انما هو المقارن السابق دون المتأخر ولذا قالوا

لا عبرة بالعرف الطاری“ (۲)

حاصل یہ ہے کہ شرعی کلمات اور فقہی مصطلحات کا جو معنی عوام و خواص میں رائج ہو اور شریعت میں بھی وہی معنی لیا جا ہو تو وہی معنی مراد ہوگا جو رائج ہے اور حکم کا دار و مدار اسی معنی پر ہوگا اور اس میں تاویل غیر معتبر ہوگی مثلاً لفظ ”پیغمبر“ ہے۔ یہ لفظ نبی کے معنی میں مستعمل ہے جب بھی مطلق بولا جاتا ہے تو نبی کا معنی مراد ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کہا میں پیغمبر ہوں اور یہ تاویل کرے کہ پیغام لیجانے والا ہوں تو اس کی یہ تاویل مسوع نہیں ہوگی اور اس پر حکم کفر کا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”لو قال انا رسول الله او قال بالفارسية من پیغمبر یرید به من پیغام می بوم یکفر“ (۳)

اور بہار شریعت میں ہے۔

اپنے کو کہے میں پیغمبر ہوں اور اس کا مطلب یہ بتائے کہ میں پیغام پہنچاتا ہوں تو وہ کافر ہے یعنی یہ تاویل مسوع نہیں کہ عرف میں یہ لفظ رسول و نبی کے معنی میں ہے“ (۴)

اسی طرح اگر کوئی کہے ”من خدام“ اور یہ تاویل کرے کہ من خود آئم یعنی میں خود آ رہا ہوں تو اس کی یہ تاویل مقبول نہیں ہوگی اور اس پر حکم کفر نافذ ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”ولو قال من خدام علی وجه المزاح یعنی خود آئم فقد کفر کذا فی التنازع خانیة“ (۵)

لفظ پیغمبر اور خدام بولنے سے حکم کفر کیوں لگتا ہے اور اس کی تاویل معتبر نہیں مانی جاتی ہے وجہ وہی کہ لفظ

(۲) الاشباه والنظائر مع الحموی ج: ۱، ص: ۲۸۲

(۱) الفتاویٰ رضویہ ج: ۳، ص: ۵۷۲

(۳) بہار شریعت ج: ۳، ص: ۱۷۱

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۲، ص: ۲۶۳

(۵) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۲، ص: ۲۶۲

پیغمبر اور خدا نبی اور اللہ کے معنی میں اس طرح رائج ہے کہ دوسرے کسی معنی کی طرف ذہن جاتا ہی نہیں ہے لفظ خدا کے استعمال سے متعلق حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں۔

”اللہ عزوجل پر ہی خدا کا اطلاق ہو سکتا ہے اور سلف سے لے کر خلف تک ہر قرن میں تمام مسلمانوں میں بلا تکثیر اطلاق ہوتا رہا ہے۔ اور وہ اصل میں ”خود آ“ ہے جس کے معنی ہیں وہ جو خود موجود ہو کسی اور کے موجود کیے موجود نہ ہوا ہو اور وہ نہیں مگر اللہ عزوجل ہمارا سچا خدا۔“ (۱)

تو جس نے خود کو نبی یا خدا کہا تو شرعاً اس کا مطلب یہی ہوگا کہ اس نے اپنے لیے نبوت والوہیت کا دعویٰ کیا لہذا وہ کافر قرار پائے گا اسی لیے جب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا کہ اگر کوئی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا اپنے پیرومرشد کو خدا کہے تو اس کا کیا حکم ہے آپ نے فرمایا

”کسی بات کی طرف نظر کرنے کی حاجت نہیں بعد اس کے کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خدا کہے یقیناً کافر مرتد ہے: ”من شک فی عذابہ و کفرہ فقد کفر“۔ (۲)

اور ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

”مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر“ (۳)

اس تفصیل سے مانند آفتاب روشن ہو گیا کہ مطلقاً لفظ ”خدا“ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہی ہوگا لہذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خدا کہنا کفر اور کہنے والا کافر و مرتد ہے اور اسکی کوئی تاویل مقبول و معتبر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیمہ حمد اشاعی، بستی

وظیفہ ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیعۃ اللہ“ کا ورد کیا شرک و کفر ہے؟

مسئلہ از: مولانا ذوالفقار نعیمی ایڈیٹر سہ ماہی جام شرافت مراد آباد۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ امت مسلمہ میں صدیوں سے وظیفہ ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیعۃ اللہ“ کا ورد جاری ہے جس کی برکات سے اہل ایمان فیضیاب ہو رہے ہیں مگر وہابی کہتے ہیں کہ اس کا ورد شرک و کفر ہے اس سلسلہ میں واضح اور قول فیصل آپ تحریر فرمائیں اور اس کا حکم بیان کریں۔

(۱) فتاویٰ مفتی اعظم، ج: ۲، ص: ۷

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۰۰

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۱۱۹

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

امیر کشور ولایت شہنشاہ بغداد غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بغدادی رضی اللہ عنہ کو رب قدیر نے جس مقام ولایت سے نواز کر روحانی قوت و طاقت عطا فرمائی اس سے ملت اسلامیہ کا ہر چھوٹا بڑا واقف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں میں ان کے نام کا ورد رائج ہے، انہیں مصیبتوں میں پکارا جاتا ہے، ان سے استغاثہ و استمداد کی جاتی ہے اور ”یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء اللہ“ کے کلمات سے ان کی ذات بابرکات سے مدد طلب کی جاتی ہے بارہویں صدی ہجری کے آغاز میں انبیائے کرام اور اولیائے عظام سے اہل ایمان کا رشتہ توڑنے کی خاطر انگریزوں نے توحید کے نام پر ایک خطرناک تحریک بنام ”وہابیت“ کی داغ بیل ڈالی جس نے امت مسلمہ کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا تمام اکابرین ملت کو طعن و تشنیع اور سب و شتم کا نشانہ بنایا اور جن رسومات و معمولات کے ذریعہ اہل اللہ سے وابستگی کا پتہ چلتا ہے سب کو کفر و شرک کا نام دے کر ختم کرنے کی منصوبہ جدوجہد کی۔ انہیں مذموم کوششوں کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ مذکورہ بالا وظیفہ قادریہ کو شرک و کفر کا نام دے کر سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے دور کیا جانے لگا ان حالات کے پیش نظر علمائے اہل سنت حقانیت کو اجاگر کرنے کے لیے میدان میں اترے اور اسلام کے عقائد و معمولات کو دلائل و براہین سے مزین کر کے امت کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ مذکورہ وظیفہ کے حوالے سے بھی علمائے اسلام بے شمار رسالے کتابچے اور فتاویٰ شائع کئے اور اس کی صحت و جواز کا حکم واضح کیا۔

اس مشہور وظیفہ کا اردو ترجمہ ہے: ”اے شیخ عبدالقادر جیلانی خدا کے لیے کچھ عطا کیجئے“ عربی کا یہ جملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے اردو بول چال میں عموماً لوگ کہا کرتے ہیں خدا کے لیے پڑھ لکھ، اللہ واسطے دید و غیرہ وغیرہ جو لوگ اس وظیفہ کو ناجائز و حرام یا شرک کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اس میں وفات یافتہ کو نداء دینا اور پکارنا اور اس سے استغاثہ و استمداد کرنا ہے اور کسی وفات یافتہ کو نداء دینا اور اس سے مدد مانگنا ناجائز ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ان حضرات کی غلطی فہمی اور اسلامی مسلمات و معتقدات سے عدم واقفیت کی کھلی دلیل ہے، کیونکہ قرآن و حدیث اور اقوال علمائے اسلام کھلے طور پر یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وفات یافتہ حضرات بھی سنتے ہیں لہذا ان کو نداء دینا اور انہیں پکارنا بلاشبہ جائز ہے یونہی ان سے استمداد کرنا بھی جائز و درست ہے ہم اولایہ ثابت کر رہے ہیں کہ وفات یافتہ لوگ سنتے ہیں۔

چنانچہ نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم کا ارشاد گرامی ہے ”ان المیت اذا وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق نعالہم اذا انصرفوا“۔ (۱)

مردہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ دفن کر کے پلٹتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔ ایک جگہ اور

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”ان السمیت یسمع خفق نعالہم اذا ولوا مدبرین“ (۱) مردہ جوتیوں کی آواز سنتا ہے جب لوگ انہیں پیٹھ دے کر پھرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مقام پر یوں فرمایا ”ان السمیت اذا دفن یسمع خفق نعالہم اذا ولوا منصرفین“ (۲) مردہ جب دفن ہوتا ہے اور لوگ واپس آتے ہیں وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے۔

ایک جگہ اور فرمایا: ”والذی نفسی بیدہ ان السمیت اذا وضع فی قبرہ انہ یسمع خفق نعالہم حین یؤ لون عنہ۔“ (۳)

یعنی قسم اٹھ کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب مردہ قبر میں رکھا جاتا ہے کفش ہائے مردم کی آواز سنتا ہے جب اسکے پاس سے پلٹتے ہیں۔ اور ایک مقام پر سید عالم ارشاد فرماتے ہیں: فانہ یسمع خفق نعالہم و نقض ابیدیکم اذا ولیتم عنہ مدبرین (۴) وہ یقیناً تمہارے جوتوں کی ہچکل اور ہاتھ جھاڑنے کی آواز سنتا ہے جب تم اس کی طرف سے پیٹھ پھیر کر چلتے ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ شہدنا جنازۃ مع رسول اللہ فلما فرغ من دفنہا وانصرف الناس قال انہ الآن یسمع خفق نعالکم۔“ (۵) کہ ہم ایک جنازہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھے جب اس کے دفن سے فارغ ہوئے اور لوگ پلٹے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اب وہ تمہاری جوتیوں کی آواز سن رہا ہے۔

ان احادیث طیبہ سے مثل آفتاب واضح ہے کہ عام مسلمان اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور سنتے ہیں۔ یہ حال عام مسلمانوں کا ہے رہے مقربان بارگاہ تو ان کی قوت سماعت اور طاقت ادراک کا حال نہایت نرالا اور ارفع و اعلیٰ ہوتا ہے وہ عالم بالا میں رہتے ہوئے بھی عالم زیریں میں اٹھنے والی آوازوں کی سماعت فرما لیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالرؤف مناوی فرماتے ہیں۔

”النفوس القدسیۃ اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ اتصلت بالملا لا علی ولم یبق لها حجاب فتری و تسمع الكل کالمشاهد“ (۶) یعنی پاک جانیں جب بدن کے علائق سے جدا ہوتی ہیں تو ملا اعلیٰ سے مل جاتی ہیں اور ان کے لیے کوئی پردہ نہیں رہتا ہے سب کچھ ایسا دیکھتی سنتی ہیں جیسے سامنے حاضر ہے۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں: اذا مات الانسان کان للنسمۃ نشأۃ اخری فینشئ فیض الروح الالہی فیہا قوۃ فیما بقی من الحس المشترك تکفی کفاۃ السمع والبصر

(۲) کنز العمال، ج: ۱۵، ص: ۲۰۰

(۱) المسند للإمام احمد بن حنبل، ج: ۴، ص: ۲۹۶

(۳) شرح الصدور، ص: ۵۱

(۴) المستدرک للحاکم، ج: ۱، ص: ۳۸۰

(۶) التیسیر شرح جامع الصغیر، ج: ۱، ص: ۵۰۲

(۵) شرح الصدور، ص: ۵۳

(۷) حجة الله البالغة، ص: ۱۹

الکلام“ (۱) جب آدمی مرجاتا ہے روح حیوانی کے لیے ایک اور اٹھان ہوتی ہے تو روح الہی کا فیض اس کے بقیہ جس مشترک میں ایک قوت ایجاد کرتا ہے جو سننے دیکھنے اور کلام کرنے کا کام دیتی ہے۔

اور جب یہ امر ثابت ہو گیا کہ وفات یافتہ حضرات سنتے، دیکھتے اور پہچانتے ہیں تو ہمیں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ انہیں پکارنا لفظ ”یا“ کے ذریعہ انہیں مخاطب کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا بھی درست ہے۔ چنانچہ محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”قلیل لموسی الرضا رضی اللہ عنہ علمنی کلاما اذا زُدت واحدا منکم فقال ادن من القبر و کبر اللہ اربعین مرة ثم قل السلام علیکم یا اهل بیت الرسالة انی مستشفع بکم و مقدمکم امام طلبی و ارادتی و سالتی و حاجتی و اشهد اللہ انی مومن بسرکم و علانیتکم و انی ابوا الی اللہ من محمد و ال محمد من الجن و الانس“۔ (۱) یعنی امام علی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی گئی مجھے ایک کلام تعلیم فرمائیے کہ اہل بیت کرام کی زیارت میں عرض کیا کروں؟ فرمایا! قبر سے نزدیک ہو کر چالیس بار تکبیر کہہ پھر عرض کر سلام آپ پر اے اہل بیت رسالت میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں اور آپ کو اپنی طلب و خواہش و سوال حاجت کے آگے کرتا ہوں، خدا گواہ ہے مجھے آپ کے باطن کریم و ظاہر طاہر پر سچے دل سے اعتقاد ہے اور میں اللہ کی طرف بری کرتا ہوں ان سب جن و انس سے جو محمد و آل محمد ﷺ کے دشمن ہیں۔

اور حضرت امیر ابن الحاج قدس سرہ فرماتے ہیں: ”الدعاء عند قبور الصالحین و التشفع بهم معمول بہ عند علمائنا المحققین من ائمة الدین“ (۲) یعنی قبور صالحین کے پاس دعا اور ان سے شفاعت چاہنا ہمارے علمائے محققین و ائمہ دین کا معمول ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فرماتے ہیں: اذا مات انقطعت العلاقة فلحق بالملئكة و صار منهم و الهم كالهامهم و سعی فیما یسعون فیہ ربما اشتغل هو لاء باعلاء كلمة الله و نصر حزب الله و ربما کان لهم لمة خیر باہن آدم“ (۳)

جب اہل اللہ مرتے ہیں علاقہ بدنی منقطع ہو کر ملائکہ سے ملتے اور انہیں میں سے ہو جاتے ہیں جس طرح فرشتے آدمیوں کے دل میں نیک بات کا القاء کرتے ہیں اور جن کاموں میں ملائکہ سعی کرتے ہیں یہ بھی کرتے ہیں اور کبھی یہ پاک روہیں خدا کا بول بالا کرنے اور اس کے لشکر کو مدد دینے یعنی جہاد و قتل کفار و امداد مسلمانین میں مشغول ہوتی ہیں، اور کبھی بنی آدم سے نزدیک و قریب ہوتی ہیں کہ ان پر افاضہ خیر فرمائیں۔“

ایک مقام پر یوں رقم طراز ہیں ”در اولیائے امت و اصحاب طریق اقوی کسی کہ بعدہ تمام راہ جذب پاکش و جود باصل اس نسبت میل کردہ و در آنجا بوجہ اتم قدم زدہ است حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اند و لہذا گفته اند کہ ایشان در قبور خود مثل احياء تصرف می کنند“ (۴) اولیائے امت و اصحاب طریقت میں سب سے زیادہ قوی شخصیت

(۲) المدخل ج: ۱، ص: ۲۳۹

(۱) جذب القلوب، ص: ۱۳۸

(۴) همعات، ص: ۶۱

(۳) حجة الله البالغة: ص: ۳۵

جس کے بعد تمام راہ عشق مؤکد ترین طور پر اسی نسبت کی اصل کی طرف مائل اور کامل ترین طور پر اس مقام پر قائم ہو چکی ہے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی ہیں۔

اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں۔

ان عبارات سے یہ مسئلہ بالکل بے غبار ہو جاتا ہے کہ ارواح کرام کوندا کرنا اور ان سے توسل و طلب دعا بلا شبہ جائز و درست ہے۔ اب آئیے خاص کر غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے استغاثہ اور ان کوندا کرنے کے متعلق غلامائے اسلام کے ارشادات سے قلب و نظر کو مسرور کریں۔ حضرت علامہ سیدی جمال کی قدس سرہ کے فتاویٰ میں ہے ”سئلت عن من يقول في حال الشدائد يا رسول الله او يا علي او يا شيخ عبدالقادر مثلاً هل هو جائز شرعاً ام لا فاجبت نعم الاستغاثة بالاولياء ونداءهم والتوسل بهم امر مشروع ومرغوب لا ينكره الا مكابر او معاند وقد حرم بركة الاولياء الكرام، وسئل شيخ الاسلام الشهاب الرملي الانصاري الشافعي عما يقع من العامة من قولهم عند الشدائد يا شيخ فلان ونحو ذلك من الاستغاثة بالانبياء والمرسلين والصالحين فاجاب بما نصه الا استغاثه بالانبياء والمرسلين والاولياء الصالحين جائزة بعد موتهم.“ (۱)

مجھ سے سوال ہوا اس شخص کے بارے میں جو غیبتوں کے وقت کہتا ہے ”یا رسول، یا علی، یا شیخ عبدالقادر، مثلاً آیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میں نے جواب دیا، ہاں! اولیاء سے مدد مانگنا اور انہیں پکارنا اور ان کے ساتھ توسل کرنا امر مشروع و شے مرغوب ہے جس کا انکار نہ کرے گا مگر ہٹ دھرم یا دشمن انصاف، اور بے شک وہ برکت اولیاء کرام سے محروم ہے“ شیخ الاسلام شہاب ربلی انصاری شافعی سے استفتاء ہوا کہ عام لوگ جو غیبتوں کے وقت مثلاً یا شیخ فلاں کہہ کر پکارتے ہیں اور انبیاء و اولیاء سے فریاد کرتے ہیں، اس کا شرع میں کیا حکم ہے؟ امام ممدوح نے فتویٰ دیا کہ انبیاء و مرسلین و اولیاء و علمائے صالحین سے ان کے وصال شریف کے بعد بھی استعانت و استمداد جائز ہے۔“

علامہ ربلی حنفی ”فتاویٰ خیر“ میں فرماتے ہیں: ”قولہم یا شیخ عبدالقادر نداء لهما الموجب لحرمہ“ (۲) لوگوں کا کہنا ”یا شیخ عبدالقادر“ یہ ایک ندا ہے پھر اس کی حرمت کا سبب کیا ہے؟

حاصل کلام یہ کہ وفات یافتہ شخصیات کوندا کرنا ان کو پکارنا اور ان کو یا علی یا غیث یا خواجہ وغیرہ الفاظ سے مخاطب کرنا بلاشبہ جائز ہے اسے کفر و شرک بتانا سراسر غلط اور حماقت و جہالت اور گمراہی و بدعتی ہے البتہ تمام اہل ایمان پر فرض ہے کہ ہر شئی میں حقیقی مؤثر و متصرف اللہ تعالیٰ کو مانیں اور موت اور زندگی، تنگی و فراخی ہر ایک کا حقیقی مالک و

(۱) الفتاویٰ الرضویہ ۴۰، ج: ۹، ص: ۹۱/۹۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ ۴۰، ج: ۹، ص: ۹۲

خالق اسی کو جانیں اولیائے عظام اور صالحین کو اس کی بارگاہ میں واسطہ و وسیلہ سمجھیں کہ مؤثر و موجد حقیقی اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بعض حضرات اس وظیفہ کے ناجائز بلکہ کفر ہونے کی ایک وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اس میں ”شیفًا للہ“ کی عبارت ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غوث اعظم سے کچھ مانگا جا رہا ہے اور جس کے لیے مانگا جا رہا ہے وہ کوئی بندہ اور مخلوق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور یہ مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہونے کی نسبت کرنا کفر ہے لہذا ایسے کلمات پر مشتمل وظیفہ ناجائز و حرام بلکہ کفر ہے۔

مگر یہ صرف ایک شبہ ہے جو تار عنکبوت سے کہیں زیادہ کمزور ہے کیونکہ کسی معمولی سے معمولی مسلمان کے بھی حاشیہ خیال میں یہ بات نہیں آسکتی کہ اللہ تعالیٰ محتاج ہے اور ہم اسے محتاج سمجھ کر غوث سے یا کسی اور بزرگ سے اس کے لیے کچھ مانگ رہے ہیں (معاذ اللہ رب العالمین) واقعہ یہ ہے کہ یہاں کلمہ جلالت کا تذکرہ صرف اور صرف سوال کی اہمیت بتانے کے لیے ہے نہ کہ اللہ جل مجدہ کو محتاج سمجھ کر اس کے لیے مدد طلب کرنا ہے، ہم دن رات اس طرح بولتے رہتے ہیں چنانچہ عام بول چال میں کہتے ہیں۔ اللہ کے لیے کچھ کمالو، خدا کے لیے کچھ دے دو، وغیرہ وغیرہ تو جس طرح سے یہ جملے کفر و شرک نہیں یونہی ”شیفًا للہ“ بھی کفر و شرک نہیں ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خاتم المتحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ نے اس عبارت کے تعلق سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب اس عبارت کا ایک مطلب واضح ہے تو بلا وجہ کسی مومن پر بدگمانی کر کے غلط معنی اس کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے آپ لکھتے ہیں:

”وینہی ان یرجح عدم التكفير فانه يمكن ان يقول اردت اطلب شيئاً اكراما لله تعالى“

۱۰ شرح و ہبانیۃ (الی قولہ) اما ان قصد المعنی الصحیح فالظاهر انه لا بأس به۔ (۱)

ہمیں اسلاف کی محبت بخشے اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) وهو تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ حمد اشاعی، بستی۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب المفقود

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

﴿إِمْرَأَةُ الْمَفْقُودِ إِمْرَأَتُهُ

حَتَّى يَأْتِيَهَا الْبَيَانُ﴾

(سنن الدار قطنی، ج: ۳، ص: ۳۱۲)

یعنی

مفقود کی عورت جب تک بیان نہ آجائے

(یعنی اس کی موت یا طلاق نہ معلوم ہو) اسی کی عورت ہے۔

ص: ۴۲۵

تا

از ص: ۴۱۹

کل فتاویٰ: ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب المفقود

مفقود کا بیان

مفقود الخیر کی بیوی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: مقصود احمد، سمر ہوا، پوسٹ، سکھو ابا بو، ضلع مہراج سنگ (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ کی شادی بکر کے ساتھ ہوئی تھی اور ہندہ پہلی مرتبہ بکر کے گھر آئی تھی، کچھ دنوں کے بعد بکر کمانے کے لیے باہر گیا اور پانچ سال کچھ مہینہ کا عرصہ گزر گیا لیکن بکر کا کچھ پتہ نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ، پھر ہندہ کے گھر والوں نے بکر کو بہت تلاش کیا لیکن اس کا کچھ پتہ نہیں چلا، اس کے بعد ہندہ کے گھر والوں نے کسی مفتی صاحب سے ہندہ کی دوسری شادی سے متعلق فتویٰ لیا اور مفتی صاحب نے دوسری شادی کے جواز کا فتویٰ دیدیا، پھر ہندہ کے گھر والوں نے ہندہ کی دوسری شادی کر دی، اور شادی کرنے کے ایک مہینہ بعد بکر گھر پہ آ گیا، تو اب اس شادی کے بارے میں کیا حکم ہے آیا وہ شادی جائز ہے کہ نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس لاپتہ مرد کی موت وزندگی کا حال معلوم نہ ہو وہ مفقود الخیر ہے اور مفقود الخیر کی بیوی کے لیے مذہب حنفی میں یہ حکم ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عمر نوے سال ہونے تک انتظار کرے، اور امام ابن ہمام علیہ الرحمہ والرضوان کا مذہب مختاریہ ہے کہ شوہر کی عمر ستر سال ہونے تک انتظار کرے، لقولہ علیہ السلام اعمار امعی ما بین السبعین الی سبعین، مگر ضرورت ملجہ کی صورت میں مفقود کی عورت کو حضرت سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔

ان کے مذہب کے مطابق مفقود کی عورت قاضی شریعت یا ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین

کے حضور فتح نکاح کا دعویٰ کرے، وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے، اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے حضور فتح نکاح کا دعویٰ نہیں کیا اور بطور خود چار سال تک انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی، بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے، اس درمیان اس کے شوہر کی موت و حیات معلوم کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں، جب یہ مدت گزر جائے اور اس کے شوہر کی موت و زندگی معلوم نہ ہو سکے تو وہ عورت پھر اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے، اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم نافذ فرمائے گا، پھر عورت وفات کی عدت گزار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے، اس سے پہلے اس کا نکاح ہرگز کسی سے جائز نہیں۔

مذکورہ صورت میں چوں کہ ہندہ کا نکاح اس کے والدین نے شرعی طریقہ اپنائے بغیر کر دیا اس لیے وہ نکاح ہرگز جائز نہیں ہے، ہندہ بدستور بکر کی بیوی ہے اور جس مفتی نے مسئلہ بتایا۔ اس نے حکم شرعی بیان نہیں کیا بلکہ گمراہ کیا ہے۔ اس پر عمل کرنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

۱۳ جماد الاخرہ ۱۴۲۳ھ

کیا زن مفقود الخمر کا نکاح اس کے والدین کر سکتے ہیں؟

مسئلہ از: محمد قطب الدین لطیفی بلراہ پوری معلم دارالعلوم علمیہ جہد اشاہی بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں زید تین سال سے لاپتہ ہے اس کی کوئی خبر نہیں کہ مردہ ہے یا زندہ اس صورت میں زید کی بیوی ہندہ دوسرے سے شادی کر سکتی ہے یا نہیں اگر اس کے والدین دوسری جگہ شادی کر دیں تو ان کے بارے میں کیا حکم ہے نیز ان کے دوسرے لڑکی یا لڑکا سے شادی وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زن مفقود الخمر کے بارے میں امام الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ جب تک شوہر کی عمر ۷۰ برس کی نہ ہو اس وقت تک موت کا حکم نہ دیں گے نہ اس کی عورت کو نکاح کرنا جائز۔ مگر وقت ضرورت ملجہ مفقود کی بیوی کو حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کی رخصت ہے۔ چنانچہ شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

”اگر شوہر کے مفقود الخمر“ ہونے کی وجہ سے عورت دوسری شادی کرنے پر اتنی مجبور ہو جائے کہ دوسرا کوئی

چارہ کار نہ ہو حالت ملجہ پیدا ہو جائے تو مذہب امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل کرنے کی اجازت ہمارے علمائے بھی دی ہے۔ خصوصاً اس دور پر فتن میں ہمارے علما کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ اس خصوص میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر فتویٰ دیا جائے۔ (۱)

البتہ شوہر کی موت کا فیصلہ قاضی اسلام کرے گا اور جس جگہ قاضی اسلام نہیں وہاں اس کی صورت یہ ہوگی کہ مفقود کی بیوی ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین کے حضور فسخ نکاح کا دعویٰ کرے۔ وہ عالم اس کا دعویٰ سن کر چار سال کی مدت مقرر کرے۔ اگر مفقود کی عورت نے کسی عالم کے پاس فسخ نکاح کا دعویٰ نہ کیا اور بطور خود چار سال تک انتظار کرتی رہی تو یہ مدت حساب میں شمار نہ ہوگی بلکہ دعویٰ کے بعد چار سال کی مدت درکار ہے اس مدت میں اس کے شوہر کی موت و زندگی نہ معلوم ہو سکے تو وہ عورت اسی عالم کے حضور استغاثہ پیش کرے اس وقت وہ عالم اس کے شوہر پر موت کا حکم کرے گا پھر عورت عدت و فوات گزار کر جس سنی صحیح العقیدہ سے چاہے نکاح کر سکتی ہے اس سے پہلے اس کا نکاح کسی سے ہرگز نہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زید مفقود الخمر کی بیوی ہندہ کے سامنے اگر دوسری شادی کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہے تو امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے مذکورہ حکم کے مطابق عمل کر کے دوسرا نکاح کر سکتی ہے۔ بغیر اس کے کسی سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں ہے اور اگر ہندہ کے والدین اپنی مرضی سے اس کا نکاح کر دیں تو وہ سخت مجرم و گنہگار مستحق ناروغضب جبار ہوں گے۔ ان پر لازم ہوگا کہ فوراً اپنی لڑکی کو جس کے ساتھ نکاح کیا ہے اس سے جدا کر لیں اگر ایسا نہ کریں گے تو مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ ان سے مکمل قطع تعلق کر لیں ان کے ساتھ نشست و برخاست شادی بیاہ سب ختم کر دیں ورنہ وہ بھی گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

المجیب مصیب: محمد تفسیر قادری

۲۹ ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

اگر شوہر ایک طویل زمانہ سے ”کوما“ میں ہو تو عورت کیا کرے؟

مسئلہ از: عبدالرحمن۔ مریکہ

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بیمار ہوا اور پھر کوما میں چلا گیا تقریباً چھ سال سے بستر مرگ پر کوما کی حالت میں ہے اس کی بیوی اور ایک بچہ ہے گھر والوں نے دیکھ بھال بند کر دی ہے بیوی مزدوری کر کے

(۱) حاشیہ فتاویٰ امجدیہ، ج: ۲، ص: ۹۱

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

اپنا خرچ اور شوہر کا علاج کراتی ہے مگر اب وہ عورت مزدوری کر کے دو اعلاج اور اپنے خرچ کو نہیں نکال سکتی ہے عورت بالکل مجبور ہو چکی ہے بظاہر کوئی اس کی زندگی کا پرسان حال نہیں ہے اب عورت دوسرا نکاح کر کے عزت کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتی ہے شریعت مطہرہ کی روشنی میں حکم بیان فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ! اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے اور مہلک امراض سے محفوظ و مامون رکھے یہ ایک نئی صورت حال ہے مگر اسلام ہر مسئلے کا حل پیش کرتا ہے اگرچہ صراحت نہ ہو بلکہ دلالت اشارۃ اور کنیۃ ہو یہ مسئلہ مثل جنون ہے کہ اگر شوہر بالکل پاگل ہو جائے اور ایک عرصہ دراز سے بیوی بچوں سے بیگانہ حتیٰ کہ اپنی زندگی سے بھی بیگانہ ہو تو کیا عورت کو فسخ نکاح کا اختیار شرع دیتی ہے تمام کتب حنفیہ میں مذکور ہے کہ جنون موجب فسخ نکاح نہیں ہے چنانچہ در مختار میں ہے ”لا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا کجنون“ (۱)

ردالمحتار میں ہے ”وقد تکفل فی الفتح بردما استدلل بہ الائمة الثلاثة ومحمد بما لا مزید علیہ“ (۲)
کنز الدقائق میں ہے ”لم یتخیر احدهما بعیب“ (۳)

مجمع الانہر میں ہے: ”لا خيار لها ان وجدت (المرأة) به (ای بالنزوح) جنونا“ (۴)
ان ارشادات سے مانند آفتاب روشن ہے کہ ہمارے مذہب امام اعظم میں جنون شوہر کے سبب عورت کو ہرگز کسی وقت تفریق کرانے کا اختیار نہیں ہوتا ہے یونہی صورت مذکورہ میں جو شخص ایک عرصہ سے ”کوما“ میں ہے اس کی بیوی کو بھی تفریق کا کوئی اختیار نہیں ہے تو شوہر کی موت یا طلاق کے بغیر وہ ہرگز کسی سے نکاح نہیں کر سکتی ہے وہ عورت صبر کرے اور اللہ رب العزت پر یقین کامل رکھے وہ ضائع فرمانے والا نہیں ہے۔

اور اگر بالفرض ظاہری اسباب ایسے نہیں ہیں کہ وہ عورت بغیر تفریق اور نکاح ثانی کے اپنی عزت اور زندگی کو محفوظ رکھ سکے اور سچ مچ مجبور و مضطر ہے تو اب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر عمل کی اجازت ہوگی ان کے قول کے مطابق عورت اپنے ضلع کے قاضی شریعت اور اس کے نہ رہنے کی صورت میں ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین کی خدمت میں عرضی پیش کرے اس کے بعد قاضی کے نزدیک یہ چیز ثابت ہو جائے کہ واقعی مدت دراز سے اس کا شوہر ”کوما“

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار باب العین ج: ۲، ص: ۲۹۷

(۲) ردالمحتار // // //

(۳) کنز الدقائق باب العین ص: ۱۳۷

(۴) مجمع الانہر // ج: ۱، ص: ۳۶۳

میں ہے اور آرام نہیں مل رہا ہے تو عورت کو فی الفور یہ اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو اگر عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو اب قاضی تفریق کر دے گا اس روز سے عورت طلاق کی عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کر لے البتہ قاضی فیصلہ سے پہلے یہ دیکھ لے کہ خود اسے کوئی قانونی مصیبت نہ لاحق ہو۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

”قال محمد رحمة الله تعالى عليه ان كان الجنون حادثا يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة. بعد الحول اذالم يبرأ وان كان مطبقا فهو كالجب وبه نأخذ كذا في الحاوی القدسی (۱) فقیہ اعظم مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:

”بانیہمہ اگر جنون حادث ہے پیش از نکاح شوہر مجنون نہ تھا بعد کو پیدا ہوا اور حالت ضرورت بلا مکر و فریب و بیروی نفس سچی سچی واقعی متحقق ہے تو قول امام محمد پر عمل ممکن فقد اجازوا التحقیق الضرورة الصحيحة تقلید الغیر فهذا اولیٰ بالجواز اذ ليس بحمد الله في المذهب قول خارج عن اقوال الامام۔ مگر قول امام محمد یہ نہیں کہ شوہر کو جنون ہو جائے تو عورت بطور خود اس سے فرقت کر کے دوسرے سے نکاح کر لے یہ کسی کے نزدیک جائز نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ عورت حاکم کے حضور دعویٰ کرے اگر حاکم کو ثابت ہو جائے کہ واقعی عرصہ دراز گز گئی کہ یہ شخص مجنون ہے اور آرام نہیں ہوتا جنون اس کا مطبق یعنی ملازم و ممتد ہے تو اب سال کی مہلت نہ دے گا بلکہ فی الفور عورت کو اختیار دے گا کہ چاہے شوہر کو اختیار کرے یا اپنے نفس کو اگر مجلس بدلنے سے پہلے عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو حاکم تفریق کر دے گا۔ اس روز سے عورت طلاق کی عدت بیٹھے بعدہ جس سے چاہے نکاح کرے۔

مگر یہ لحاظ لازم ہے کہ عالم کا ایسا فیصلہ اس کے لیے کسی قانونی دقت کا موجب نہ ہو ورنہ عالم اس سے ضرور احتراز کرے“ (۲) هذا ما عندي والعلم عند ربی وهو تعالى اعلم۔

کتابہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علمیہ جمہ اشاہی، ہستی

زن مفقود الخمر نے شرعی طور پر نکاح کیا پھر اس کا پہلا شوہر آ گیا تو

مسئلہ از: مشتاق احمد رضوی عرف سنے، بدھیا نی، خلیل آباد سنت کبیر نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

اگر کسی عورت کا شوہر لاپتہ ہو گیا پھر عورت نے قاضی شریعت کی بارگاہ میں مقدمہ پیش کیا قاضی نے اسے حکم

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۵۲۶

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱۰، ص: ۱۴۹، جدید

شرعی سنایا عورت نے اس کے مطابق عمل کر کے دوسرا نکاح کر لیا پھر شوہر اول آگیا اب عورت کس کے پاس رہے گی اور اسے کیا کرنا چاہیے۔ بینوا تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں جب عورت نے حکم شرع کے مطابق اپنا نکاح کر لیا اور بعد نکاح اس کا شوہر اول واپس آگیا تو وہ عورت شوہر اول کو لوٹا دی جائے گی چنانچہ حدیث پاک ہے ”امرأۃ المفقود اذا قدم وقد تزوجت امرأۃ وہی امرأۃ ان شاء طلق وان شاء امسک ولا تعخیر“ (۱) یعنی مفقود جب واپس آجائے اور اس کی بیوی دوسرا نکاح کر چکی ہو تو بھی وہ اسی کی بیوی ہے چاہے تو طلاق دے اور چاہے تو روک رکھے اور بیوی کو اختیار نہیں۔ رد المحتار میں ہے ”لوعاد حیابعد الحکم بموتہ ط رأیت المرحوم ابالسعود نقل ان زوجته

لہ والا ولا دلالتی“ (۲)

فقہ فقید المثال اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

اگر اتنی مدت گزر گئی اور عورت نے بعد عدت نکاح کر لیا اس کے بعد شوہر اول واپس آیا تو اپنی عورت کو شوہر دوم سے لے لے گا اور دوم سے اگر اولاد ہو چکی ہے تو وہ اولاد دوم ہی کو دلائی جائے گی صرف عورت شوہر اول کو ملے گی“ (۳) خلاصہ یہ کہ ایسی صورت میں عورت پہلے شوہر کے پاس رہے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ جہد اشاہی، بستی

(۱) سنن البیہقی ج: ۷، ص: ۷۳۱

(۲) رد المحتار ج: ۴، ص: ۲۹۷

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ ج: ۶، ص: ۳۱۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الشَّرْکَةِ

قال الله تعالى

﴿فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ﴾

(النساء/۱۲)

یعنی

تو وہ سب شریک ہیں تین میں۔

از ص: ۴۲۶ تا ص: ۴۳۵

کل فتاویٰ: ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الشریکۃ

شرکت کا بیان

باپ سے الگ لڑکے نے جو کمایا وہ کس کا ہے؟

مسئلہ از: ارشاد احمد برکاتی۔ نواری بازار، جہانگیر خج۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید چار بھائی ہیں، ارشاد احمد، امتیاز احمد، عباد احمد، صدام حسین، ارشاد احمد اور امتیاز احمد دونوں اپنے والد سے الگ رہتے تھے اور دونوں الگ الگ اپنا کام کرتے تھے پھر ارشاد احمد نے نمکین بنانے کا کارخانہ کھولا جس میں ارشاد احمد نے اپنے والد سے کچھ روپیہ بطور مدد لیا اور زیادہ رقم اپنے بہنوئی سے لیا اور اپنی خود کی کافی رقم لگا کر کام شروع کیا ایک دن ارشاد احمد اور امتیاز احمد کے درمیان جھگڑا ہو گیا والد نے دونوں کو گھر سے باہر نکال دیا اور کہا تم دونوں اپنا اپنا کاروبار لے کر یہاں سے بھاگو ارشاد احمد والد صاحب سے روتا گڑ گڑاتا رہا کہ مجھ کو کچھ دن رہنے دیجئے تاکہ میں کہیں اپنا انتظام کر لوں پھر بھی والد صاحب نہیں مانے اور گھر سے نکال دیا لہذا دونوں لڑکے گھر سے اپنا اپنا سامان لے کر نکل گئے۔

ارشاد احمد اپنی سسرال میں رہ کر کاروبار کرتا رہا اور کافی ترقی کیا جس سے زمین اور مکان بھی بنا لیا اب ارشاد احمد کے والد ترقی اور کافی جائیداد دیکھ کر یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ جو کچھ ارشاد احمد نے کمایا وہ سب میرے روپیے سے کمایا ہے لہذا جتنی بھی جائیداد ہے سب کا مالک میں ہوں اب مذکورہ حالات کی روشنی میں جتنی جائیداد ارشاد احمد نے کمایا ہے وہ شرعاً کس کی ملکیت مانی جائے گی قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جب ارشاد احمد نے الگ اپنا کاروبار کیا تو جو کچھ کمایا اسی کی ملکیت ہے۔ باپ کی ملکیت نہیں ہاں اگر وہ کاروبار باپ کرتا اور ارشاد احمد کو مددگار کے طور پر رکھتا تو اب ارشاد احمد کا کمایا ہوا سب مال باپ کی ملکیت ہوتا سیدی اہل حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں کہ:

”اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پداری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا جیسے صورت مستفسرہ میں نوکری کا روپیہ یہ اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے۔ خیر یہ عقود الدریہ میں ہے: ”مسئل فی ابن کبیر ذی زوجة و عیال له کسب مستقل حصل بسببه اموالاً اهل هی لوالده؟ اجاب هی للابن حیث له کسب مستقل.“ (۱) رہا ارشاد کے والد کا بطور مدد کچھ رقم دینا یہ اس کی جانب سے ہبہ ہوا یا زیادہ سے زیادہ اسے قرض کہا جاسکتا ہے اگر بطور ہبہ دیا تو اسے واپس نہیں لے سکتا اور اگر بطور قرض دیا تو اسے واپس لے لے اور ان دونوں صورتوں میں والد کا پوری جائیداد کو اپنی ملکیت قرار دینا غلط ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ارشاد احمد نے والد سے الگ ہو کر جو کاروبار کیا اور جائیداد بنائی اس کا مالک وہ خود ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

اگر لڑکا باپ کے مکان میں روپے خرچ کرے تو کیا باپ سے واپس لے سکتا ہے؟

مسئلہ از: دادا قلندر جبرگی صاحب، ہرلاپور، بیڈکیری گدگ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ میری جائیداد نمبر ۸ آٹھ ایکڑ زمین اور پانچ مکان اور ایک لاری ہے بوسیدہ مکانوں کی تعمیر لڑکے نے کرائی اس میں کل رقم ۷۱ سترہ لاکھ روپیہ خرچ ہوئے یہ رقم بھی لڑکے کی ذاتی ہے کچھ بینک سے اپنے نام قرض لیا ہے شریعت مطہرہ کی روشنی میں واپسی کی صورت کیا ہوگی کیا میری جائیداد بھی تقسیم ہوگی یا میں جو چاہوں کروں شرح وسط کے ساتھ قلمبند فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں جلد از جلد۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

لڑکے نے بوسیدہ مکانوں کی تعمیر میں جو کچھ خرچ کیا اگر بطور حسن سلوک و احسان کیا تو کچھ واپس نہیں لے سکتا ہے اور اگر بطور قرض خرچ کیا تو سب کا مطالبہ کر سکتا ہے اور آپ پر لازم ہوگا کہ مکان یا زمین کا کچھ حصہ فروخت کر کے یا کسی اور طریقے سے اسے رقم واپس دیں، اور اگر تعمیر میں خرچ کے وقت کچھ صراحت نہ کی کہ قرض کے طور پر کرتا ہوں یا پر وصلہ اور حسن سلوک کے طور پر تو لڑکے کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی کہ میری کیا نیت تھی اور اگر لڑکے کی بات ظاہر کے خلاف ہو تو اسے اپنے دعویٰ کے موافق گواہ بھی پیش کرنے ہوں گے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”ان مسائل میں اصل کلی یہ ہے کہ جو شخص اپنے مال سے کسی کو کچھ دے اگر دیتے وقت تصریح کر دی ہو کہ یہ

دینا فلاں وجہ سے ہے مثلاً ہبہ یا قرض یا ادائے دین تو آپ ہی وجہ متعین ہوگئی اور اگر کچھ ظاہر نہ کیا تو دینے والے کا قول معتبر ہوگا اور اس کا قول قسم کے ساتھ مانا جائے گا، اور جو اس کے خلاف کا مدعی ہو اسے گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا مگر جب قرائن اور دلائل عرف سے دینے والے کا قول خلاف ظاہر ہو تو اس کا قول نہ مانیں گے خود اسی کو گواہ پیش کرنے ہوں گے“ (۱) آدمی اپنی زندگی میں اپنی جائیداد کا مکمل مالک ہوتا ہے، اور اس میں تصرف کا پورا اختیار رکھتا ہے، تو آپ کی جو جائیداد ہے اپنی زندگی میں جو چاہیں کریں شرعاً آپ کو اختیار ہے اور بعد انتقال حکم شرع کے مطابق اس کی تقسیم عمل میں آئے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۳ رجب المرجب ۱۴۳۰ھ (۱۲ ستمبر ۲۰۰۹ء) (یو پی)

جوڑ کا باپ کی زمین میں اکیلے درخت لگائے تو کیا اس میں تمام بھائیوں کی شرکت رہے گی؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم سورت، گجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

سوال: ایک باپ کے تین بیٹے زید عمر، بکر جب تینوں بھائیوں میں زمین تقسیم نہیں تھی اس وقت زید نے اکیلے درخت لگائے تھے اور اکیلے ہی درختوں کی دیکھ بھال کی تھی اب درخت بڑے ہو گئے اور زمین کا بٹوارہ ہونے لگا تو عمر اور بکر نے کہا کہ درختوں میں ہمارا بھی حصہ ہے کیا یہ دونوں درختوں کے حقدار ہیں شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر زید نے اپنے باپ کی زندگی میں اپنے مال سے درخت لگایا تو زید ہی کا ہے۔ عمرو بکر کا کوئی حق نہیں فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”فی العقود الدریۃ من کتاب العاریۃ سئل فی رجل بنی بماله لنفسه قصر ا فی دارا بی بادلہ ثم مات ابوہ عنہ وعن ورثۃ لہل یكون القصر لہابیہ ویكون كالمستعیر الجواب نعم کما صرح بذلك فی حاشیۃ الاشباہ من الوقف عند قوله کل من بنی فی ارض غیرہ بامرہ لہو

لما لکھا“ (۱) اور اگر بھائیوں کی مشترکہ زمین میں لگایا تو ایسی صورت میں بھی زید ہی اس کا مالک ہے دوسرے شرکا کا اس میں کوئی حق نہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر ہے: ”زید، حامد نے زمین مکان مشترک میں جو بٹکے رہنے کے لیے اپنے روپیے سے بنائے وہ خاص انہیں کے ہیں دیگر شرکا کا ان میں کوئی حق نہیں۔“ (۲)
در مختار میں ہے: ”بنی احد الشرکین بغیر اذن الاخر (و کذا لو باذنه لنفسه لانه مستعیر لحصة الاخر وللغير الرجوع معی شاء رملی علی الاشباہ ۱۰) فی عقار مشرک بینہما فطلب شریکہ رفع بنائہ قسم العقار فان وقع البناء فی نصیب البانی فبہا و نعمت والاھدم البناء (اوارضاء بدفع قیمته ط عن الہندیۃ) وحکم الغرس کذلک بزازیۃ“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۹ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

چند بھائیوں نے کما کر کوئی جائیداد بنائی تو کیا سب

اس میں برابر کے شریک ہوں گے؟

مسئلہ از: محمد شبیر احمد، باندوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ زید کے پانچ بیٹے بکر، خالد، محمود، حامد اور احمد جن میں سے تین بیٹے زید کی موجودگی میں شادی شدہ اور کمانے کے لائق ہو گئے تھے اور دو بغیر شادی شدہ تھے اور تعلیم حاصل کر رہے تھے، کہ اچانک کسی بیمار کے سبب زید کا انتقال ہو گیا جب زید کا انتقال ہوا تو اس وقت بہت ہی غربت و تنگدستی تھی۔ جس کی وجہ سے زید کوئی خاص دکان و مکان گاڑی اور جائیداد کا مالک نہیں ہو سکا تھا صرف چند ہیکے زمین اور رہائشی مکان چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوا چند سالوں کے بعد اللہ نے خاص فضل فرمایا اور ترقی کے راستے ہموار ہو گئے زید کا بیٹا بکر، سرکاری ملازم ہو گیا اور دوسرے بھائیوں نے مل کر کھیتی باڑی کسانوں میں ترقی حاصل کی جس سے آمدنی کے ذرائع کھل گئے اور بکر کی نوکری کا پیسہ اور کھیتی کسانوں کی آمدنی جمع

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۸، ص: ۵۶

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۲۲۵

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۵، ص: ۱۷۰

کر کے مشترکہ طور پر کچھ زمین خریدی گئی مکان بنوائے گئے اور بقیہ بھائی و بہنوں کی شادی ہو گئی ٹریکٹر اور دیگر اشیاء بھی خریدی گئیں چند سالوں بعد پانچوں بھائیوں میں آپسی اختلاف ہوا یہاں تک کہ زمین اور مکان اور دیگر اشیاء کی تقسیم کی باری آئی تو کیا یہ زمین و مکان اور دیگر اشیاء پانچوں بھائیوں میں برابر تقسیم ہوگی یا بڑے بھائی کو زیادہ اور دیگر چھوٹے بھائیوں کو اس سے کم حصہ دیا جائے گا۔ اور اگر بڑا بھائی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرا پیسہ تم لوگوں سے زیادہ لگا ہے لہذا مجھے زیادہ ملنا چاہیے تو یہ اس کا دعویٰ کرنا صحیح ہے یا نہیں۔ بکر نوکری سے ریٹائر ہونے کے بعد گھر کا مالک ہوا اور ساری آمدنی کا پیسہ اس کے ہاتھوں میں رہا بغیر دوسرے بھائیوں کے بتائے ہوئے اپنے اور اپنی بیوی کا پیسہ کروایا معلوم ہونے پر بھائیوں نے اعتراض کیا اور پیسہ کی مدت ختم ہونے کے بعد جو پیسہ بینک سے حاصل ہوا یا ہوگا تو اس میں حصہ لینے کا دعویٰ کیا، لیکن اس نے کہا کہ میں نے یہ پیسہ مشترکہ گھر کے پیسہ سے جمع نہیں کیا بلکہ اپنی پینشن سے جمع کیا تھا اور پیسہ دینے سے انکار کر دیا تو اس کا یہ حصہ نہ دینا حق تلفی ہے یا نہیں اور دیگر بھائیوں کا مطالبہ کرنا درست ہے یا نہیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید نے جو زمین و جائیداد اور مال چھوڑا وہ سب ترکہ ہوا، جس کی تقسیم شریعت کے مطابق اس کے تمام ورثہ میں ہوگی، باقی رہا زید کے بیٹوں کا کھیتی، کسانوں اور ملازمت کے ذریعہ مال اکٹھا کر کے مشترکہ طور پر خرچ کرنا اور مکان وغیرہ بنانا۔ تو یہ سب بھائیوں کا مشترکہ کام ہوا ایسی صورت میں جو کچھ زمین و جائیداد بنائی گئی سب بھائیوں میں برابر تقسیم ہوگی، اگرچہ اس میں کسی نے کم کام کیا اور کسی نے زیادہ کیا ہو۔ خاتم المفتیین علامہ ابن عابدین شامی قدس سر تحریر فرماتے ہیں:

”يقع كثير في الفلاحين و نحوهم ان احدهم يموت فتقوم اولاده على تركته بلا قسمة و يعملون فيها من حرث و زراعة و بيع و شراء و استدانة و نحو ذلك و تارة يكون كبيرهم هو الذي يتولى مهما تهم و يعملون عنده بامر و كل ذلك على وجه الاطلاق و الطوبى لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة ولا بيان جميع مقتضياتها مع كون الشركة اغلبها او كلها عروضا لا تصح فيها شركة العقد ولا شك ان هذه ليست شركة مفاوضة خلافا لما ائتم به في زماننا من لا خبرة له بل هي شركة ملك كما حررته في تنقيح الحامدية ثم رايت التصريح به بعينه في فتاوى الحانوتى ما اذا كان سعيهم واحدا ولم يتميز ما حصله كل واحد منها بعمله يكون ما جمعه مشتركا بينهم

بالسوية وان المعتلفوا في العمل والرأى كثرة وصواباً“ (۱)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا حنفی قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح کے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”جو بھائی باہم یکجا رہتے اور اتفاق رکھتے اور خورد و نوش وغیرہ مصارف میں غیریت نہیں برتتے ان کی سب کمائی یکجا رہتی ہے اور جیسے جو حالت پڑے بے تکلف خرچ کرتا اور دوسرا اس پر راضی ہوتا، اور واپسی کا ارادہ نہیں رکھتا نہ وہ آپس میں یہ حساب کرتے ہیں، کہ اس دفعہ تیرے خرچ میں زائد آیا اتنا مجرا دے، نہ صرف کے وقت ایک دوسرے سے کہتا ہے میں نے اس روپیے سے اپنے حصے کا حق مالک کر دیا بلکہ یہی خیال کرتے ہیں کہ باہم ہمارا ایک معاملہ ہے جو مال جس کے خرچ میں آجائے کچھ پرواہ نہیں اور یہ عین معنی ابا حث و تحلیل ہے۔“ (۲)

اس تفصیل سے واضح ہوا کہ مشترکہ کمائی سے پانچوں بیٹوں نے جو زمین و جائیداد بتایا وہ سب میں برابر تقسیم ہوگی بڑے لڑکے کا زیادہ مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے اور اگر واقعہ بکرنے اپنی بیٹھن سے بیمہ کرایا تھا دوسرے بھائیوں کا مطالبہ کرنا درست نہیں ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ: ”اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا کسب پداری سے الگ کوئی کسب خاص مستقل اپنا کیا جیسے نوکری کا روپیہ اور اموال خاص بیٹے کے ٹھہریں گے خیر یہ عقود الدریۃ میں ہے۔“ سنن فی ابن کبیر ذی زوجۃ و عیال لہ کسب مستقل حصل بسببہ اموالہ اہل ہی لوالدہ اجاب ہی للابن حیث لہ کسب مستقل۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم،

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ

چند بھائیوں نے جو کچھ کما کر اپنے پاس جمع کیا وہ مستقل اس کے مالک ہیں؟

مسئلہ از: ڈاکٹر محمد حسین فاروقی عرف مناء، بیدولہ، ڈومریا گنج، ایس نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے چار لڑکے ہیں اور ایک لڑکی۔ آج سے تقریباً سات سال پہلے زید کے ایک لڑکے نے اپنے باپ سے کہا کہ آج کے بعد سے سب کی کمائی الگ الگ رہے گی، کوئی بھی بھائی ایک دوسرے کی کمائی کا حساب و کتاب نہیں لے سکتا۔ زید نے اپنے اس لڑکے کی بات مان کر دیگر لڑکوں کو بھی بتا دیا کہ آج کے بعد سے تم سب کی کمائی الگ الگ رہے گی کوئی بھی دوسرے کی آمد و خرچ کا کوئی

(۱) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۲۳۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۲۲

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۷، ص: ۳۲۳

حساب نہیں لے سکتا، چنانچہ اسی پر سارے بھائیوں کا عمل ہوتا رہا، البتہ کھانے پینے کا نظام اور تہوار وغیرہ کے موقع پر کپڑے کی خریداری کا معاملہ مشترکہ رہا زید کے دولڑکے ڈاکٹر ہیں اور زید کے مکان میں سڑک کی جانب کچھ دکانیں ہیں دونوں ڈاکٹروں نے انہیں دکانوں میں اپنی ڈپنسری اور میڈیکل قائم کر لی جو ابھی تک انہیں لوگوں کے استعمال میں ہے، زید کے پاس کچھ کھیت ہے ایک لڑکا کھیت سے منسلک ہو گیا زید کے پاس جیب بھی تھی جسے بیچ کر اور کچھ بینک سے لون (قرض) لے کر ایک ٹرک خرید کر اس لڑکے کے حوالے کر دیا گیا اور یہ طے پایا کہ کھانے بھر کا غلہ دے دیا کریں باقی آمدنی اپنے اوپر اور لون کی ادائیگی میں صرف کرتا رہا مگر واضح رہے کہ لون کی ایک لمبی رقم اب بھی دینی باقی ہے چوتھا لڑکا بھی اپنے ایک الگ ذریعہ معاش سے منسلک رہا۔ الغرض سب کا کاروباری معاملہ الگ تھلگ رہا کسی کے آمد و خرچ سے کسی کو کوئی سروکار نہیں رہا اس درمیان دونوں ڈاکٹروں نے اپنی کمائی سے اپنے نام کچھ زمین خریدی دو بھائیوں نے کیا کمایا کیا بنایا یہ ظاہر نہیں زید کا انتقال ہو چکا ہے، موجودین زید کی بیوی ہے چاروں لڑکے اور لڑکی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مسئلہ میں زید کے چاروں لڑکے صرف اپنے باپ کی جائداد میں حصہ لینے کے حقدار ہیں یا باپ کی جائداد کے ساتھ اپنی اپنی کمائی کی بنائی ہوئی جائیداد منقولہ وغیرہ منقولہ میں بھی ایک دوسرے سے حصہ لینے کے حقدار ہیں امید ہے کہ بالتفصیل جواب عنایت فرما کر کرم فرمائیں گے؟ بینوا تو اجروا۔

ان سب کی گواہ زید کی اہلیہ ہے جو ابھی باحیات ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

زید کے بیٹوں نے اپنی اپنی کمائی سے جو کچھ جمع کیا ان سب اموال کے وہ مستقل مالک ہیں، ایک کا دوسرے کے مال میں کوئی حق نہیں، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فتاویٰ خیر یہ اور العقود الدریۃ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

”سنل فی ابن کبیر ذی زوجۃ و عیال لہ کسب مستقل بحصل بسببہ اموالاً اہل ہی لوالدہ اجاب ہی للابن حیث لہ کسب مستقل“ اھ (۱) ہاں زید کے متروکہ مال میں دیگر ورثہ اپنے اپنے حصہ کے اور چاروں لڑکے برابر برابر حصے کے حقدار ہیں۔ ہکذا فی کتب الفقہ و الفتاویٰ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳۳ شوال المکرم ۱۴۳۵ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

جو جائیداد باپ اور بیٹوں کی مشترکہ کمائی سے بنائی گئی اس کا مالک کون ہوگا؟

مسئلہ از: حاجی عبدالخالق، چلہ، باندہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسئلہ ذیل میں۔

(۱) زید کے پانچ بچے ہیں، پانچ مکان ہیں، اور قریب تیرہ چودہ بیگھہ کھیت کی زمین ہے، کچھ نقدی روپے ہیں اور بھی کچھ جائیداد ہے، نقدی کو چھوڑ کر جتنی بھی جائیداد بنائی گئی ہے، چاہے وہ زید کے نام ہو یا زید کی عورت کے نام ہو یہ سبھی جائیداد زید اور زید کے بچوں کی کمائی سے بنائی گئی ہے، زید کی عورت کا انتقال ہو چکا ہے، بڑا لڑکا زید کی مرضی کے مطابق بات نہ ماننے پر گھر میں پھوٹن پیدا ہو گئی ہے، جس سے مجھ کو اپنی زندگی ہی میں بٹوارہ کرنا پڑا، حالات دیکھتے ہوئے دو سال پہلے پانچوں لڑکوں کو ایک ایک مکان جو جس مکان میں رہ رہا تھا ان کو وہی مکان زید کی مرضی کے مطابق رجسٹرڈ وصیت نامہ پانچوں لڑکوں کو کر دیا، اب وہ اپنے مکان میں رہ رہے ہیں، کھیت نقدی، اور کچھ جائیداد زید نے اپنے لیے پاس میں رکھا اور اس کی آمد بھی اپنے پاس زید رکھتا ہے اسی سے اپنا خرچہ، علاج کا خرچ زید چلاتا ہے اور جو زید کی مرضی سے کام کرتا ہے، زید کی خدمت کرتا ہے اس کو اس کی آمدنی دیتا ہے۔

کیا زید کے پاس مکان کے علاوہ جو جائیداد، کھیت، نقدی وغیرہ ہے جس کو لڑکوں نے مل کر بنائی ہے اپنی مرضی کے مطابق جس کو چاہے یا جو کوئی زید کی خدمت کرے اس کو زید بچی ہوئی جائیداد دے سکتا ہے یا نہیں؟ پوری جائیداد لکھوا سکتا ہے یا کچھ حصہ لکھوا سکتا ہے، یا جو مکان پانچوں کو زید دے چکا ہے وہ مکان اپنی مرضی سے جس کو چاہے دے سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں کیا حکم ہے۔

(۲) نافرمان بیٹا اپنی ماں باپ کی جائیداد کا حقدار ہے یا نہیں! یعنی والدین کی بات نہ ماننے والا بیٹا نافرمان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۳) باپ بیٹوں نے مل کر کوئی جائیداد بنائی اس جائیداد کو ماں باپ کے نام کرائی، مکان کو بانٹ کر پانچوں لڑکوں کو ایک ایک مکان دیا باقی جائیداد کیا باپ اپنی مرضی سے جس کو چاہے دے سکتا ہے یا نہیں؟ یا جو باپ کی خدمت کرے گا اس کو ساری جائیداد یا کچھ حصہ دے سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت میں کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) تجارت، وزارت یا دیگر کاروبار میں اگر زید کے بیٹے زید کی اعانت اور مدد کے طور پر زید کے ساتھ کما تے اور محنت و مشقت کرتے رہے اور ان کا اپنا الگ سے کوئی کاروبار نہ تھا، تو ان کی کمائی سے جو کچھ مال جمع ہوا

سب زید کی ملکیت ہے، بیٹوں میں سے کسی کو ان مالوں میں حق ملک نہیں ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں المعهود والدیریہ سے ہے:

”حيث كان من جملة عياله والمعينين له في اموره واحواله فجميع ما حصل بكنهه ولعقبه فهو ملك لخاص لابيہ لاشئ له فيه حيث لم يكن له مال ولو اجتمع له بالكسب جملة اموال لانيه في ذلك معين لا بيه الخ“ (۱)

اور جب وہ سب مال خاص ملک زید ہے تو اسے اپنی حیات میں جسے چاہے دے سکتا ہے البتہ اگر وارثین میں سے کسی کو محروم کرنے کی نیت سے ایسا کرے گا تو عند اللہ ماخوذ اور گنہگار ہوگا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”من فو من ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيمة“ (۲)

علامہ ابن نجیم مصری قدس سرہ فرماتے ہیں: ”ان وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو اثم“ (۳) اور اگر زید کے بیٹوں نے اپنے ذاتی مال سے کوئی تجارت کی یا زید کے کاروبار سے ہٹ کر الگ اپنا کوئی خاص کسب اختیار کیا تو اب جو کچھ بیٹوں نے کمایا سب انہیں کا ہے زید کو اپنی مرضی سے اس میں تصرف کا حق نہیں ہوگا۔ ہاں ان کی مرضی سے جسے چاہے دے دے اور جو مکان زید نے پانچوں بیٹوں کو دے دیا وہ پانچوں مکان ان بیٹوں کے ہو گئے اگر وہ بالفرض زید ہی کی خاص ملک تھے تو بھی اب انہیں واپس نہیں لے سکتا۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”ولا يرجع في الهبة من المحارم بالقراية كالأباء والأمهات وان علوا والا ولاد وان سفلوا“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نافرمان اولاد سخت مجرم و گنہگار، مستحق ناروغضب جبار ہے مگر اس بنا پر وہ وراثت سے محروم نہیں ہو سکتا کہ موانع ارث صرف چار ہیں اس میں حقوق والدین شامل نہیں ہے، کما فی الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) اس کا جواب نمبر ایک میں آگیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۱۸، ص: ۱۶۶

(۲) سنن ابن ماجہ، ص: ۱۹۸

(۳) البحر الرائق، ج: ۷، ص: ۳۸۸

(۴) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۴، ص: ۳۸۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الوقف

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
﴿حَبَسَ الْأَصْلَ وَسَبَلَ الثَّمَرَةَ﴾
(سنن الدار قطنی، ج: ۴، ص: ۱۸۷)

یعنی
اصل کو روک کر پھلوں کو وقف کرو۔

از ص: ۴۳۶ تا ص: ۵۳۱

کل فتاویٰ: ۱۱۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الوقف

وقف کا بیان

باپ نے مدرسہ میں زمین وقف کی تو بیٹے کا واپس لینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شفیع، موضع ملکھائی، پوسٹ پکتان سنج، ضلع بہتلی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کے والد اور خالد اور بکر نے اپنی مشترکہ زمین کے کچھ حصہ کو ایک دینی مدرسہ میں عرصہ بیس سال قبل وقف کیا، مدرسہ نے اس زمین پر مٹی وغیرہ ڈلوا کر کچھ حصہ پر عمارت تعمیر کیا اور کچھ حصہ کو بطور محن استعمال کرتا رہا۔ زید کے والد کے انتقال کے بعد بھی وہ زمین بدستور مدرسہ کے قبضہ و استعمال میں رہی جس سے زید کو بھی کوئی اعتراض نہیں رہا، کیوں کہ اس کے متعلق کوئی لکھا پڑھی نہیں ہوئی اس لیے اراکین مدرسہ نے اس کو زید و بکر و خالد سے مدرسہ کے نام لکھنے کو کہا تو تینوں لوگ بخوشی تیار ہو گئے مگر عین موقع پر زید کو چند لوگوں نے ورغلا یا و بہکایا تو زید نے زمین کو مدرسہ کے نام لکھنے سے انکار کر دیا پھر کچھ دنوں کے بعد زید نے مدرسہ میں جب کہ تعلیم جاری تھی بچے و مدرسین کو بھگا کر تالا لگا دیا۔

دوسرے دن گاؤں کے تمام لوگ اکٹھا ہوئے تو پھر تالا کھولا گیا اور تعلیم جاری ہوئی، کچھ دنوں کے بعد ایک چوتھے کی زمین پر جس نے اسی وقت وہ زمین مدرسہ میں وقف کیا تھا اس پر تعمیر کا کام شروع ہوا تو زید نے کچھ لوگوں کے ورغلا نے و چڑھانے پر آکر زبردستی تعمیر کو روکوا دیا۔ اراکین مدرسہ کے چند لوگ دوسرے دن بیٹھ کر تعمیر کا کام شروع کر دیئے تو پھر کام جاری ہوا، تین دن کام ہوا، تقریباً آٹھ فٹ اونچی و ساٹھ فٹ لمبی دیوار تیار ہوئی کہ رات میں زید نے کچھ لوگوں کو لے کر مدرسہ کی وہ دیوار گرا دیا، پھر تھانے میں درخواست دیا کہ ہماری زمین پر چند لوگ گھر بنوا رہے ہیں، اور تھانے پر پیسہ وغیرہ دے کر سوس و سفارش لگا کر بذریعہ تھانہ تعمیر کے کام کو روکوا دیا جس سے مدرسہ کا کافی نقصان ہوا۔

(۱) اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا زید کو اپنے باپ کی وقف کردہ زمین واپس لینے کا حق ہے کہ نہیں اور

زید اگر زبردستی اسے لے رہا ہے تو اس کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

(۲) زید مدرسہ میں تالا لگا دیا، مدرسہ کی تعمیر کو روکا، مدرسہ کی دیوار گرایا جب کہ اس کی زمین کے علاوہ دوسری زمین پر تعمیر کا کام ہو رہا تھا، زید کے یہ تمام فعل کیسے ہیں اور اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۳) ان تمام نازیبا حرکات کے باوجود جو لوگ آج بھی زید سے تعلقات رکھے ہوئے ہیں مدرسہ کے نقصان پہنچانے میں اس کا تعاون کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ کھا، پی رہے ہیں، ان کا زید سے تعلق رکھنا، اس کا تعاون کرنا کیسا ہے؟ اور ان لوگوں کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے؟

(۴) مذکورہ بالا باتوں کی جانکاری کے باوجود کسی عالم کا زید کے یہاں یا جن لوگوں نے مدرسہ کو نقصان پہنچایا ہے۔ یا زید سے ان تمام نازیبا حرکات کے باوجود تعلق رکھے ہوئے ہیں۔ ان کے یہاں کھانا، پینا راہ و رسم رکھنا کیسا ہے؟

(۵) جن لوگوں نے زید کو ان نازیبا حرکات کے لئے ورغلا یا اور اُکسایا اور تھانے وغیرہ پر رکوانے کے لئے اس کا تعاون کیا ان لوگوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس

الجواب بعون الملک الوہاب

(۱) زید کے باپ نے جب وہ زمین بنام مدرسہ اپنی زندگی میں وقف کر دی تو وہ وقف تام اور صحیح و لازم ہو گیا۔ اب زید کو ہر گز ہر گز اسے واپس لینے کا کوئی حق نہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں بحوالہ درمختار نقل فرمایا: ”فإذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یجارد ولا یرهن.“ (۱)

اگر زید اس موقوفہ زمین کو زبردستی لے رہا ہے تو یہ اس کا صریح ظلم ہے، اسی طرح کی ایک صورت کے لئے فتاویٰ رضویہ میں فرمایا: ”صورت مذکورہ میں ضرور مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف و دفع ظلم عالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہو گیا جو وقت محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔“ (۲)

(۲) زید کا یہ فعل سراسر ظلم و عدوان اور ناجائز و حرام ہے، مدرسہ کی زیر تعمیر دیواروں کو گرانے سے مدرسہ کا جتنا بھی نقصان ہو اسب کا تاوان زید پر فرض ہے اور مدرسہ میں تالا لگوانے، تعلیم رکوانے اور تعمیر رکوانے کا تو کوئی تاوان ہی نہیں البتہ اس کا سارا وبال اس پر رہے گا جب تک کہ توبہ نہ کر لے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۵۵

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۳

(۴، ۳) زید اور اس کے مذکورہ غلط کاموں میں جتنے لوگوں نے اس کا تعاون کیا یا اسے ورغلا یا سب پر فرض ہے کہ وہ اپنی نازیبا اور غلط حرکتوں سے باز آ کر علانیہ توبہ و استغفار کریں اور تعمیر کے سلسلے میں دیواریں گرا کر مدرسہ کا جو مالی نقصان کیا ہے اس کا تاوان دیں، اگر یہ لوگ علانیہ توبہ و استغفار کر کے اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے ہیں تو مسلمانوں پر فرض و لازم ہے کہ ان لوگوں کا شدید بائیکاٹ کریں، ان سے ملنا، جلنا، سلام و کلام، نشست و برخاست اور قیام و طعام یکسر بند کر دیں تاکہ وہ توبہ پر مجبور ہو جائیں، اگر علاقہ کے مسلمان ایسا نہیں کرتے تو وہ خود گنہگار، موجب غضب مولائے جبار و قہار ہوں گے۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْشِئُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) یہ حکم علماء و عوام سب کے لئے عام ہے اور حکم شرع پر عمل کرنا عامی و عالم دونوں پر لازم و ضروری ہے۔ اگر عالم اس کے خلاف کرے تو یقیناً وہ بھی ظالم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) جتنے لوگوں نے بھی زید کو مذکورہ غلط کاموں پر اکسایا ورغلا یا اور اس کا تعاون کیا سبھی جرم میں زید کے برابر کے شریک اور سخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہیں۔ ”قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۲) کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ
۳۲ ربیع النور ۱۴۲۰ھ

مدرسہ توڑ کر وہاں مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا محمد منصور علی قادری، مدرسہ فیضانِ رضا، موضع خردوا، پوسٹ موٹی، مسکنواں، گوٹہ
ایک عربی مدرسہ ہے اس کو کمیٹی والے توڑ کر مسجد میں شامل کرنا چاہتے ہیں، تو اس زمین میں مسجد بنا سکتے ہیں؟ اور مدرسہ کی اینٹ، پتھر مسجد کی عمارت میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس کی کیا صورت ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

عربی مدرسہ کی زمین یا تو کسی شخص نے وقف کی ہوگی یا عامہ مسلمین نے بنائے مدرسہ کے لئے چندہ دیا ہوگا اور ان کے چندہ سے زمین خرید کر مدرسہ کی تعمیر ہوئی ہوگی، دونوں صورتوں میں وقف تام اور صحیح ہوگا اور وقف تام ہو جانے کے بعد اس میں کسی طرح کے تغیر و تبدل کا حق کسی کو نہیں رہتا۔

امام اہلسنت سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: ”وقف صحیح ہو جانے

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

کے بعد اس میں کسی تبدیلی کا اصلاً اختیار نہیں رہتا۔“ (۱) الحاصل دینی مدرسہ کو توڑ کر مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد قدس سرہ اللہ الرضوی غفرلہ

۴ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ

دیہات میں عید گاہ کے لیے زمین وقف کرنے سے وقف تام ہوتا ہے کہ نہیں؟

مسئلہ از: امان اللہ خان مقام بھٹولیہ پوسٹ بیل تھانہ بیرکنیہ ضلع سینا مڑمی (بہار)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے اپنی مملوکہ زمین عید گاہ کے لیے وقف کر دیا تھا اور اس کے بعد اب وہ اپنے ذاتی مصرف کے لیے اسی موقوفہ کا کچھ حصہ لینا چاہتا ہے اور اس کے عوض میں اسی عید گاہ کی زمین سے متصل اتنی ہی زمین اپنی ملکیت سے دینا چاہتا ہے۔ مطلوب امر یہ ہے کہ زید کا عمل شرعاً کیسا ہے۔ بینوا تو جنروا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جس وقت زید نے عید گاہ کے لیے زمین وقف کی تھی اگر اس وقت وہ آبادی گاؤں کی حیثیت رکھتی تھی اور شرعاً شہر میں داخل نہیں تھی تو زید اس کو اپنے ذاتی مصرف میں لاسکتا ہے کہ گاؤں میں عید گاہ کے لیے وقف صحیح نہیں ہے اور جب وقف صحیح نہیں تو پھر ایسی زمین مالک کی ملکیت پر باقی رہتی ہے وہ جو چاہے کرے ایسا ہی سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ میں (۲) فرمایا ہے:

اور اگر زمانہ وقف میں وہ آبادی شہر میں داخل تھی تو اب یہ وقف صحیح ہو گیا۔ اور اس میں کسی طرح کا مالکانہ تصرف نہیں کر سکتا ہے، نہ ہی اس میں سے کچھ واپس لے سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لایجوز تغیر الوقف“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۰ جمادی الآخر ۱۴۲۹ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۳۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۴۱۶

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۴۹

کیا سامان وقف کو کرایہ پر دینا جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد مقبول حسین اشرفی کھٹک، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسجد اور خانقاہ کی زمین پر ایک پانی کا بورڈ لگا کر کارکنان مسجد و خانقاہ کو وقف کر دیا، بور کا پانی مسجد و خانقاہ کے لیے ہے لیکن کارکنان حضرات مسجد و خانقاہ کی آمدنی کی خاطر مہرل و اثر بنا کر اس پانی سے تجارت کرنا چاہتے ہیں لہذا اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ برائے کرم جواب صادر فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

واقف کی مشاکے خلاف مال وقف میں تصرف ناجائز و گناہ ہے جو چیز جس کام کے لیے وقف ہے اسی کام میں لگانا واجب ہے فتح القدیر میں ہے: ”الواجب ابقاء الوقف علی ماکان علیہ“ (۱)

اور فقہ حنفی کا عظیم سرمایہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لایجوز تغیر الوقف عن ہیئہ“ (۲) امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت سیدنا امام احمد رضا قادری بریلوی رضی عنہ ربہ القوی ارشاد فرماتے ہیں ”اوقاف میں شرط واقف مثل نص شارع واجب الاتباع ہوتی ہے اور اس میں بلا شرط واقف یا اجازت خاصہ شرعیہ کوئی تغیر و تبدل جائز نہیں۔“ (۳)

اور مال وقف کو کرایہ پر دینے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں ”حرام حرام بوجہ حرام اگرچہ مسلمان کو جائز کا ردیوی کے لیے کرائے پر دیتے ہیں“ (۴)

اور مسجد کی رسی اور ڈول کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں ”رسی ڈول اگر مسجد کا ہے اس کی حفاظت کریں غیر نماز کے لیے نہ بھرنے دیں“ (۵) اس تفصیل سے واضح ہے کہ جب زید نے پانی کا بور مسجد و خانقاہ کے لیے وقف کر دیا تو اس کو بطور تجارت استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاء و درس دارالعلوم علیہ، جہد اشاہی، بستی

۲۹ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ

(۱) فتح القدیر کتاب الوقف ج: ۵، ص: ۴۴۰

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، کتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۲۵۴

(۳) حوالہ سابق ص: ۴۶۶

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۵۰

(۵) حوالہ سابق، ص: ۵۶۰

کیا زمین موقوفہ کو واقف اپنے کام میں لاسکتا ہے؟

مسئلہ از: سہراب علی قادری مقام بندوریا، ضلع گوئڈہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید نے اپنی تیرہ بیسویہ زمین بچیوں کی دینی تعلیم کی خاطر نسواں قائم کرنے کے لیے وقف کر دیا، جب کہ وہیں قریب ہی میں چھوٹے بچوں کا مکتب بھی چل رہا ہے جس میں ابتدائی تعلیم ہوتی ہے گاؤں والے اور کچھ علماء وقف شدہ زمین پر مدرسہ قائم کرنے پر مخالفت کر رہے ہیں یہاں تک کہ ان لوگوں نے زید کے ساتھ کھانا پینا بند کر دیا لہذا ان لوگوں کے لیے حکم شرعی کیا ہے؟ نیز مدرسہ تعمیر نہ ہونے کی صورت میں زید اپنی وقف شدہ زمین کو اپنے تصرف میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دینی تعلیم کے لیے قائم ہونے والے مدرسہ کی مخالفت کرنے والے اگر بلا کسی وجہ شرعی کے مخالفت کر رہے ہیں تو وہ مجرم و گنہگار ہیں ان پر لازم ہے کہ ایسی حرکت سے پرہیز کریں ورنہ کہیں آیت کریمہ ﴿يَا مُرُؤْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ﴾ (۱) کے مصداق نہ ہو جائیں۔

مدرسہ کے لیے زمین وقف کرنے اور وہاں مدرسہ تعمیر کرنے کی بنا پر بایکاٹ کرنے والے ایذا مومن کے جرم میں گرفتار اور گنہگار ہیں ان پر توبہ و استغفار اور بایکاٹ ختم کرنا لازم ہے اور زید نے جب وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف کر دی تو وہ اب اپنے یا کسی دوسرے کے کام میں نہیں لاسکتا ہے کہ وقف تام ہونے کے بعد اب اسے نہ بیچا جاسکتا ہے نہ کسی دوسرے کام میں لایا جاسکتا ہے۔ فتح القدیر میں ہے: ”اذا صح الوقف خرج عن ملک الواقف (الی قولہ) لم یجز بیعہ ولا تملیکہ وهو باجماع الفقہاء“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

مکتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ جہاد شاہی، بستی

۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ

(۱) سورۃ التوبہ، آیت: ۶۷

(۲) فتح القدیر کتاب الوقف ج: ۶، ص: ۲۰۴

دینی دارالعلوم کو اسکول بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: کلیم چشتی صدر غریب نواز تحفظ اسلام سوسائٹی مرول نا کہ مرول اندھیری ایسٹ، ممبئی
کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام مسئلہ ذیل کے متعلق کہ دینی تعلیم کی نشر و اشاعت کے لیے قوم کی رقم سے تقریباً
۲۵ لاکھ کے خرچ سے ایک دارالعلوم بنا، کچھ سالوں چلنے کے بعد ٹرسٹیان ادارہ نے کچھ عاقبت بد انجام لوگوں کے مشورہ
سے دارالعلوم بند کر کے اسی عمارت میں انگلش میڈیم اسکول کھول دیا، مدرسہ بند ہو گیا اور اب انگریزی تعلیم اس میں
ہو رہی ہے مگر رمضان شریف میں زکوٰۃ و فطرہ کی رقم اب بھی وصول کی جا رہی ہے ان کا کہنا ہے کہ ہمارا ادارہ اردو میڈیم
ہائی اسکول بھی چلاتا ہے جس میں ضرورت مند بچے اور بچیاں بھی پڑھتی ہیں، ہم یہ زکوٰۃ و فطرہ کی رقم ان کی کتاب و قلم اور
دوسری ضرورتوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دینی دارالعلوم کی بلڈنگ میں دارالعلوم بند کر کے انگلش میڈیم
اسکول کھولنا کیسا ہے؟ اور کھولنے والوں کے لئے کیا حکم ہے؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ اردو اسکول میں پڑھنے والے طلباء و
طالبات پر زکوٰۃ و فطرہ کا روپیہ خرچ کرنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو ٹھیک ہے ورنہ زکوٰۃ و فطرہ دینے والوں کا فرض ادا ہو رہا
ہے یا نہیں اگر نہیں تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟ کیا ان کو پھر سے زکوٰۃ و فطرہ ادا کرنا ہوگا، جو رقم اب تک وصول کی گئی ہے
اس کے بارے میں کیا حکم ہے اور وصول کرنے والوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

قوم کی رقم سے بنا ہوا وہ دارالعلوم شرعاً وقف ہے اس کو بند کر کے اس میں انگلش میڈیم اسکول کھولنا ناجائز و حرام
ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته فلا يجعل الدار بستاناً ولا الخان حماماً
ولا الرباط دكاناً“ (۱) اور دارالعلوم کو اسکول میں بدلنے والے سخت مجرم و گنہگار مستحق ناروغضب جبار ہیں۔ ان پر
لازم ہے کہ فوراً اس ادارہ کو اپنی اصلی حالت میں لائیں اور اپنے فعل حرام سے توبہ و استغفار کریں۔
اگر اردو اسکول میں دینی تعلیم مقصود اصلی کے طور پر ہوتی ہو اور دنیوی تعلیم اس کے ضمن میں ہوتی ہو جیسے عموماً
مکاتب اسلامیہ ہیں تو ایسے اردو اسکول میں اس وقت زکاۃ و فطرہ کی رقم خرچ کرنا جائز ہوگا جب کہ زکاۃ و فطرہ کی رقم حیلہ
شرعی کے بغیر وہ اسکول نہ چل سکتا ہو اور اگر وہاں دنیوی تعلیم اصل اور دینیات کی تعلیم ضمناً ہو یا فیس اور خصوصی عطیات
وغیرہ سے وہ اسکول چل سکتا ہے تو اب اس میں زکوٰۃ و فطرہ کی رقم خرچ کرنا غلط ہے بلکہ اصل مستحقین کا حق مارنا ہے اور
ادائیگی زکاۃ کے لیے تملیک فقیر شرط ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے ہی تملیک المال من فقیر مسلم (۲)

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۱، ص: ۶۷۰

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۲، ص: ۳۵۴

لہذا بغیر حیلہ شرعی خرچ کرنے کی صورت میں زکاۃ ادا نہ ہوئی اور فرض ذمہ میں باقی ہے اور جن لوگوں نے ایسے اسکول میں بلا حیلہ شرعی زکاۃ و فطرہ کی رقم لگا دی۔ وہ ہدیانت خائن اور مجرم و گنہگار ہیں۔ ان پر تاوان لازم ہے اور اپنی ناجائز حرکتوں سے توبہ و استغفار اور ساتھ ہی ساتھ آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا عہد ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ ذیقعدہ ۱۴۳۰ھ

جس کار خیر کے لیے چندہ وصول کیا گیا اس کے علاوہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عبدالرشید قادری، پہلی بھتیجی، جنرل سکرٹری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ رمضان المبارک میں ختم القرآن و تراویح یا قرآن سننے سنانے والے حفاظ کرام کے نذرانے کے نام پر رقم یا پیسہ عوام و خواص مسلمین سے وصول کر کے اکٹھا کیا جاتا ہے اس رقم اور پیسہ کو ان حفاظ کرام پر صرف کرنے کے ساتھ ہی ساتھ یا بعد میں کچھ رقم مسجد و مدرسہ کے کسی کام میں صرف کرنا یا مسجد کے بجٹ میں ڈال دینا کہ کبھی مسجد کے کام آئے گی شرعاً درست ہے یا نہیں ایسا کرنے والے افراد پر شرعاً کوئی حکم عائد ہوتا ہے یا نہیں اسی طرح جو رقم مسجد کے نام سے اکٹھا کی گئی ہو اسے حفاظ کرام کے نذرانے میں دینا شرعاً کیسا ہے؟ بینوا بالدلیل تو جروا من الجلیل۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

چندہ کی رقم چندہ دینے والوں کی ملک رہتی ہے اور اس رقم کے خرچ کا معاملہ چندہ دینے والوں کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے اگر چندہ دہندگان کو یہ معلوم ہے کہ حفاظ کرام کے نذرانہ کے نام پر وصول کی گئی رقم میں سے مسجد یا مدرسہ میں بھی کچھ صرف کیا جاتا ہے یا وہاں قدیم سے یہ معمول چلا آ رہا ہے کہ نذرانہ کے نام پر وصول شدہ چندہ مسجد یا مدرسہ پر بھی خرچ ہوتا ہے یا چندہ دہندگان سے ارکان مسجد نے اجازت لے کر کچھ رقم بچالی اور اسے مسجد یا مدرسہ پر خرچ کیا غرض یہ کہ صراحۃً یا دلالتاً اجازت چندہ دہندگان کے بعد اگر اسے مسجد یا مدرسہ میں صرف کیا تو جائز ہے اور اگر بے اجازت صرف کیا تو حرام اور صرف کرنے والے مجرم و گنہگار ہیں ان پر لازم ہے کہ جن جن کا چندہ تھا ان کو تاوان دیں سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”زر چندہ شرعاً ملک چندہ دہندگان پر باقی رہتا ہے کما حقنہ فی فتاونا اس میں اجازت چندہ دہندگان پر مدار ہے اگر قدیم سے معمول ہو یا چندہ دہندگان اس (خرچ) پر آگاہ ہوا کیے اور اس پر راضی رہا کیے تو اب بھی

جائز ہے: "لان المنعروف كما لمشروط والاجازة دلالة كلالا الصريح" اور اگر کوئی اجازت نہ دے یا جس قدر پر اجازت پائی اس سے زیادہ اس کام میں اٹھایا جائے تو ضرور حرام ہوگا۔ اور اس کا مواخذہ مہتمموں پر رہے گا اور جن جن کا وہ چندہ تھا ان سب کا تاوان ان پر لازم آئے گا: "لا نهم تعدوا على اموالهم والمتعدى غاصب والعصب مضمون" (۱) اور یہی حکم مسجد کے نام جمع کی گئی رقم کا بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

وقف نامہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد ایوب قریشی شاہ عالم، ابوالکلام وجملہ مریدین گوہائی آسام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ہندہ نے اپنی زمین خانقاہ حسنی کے لیے وقف کر دیا تھا اور اسٹامپ (Stamp) پیپر میں تحریر بھی کیا تھا اس کے بعد مریدین کے تعاون سے خانقاہ کی تعمیر بھی ہو گئی اور پیر طریقت مدظلہ العالی کے ذریعہ تبلیغ دین و اشاعت سنت کا کام بھی ہوتا رہا دینی ضروریات میں اس کا استعمال بھی ہوتا رہا اور تمام مریدین و متوسلین اتفاقی طور پر دیٹی کام بھی کرتے رہے۔

مگر پھر آپسی اختلافات کی بنیاد پر ہندہ کے داماد نے اس خانقاہ پر پیر طریقت مدظلہ العالی کی غیر موجودگی میں زبردستی قبضہ کر لیا اور ہندہ بھی اپنے قول کا انکار کر رہی ہے اور کہتی ہے میں نے پیر صاحب کو رہنے کے لیے دیا تھا۔

سوال یہ ہے کہ ہندہ کے اس وقف نامے کی شرعی حیثیت کیا ہے اور اس کے داماد پر اس فعل کی وجہ سے حکم شرعی کیا عائد ہوتا ہے اور ہندہ کا انکار کرنا از روئے شرع قابل قبول ہوگا یا نہیں مدلل جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور عند الناس مشکور ہوں۔

"باسمہ تعالیٰ و تقدس"

الجواب بعون الملک الوہاب:

وقف نامہ ایک تحریر ہے اور علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ امور شرعیہ میں خطوط و مراسلات بغیر شہادت شرعیہ معتبر نہیں ہیں ہدایہ میں ہے: "الخط يشبه الخط فلم يحصل العلم" (۲) یعنی تحریر تحریر کے مشابہ ہوتی ہے لہذا اس سے یقین حاصل نہ ہوگا درمختار میں ہے: "لا يعمل بالخط" (۱) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے: "القاضی

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۲۵

(۲) الہدایہ کتاب الشہادۃ، ج: ۲، ص: ۸۳

الما یقضى بالحجة والحجة هی البينة والاقرار به اما المضک فلا یصلح حجة لان الخط يشبه الخط (۲) اور غمز عیون البصائر میں ہے: ”العلة فی عدم العمل بالخط کونه مما یزور و یفتعل ای من شأنه ذلك و کونه من شأنه ذلك یقتضى عدم العمل به وعدم الاعتماد علیه وان لم یکن مزوالمی نفس الامر کما هو ظاهر“ (۳)

لہذا مذکورہ وقف نامہ صرف اس صورت میں مقبول و معتبر ہوگا جب دو مرد ثقہ یا ایک مرد اور دو عورتیں عادل یہ شہادت دیں کہ یہ وقف نامہ ہندہ ہی کا ہے اور اس نے ہمارے سامنے لکھایا لکھوایا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے: ”لا یقبل الكتاب الا بشهادة رجلین اور رجل وامرأتین لان الكتاب يشبه الكتاب فلا یثبت الا بحجة قامة“ (۴) یہ تو وقف نامہ کا حکم ہوا لیکن اگر ہندہ نے واقعی وقف کیا تھا تو وہ زمین خانقاہ کے لیے وقف ہوگئی کہ صحت وقف کے لیے تحریری دستاویز ضروری نہیں ہے صرف زبان سے کہہ دینا کافی ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”امار کنہ فالا لفاظ الخاصة الدالة علیه“ (۵) یوں ہی اس زمین کا وقف ہونا مشہور ہو تو بھی وقف کا ثبوت ہو جائے گا سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”اگر زمین بنام وقف مشہور ہو تو بلاشبہ وقف ہے کہ وقف شہرت سے ثابت ہو جاتا ہے۔ رد المحتار میں ہے فی الاستعاف من الخانية وتصح دعوی الوقف والشهادة به من غیر بیان الواقف“ (۶) ملخصاً

اور ایسی صورت میں ہندہ کا انکار غیر معتبر ہوگا اور وہ زمین بدستور وقف ہی رہے گی۔ یوں ہی ہندہ کے داماد کا اس زمین پر قبضہ کرنا بھی ظلم اور غصب ہوگا اور وہ ظالم و غاصب اور مجرم و گنہگار ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”فیلسزم فلا یباع ولا یوهب ولا یورث کذا فی الہدایہ“ (۷)

تنویر الابصار میں ہے: ”فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک ولا یجار ولا یرهن“ (۸) ہندہ کے داماد پر لازم ہوگا کہ اس زمین سے قبضہ ختم کر کے زمین مع عمارت کسی بہ خانقاہ کو اپنی اصلی حالت پر واپس کر دے اگر

(۱) الدر المختار، ج: ۲، ص: ۷۲۲

(۲) فتاویٰ قاضی خان فصل فی دعوی الوقف، ج: ۲، ص: ۷۲۲

(۳) غمز عیون البصائر کتاب القضا والشهادة، ج: ۱، ص: ۳۳۹

(۴) الہدایہ، ج: ۳، ص: ۱۳۹

(۵) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۴۱۷

(۶) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۴۶۳

(۷) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۳، ص: ۴۱۶

(۸) تنویر الابصار مع الدر المختار، ج: ۳، ص: ۴۰۲

وہ ایسا نہ کرے تو مسلمان ہر جائز جہد و جہد کر کے اس کے قبضہ سے چھڑائیں اور اس آدمی کا مکمل ہائیکاٹ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُدْخِلُكَ الشَّيْطَانُ لِلْغُلُوبِ فَلَا تُفْعَلْ ۚ يَبْغِي الدُّخْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ بالصواب۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

مسجد کا چندہ کر کے حساب نہ دینے والے پر شرعی حکم کیا ہے؟

مسئلہ از: محمد مہدی حسن و جملہ مسلمانان والٹرینج ضلع بستی یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ایسا شخص جو عرصہ بیس سال سے مسجد کا فنڈ اپنے پاس رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں چندہ کا حساب نہیں دوں گا جس کو ذمہ داری لینی ہو لے لے احترام یا خوف سے کسی نے اس کا جواب نہیں دیا، کئی سال سے نہ مسجد کی بیٹری کا انتظام ہے نہ مائیک اور روشنی کا حتیٰ کہ کڑوا تیل بھی جلانے کو نہیں دیتا ہے اور لوگوں سے کہتا ہے جب مجھ سے کوئی مسجد کی ضرورت کے لیے پیسہ مانگے تو دوں گا اور دیگر مسلمانوں کا کہنا ہے کہ آپ کی ذمہ داری ہے آپ خود اسے دیکھیں۔

ابھی چند روز پہلے ایک جمعہ کا واقعہ ہے کہ جمعہ کو چندہ وصول کر کے جس ڈبہ میں رکھا جاتا ہے اس کو متولی کا لڑکا جمعہ بعد لے کر جانے لگا، ایک آدمی نے کہا رک جاؤ پیسہ لے جاتا ہے۔ میں ہر جمعہ کو آتا ہوں یہاں مسجد میں نہ بلب ہے نہ روشنی ہے کم از کم تیل وغیرہ کا پیسہ دیدیا کرو، لڑکا کچھ نہیں بولا مگر تھوڑی دیر بعد اپنے گھر بلا کر بُرا بھلا کہا اور جھڑک کر باہر بھاگ دیا، اور کہا کہ تم کون ہو حساب لینے والے۔

آج بھی مسجد میں نہ تیل ہے نہ روشنی کا انتظام ہے اور گندگی پھیلی رہتی ہے اور مسجد کی کوئی حفاظت نہیں، اب ہم باشندگان محلہ کو کیا کرنا چاہیے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے شخص کو جو وقف کے کام میں سستی کرتا ہو یا صاحب عقل وشعور نہ ہو یا اس کی بے توجہی کی وجہ سے وقف کا نقصان ہوتا ہو معزول کر دیں اور اس کی جگہ پر کسی متدین ہوشیار ذی رائے کام کرنے والے کو مقرر کر لیں، چنانچہ در مختار میں ہے: ”وبسرع وجوباً بساویۃ لو الوالف در فغیرہ بالاولیٰ غیر

(۱) مامون

اور خاتم المتحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: "قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسه او بنالیه لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه یخل بالمقصود وكذا تولية العاجز لان المقصود لا یحصل به" (۲)

اگر مسلمان ایسا نہ کریں گے تو وہ بھی مجرم و خطا کار ہوں گے۔ جو شخص مسجد کا چندہ کرتا ہو اس پر لازم ہے کہ مطالبہ پر پورا حساب قوم کے سامنے پیش کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۳۰ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

احاطہ مدرسہ میں لگے گورنمنٹی ٹل سے لوگوں کا پانی لینا کیسا؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت، کجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے یہاں محلہ میں ایک مسجد ہے اور مدرسہ بھی ساتھ میں ہے مسجد اور مدرسہ کے احاطے کے اندر گورنمنٹ کا لگا ہوا ٹل ہے۔ اس ٹل سے محلہ کے لوگ پانی بھرتے ہیں نہاتے بھی ہیں اور کپڑے وغیرہ بھی دھوتے ہیں۔ ارکان مسجد جب محلہ والوں کو منع کرتے ہیں تو محلہ والے لڑنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ کیا محلہ والوں کو اس ٹل سے پانی بھرنا جائز ہے۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

گورنمنٹی ٹل اگرچہ مدرسہ کے احاطہ میں ہو مگر وقف کا حکم نہیں رکھتا کیوں کہ گورنمنٹ اسے سماجی سہولت و آسانی اور لوگوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے دیتی ہے اس لئے اہل محلہ کا اس ٹل سے پانی لینا منع نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ جہد اشاہی بہتی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج ۳، ص ۳۸۴

(۲) رد المحتار، ج ۳، ص ۳۸۵

بنجر زمین کا مالک کون ہے؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم سورت کجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل کے بارے میں

ایک گاؤں میں کچھ سرکاری زمین ہے جس کی لاشی اس کی بھینس کے مطابق گاؤں کے طاقتور اور بااثر لوگوں نے اس سرکاری زمین پر اپنا قبضہ جمالیا ہے۔ اسی گاؤں میں بہت سے غریب قسم کے لوگ رہتے ہیں جن کے پاس رہنے کے لئے ڈھنگ کا مکان نہیں نکٹنے کا راستہ نہیں گرام پر دھان بھی انصاف نہیں کرتے اور جب انصاف کی بات آتی ہے تو اس میں بھی سیاسی چال چلتے ہیں از روئے شرع اس زمین پر کس کا حق ہے۔ جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

بنجر زمین یعنی جس کا کوئی خاص مالک نہیں ہوتا ہے وہ اللہ و رسول کی ملکیت میں ہوتی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”عادی الارض لله ولرسوله۔“ (۱)

ایسی زمین کو جو آباد کرے وہی اس کا مالک ہو جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے ”من عمر ارضا لیست لاحد فهو احق“ یعنی جو کسی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔ ”واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۲)
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲/ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ

مدرسہ کی عمارت کو خانقاہ بنانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد سلیم بلڈر، بھوپال ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس سوال کے جواب میں

ایک شخص جس کا نام محمد نور الدین تھلینی ہے جو بھوپال کی سرزمین پر ایک ادارہ مدرسہ مدیۃ العلوم کا ناظم اعلیٰ بھی ہے۔ ایک ادارہ پلاٹ نمبر (۲۰×۵۰) ۹ میروہار کالونی اشوک گارڈن بھوپال اپنے نام پر اپنے پیسے سے خریدا۔

(۱) سنن البیہقی، ج: ۶، ص: ۱۴۳

(۲) مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۴۰

بعد میں ایک کمیٹی مدیۃ العلوم ایجوکیشن سوسائٹی بنا کر رسیدیں چھپوا کر بستی کے لوگوں سے جس میں کئی سلسلے کے لوگ شامل ہیں چندہ کیا۔ چندے کی رقم سے اس پلاٹ پر تین منزلہ عمارت کی تعمیر کی گئی چندے کی رقم سے جناب نور الدین صاحب نے پلاٹ نمبر ۹ کی خرید و خرچ کی رقم واپس لے لی اور ایک اقرار نامہ تاریخ ۸/۴/۲۰۰۳ء کو ۵۰ روپے کے اسٹامپ پیپر پر لکھ دیا کہ پلاٹ نمبر ۹ میروہار کالونی پر بنی تین منزلہ عمارت مدرسہ مدیۃ العلوم ایجوکیشن سوسائٹی کی ملکیت ہے اور رہے گی اقرار نامے کی کاپی منسلک ہے۔

جناب نور الدین صاحب نے ۲۰۰۹ء میں اس ملکیت کے دوسرے اور تیسرے منزلہ کی رجسٹری خانقاہ شرافیہ کے نام کر دیا جبکہ اس کی کوئی قیمت مدرسہ مدیۃ العلوم کو ادا نہیں کی گئی ہے ایسا کرنا کہاں تک درست ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ وتقّدر“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو جگہ اپنے پیسے سے خرید کر یا چندہ کی رقم سے مدرسہ کے نام کر دی گئی اور پھر اس پر چندہ کی رقم سے عمارت تعمیر ہو گئی تو وہ زمین اور عمارت سب مدرسہ کے لئے وقف ہو گئی۔ چنانچہ مجدد اعظم سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ

”وہ زمین و عمارت تمام مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جس کا ایک روپیہ اور جس کا ہزاروں روپے سب شریک ہیں اور جب کہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لئے بنانا مقصود تھا اور اس میں کسی کی یہ نیت نہیں ہوتی کہ میں کسی جز کا مالک ہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جبکہ اپنی ملک سے خارج کر کے ہمیشہ کے لئے نفع مسلمین کے واسطے کر دینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصل وقف ہے تو اگرچہ نصاب سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً دلالت وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں۔“ (۱)

اور تغیر وقف ناجائز ہے یعنی مدرسہ کو خانقاہ بنانا جائز نہیں یونہی خانقاہ کو مسجد یا مدرسہ بنانا جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”لا يجوز تغیر الوقف“ (۲)

اور رد المحتار میں ہے ”الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ۔“ (۳)

(۱) المعطایا النبویۃ فی الفتاویٰ الرضویۃ کتاب الوقف، ج: ۶، ص: ۳۳۶

(۲) الفتاویٰ العالمگیریۃ، کتاب الوقف، ج: ۲، ص: ۲۹۰

(۳) رد المحتار، کتاب الوقف، ج: ۳، ص: ۴۲۷

لہذا مدرسہ منہجہ العلوم کی عمارت کی دوسری تیسری منزل کا خانقاہ کے نام رجسٹری کرنا شرعاً ناجائز و گناہ ہے جو شخص مذکور کی رجسٹری کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں وہ عمارت بدستور مدرسہ کی ہے اس شخص کی بہت بڑی جرأت ہے اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ و استغفار کرے اور اپنی اس حرکت پر صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی ہارگاہ میں تادم ہو اور فوراً اس رجسٹری کو قانونی طور پر منسوخ کرائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

وقفی قبرستان کو کرایہ پر دینا کیسا؟

مسئلہ از: شہزاد خان، مندسور، ایم پی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مسئلہ ذیل میں

(۱) شہر میں ایک وقفیہ قبرستان ہے اس کو کرائے پر دے کر اس کی آمدنی سے عید گاہ کی مرمت اور تعمیر جائز

ہے یا نہیں؟

(۲) کچھ نا سمجھ لوگ یہ کہہ کر روک رہے ہیں کہ عید گاہ کی زمین پر دارالعلوم بنانا اور قبرستان کے پیسے سے

بالکل جائز نہیں ہے؟ کیا ان لوگوں کا اعتراض صحیح ہے۔ ازراہ کرم جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عطا فرما کر قوم پر

احسان فرمائیں کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مسلمانوں کے قبرستان میں اگرچہ قبروں کے نشان مٹ چکے ہوں ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ہو پھر بھی کوئی تعمیر

کرنایا اسے کرایہ پر دینا ناجائز و گناہ ہے اور اس کرایہ سے عید گاہ کی تعمیر وغیرہ کچھ جائز نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”سنل هو (القاضی الامام شمس الائمة محمود الاوز جندی) عن المقبرة فی القرى اذا

الدرست ولم یر فیها الرالموتی لا العظم ولا غیره هل یجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حکم

المقبرة کذا فی المحيط. (۱)

بہار شریعت میں ہے:

”مسلمانوں کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو

کمیت بنانا یا اس میں مکان بنانا جائز نہیں اب بھی وہ قبرستان ہی ہے۔ قبرستان کے تمام آداب بجالائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (۱)

(۲) جو چیز جس غرض کے لئے وقف ہو اس کے علاوہ کسی دوسری غرض کی طرف پھیرنا حتیٰ کہ اس کی ہیئت بدلنا بھی ناجائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے: ”الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ۔“ (۲)
فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته فلا يجعل الدار بستانا ولا النخان حماما ولا الرباط دكانا۔“ (۳)

در مختار مع رد المحتار میں ہے: ”شروط الواقف كنص الشارع ای فی وجوب العمل به۔“ (۴)
ان ارشادات عالیہ سے مثل آفتاب واضح ہے کہ کسی بھی وقف میں تبدیلی جائز نہیں ہے لہذا عید گاہ کی زمین پر دارالعلوم یا مسجد، مدرسہ تعمیر کرنا ہرگز جائز نہیں ہے جو مسلمان اس تعمیر پر اعتراض کر رہے ہیں اور تعمیر کرنے سے روک رہے ہیں وہ نا سمجھ نہیں ہیں بلکہ شرع پر عمل کر رہے ہیں اور ان کا یہ عمل بجا ہے بلکہ جو بھی مسلمان استطاعت رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ وقف کی تبدیلی سے لوگوں کو باز رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و الیہ المرجع والمآب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳/ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

جائیداد وقف کا بیع نامہ کرانے کا حکم

مسئلہ از: محمد ضیاء الدین القادری البرکاتی، حشمت نگر لکھنؤ پوسٹ مرزا پور ضلع بلرام پور یوپی
حضور والا درجت مفتی صاحب قبلہ تحیہ زکیہ محکاثرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت ومفتیان ذی حشمت مسئلہ ذیل میں

(۱) وہ زمین جو کسی مدرسے کے لئے وقف کی گئی۔ اس پر گاؤں والوں نے مدرسہ بنالیا پھر پورے گاؤں کے مسلمان اتفاق رائے یا بلا اتفاق رائے کسی پڑھے لکھے پابند صوم و صلوٰۃ کو اپنا معتمد خاص سمجھ کر اس مدرسے کا متولی بنا دیا۔ اب اگر وہی معتمد مقبول اسی مدرسے کو اپنے نام بیع نامہ کروالے تو کیا یہ عند الشرع درست ہے؟

(۱) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۳

(۲) فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۴۴۰

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۳۵۴

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۴، ص: ۳۳۳

(۲) اگر بالفرض اس متولی کا انتقال ہو جائے اور بیعتنامہ ہونے کی وجہ سے مرحوم کے بچوں کے نام وہ مدرسہ وراثت میں آجائے تو بچوں پر اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر چند اشخاص یہ مشورہ کریں کہ ہم لوگ اسی بیعتنامہ شدہ مدرسے کو ڈھنگ سے پھر سے بنائیں گے اور اسی میں اپنے بچوں کو پڑھائیں گے تو کیا بغیر بیعتنامہ کے کاغذ کو عدالت سے مسترد کرائے ہوئے ان لوگوں کا یہ مشورہ شرعاً درست ہے۔

(۴) اگر مرحوم کے وارثین اپنی ضد ہی پر قائم رہیں اور اپنے حاشیہ نشینوں نیز مشیروں کے اشارہ پر اس زمین سے اپنا کاغذی قبضہ نہ ہٹائیں تو وارثین اور تمام حاشیہ نشینوں کے ساتھ مسلمانان اہلسنت کیا سلوک کریں؟ برائے کرم مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) وقف کسی کی ملکیت ہرگز نہیں ہو سکتا ہے نہ اس کی خرید و فروخت ہو سکتی ہے نہ ہبہ ہو سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

”فاذا تم ولزم لا یملک ولا یملک“ (۱)

رد المحتار میں ہے: ”ای لا یكون مملوکا لصاحبه ولا یملک ای لا یملک الغیر بالبیع و

نحوہ۔“ (۲)

اعلیٰ حضرت مجدد دین ملت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ”جائید ادملک ہو کر وقف ہو سکتی ہے مگر وقف ظہر کر کبھی ملک نہیں ہو سکتی۔“ (۳)

لہذا جس متولی نے وقف کو اپنے نام بیعتنامہ کرایا وہ ظالم و غاصب ہے اور اس کا یہ بیعتنامہ شرعاً باطل و عاطل ہے۔ اس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) بچوں پر لازم ہے کہ اس وقف سے فوراً دستبردار ہو جائیں کہ وقف میں مالکانہ تصرف کرنا ناجائز و حرام ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے وقف میں تصرف مالکانہ حرام ہے۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ان کا یہ مشورہ درست ہے البتہ گورنمنٹی کاغذات کو بھی درست کرائیں تاکہ آئندہ کوئی دشواری نہ آئے۔

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۴۰۲

(۲) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۴۰۲

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۳۵۳

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۳۴۵۴

واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) حتی الامکان جائز کوشش کر کے غاصبوں کا قبضہ ختم کرائیں اور جو لوگ مرحوم کے وارثین کی غلط طور پر مدد کر رہے ہیں ان سب کا بایکاٹ کریں۔ قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَا يُفْسِدُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تُقَعِّلْهُ بَعْدَ الَّذِي نَكَرَ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۶/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

مسجد و مدرسہ کی رقم سے امام کو حج کرانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حاجی عبدالکریم احمد منصوری، باندہ دیست، ممبئی۔ ۵۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ کسی مسجد کے، کسی مسجد و مدرسہ کے ٹرسٹیان، اہل کمیٹی مسجد و مدرسہ کے پیسے سے امام، موزن، خادم یا دیگر حضرات کو حج و عمرہ کے لئے بھیج سکتے ہیں یا نہیں؟ از روئے شرع آگاہ فرمائیں، عنایت ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر مسجد و مدرسہ کی رقم وقف کی ہو اور واقف کی جانب سے کسی بھی طور سے یہ اجازت نہ ہو کہ اس رقم سے امام و موزن وغیرہ کو ارکان کمیٹی حج یا عمرہ پر بھیج سکتے ہیں تو اس رقم سے کسی کو حج یا عمرہ کے لئے بھیجنا ناجائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے۔

”الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ دون زیادة.“ (۱)

مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مقام تحریر فرماتے ہیں

”جب تک واقف سے نصایا عرفا اجازت ثابت نہ ہو۔ متولیوں کو کسی صرف جدید کے احداث کی اجازت نہیں ہو سکتی مگر بلا مسوغ شرعی اس میں مال وقف صرف کریں گے۔ اس کا تاوان ان پر لازم ہوگا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ”لیس للقیم ان یتخذ من الوقف علی عمارۃ المسجد شرفاً من ذلک ولو فعل یکون ضامناً عقود الدریہ میں ہے القاضی لیس له الاحداث بدون مسوغ شرعی فکیف المتولی“ (۳)

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) فتح القدیر کتاب الوقف، ج: ۵، ص: ۴۴۰

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۸۳

یونہی اگر وہ رقم چندہ کی ہو اور چندہ دہندگان کی طرف سے کسی طرح بھی حج یا عمرہ کرنے کی اجازت نہ ہو تو بھی اس رقم سے کسی کو حج یا عمرہ پر بھیجنا جائز نہیں ہے کہ چندہ جس کام کے لئے کیا گیا ہے:

”چندہ دہندگان کی اجازت کے بغیر اس کے علاوہ کسی دوسرے کام میں صرف کرنا ناجائز ہے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے چندے جس خاص غرض کے لئے کئے گئے ہیں اس کے غیر میں صرف نہیں کئے جاسکتے۔ اس کی اجازت سے دوسرے کام میں خرچ کریں بغیر اجازت خرچ کرنا ناجائز ہے۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳۰/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

دارالعلوم کو انگلش میڈیم اسکول بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ نمبر: مولانا شمس الدین قادری، خطیب و امام سنی جامع مسجد مکرانہ ضلع ناگوررا جستان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک کمیٹی نے دارالعلوم کے لئے زمین خریدا، عمارت بنائی۔ اب کمیٹی یہ چاہتی ہے کہ اس عمارت میں انگلش میڈیم اسکول چلایا جائے۔ واضح رہے کہ قوم کا تعاون دارالعلوم کے نام زکوٰۃ و فطرہ و عطیات کی شکل میں لیا گیا ہے ایسا کرنا جائز ہے کہ نہیں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جب قوم کے تعاون سے دارالعلوم کے لئے زمین خرید کر اس پر عمارت بنادی گئی تو اب وہ زمین و عمارت دارالعلوم کے لئے وقف ہوگئی۔ سیدی امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

”وہ زمین و عمارت تمام مشتریوں اور چندہ دہندوں کی ہوئی جس کا ایک پیسہ چندہ ہو اور جس کا ہزار روپے سب شریک ہیں اور جبکہ دینی مدرسہ نفع عام مسلمین کے لئے بنانا مقصود تھا اس میں کسی کی نیت یہ نہیں ہوتی کہ میں کسی جز مالک رہوں اور اس سے انتفاع ایک مدت محدود تک ہو پھر میری ملک میں واپس آئے جبکہ اپنی ملک سے خارج کر کے ہمیشہ کے لئے نفع مسلمین کے واسطے کر دینا مقصود ہوتا ہے اور یہی حاصل وقف ہے تو اگرچہ نصاباً وہ سب لفظ وقف نہیں کہتے عرفاً و دلالتاً وقف کرتے اور وقف ہی سمجھتے ہیں تو وہ ایک مکان ہے جس کی زمین و عمارت سب ان سب کی ملک مشترک ہو کر ان سب کی طرف سے وقف ہوئی۔“ (۱)

اور جب وہ زمین و عمارت دارالعلوم کے لئے وقف ہوگئی تو اسے انگلش میڈیم اسکول میں بدلنا ناجائز و حرام

اور سخت گناہ ہے۔ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ارشاد فرماتے ہیں:

”الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ.“ (۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لایجوز تغییر الوقف عن ہیئته اھ“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۵/ جمادی الاول ۱۴۳۳ھ

افتادہ اراضی اور چند مسائل وقف

مسئلہ از: محمد مقصود رضا مظفر پور (بہار)

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مسائل ذیل میں کہ:

- (۱) افتادہ زمین جب حسب ارشاد حدیث اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے تو شرعاً ان کا حکم وقف کا ہوگا یا نہیں؟
- (۲) اگر گورنمنٹی عملہ ایسی زمین بنام مدرسہ الاٹ کر دے تو اسے وقف کا حکم ہوگا یا نہیں؟ کیا قلیل مدت یا طویل عرصہ کے لیے الاٹمنٹ سے مسئلہ کی نوعیت میں کچھ فرق ہوگا؟
- (۳) گورنمنٹ نے اگر بنام مدرسہ کوئی زمین الاٹ کر دی تو اب وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف مانی جائے گی یا وہ اب بھی گورنمنٹی زمین قرار پائے گی؟
- (۴) اگر وہ زمین مدرسہ کے لیے وقف مانی جائے تو واقف کون کہلائے گا گورنمنٹ یا وہ مسلمان جنہوں نے اس پر مدرسہ تعمیر کیا؟
- (۵) بنام مدرسہ الاٹ شدہ زمین پر اگر آبادی کے مسلمانوں نے مسجد تعمیر کی تو صحیح ہے یا نہیں؟
- (۶) اگر افتادہ زمین کو گورنمنٹی الاٹ منٹ کے بغیر بنام مدرسہ ایکواڑ کر لیا پھر وہاں مدرسہ کے ساتھ مسجد بھی تعمیر کرنا چاہیں تو درست ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

دنیا میں آباد انسانوں نے جن زمینوں کو اپنے قبضے میں لے رکھا ہے خواہ بیع و شراء کے طور پر یا وجوہ تملیک میں سے کسی اور طریقہ پر، شریعت مطہرہ نے ان لوگوں کو ان زمینوں کا مالک تسلیم کیا ہے اور انہیں اس میں تصرف

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۳۶، ۳۳۷

(۲) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۲۲۷

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۳۹۰

کرنے کا حق عطا فرمایا ہے ایسی زمینیں یہاں زیر بحث نہیں ہیں، تو ان کی تفصیل بھی مفید نہیں ہے۔
یہاں گفتگو ان زمینوں کی ہے جو بظاہر کسی شخص کی ملکیت میں نہیں ہیں اور ان پر دور دور تک کسی کے قبضہ و تصرف و ملکیت کا نام و نشان نہیں ہے جن کو نزول کی زمین، افتادہ زمین اور بنجر زمین کے نام سے جانا جاتا ہے ان زمینوں کے متعلق ارشاد حدیث ہے ”عادی الارض لله ورسوله“۔ (۱)

اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے حضرت علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری تحریر فرماتے ہیں: ”وعادی الارض بتشدید الیاء المضمومة ای الابنية وایضاع القديمة التي لا يعرف لها مالك، نسبت الى عاد قوم هود عليه الصلاة والسلام لتقدم زما نهم للمبالغة یعنی الخراب لله ورسوله ای فیتصرف فیہ الرسول ﷺ علی ما یراہ ویستصوبہ“۔ (۲)
اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ جو زمین نہ کسی کی ملک ہو نہ کسی کی حق خاص ہو، وہ حاکم اسلام کی صواب دید پر ہے، بلکہ دیگر وہ بیت المال کی ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے:

”(هی ارض تعدر ذرعها لانقطاع الماء عنها او لغلبته علیها غیر مملوكة بعیدة من العامر) هذا تفسیر الموات من الارض، واما سمیت مواتا اذا كانت بهذه الصفة لبطلان الانتفاع بها تشبیها لها بالحيوان اذا مات و بطل الانتفاع به، واما تفسیر الحیة فظاهر، والمراد من الحیة هنا الحیة النامية قال الله تعالى ﴿فما حیینا به الارض بعد موتها﴾ (۳)
و قوله غیر مملوكة ای فی الاسلام لأن المیت علی الاطلاق ینصرف الی الکامل و کما له بان لا یرکون مملوکا لاحد لانها اذا كانت مملوكة لمسلم أو ذمی کان ملکہ باقی فیہما لعدم ما یریلہ فلا تكون مواتا، ثم ان عرف المالك فهي له و ان لم يعرف كانت لقطة یتصرف فیہا الامام کما یتصرف فی جمیع اللقطات و الأموال الضائعة و لو ظهر لها مالک بعد ذلك أخذها و ضمن له من زرعها ان نقصت بالزراعة و الا فلا شیء علیہ، و قال القدوری رحمه الله: فما کان منها عادیا أو کان مملوکا فی الاسلام لا يعرف له مالک بعینه، فمراده بالعدی ما قدم خرابه کانه منسوب الی عادل خرابه من عهدهم و جعل المملوک فی الاسلام اذا لم يعرف مالکہ من الموات لأن حکمہ کا الموات حیث یتصرف فیہ الامام کما یتصرف فی الموات لا لانه موات حقیقیة علی ما بینا“۔ (۴)

”اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ ایسی زمینوں سے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

(۲) باب احياء الموات

(۱) سنن البیہقی ج: ۶، ص: ۱۳۳

(۳) تبیین الحقائق ج: ۷، ص: ۷۷

(۴) سورہ فاطر: ۹۰

”شہر کی زمین پر جس کا کوئی شخص مالک نہیں ہوتا اور والیان ملک اس میں بطور خود تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں جو چاہتے ہیں ہواتے ہیں ایسی زمین پر باجارت راجہ بنی ملک کی غیر مملوک زمین اللہ عزوجل کی ملک ہوتی ہے۔ بیت المال کی کہلاتی ہے۔“ (۱)۔

خلاصہ کلام یہ کہ وہ زمین بیت المال کی ہے اب اس پر وقف کا حکم لگایا جاسکتا ہے کہ نہیں اس کے لیے وقف کی تعریف اور اس کے شرائط و احکام کو پیش نظر رکھتے ہوئے غور کیا جائے تو مسئلہ واضح ہو جائے گا۔ لہذا ذیل میں وقف کی تعریف اور اس کے شرائط و احکام درج کیے جاتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں وقف کی تعریف میں مسطور ہے:

”فہو فی الشرع عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ حبس العین علی ملک الواقف و التصدق بالمنفعة علی الفقراء و علی وجہ من وجوہ الخیر بمنزلۃ العواری کذا فی الکافی“۔ (۲)

بہار شریعت میں ہے:

”وقف کے یہ معنی ہیں کہ کسی شے کو اپنی ملکیت سے خارج کر کے خالص اللہ عزوجل کی ملک کر دینا اس طرح کی اس کا نفع بندگان خدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے۔“ (۳)

اور اس کی شرائط بیان کرتے ہوئے علامہ شامی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں:

”و شرطہ شرط سائر التبرعات افاد ان الواقف لا بد ان یکون مالکہ وقت الوقف ملکاً باتاً ولو بسبب فاسد وان لا یکون محجوراً عن التصرف اھ“۔ (۴)

اسی میں ہے:

”واما التابید معنی فشرط اتفاقاً علی الصحیح وقد نص علیہ محققو المشائخ“۔ (۵)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ومنها الملک وقت الوقف حتی لو غصب ارضاً فوقفها ثم اشتراها من مالکها ودفع الثمن الیہ او صالح علی مال دفعہ الیہ لا تكون وقفا کذا فی بحر الرائق“۔ (۶)

ان عبارات سے واضح ہے کہ وقف ایک خاص فقہی اصطلاح ہے جو اس کا مصداق ہوگا اس کو وقف کہا جائے

(۱) الفتاوی الرضویۃ ج: ۶، ص: ۳۵۹

(۲) الفتاوی العالمگیریۃ ج: ۲، ص: ۳۵۰

(۳) بہار شریعت ج: ۱۰، ص: ۵۲۳

(۴) دزا المختار مع رد المحتار ج: ۶، ص: ۲۱۰

(۵) دزا المختار مع رد المحتار ج: ۶، ص: ۲۱۹

(۶) الفتاوی العالمگیریۃ ج: ۲، ص: ۳۵۳

گا اور یہ بھی ضروری ہے کہ واقف اس کا مالک ہو اور ہمیشہ کے لیے اپنی ملکیت سے خارج کر کے اللہ تعالیٰ کے لیے پیش کر دے۔ لہذا جب کہ یہاں ان افتادہ زمینوں پر نہ وقف کی تعریف صادق آرہی ہے اور نہ ہی کوئی شخص ان کا مالک ہوتا ہے، تو ان کو وقف بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

البتہ بعض صورتوں میں ان کا وقف درست ہے اور ان پر اشیاء موقوفہ کا حکم جاری ہوگا، مثلاً حاکم وقت نے وہ زمین کسی کو دے دی اب اس نے اپنی طرف سے وقف کر دیا یا خود حاکم اس زمین کا کسی طریقے سے مالک ہو گیا اور اس نے وقف کر دی تو ان تمام صورتوں میں وہ زمین وقف ہو جائے گی۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

”ویتفرع علی اشتراط الملک انه لا يجوز وقف الاقطاعات الا اذا كانت الارض مواتا او كانت ملکا للامام فاقطعها الامام رجلا وانه لا يجوز وقف ارض الحوز للامام لانه ليس بملك لها“۔ (۱)

ردالمحتار میں ہے: ”قوله: (و اما وقف الاقطاعات الخ) ہی ما یقطعیہ الامام: ای یعطیہ من الاراضی رقبۃ، او منفعة لمن له حق فی بیت المال۔

و حاصل ما ذکرہ صاحب ”البحر“ فی رسالته التحفة المرضیة فی الاراضی المصریة: ان الواقف لارض من الاراضی: لا یخلو اما ان یکون مالکا لها من الاصل بان کان من اهلها حین یمنّ الامام علی اهلها او تلقی الملک من مالکها بوجه من الوجوه او غیرهما، فان کان الاول فلا خفاء فی صحۃ وقفہ لوجود ملکہ ان کان الواقف غیرهما فلا یخلو اما ان وصلت الی یدہ باقطاع السلطان ایاہا، او بشراء من بیت المال من غیر ان تكون ملکہ، فان کان الاول: فان كانت مواتا او ملکا لسلطان صح وقفها، وان كانت من حق بیت المال لا یصح۔ قال الشیخ قاسم: ان من اقطعه السلطان ارضا من بیت المال ملک النفع بمقابلة ما عدله فله اجارتها، و تبطل بموتہ او اخراجه من الاقطاع لان للسلطان ان ینخرجها منه او۔ وان وصلت الارض الی الواقف بالشراء من بیت المال بوجه مسوغ، فان وقفہ صحیح لانه ملکها، و یراعی فیہا شروطہ سواء کان سلطانا او امیرا او غیرهما“۔ (۲)

یہاں ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی نے ایسی زمین پر والی ملک کی اجازت کے بغیر خود بخود قبضہ کر کے اسے قابل انتفاع بنا دیا، تو وہ اس کا مالک ہو گا یا نہیں اس سلسلے میں اختلاف ہے۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بغیر اجازت والی مالک نہیں ہو گا جبکہ صاحبین رضی اللہ عنہما کے نزدیک ہو جائے گا، مگر قول امام مختار ہے جیسا

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ ج: ۲، ص: ۳۵۴

(۲) درالمختار مع رد المحتار ج: ۶، ص: ۳۶۶

کے بدائع الصنائع میں ہے:

”فاما لملك في الموات يثبت بالاحياء باذن الامام عند ابي حنيفة، وعند ابي يوسف و محمد و حمهما الله تعالى يثبت بنفس الاحياء و اذن الامام ليس بشرط.

وجه قولهما: قوله عليه الصلاة والسلام: من احيا ارضا ميتة فهي له و ليس لعرق ظالم فيه حق. اثبت الملك للمحي من غير شريطة اذن الامام و لانه مباح استولى عليه فيملكه بدون اذن الامام كما لو اخذ صيدا أو حش كلا و قوله عليه الصلاة والسلام: ليس لعرق ظالم فيه حق، روى منونا و مضافا، فالمنون هو أن ثبت عروق اشجار انسان في أرض غيره بغير اذنه فلصاحب الارض قلعهها حشيشا.

و لابی حنیفہ علیہ الرحمۃ: ما روى عن النبي ﷺ انه قال: (ليس للمرء الا ما طابت به نفس امامه) فاذا لم يأذن فلم تطب نفسه به فلا يكون له، و لان الموات غنیمۃ فلا بد للاختصاص به من اذن الامام كسائر الغنائم“۔ (۱)

اور رد المحتار میں ہے:

(ان اذن له الامام في ذلك) و القاضی فی ولایتہ بمنزلۃ الامام. (تاریخانیۃ) عن النافی و فیہا قبیل کتاب (الاحیاء): سئل السمرقندی فی رجل و کل باحیاء الموات هل هو للوکیل كما فی التوکیل بالاختطاب و الاحتشاش، ام للموکل كما فی سائر التصرفات؟ قال: ان اذن الامام للموکل بالاحیاء يقع له اه. قوله: (وقالا يملكها بلا اذنه) مما يتفرع على الخلاف ما لو امر الامام رجلا ان يعمر ارضا ميتة على ان ينتفع بها ولا يكون له الملك، فاحياها لم يملكها عنده لان هذا شرط صحيح عند الامام، و عندهما: يملكها ولا اعتبار بهذا الشرط اه. و محل الخلاف: اذا ترك الاستئذان جهلا، اما اذا تركه تها ونا بالامام كان له ان يستردها زجرا. افاده المکی: ای اتفاقا. و قول الامام هو المختار، و لذا قدمه فی (الخانیۃ) و (الملقی) کما رتہما، و به اخذا الطحاوی و علیہ المتون. بقى هل يكفي الاذن اللاحق؟ لم اره. اه. (۲)

واضح رہے کہ ہمارے ملک ہندوستان میں نگر پالیکا اور منسپلٹی کے حکام اور افسران کو حکومت کی جانب سے یہ اختیار رہتا ہے کہ ایسی زمینوں کو وہ کسی ادارہ وغیرہ کے نام کر سکتے ہیں، تو ان لوگوں کی اجازت بھی شرعاً معتبر ہوگی۔ اب یہ اجازت خواہ صراحتاً ہو خواہ عرفاً و دلالت ہو، اس کا اعتبار ہوگا اور اس طور پر اگر کسی نے قبضہ کر کے اسے وقف کر دیا،

(۱) بدائع الصنائع: ج ۵، ص ۲۸۴

(۲) در المختار مع رد المحتار ج ۱۰، ص ۶

تو وہ وقف بھی صحیح ہوگا کہ صحت وقف کے لیے ملکیت کی شرط متحقق ہے۔

اس مقام پر یہ گوشہ بھی توجہ طلب ہے کہ گورنمنٹی عملہ افتادہ زمین کو کسی ادارہ وغیرہ کے نام کرتا ہے، تو اس کی ایک صورت الاٹمنٹ کی ہوتی ہے، جس میں وہ ادارہ مکمل اس زمین کا مالک ہو جاتا ہے۔ دوسری صورت پٹے کی ہوتی ہے، جو کبھی قلیل کبھی طویل مدت کے لیے کرتا ہے، مگر عمل درآمد یہی ہے کہ جب کوئی زمین کسی کے نام ہوگئی اور اس نے اس پر عمارت کھڑی کر دی، تو اب گورنمنٹ اسے واپس نہیں لیتی ہے، بلکہ دگر دوا می اجارہ کی شکل ہو جاتی ہے تو وہاں بھی ہمیشہ کے لیے دینے کا معنی پایا جاتا ہے، لہذا اس طرح سے حاصل شدہ زمین کو بھی وقف کیا جاسکتا ہے اور اس کا وقف صحیح ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ میں دوا می اجارہ کی زمین پر دفن کرنے اور مسجد بنانے سے متعلق درج ہے۔

”بلاشبہ جائز ہے جبکہ باجارت مستاجر ہو ملک غیر ہونا منافی جواز دفن نہیں۔ غایت یہ کہ مالک کو ازالہ قبر کا اختیار ہوگا مگر جب اس کا اجارہ دوا می ہو تو مالک کی طرف سے یہ اندیشہ بھی نہیں یہاں تک کہ علمائے دوا می اجارہ کی زمین میں مسجد بنانے کی اجازت دی۔ اور اس میں وقف صحیح مانا اسی بنا پر کہ وہ ہمیشہ رہے گی تو تابید حاصل ہے۔ (۱) یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہوگی جبکہ بنجر اور افتادہ زمین کسی شخص کے ہاتھ میں ہو اور وہ وقف کرے لیکن اگر گورنمنٹی عملہ نے خود کسی ادارہ کے نام الاٹ کر دیا تو اسے وقف نہیں کیا جاسکتا ہے کہ گورنمنٹی عملہ شرعاً اس کا مالک نہیں جبکہ وقف کے لئے ملکیت ضروری ہے۔ البتہ ان زمینوں کو ارضادات کہیں گے۔

در مختار میں ہے:

”وفی الوہبانیۃ ولو وقف السلطان من بیت مالنا لمصلحة عمت یجوز ویوجر۔“

رد مختار میں ہے: ”لمصلحة عمت“ کا لوقف علی المسجد بخلافہ علی معین واولادہ فانہ لا یصح وان جعل اخرہ للفقراء کما اوضحہ العلامة عبدالبر بن الشحنة: قوله: (ویوجر) لان بیت المال معد لمصلح المسلمین، فاذا ابدہ علی مصرفہ الشرعی یشاب، لاسیما اذا کان یخاف علیہ امراء الجور الذین یصرفونہ فی غیر مصرفہ الشرعی فیکون قد منع من یجعی منهم ویصرف ذالک التصرف. ذکرہ العلامة عبدالبر ط. ومفادہ انہ ارضاد لاوقف حقیقہ کما قد مناہ. (۲) فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”سلاطین اسلام مواضع سلطنت سے جو دیہات مصارف خیر کے لیے وقف کرتے ہیں انہیں ارضاد کہتے ہیں یعنی سلطان نے انہیں محفوظ و ممنوع التملیک کر دیا ان کا حکم بعینہ مثل وقف ہے و انما سمیت ارضادات لان الوقف شرطہ الملک والاسلاطین لا یملکون ما فی ولا یتهم ان الملک اللہ.“ (۳)

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ ج: ۴، ص: ۱۰۰

(۲) در المختار مع رد المحتار ج: ۶، ص: ۴۶۷

(۳) الفتاویٰ الرضویۃ ج: ۶، ص: ۳۵۱

اسی میں ہے کہ ارضادات سلاطین حکم وقف میں ہیں شدہ موروث ہوں نہ کسی کو ان کے بیچ و انتقال کا کوئی حق ہو۔ (۱)
 اسی میں ہے: زمین احاطہ درگاہ معلیٰ (اجمیر شریف) عامہ زائرین و اردین صادرین کے لیے وقف یا ارضاد
 کا لوقف، بہر حال محکوم با حکام الوقف ہے۔ (۲)
 اور جب وہ زمین ارضادات ہیں تو ان میں جن شرائط کا ذکر کیا گیا ہو گا ان سب کا اعتبار کرنا کوئی لازم نہیں
 ہے بلکہ جو بھی کار خیر ہو اس میں استعمال کی جاسکتی ہے۔
 رد المحتار میں ہے:

”قال السيد الحموي في حاشية الاشباه قبيل فائدة اذا اجتمع الحلال والحرام ما نصه
 وقد اُفتي علامة الوجود المولى ابو السعود مفتي السلطنة السليمانية بان اوقاف الملوک
 والامراء لا يراعى شرطها لانها من بيت المال او ترجع اليه و اذا كان كذلك يجوز الاحداث
 اذا كان المقرر في الوظيفة او المرتب من مصارف بيت المال“۔
 ولا يخفى ان المولى ابا السعود ادرى بحال اوقاف الملوک و مثله ما سید کره
 الشارع في الوقف عن (المحبية) عن (المبسوط) من (ان السلطان يجوز له مخالفة الشرط اذا
 كان غالب جهات الوقف قری و مزارع، لان اصلها لبيت المال) اهـ۔ یعنی اذا كانت لبيت
 المال ولم يعلم ملک الواقف لها، فيكون ذالك ارضادا لا وقفا حقيقة ای ان ذالك السلطان
 الذى وقفه اخرج من بيت المال و عينه لمستحقه من العلماء و الطلبة و نحوهم عوناً لهم
 على وصولهم الى بعض حقهم من بيت المال۔

و لذا لما اراد السلطان نظام (المملكة برقوق) في عام نيف و ثمانين و سبع مائة: ان
 ينقض هذه الاوقاف لكونها اخذت من بيت المال، و عقد لذلك مجلسا حافلا حضره الشيخ
 سراج الدين البلقيني و البرهان ابن جماعة و شيخ الحنفية الشيخ اكمل الدين شارح (الهداية)،
 فقال البلقيني: ما وقف على العلماء و الطلبة لا سبيل الى نقضه، لان لهم في الخمس اكثر من
 ذلك، و ما وقف على فاطمة و خديجة و عائشة ينقض، و واقفه على ذالك حاضرون) كما
 ذكره السيوطي في (النقل المستور في جواز قبض معلوم الوظائف بلا حضور) ثم رايت نحوه
 في (شرح الملتقى) ففي هذا تصريح بان اوقاف السلاطين من بيت المال ارضادات، لا اوقاف
 حقيقة، وان ما كان منها على مصارف بيت المال لا ينقض، بخلاف ما وقفه السلطان على

(۱) الفتاوى الرضوية ج: ۶، ص: ۳۲۸

(۲) حوالہ سابق ص: ۳۳۵

اولادہ او عتقا لہ مثلاً، وانبہ حیث کانت ارضادا لا یلزم مراعاة شروطها لعدم کونها وقفاً صحیحاً، فان شرط صحته ملک الواقف، والسلطان بدون الشراء من بیت المال لا یملکہ. ولقد علمت موافقة العلامة الاکمل علی ذالک، وهو موافق لما مر عن (المبسوط) وعن المولیٰ ابی السعود، ولما سیدکوه الشارح فی الوقف عن (النهر) من ان وقف الاقطاعات لا یجوز الا اذا کانت ارضاً مواتاً، او ملکاً للامام فاقطعها رجلاً، وهذا خلاف ما فی (التحفة المرضیة) عن العلامة قاسم من ان وقف السلطان لارض بیت المال صحیح.

قلت یولعل مراده انه لازم لا یمیر اذا کان علی مصلحة عامة، كما نقل الطرسوسی عن قاضیخان من ان السلطان لو وقف ارضاً من بیت مال المسلمین علی مصلحة عامة للمسلمین جاز. قال ابن وهبان: (لانه اذا ابده علی مصرفه الشرعی فقد منع من یصرفه من امراء الجور فی غیر مصرفه) اه. فقد افاد ان المراد من هذا الوقف تأبید مصرفه علی هذه الجهة المعینه التي عینها السلطان مما هو مصلحة عامة، وهو معنی الارصاد السابق، فلا ینافی ما تقدم، والله سبحانه اعلم. اه (۱)

اس تفصیل کی روشنی میں عرض ہے کہ:

- (۱) افتادہ زمینیں بلاشبہ اللہ جل مجدہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہیں مگر وہ وقف نہیں ہیں نہ ہی ان پر احکام وقف نافذ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) گورنمنٹی عملہ ایسی زمین اگر بنام مدرسہ الاث کر دے تو وہ ارضادات سلطانی میں شمار ہوگی خواہ مدت قلیل ہو یا کثیر اس سے مسئلہ کی نوعیت پر کچھ فرق نہ پڑے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۳) گورنمنٹ نے اگر کوئی زمین بنام مدرسہ الاث کر دی تو اس الاث کر دینے سے وہ مدرسہ کے لیے وقف نہ مانی جائے گی البتہ اگر مسلمانوں نے اس پر مدرسہ تعمیر کر دیا تو اب وہ زمین و عمارت بنام مدرسہ وقف ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۴) جس صورت میں وہ زمین مع عمارت وقف ہوگی تو اس کے واقف مسلمان ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۵) گورنمنٹی الاث میٹ وقف نہیں ہے تو وہاں مسجد بنانا بھی جائز ہے کہ وہ زمین ارضادات سلطانی میں سے ہے تو گورنمنٹی صراحت کے باوجود صرف مدرسہ کے لیے ہی اسے مخصوص نہیں مانا جائے گا بلکہ ہر کار خیر میں اسے

استعمال کر سکتے ہیں جس میں تعمیر مسجد بھی شامل ہے۔ اور اگر بالفرض مدرسہ کے لیے ہی وقف مانا جائے تو بھی وہاں مسجد بنا سکتے ہیں کیونکہ جس طرح درسگاہ کے علاوہ بچوں کے لیے دارالافتاء، استیخانہ، غسل خانہ، وضو خانہ، لائبریری، ڈاننگ ہال وغیرہ مصالح مدرسہ میں شمار ہوتے ہیں یونہی طلبہ کے لیے نماز پڑھنے کی خاطر تعمیر مسجد بھی مصالح مدرسہ میں شامل ہوگی تو اس طرح بھی وہاں تعمیر مسجد درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) کسی افتادہ زمین کو محض ایکواٹر کر لینے اور کسی نام سے اس کی چھار دیواری کرا دینے سے اس کے لیے وقف نہیں مانا جائے گا۔ ہدایہ میں ہے:

”وَمِنْ حَجَرِ اَرْضٍ وَلَمْ يَعْمَرْهَا ثَلَاثَ سِنِينَ اخَذَهَا الْاِمَامُ وَدَفَعَهَا اِلَى غَيْرِهِ (لَا نِ الدَّفْعِ اِلَى الْاَوَّلِ كَانَ يَعْمَرْهَا فَتَحَصَّلَ الْمَنْفَعَةُ لِلْمُسْلِمِينَ مِنْ حَيْثُ الْعِشْرُ او الْخِرَاجُ ، فَاِذَا لَمْ تَحْصُلْ يَدْفَعُ اِلَى غَيْرِهِ تَحْصِيْلًا لِلْمَقْصُودِ وَلَا نِ التَّهْجِيرِ لَيْسَ بِاَحْيَاءٍ لِيَمْلِكَهُ بِهِ . لَانِ الْاَحْيَاءُ اِنَّمَا هُوَ الْعَمَّارَةُ وَالتَّحْجِيرُ الْاَعْلَامُ ، سَمِيَ بِهِ لَانَهُمْ كَانُوا يَعْلَمُونَهُ بِوَضْعِ الْاَحْجَارِ حَوْلَهُ اَوْ يَعْلَمُونَهُ لِحَجَرٍ غَيْرِهِمْ عَنْ اَحْيَائِهِ فَبَقِيَ غَيْرُ مَمْلُوكٍ كَمَا كَانَ هُوَ الصَّحِيحُ“ (۱)

اور عنایت میں ہے: ”وَمِنْ حَجَرِ اَرْضٍ يَجُوزُ اَنْ يَكُونَ مِنَ الْحَجَرِ يَفْتَحُ الْجِيمَ وَسَكُونَهُ . وَمَعْنَى الْاَوَّلِ اَعْلَمَ بِوَضْعِ الْاَحْجَارِ حَوْلَهُ لَانَهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ ذَالِكَ ، وَمَعْنَى الثَّانِي اَعْلَمَ بِحَجَرِ الْغَيْرِ عَنْ اَحْيَائِهَا فَكَانَ التَّحْجِيرُ هُوَ الْاَعْلَامُ فَاِذَا حَجَرُ اَرْضٍ وَلَمْ يَعْمَرْهَا ثَلَاثَ سِنِينَ اخَذَهَا الْاِمَامُ وَدَفَعَهَا اِلَى غَيْرِهِ ، وَالْاَصْلُ فِي ذَالِكَ اَنْ الْمَشَائِخَ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ اخْتَلَفُوا فِي كَوْنِهِ مَفِيدًا لِلْمَلِكِ ، فَمِنْهُمْ مَنْ قَالَ : يَفِيدُ مَلِكًا مَوْفَقًا اِلَى ثَلَاثَ سِنِينَ وَقِيلَ لَا يَفِيدُ وَهُوَ مُخْتَارُ الْمُصَنِّفِ رَحِمَهُ اللّٰهُ اِشَارًا اِلَيْهِ بِقَوْلِهِ : هُوَ الصَّحِيحُ“ (۲)

لہذا اگر مسلمانوں نے کسی بنجر زمین کو بنام مدرسہ ایکواٹر کر لیا تو وہاں مدرسہ و مسجد دونوں بنا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر قادری قیامی

خادم افتادہ درس دارالعلوم علمیہ جہاد شاہی بہشتی

(۱) الہدایۃ مع الفتح ج: ۱۰، ص: ۸۷

(۲) العنایۃ مع الفتح ج: ۱۰، ص: ۸۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

باب المسجد

مسجد کا بیان

مسجد کی تعمیر میں گورنمنٹ کا پیسہ لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد انظار عالم قادری مقام سالکی پوسٹ گا جپاڑہ کشن گنج (ہند)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ سید شاہ نواز جو مرکزی کپڑا منتری ہے اور ضلع کشن گنج کا ایم، پی بھی ہے اس سے پیسہ لے کر اس پیسہ کو مسجد کی تعمیر میں لگانا درست ہے یا نہیں جب کہ عوام الناس کا کہنا ہے کہ اس رقم کو مسجد میں لگانا درست نہیں ہونا چاہیے کیوں کہ وہ رقم اس کے جیب کی نہیں ہے بلکہ یہ رقم سرکاری اور گورنمنٹی ہے اور یہاں کی گورنمنٹ غیر مسلم ہے گویا یہ رقم ایک واسطہ سے غیر مسلم کی ہے اور غیر مسلم کی رقم مسجد میں صرف کرنا درست ہے قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

گورنمنٹ کا خزانہ کسی شخص کی ذاتی ملک نہیں ہوتا یوں ہی ممبر آف پارلیمنٹ یعنی ایم پی فنڈ کی رقم بھی۔ لہذا اسے لے کر مسجد تعمیر کرنا یا مسجد کے دوسرے مصارف میں صرف کرنا جائز و درست ہے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (۱) میں تحریر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری قیامی

۵ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

مسجد بنانے کے بعد نیچے دوکان نکالنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: جوہر علی دکن دروازہ شہر بستی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک قدیم مسجد ہے اب کمیٹی والے چاہتے ہیں کہ مسجد کی نئی تعمیر کی جائے اور نیچے کو اثر کی شکل دے کر مسجد کو اوپر کر دی جائے اور نماز اوپر ہی ادا کی جائے ایسی صورت میں مسجد کے نچلے حصے کو کو اثر کی شکل میں تبدیل کر کے اوپر نماز ادا کرنا کیا درست ہے یا نہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو جگہ مسجد ہوگئی وہ تحت الثریٰ سے آسمان تک ہمیشہ کے لئے مسجد قرار پا چکی اب اس کے کسی بھی حصہ پر نیچے یا اوپر دوکان و مکان وغیرہ کچھ بھی بنانا شرعاً حرام حرام حرام ہے۔ علامہ اجل شہاب الدین احمد چلی حاشیہ تبیین الحقائق میں تحریر فرماتے ہیں: ”وقد ذکر المصنف فی علامة النون من کتاب التجنیس قیم المسجد اذا اراد ان یبنی حیوانیت فی المسجد اوفی فناءه فلا یجوز له ان یفعل لانه اذا جعل المسجد مسکناً تسقط حرمتہ۔“ (۱)

علامہ علاء الدین حصکفی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”لویبنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح امالوتمت المسجدیة ثم اراد البناء منع۔“ (۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”مسجد کے ایک حصہ کو مسجد سے خارج کر دیا گیا اور اسے جو تار تار نے کی جگہ بنانا یہ بھی باطل و مردود و حرام ہے اوقاف میں تبدیل و تغیر کی اجازت نہیں لا یجوز تغیر الوقف عن هیئته مسجد کہ جمیع جہات حقوق العباد سے منقطع ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿وَإِنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ﴾ (۳)

اور فرماتے ہیں ”وہ دکانیں قطعی حرام اگر مسجد بنانے کے بعد بنانا چاہے اگرچہ مسجد کی دیوار کا صرف سہارا اسی

(۱) الحاشیة علی تبیین الحقائق، ج: ۴، ص: ۲۷۴

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۷۱

(۳) الفتاویٰ الرضویة، ج: ۶، ص: ۳۳۶

میں لے۔“ (۱) لہذا صورت مسئلہ میں مسجد کی جدید تعمیر کرتے وقت نیچے کمرہ اور اوپر مسجد بنانا جائز و حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علمیہ جہاد شاہی، بستی

۱۳۲۹/۵/۸ھ

ایک مسجد کے چندہ سے دوسری مسجد کے

امام، مؤذن کو نذرانہ دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ولی محمد اشرفی امام جامع مسجد رانگی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ موضع رانگی تحصیل کرلی ضلع نرسنگھ پور میں آج سے تقریباً سو سال پہلے بزرگوں نے مسجد تعمیر کی اور زمین مسجد میں لگائی آبادی بڑھ جانے کی وجہ سے دو مسجدیں اور تعمیر کرنا پڑا گاؤں کے بھی لوگوں نے مسجدوں کی تعمیروں میں دل کھول کر حصہ لیا مسجد تعمیر ہو چکی مسجدیں آباد ہیں لیکن امام اور مؤذن کا نذرانہ دینے میں محلے کے لوگ مجبور ہیں دونوں مسجد والوں نے درخواست دی ہے کہ دونوں مسجدوں کے امام اور مؤذن کا نذرانہ پرانی مسجد (جامع مسجد) سے دیا جائے پرانی بستی میں جن بزرگوں نے تعمیر مسجد کی تھی انہیں کے وارث ان محلوں میں رہ رہے ہیں کیا جامع مسجد رانگی سے دونوں مسجد کے اماموں اور مؤذنین کو نذرانہ دیا جاسکتا ہے اس کا جواب جلد از جلد عنایت فرمانے کی مہربانی فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ایک مسجد کے وقف کی آمدنی کسی دوسری مسجد پر خرچ کرنا جائز ہے چنانچہ درمختار میں ہے۔ ”ان اختلف احدہما بان بنی رجلان مسجدین اور رجل مسجداً او مدرستہ واقف علیہما او قافلاً لا یجوز لہ ذالک“ (۲) یعنی اگر دو آدمیوں نے الگ الگ دو مسجدیں بنائیں یا ایک ہی آدمی نے مسجد و مدرسہ علیحدہ علیحدہ بنایا تو ایک وقف کی آمدنی دوسرے وقف میں لگانا جائز نہیں ہے۔

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۳۵

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۷۲

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں: ”ہرگز ہرگز جائز نہیں یہاں تک کہ اگر ایک مسجد میں لوٹے حاجت سے زائد ہوں اور دوسرے میں نہیں تو اس کے لوٹے اس میں بھیجنے کی اجازت نہیں“ (۱)

البتہ اگر جامع مسجد میں چندہ کی رقم اکٹھا ہوتی ہو تو اس رقم سے دوسری مسجد کے امام و مؤذن کو دیا جاسکتا ہے شرط یہ ہے کہ چندہ لیتے وقت لوگوں کو بتا دیا جائے کہ جامع مسجد میں یہ جو چندہ ہو رہا ہے اس میں سے فلاں فلاں مسجد کے امام و مؤذن کو بھی دیا جائے گا۔ وہو تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

کیا دیوار مسجد سے متصل دوکان بنا کر کرایہ پر دینا جائز ہے؟

مسئلہ از: محمد سلیم ابراہیم اپارٹمنٹل مقام کرلا، ممبئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ مسجد کی ملکیت میں خارج مسجد جو جگہ ہوتی ہے مثلاً (نمبر ۱) حوض (نمبر ۲) وضو خانہ (تل کے ذریعہ) (نمبر ۳) بیت الخلا (نمبر ۴) استنج خانہ (تل کے ذریعہ) وضو خانہ کی دیوار جو روڈ کی طرف ہے اس دیوار میں مسجد کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے دوکان بنا کر صرف کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں دوکان کی آمدنی صرف مسجد کے اخراجات کو پورا کرنے میں استعمال ہوگی نہ اسے فروخت کیا جائے گا نہ تو پگڑی پر دیں گے،

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر مسجد کے مصلیوں کا حق نہ جاتا ہو تو مسجد کے فائدہ کے لیے وہاں دوکان بنا کر جائز ہے علامہ علاء الدین ہسکتی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”و کذا یفتی بکل ما هو انفع للوقف“ (۲)

اور فتاویٰ بحر العلوم ج ۵ صفحہ ۱۰۸ پر فتاویٰ رضویہ کے حوالہ سے ہے وقف کے اجارہ میں متولیوں کو وقف کا فائدہ مد نظر ہونا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۸ ربی الحجۃ ۱۴۳۰ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۸۴

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۴۰۱

کیا بد مذہب کی نماز جنازہ کا مسجد کے مانگ سے اعلان کرنا

اور نا اہل کو مسجد کی کمیٹی کا ممبر بنانا درست ہے؟

مسئلہ از: محمد ضیاء الدین رضوی حاجی نگر۔ ۲۴

محترم المقام لائق صدا احترام جناب مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام کہ آج کل وہابی، اہل حدیث، سنی جب مرجع جاتا ہے تو کمیٹی کے لوگ مسجد کے مانگ سے مسجد میں اعلان کرتے ہیں، کیا ایسے موقع پر دیوبندی، اہل حدیث و سنی کے لیے مسجد کا مانگ استعمال کرنا درست ہے؟ از روئے شرع مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

(۲) آج کل مسجد کی کمیٹی میں ایسے لوگوں کو رکھا جاتا ہے جو بے نمازی جاہل جو مسجدوں میں آکر چلاتے ہیں کیا ایسے لوگوں کو مسجد کی کمیٹی میں رکھنا درست ہے؟ اگر کوئی مسئلہ بتایا جاتا ہے تو کہتے ہیں بہت شریعت پر چلنے والے بنے ہیں جو وہابیوں سے میل جول رکھتے ہیں، ایسے لوگوں کو کمیٹی میں رکھنا چاہئے کہ نہیں؟ اگر لوگ اس کو رکھتے ہیں تو ان کے لیے کیا حکم شرع ہے؟ جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مسجد کا مانگ اگر مسجد کے مال سے خریدا گیا یا کسی نے اپنی طرف سے مسجد کے ہی کاموں کے لیے خرید کر وقف کر دیا تو اس سے کسی کی نماز جنازہ کا اعلان نہیں کیا جاسکتا، امام اجل علامہ ابن ہمام قدس سرہ فرماتے ہیں ”الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ“ (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لایجوز تغیر الوقف عن ہیئته“ (۲)

اور اگر کسی نے وقف کیا مگر ہر کار خیر کے اعلان کی اجازت دی ہے یا لوگوں نے چندہ کر کے خریدا ہے اور ہر کار خیر میں لانے کی ان کی طرف سے اجازت ہو تو اب سنی کی نماز جنازہ کا اعلان کر سکتے ہیں مگر وہابی، دیوبندی وغیرہ بد مذہبوں کی نماز جنازہ کا اعلان ناجائز و حرام ہے کہ ان لوگوں کی نماز جنازہ پڑھنی حرام ہے تو اس کا اعلان وہ بھی مسجد سے کرنا بدرجہ اولیٰ حرام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ کتاب الوقف ج: ۲، ص: ۴۹۰

(۱) فتح القدیر کتاب الوقف ج: ۵، ص: ۴۴۰

(۳) سورۃ المائدہ آیت: ۲

(۲) مسجد کی ذمہ داری نبھانے کے لیے ایسے لوگوں کی کمیٹی ہونی چاہیے جو پندار، متدین، ہوشیار، صاحب عقل و شعور اور مسجد کے مصالح اور اس کے منافع کی حفاظت کرنے والے اور مخلص و متصلب فی الدین ہوں، رد المحتار میں ہے: ”ولا یولیٰ آلا امین قادر بنفسه او بنائیه“ (۱)

فتاویٰ امجدیہ میں ہے: ”مسلمانوں پر لازم ہے کہ انتظام مسجد اس کمیٹی کے ہاتھ سے علیحدہ کر لیں اور سنی متدین کار گزار اراکین مقرر کریں“ (۲)

جو لوگ اس کے خلاف کریں گے شرعاً مجرم ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

مسجد کی بوسیدہ چٹائی قبر میں رکھنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شمیم نظامی کیرنگر

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہمارے یہاں بعض علاقوں میں یہ رواج قائم ہے کہ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد مسجد کی کوئی بوسیدہ چٹائی اوپر رکھتے ہیں پھر اس پر مٹی وغیرہ ڈالتے ہیں اور اس کے عوض دوسری نئی چٹائی لا کر مسجد میں رکھ دیتے ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسجد کی چٹائی قبر میں استعمال کر سکتے ہیں؟ مسجد کی وہ چیزیں جو ناقابل استعمال ہوں وہ کیا کریں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں کرم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد کی بوسیدہ چٹائی اگر قابل استعمال نہ رہ گئی اور وہ مسجد کے مال سے خریدی گئی تھی تو اسے قبر میں لگا کر اس کی جگہ دوسری چٹائی رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”پیال یا چٹائی بیکار شدہ کہ پھینک دی جائے لے کر صرف کر سکتا ہے۔“ (۳)

اور اگر کسی مسلمان نے مسجد میں استعمال کے لیے دی تھی تو اس کی صراحتاً یا عرفاً و دلالتاً اجازت سے قبر میں

لگانا درست ہے، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”مسجد کی مستعمل چیزیں مثلاً چٹائیاں، دریاں، لوٹے صرف مستعمل ہونے کی وجہ سے بیچنے کے کوئی معنی

(۱) رد المحتار کتاب الولف ج: ۳، ص: ۲۲۱ (۲) فتاویٰ امجدیہ کتاب الولف باب المسجد، ج: ۳، ص: ۱۱۷

(۳) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۶، ص: ۴۷۲

نہیں اور ایسی اشیاء میں سے جو بیکار ہو جائے وہ دینے والے کی ملک کی طرف واپس ہو جاتی ہے، اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔“ (۱)

اور اگر وہ چٹائی ابھی قابل استعمال ہے تو اسے دوسری مسجد میں لے جانے کی اجازت نہیں ہے، کسی قبر میں لگانا تو بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”ایک مسجد کی صفیں دوسری مسجد میں لے جانا ممنوع و ناجائز ہے“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ

دیوبندی کا چندہ مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد ریاض احمد اتری دیناج پور، بنگال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں ایک مسجد مٹی کی بنی ہوئی تھی پھر کچھ عرصہ بعد ایک دیوبندی عورت نے اپنی وراثت ملی زمین کو فروخت کر کے اس روپے کو مسجد کو بطور چندہ دیدی اور اس روپے سے مسجد کچی بنائی گئی، لہذا اس روپے سے مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟ اور اگر تعمیر کر لیا گیا تو اس مسجد کا کیا حکم ہے؟ حالانکہ اس کے والدین اور بھائی وغیرہ سنی صحیح العقیدہ ہیں۔ بینوا مفصلاً بالذلائل۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر اس دیوبندیہ خاتون نے نیاز مندانہ طور پر بغیر احسان جتلانے اور کسی وہابی دیوبندی کا عمل دخل کئے بغیر چندہ دیا تو اس رقم سے مسجد تعمیر کرنے میں کوئی حرج نہیں اور رہی نماز تو اس میں نماز بلاشبہ درست ہے کہ وہ پہلے سے ہی مسجد ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کافر کے دیئے ہوئے پیسے سے مسجد تعمیر کرنے سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

”اگر اس (کافر) نے مسجد بنوانے کی صرف نیت سے مسلمان کو روپیہ دیا یا روپیہ دیتے وقت صراحتہ کہہ بھی دیا کہ اس سے مسجد بنوادو، مسلمان نے ایسا ہی کیا تو وہ ضرور مسجد ہوگئی اور اس میں نماز پڑھنی درست ہے لانہ انما یکون اذنا للمسلم بشرء الا لات للمسجد بمالہ“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتا و درس دارالعلوم علیہ، محمد اشاہی، بستی

۵ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۶، ص: ۴۳۶ (۲) الفتاویٰ الرضویہ ج: ۶، ص: ۴۷۳ (۳) الفتاویٰ الرضویہ کتاب الوقف ج: ۶، ص: ۳۹۶

مسجد کے مانگ سے دنیوی امور کا اعلان کیسا ہے؟

مسئلہ از: سراج الدین بن حاجی عبدالقدوس مرحوم مقام سہاول پوسٹ اٹھیا بازار ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)
عظیم المرتبت لائق صدا احترام حضور مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسجد کے مانگ سے جو اذان کے لیے مقرر ہے دنیاوی امور مثلاً نیکہ لگانے کے لیے مٹی کا تیل شادی بیاہ کی دعوت میں کھانے کے لیے اعلان کرنا کیسا ہے؟ (۲) ہندو کا مسجد میں جا کر مندرجہ بالا باتوں کا اعلان کرنا کیسا ہے جو شخص اس بات کو کہے یہ اعلانات گاؤں کے فائدے کی خاطر ہو رہے ہیں اس کے بارے میں شرع کا کیا حکم ہے قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل تحریر فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقّدر“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) جو سامان جس کام کے لیے وقف ہوا ہے اسی کام کے لیے استعمال کرنا ضروری ہے دوسرے کاموں میں اس کا استعمال ناجائز ہے درمختار میں ہے ”شرط الواقف کنص الشارع“ (۱) اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں ”وقف میں شرائط واقف کا اتباع ضروری ہے۔“ (۲)
لہذا وہ مانگ اگر اذان کے لیے وقف ہو تو دوسرا کوئی اعلان جائز نہیں اور اگر اذان کے علاوہ دیگر کاموں کے لیے بھی دیا ہو تو جائز و صحیح اعلان اس مانگ سے کرنا جائز ہے ورنہ نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲) جب بد مذہب کو مسجد میں جانے سے روکا جائے گا تو ہندو بدرجہ اولیٰ اس سے روکا جائے گا اس لیے ہندو کو اعلان کے لیے مسجد میں جانا ہرگز درست نہیں،

اگر عام اعلان کے لیے بھی مانگ لگایا ہو تو ان کا کہنا درست ہے اور اگر صرف اذان اور مسجد کے کاموں کے لیے وقف ہو تو ان کا کہنا غلط ہے اور شریعت سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے ان کو توبہ کرنی چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۹ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۶، ص: ۵۰۸

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۷، ص: ۳۷۷

مسجد کا کام رکوانے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: محمد شفیع جہانگیر احمد خان

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ ایک شخص جس کا نام شمشیر علی خان ۲۰۰۲ء میں جب کہ سنی مبارک مسجد کا تعمیری کام چل رہا تھا تو اس نے بی، ایم، سی میں اس تعمیری کام کو رکوانے کے لیے درخواست دی تھی جو کہ انگلش میں تھی اس میں اس بات پر خاص طور سے زور دیا گیا تھا فوراً سنی مبارک مسجد میں تعمیری کام پر روک لگائی جائے۔

انگلش درخواست اور اس کا ترجمہ جو کہ آپ کی بارگاہ میں پیش ہے اس بابت میں چند سوالات ذیل میں درج ہیں۔

(۱) مسجد کے معاملے کو شرعی عدالت کے بدلہ دنیاوی (جھوٹی عدالت) میں درخواست دے کر قوم مسلم اور مسجد کو غیروں میں بدنام کرنے والوں پر شرعی حکم بیان فرمائیں۔

(۲) اللہ کے گھر مسجد کے معاملے کو حل کرنے کے لیے اپنوں کے بجائے اہل ہنود اور حکومت سے امداد لینے والے پر شرعی حکم بیان فرمائیں۔

(۳) پترے کی مسجد کو چھت میں بدلنے کے وقت اس تعمیر کو غیر قانونی قرار دینے والے اور تعمیری کام پر روک لگانے والے پر شرعی حکم بیان فرمائیں۔

(۴) موجودہ ٹرسٹ سنی مبارک مسجد نے جمعہ کے دن سارے نمازیوں کے سامنے مسجد کا حساب دیا پھر بھی اس کے بعد میں ان پر چوری کا بہتان اور الزام لگانے والے پر حکم شرع بیان فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب

(۱) بلاوجہ شرعی محض ضد اور نفسانیت کی بنا پر قوم مسلم اور مسلمانوں کی مسجد کو بدنام کرنا اور ان کی عزت بگاڑنا ناجائز و حرام ہے اور ایسا کرنے والا شیطان کا مددگار ظالم جفا کار حق العبد میں گرفتار اور مستحق عذاب نار ہے ایسے شخص کو نرمی سے سمجھایا جائے کہ وہ اپنی بد اعمالیوں سے باز آجائے اور اگر باز نہ آئے تو مسلمان ایسے شخص کا ساتھ نہ دیں بلکہ سب اس کا بائیکاٹ کر دیں اور کنارہ کشی اختیار کر لیں۔ قال اللہ تعالیٰ: ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِلْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۱) وقال تعالیٰ: ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَىٰ

(۱) سورۃ المائدہ، آیت: ۲

مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۱﴾ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۲) اگر ایسے معاملات ہوں جن میں حکومت کے دخل کے بغیر چارہ نہ ہو یا کافر افسر ہوں اور ان کے ہی اختیار سے معاملات حل ہو سکتے ہوں تو شرعاً اجازت ہوگی ورنہ ان کے پاس باختیار خود کسی دینی معاملے کا لے جانا ناجائز اور ایسا کرنے والا مجرم و گنہگار ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا﴾ (۲) اس پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور آئندہ ایسی حرکت سے پرہیز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(۳) ایسا شخص بہت بڑا ظالم فاسق و فاجر اور مستحق ناروغضب جبار ہے قال اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا﴾ (۳) اس پر توبہ واستغفار لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) حساب و کتاب صحیح طریقہ سے رکھنے کے باوجود رستیان پر چوری کا الزام لگانے والے گناہ کبیرہ کے مرتکب اور حق العبد میں گرفتار ہیں ارشاد خداوندی ہے ﴿إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ﴾ (۴) اس آیت کریمہ کے تحت حضرت صدرالافاضل علامہ نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہ رقم طراز ہیں: یعنی جھوٹ بولنا اور افتراء کرنا بے ایمانوں ہی کا کام ہے۔

الزام لگانے والے پر لازم ہے کہ توبہ واستغفار کرے اور جن پر جھوٹا الزام لگایا ان سے معافی مانگے ورنہ عذاب الہی کا انتظار کرے قال اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ﴾ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) سورۃ النساء، آیت: ۱۴۱

(۳) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۴

(۴) سورۃ النحل، آیت: ۱۰۵

(۵) سورۃ البروج، آیت: ۱۰

مسجد کی سجاوٹ ایسی چیز سے کرنا جو محل نماز ہو

مسئلہ از: محمد عبدالرشید قادری پبلی بحیثیت، موبائل: 9771703910

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ مسجد کے اندر بالکل اگلی صف سے باہر اس طرح پلاسٹک اور پٹی کی سجاوٹ اور ڈیکوریشن کرنا کہ جو ہوا لگنے پر یا مسجد کے پچھلے چلنے پر بولے آواز کرے اور کھڑے کھڑائے اور امام کی قرأت سننے نیز جس سے نماز کے خشوع و خضوع میں فرق آئے اور نماز میں خلل واقع ہونے کا امکان ہو شرعاً درست ہے یا نہیں؟

اگر نہیں تو جو شخص مسجد کے اندر اس طرح کی سجاوٹ اور ڈیکوریشن پر مبر ہو امام کے منع کرنے پر بھی ماننے کو تیار نہ ہوتی کہ اسی بنیاد پر امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا تک چھوڑ دے شرعاً ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے کیا ایسا شخص مسجد کا منتظم اور متولی بنانے کے لائق ہے، از روئے شرع جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

نمازیوں کے سامنے کوئی ایسی چیز نہیں چاہیے جس سے ان کا دل بٹے اور خشوع و خضوع میں خلل ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”لا یبغی ان یکون فی قبلۃ البیت شئی یلہی المصلی:“ (۱) در مختار میں ہے: ”ولا بأس بنقشہ خلا محرابہ فانہ یکرہ لا نہ یلہی المصلی و یکرہ التکلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً فی جدار القبلة قال الحلبي وفي حظر المجتبی وقيل یکرہ فی المحراب دون السقف والمؤخر التھی وظاہرہ ان المراد بالمحراب جدار القبلة فلیحفظ.“ (۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”دیوار قبلہ عموماً اور محراب کو خصوصاً شغلات قلوب سے بچانے کا حکم ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ دیوار یمن و شمال بھی ملہیات سے خالی رہے کہ اس کے پاس جو مصلی ہو اس کو پریشان نہ کرے“ (۳) ان ارشادات سے واضح ہوا کہ نمازیوں کے سامنے دل کو ہانٹنے والی کسی چیز کا ہونا مکروہ و ممنوع ہے بلکہ ایسی جگہ نماز پڑھنا بھی مکروہ ہوگا۔

در مختار میں ہے: ”کرہ وقت حضور طعام تاقت نفسه الیہ و کذا کل ما یشتغل بالہ عن

(۱) سنن ابی داؤد باب الصلوۃ فی الکعبۃ، ص: ۲۷۷

(۲) البز المختار مع رد المختار، ج: ۱، ص: ۲۸۷

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۳، ص: ۵۹۹

الفعالها ويخل لخشوعها كائنا ما كان. (۱)

اسی میں ہے ”ولذا تکره فی طاحون.“ (۲) ردالمحتار میں ہے ”لعل وجهه شغل البال

بصوتها.“ (۳)

صورت مسئلہ میں جس طرح سجاوٹ کا ذکر ہے وہ بلاشبہ ممنوع اور مکروہ ہے شرعاً اس کی اجازت نہیں اور جو شخص بتانے کے باوجود نہ مانے اور اپنی ضد و ہٹ دھرمی پر قائم رہے تو مسلمان اسے اپنی کوشش بھر روکیں اگر نہ رکے تو اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیں ہاں اگر مسجد کے مال سے وہ ایسا کرتا ہے تو اسے متولی اور منتظم ہرگز ہرگز نہ بنایا جائے کہ یہ وقف کا بیجا تصرف کرنے والا ہے اور ایسے شخص کو متولی بنانا گویا مال وقف کو برباد کرنے کی راہ نکالنا ہے درمختار میں ہے:

وينزع وجوباً بزيادة لو الواقف در رفعه بالاولى غير مأمون او عاجز“ (۴)

ردالمحتار میں ہے: ”قال فی الاسعاف ولا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائیه لان الولاية مقيدة

بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه یخل بالمقصود“ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

یکم ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

مسجد کی رقم اپنے ذاتی کام میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مصلیان مدینہ مسجد ٹرانزیشن کمپ دھارادی، بمبئی، نمبر ۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) زید ایک مسجد کا صدر ہے اس نے مسجد کا ایک لاکھ روپیہ اپنے ذاتی کام میں استعمال کیا جس کا ثبوت موجود ہے (۲) خالد جو مسجد کا خزانچی ہے اسکے ہاتھ میں تین ہجہ کا پیسہ آیا لیکن تین سال کا عرصہ گزر گیا اس کا کوئی حساب و کتاب نہیں ہے (۳) بکر جو مسجد کا سکریٹری ہے مذکورہ بات کی جانکاری رکھتے ہوئے زید اور خالد کی حمایت کرتا ہے ان ساری باتوں کو جانتے ہوئے کہتا ہے کہ صدر اور خزانچی کو عہدے سے ہٹانے کی کوئی وجہ نہیں بن سکتی عوام کا مطالبہ ہے کہ شریعت کی رو سے کمیٹی کی ایسے افراد جو مسجد کے روپیوں میں خرد برد کرتے ہیں درخواست کر دینا چاہیے کیا ایسے افراد کو صدر سکریٹری اور خزانچی یا ٹرسٹی کے اس اہم عہدے

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۴۸۷

(۲) حوالہ سابق

(۳) ردالمختار، ج: ۱، ص: ۲۵۵

(۴) الدر المختار مع ردالمحتار، ج: ۳، ص: ۴۲۱

(۵) حوالہ سابق

سے درخواست کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔
نوٹ: مذکورہ صدر سرکریٹری، خزانچی اور ان کے ساتھ کچھ حمایتی لوگ بھی ہیں ایسے لوگوں کا شرعاً کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد کی رقم کو اپنے ذاتی کام میں لگانا امانت میں خیانت ہے جو ناجائز و حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (۱)
 اور ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾ (۲)
 یوں ہی مسجد کی رقم کا حساب و کتاب نہ دینا بھی سخت قابل گرفت ہے کیوں کہ غبن اور بددیانتی کا اگر گمان ہی ہو تب بھی مسلمانوں کو حساب و کتاب سمجھنے کا حق حاصل ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں: ”غبن و تغلب یقینی درکنار اگر منظور بھی ہو تو مسلمانوں کو ان سے حساب سمجھنے کا حق پہنچتا ہے اور ان کا اعراض سخت قابل اعتراض و مختار میں ہے: ”لا تلزم المحاسبة في كل عام ويكتفى القاضي منه بالاجمال لو معروفًا بالامانة ولو متهمًا يجبره على التعيين شيئاً فشيئاً“ (۳)
 صورت مسئلہ میں زید اور خالد نے اگر واقعی مسجد کی رقم خورد برد کی ہے تو وہ صدر اور خزانچی بننے کے اہل نہیں ہیں مسلمانوں کو چاہیے کہ انہیں ان کے منصب سے ہٹا کر دیانتدار اور نیک آدمی کو اس منصب پر رکھیں در مختار میں ہے: ”وینزع وجوباً بزازية لو الواقف در فغيره بالاولی غیر مامون او عاجزاً او ظہر بہ فسق اھ“ (۴)
 ردالمحتار میں ہے: ”قال فی الا سعا ف ولا یولی الا امین قادر بنفسه او بنائیه لان الولاية مقيدة بشرط النظر وليس من النظر تولية الخائن لانه یخل بالمقصود اھ“ (۵)
 سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”متولی اور منتظم پر اتباع شرع و شرائط واقف ضروری ہے ان کے خلاف کسی فعل کا ان کو اختیار نہیں اور اگر کریں تو مسلمانوں کو مزاحمت کرنی چاہیے

(۱) سورة الانفال، آیت: ۲۷

(۲) سورة النساء، آیت: ۵۸

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۲۵

(۴) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۵

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۵

اور اگر خیانت کے باعث وقف پر ضرر ثابت ہو تو فوراً کال دیے جائیں۔“ (۱) اور جو لوگ ایسے خیانت کاروں کے حمایتی ہیں وہ بھی مجرم و گنہگار ہیں ان پر لازم ہے کہ غلط کاروں کی حمایت سے باز آئیں اور توبہ و استغفار کریں قال اللہ تعالیٰ ﴿تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (۲) و: قَالَ اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم او حکم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ

وہابیوں سے میل جول رکھنے والے کو مسجد کا ممبر بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: انصار صاحب و تمام احباب واقارب گوجی درہ بھدرک اڑیسہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) یہاں پر ایک سنی مسجد ہے اس کمیٹی کے ممبران اس طرح ہیں کہ وہابیوں سے میل جول رکھتے ہیں ان کی رشتہ داری بھی ہے کچھ لوگ وہابیوں کے یہاں شادی دیگر تقریب میں شرکت کرتے ہیں کھاتے اور پیتے بھی ہیں ماحصل اکثر کمیٹی کے لوگ اس طرح ہیں الا ماشاء اللہ ان لوگوں کے بارے میں حکم شرع کیا ہے۔

(۲) سنی لڑکا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی نعت پاک کا ایک شعر پڑھ رہا تھا ”تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو، وہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی، اس پر وہابیوں نے اس لڑکے کو مارا جب اس معاملہ کو سلجھانے کے لیے ممبران مسجد ہذا کو بلایا گیا تو ان لوگوں میں سے کچھ نے جواب دیا کہ یہ کوئی دینی مسئلہ نہیں ہے کہ ہم اس میں شرکت کریں کیوں کہ ان لوگوں کی وہابیوں سے رشتہ داری ہے آخر کار عام لوگ جو مسجد کے عہد دار نہیں ہیں ان لوگوں نے اس معاملہ کو دفع دفع کر کے وہابیوں سے معافی منگوائی لہذا ایسے ممبران کے لیے حکم شرع کیا ہے؟

(۳) اس مسجد کے ممبران غیر نمازی فاسق و فاجر و جوا اور تاش کھیلنے ہیں اور ان کے علاوہ گونمازی و متشرع اور حق گو ہیں ان کو ممبران نہیں بنایا جاتا لہذا ایسوں کو ممبر بنانا اور آخر الذکر حضرات کو ممبر نہ بنانا شرعاً کیسا ہے؟

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۵۲۵

(۲) سورة المائدة، آیت: ۲

(۳) سورة الانعام، آیت: ۶۸

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

۱۲/۱۲ جو لوگ سوال میں مذکور حرکتیں کرتے ہیں وہ سب فاسق و فاجر اور مجرم و گنہگار ہیں ان پر لازم ہے کہ توبہ و استغفار کریں اور وہابیوں، دیوبندیوں کے پاس نشست و برخاست اور سلام و کلام اور خورد و نوش سے باز آئیں اگر وہ لوگ اصلاح حال نہ کریں تو ان کو سنی مسجد کی کمیٹی کا ممبر بنانا منع ہے ان کی جگہ سنی صحیح العقیدہ اور نیک و صالح حضرات کو ممبر بنانا جائے ورنہ نا اہل کو منصب دے کر اہل کو دور رکھنے کا وبال مسلمان کے سر آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۵ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

مسجد کی تعمیر روکنے والے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: مولانا جنید احمد علی نظامی مقام کھکپور واپوٹ بھٹی مصر، ضلع۔ بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلے میں کہ مولانا عارف ساکن کھکپور واکے مکان کے جانب مشرق ”جامع مسجد قادریہ“ ایک بسہ دھری میں واقع ہے جس کے کاغذات سب موجود ہیں اس وقت مسجد کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کی جارہی ہے اور پرانی تعمیر سے ایک جانب مغرب بڑھا کر تعمیر کی جارہی ہے اور کاغذی پیمائش کے حساب سے ابھی دو فٹ زمین پچھتم میں یعنی مولانا عارف کے گھر اور مسجد کے درمیان خالی ہے جو مسجد کے رقبہ میں آتی ہے کیا از روئے شرع مسجد کی اسی دو فٹ خالی زمین میں بڑھا کر ممبر تعمیر کرنا جائز ہے؟ اور اس کی مخالفت کرنے والے نے اسے کر دیا ہے جس کی وجہ سے مسجد کا تعمیری کام رک گیا ہے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور ایسے شخص سے میل جول رکھنا سلام اور مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جب وہ زمین مسجد کی ہے تو بلاشبہ اس میں ممبر بنانا جائز و درست ہے اور تعمیر کی مخالفت کرنے والا گناہ کبیرہ اور ظلم شدید کا مرتکب ہے ایسے شخص کا حکم بیان کرتے ہوئے قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ لِيِ خَرَابِهَا أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا جِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿۱﴾ اس سے بڑا ظلم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر کرنے سے روکے اور ان کی دیرانی و برہادی کی کوشش کرے انہیں روانہ تھا کہ اس میں قدم رکھیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

تعمیر روکنے والا اگر اپنی غلطی سے تابع نہ ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کا مکمل بائیکاٹ کر دیں اس سے میل جول سلام و کلام سب ختم کر دیں ورنہ وہ لوگ بھی گنہگار ہوں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا يُشِيقُ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُ الدِّكْرَىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲) یعنی شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ اپریل ۲۰۱۰ء

مسجد کی چھت پر موبائل کا ٹاور لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: قریشی محمد عمر ابن عبدالستار قادری

رہائش۔ روغنم نمبر ۱۲/۱۰۱۳۱ پتھر نگر، ہیمٹ سوسائٹی باندہ (شرق) ممبئی ۲۰۰۵/۲۰۰۵ فون: ۹۸۳۳۰۴۹۱۷۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) مسجد کی ٹیرس پر موبائل فون کا انٹینا لگا سکتے ہیں یا نہیں جب کہ جس مقام پر موبائل فون کا انٹینا لگا ہوتا ہے اور جو موبائل اس انٹینا کا نیٹ ورک حاصل کرتا ہے اس موبائل میں اس مقام کا نام آتا ہے یعنی مسجد کا نام بھی آئے گا موبائل فون کے ذریعہ اچھی اور فحش تحریر (SMS) کے ذریعہ اور (M.MS) کے ذریعہ تصاویر وغیرہ بھی بھیجی جاتی ہیں جس میں عریاں تصاویر بھی ہوتی ہیں نام مسجد کا لکھا ہوا آئے گا کیا اس صورت میں مسجد پر انٹینا لگا سکتے ہیں یا نہیں جب کہ دیوبندیوں نے اپنی مساجد پر لگانے سے انکار کر دیا اور اب ہم سنیوں کی دینداری کا مذاق اڑاتے ہیں اس انٹینا کے ذریعہ مسجد کو سال کا (240000) دو لاکھ چالیس ہزار روپے کا مالی فائدہ ہوگا جب کہ مسجد کی ملکیت میں چار سلائی وغیرہ کے کارخانے اور گیارہ دکانیں موجود ہیں جس سے مسجد کو آمدنی ہوتی ہے اچھی اور فحش تحریر و عریاں تصاویر مسجد کے اوپر لگے انٹینا کے ذریعہ ہی ایک دوسرے کے پاس جائے گی کیا یہ جائز ہے یا نہیں۔

(۱) سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۱۳

(۲) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) ایسا مدرسہ جو کہ دارالعلوم کی شکل میں ہو اور اس کی عمارت مسجد سے متصل ہو جو دیکھنے میں پوری عمارت کے ساتھ مسجد لگتا ہو تا وقتیکہ اس کی وضاحت نہ کی جائے تو کیا مذکورہ غریبوں کے ساتھ ایسے مدرسہ کی میریس پرائیٹ لگانا جائز ہے یا نہیں کیا یہ پیسہ مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز ہے یا نہیں قرآن وحدیث کی روشنی میں مفصل جواب عطا فرمائیں آپ کی عین نوازش و کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو جگہ مسجد ہو گئی وہ تحت الثریٰ سے آسمان تک مسجد قرار پا چکی اب اس کے کسی بھی حصہ کو نیچے یا اوپر سے مصالح مسجد کے خلاف کسی دنیوی کام کے لیے استعمال کرنا ناجائز و حرام ہے حتیٰ کہ اب مسجد کے کسی بھی حصہ پر حجرہ امام بھی نہیں بنا سکتے ہیں حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”مسجد کی چھت پر امام کے لیے بالا خانہ بنانا چاہتا ہے اگر قبل تمام مسجد بیت ہو تو بنا سکتا ہے اور مسجد ہو جانے کے بعد نہیں بنا سکتا ہے“ (۱)

اور علامہ اجل علماء الدین صکفی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”لو بنی فوقہ بیتاً للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع.“ (۲)

بلکہ مسجد کی دیوار پر کوئی شخص کڑی تک نہیں رکھ سکتا ہے اگرچہ کرایہ دے علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”ونقل فی البحر قبلہ ولا یوضع الجذع علی جدار المسجد وان کان من اوقافہ اقلت و بہ علم حکم ما یصنعه بعض جيران المسجد من وضع جذوع علی جدارہ فانہ لا یحل ولودفع الاجرة.“ (۳)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں: ”بانی مسجد کو حرام تھا کہ مسجد کی دیوار پر اپنی کڑی رکھے یونہی اس وارث نے جو تصرفات مذکورہ کیے سبب حرام ہے اور واجب ہے کہ کڑیاں اتار دی جائیں اور ٹین جدا کر دیا جائے مسجد کی دیوار ان ظالمانہ تصرفات سے پاک کر دی جائے“ (۴) مذکورہ تفصیلات سے واضح ہوا کہ مسجد کے اوپر موبائل فون کا انشیا لگانا ناجائز و گناہ ہے اگر لگا دیا گیا ہو تو اس کا اتار دینا واجب ہے اور اس کے ذریعہ کرایہ لینا ناجائز ہے: ”در مختار میں ہے ولا یجوز اخذ الاجرة منه“ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۲

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۷۱

(۳) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۷۱

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۱۴

(۵) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۷۱

(۲) مدرسہ اگر مسجد سے متصل ہو اس پر بھی اثینا نہ لگایا جائے ہاں اگر اس کے ذریعہ کچھ آمدنی ہوگئی تو اسے مدرسہ میں صرف کیا جاسکتا ہے مسجد میں صرف نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ

مسجد کا جو سامان قابل استعمال نہ ہو اس کا بیچنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: رضا مسجد معرولیا پراگ

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں قدیم مسجد شہید کرنے کے بعد مسجد کی چھت اور دیواروں کی ٹوٹی پھوٹی اینٹ مسجد پٹاؤ وغیرہ کے بعد بیچ جائے نہ تو مسجد میں اس کے رکھنے کی جگہ ہو اور نہ ہی مسجد کو اس کی ضرورت ہو تو کیا ایسی صورت میں کوئی مسلمان اپنے گھر کی بنیاد اور پٹاؤ میں مفت یا قیمتاً استعمال کر سکتا ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد کا جو سامان مسجد کے لیے کارآمد نہیں ہے اسے فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں لگادی جائے البحر الرائق میں ہے ”وفی الفتاوی الظہیریۃ سئل الحلوانی عن أوقاف المسجد اذا تعطلت وتعلو استغلالها هل للمولی ان یبعها ویشتري بثمنها اخری قال نعم۔“ (۱)

مگر اس کا خیال رہے کہ اسے بے ادبی کی جگہ استعمال نہ کیا جائے ایسا ہی فتاویٰ رضویہ، ج ۶، صفحہ ۴۳۱ اور فتاویٰ فیض الرسول، ج ۲، صفحہ ۳۶۳ پر مرقوم ہے واللہ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ

مسجد کی زمین کو دوسری زمین سے بدلنا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بہرام باغ جو گیشوری ممبئی علاقہ میں ایک عربیہ مدرسہ بدر مسجد کا ۱۹۸۲ء میں قیام عمل میں آیا اس کی ایک رجسٹرڈ کمیٹی ”بہرام باغ عربیہ مدرسہ ایسوسی ایشن کے نام سے ہے لوگوں میں مسجد و مدرسہ ”بدر مسجد“ کے نام سے مشہور و متعارف ہے جس کا کل رقبہ تقریباً چھ ہزار فٹ ہے یہ

زمین ایک عیسائی عورت کی ہے زمین کے مالکوں میں اس عورت کے بچوں کا بھی نام ہے ابتدا میں کمیٹی کے صدر نے اس جگہ مسجد و مدرسہ قائم کرنے کے لیے باسٹھ ہزار روپے دیے کچھ عرصہ بعد کمیٹی کے افراد اس عورت سے ملے اور مسجد کے سلسلے میں بات کی تو وہ عورت سارے معاملات کو سن کر راضی ہو گئی اور کہا کہ میں نے یہ زمین تم کو سوا لاکھ میں دے دیا لیکن تم لوگ وہاں صرف عبادت دینی ہی کا کام کرنا بقیہ کا غذات بعد میں دے دوں گی۔

کمیٹی ہی کے ایک فرد حاجی عبدالرحیم مرحوم نے اپنے دوستوں کے تعاون اور خود سے پوری رقم ادا کر دی کیوں کہ انہیں سے اس عورت نے خریدنے بیچنے کا معاملہ طے کیا تھا اور حاجی عبدالرحیم مرحوم نے اپنے نام سے ہی زبانی طور پر زمین خریدی تھی حاجی عبدالرحیم نے اس جگہ کو مسجد و مدرسہ کے لیے وقف کر دیا اور اعلان بھی کر دیا اب اس علاقہ میں نئی تعمیرات کا سلسلہ شروع ہے زمین کے کاغذات نہ ہونے کی وجہ سے بلڈر اس عورت سے رجوع ہوا تو اس نے پندرہ لاکھ روپے کا مطالبہ کیا جو بلڈر نے ادا کر کے کاغذات حاصل کر لیے چوں کہ رہائش بلڈنگ کی تعمیر میں مسجد کی زمین آرہی ہے تو بلڈر چاہتا ہے کہ مسجد کی جگہ بلڈنگ تعمیر کرنے کے لیے اسے دیدی جائے اس کے بدلے میں بغل ہی کی زمین تھوڑی دور پر وہ بلڈر اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کرا کے دے گا۔

سوال یہ ہے کہ ان تفصیلات کی روشنی میں کیا ایسا کرنا درست ہوگا کہ موجودہ مسجد کی جگہ پر بلڈنگ بنادی جائے اور دوسری جگہ اسی نام سے مسجد تعمیر ہو جائے اس مسجد کا کچھ حصہ روڈ کٹنگ میں بھی جا رہا ہے جس کے بدلے گورنمنٹ اوپری منزلہ کی تعمیر کی اجازت دے گی۔ بینواتو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو جگہ شرعاً مسجد ہو گئی اب وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی اگرچہ اس کی عمارت منہدم کر دی جائے اس کی ایک ایک اینٹ ختم کر دی جائے اور اس جگہ کچھ اور بنادیا جائے ہر حال میں وہ مسجد ہے اور اس کا احترام بدستور باقی رہے گا اس جگہ بلڈنگ یا اور کچھ بنانا حرام اور اس کو بلڈنگ بنانے کے لیے دے کر اس کے عوض دوسری جگہ مسجد منتقل کر دینا حرام علامہ اجل خاتم المحققین ابن عابدین شامی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”لا یجوز نقلہ ونقل مالہ الیٰ مسجد آخر سواء کانوا یصلون فیہ اولا وهو الفتویٰ حاوی القلوسی واكثر المشائخ علیہ“ (۱)

فتاویٰ مالگیری میں ہے ”لو کان مسجد فی محلۃ ضاق علی اہلہ ولا یسعہم ان یرزقوا فیہ فان ہم بعض الجیران ان یجعلوا ذلک المسجد لہ لیدخلہ فی دارہ ویعطیہم مکانہ عوضاً ماہو

میسر له فیسح فیہ اهل المسجدة قال محمد رحمة الله تعالى عليه لا يسعهم ذالك كذا فی
الدهخيرة“ (۱)

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں: ”مسجد تنگ ہو گئی ایک شخص کہتا ہے کہ مسجد مجھے دیدو
میں اسے اپنے مکان میں شامل کر لوں اور اس کے عوض وسیع اور بہترین زمین تمہیں دیتا ہوں تو مسجد کو بدلنا جائز نہیں۔“
(۲) ان تمام ارشادات و اقوال سے مثل آفتاب روشن ہے کہ صورت مذکورہ میں موجود مسجد پر بلند تنگ بنانا سخت ناجائز و
حرام ہے اگرچہ اسی نام سے کسی اور جگہ پر مسجد بنادی جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مسجد کے کسی حصہ کو راستہ بنانا ناجائز و حرام ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ان ارادوا ان يجعلوا شیا
من المسجد طريقا للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذالك وانه صحيح كذا فی المحيط“ (۳)

لہذا کسی مسلمان کے لیے یہ ہرگز جائز نہیں کہ مسجد کے کسی حصہ کو روڈ کے لیے دے واللہ تعالیٰ اعلم
بالصواب والیہ المرجع
الجواب صحیح: فردغ احمد اعظمی

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ ارزی قعدہ ۱۴۲۹ھ

بنجر زمین پر دوسرے کے قبضہ کے باوجود وضو خانہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: الحاج عنایت حسین، موضع میما دیور یا دایا پوسٹ مگر بازار ضلع بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں مسجد کے گیٹ کے سامنے بنجر زمین ہے جس
پر ایک مسلمان دعویٰ دار ہے اراکین مسجد اس زمین پر وضو خانہ بنانا چاہتے ہیں جس کے عوض اس مدعی مسلمان کو دو گنی
زمین یا اس زمین کے مناسب قیمت دینے کے لیے تیار ہیں اس کے باوجود وہ زمین چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے
دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے شخص کے تعلق سے شریعت میں کیا حکم موجود ہے اور ایسی صورت حال ہے کس طرح نپٹا
جائے اور اس مدعی مسلمان کی اجازت کے بغیر اس پر وضو خانہ تعمیر کرنا کیسا ہے؟ واضح رہے کہ اس مدعی کا بظاہر اس پر
کوئی قبضہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے پاس کوئی تحریری ثبوت ہے۔

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۳، ص: ۲۵۷

(۲) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۹۷۸

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۵۷

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ملک کی وہ زمین جو کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہوتی ہے شرعاً وہ خدائے تعالیٰ کی ملک ہوتی ہے اور بیت المال کی کہلاتی ہے چنانچہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ”صادی الارض لله ورسوله“ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ (۱) میں مرقوم ہے اور اگر کوئی شخص بے اذن حاکم ایسی زمین پر قبضہ کر لے تو اس کی ملک نہیں ہو سکتی جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری کی اس عبارت سے مفہوم ہے: ”ومن احيا ارضا ميتة بغير اذن الامام لا يملكها في قول ابي حنيفة رحمه الله تعالى“ وقال صاحبه يملكها“ (۲)

لہذا صورت مذکورہ میں جب اس مدعی کے پاس نہ کوئی تحریری ثبوت ہے اور نہ ہی اس کا بظاہر کوئی قبضہ ہے تو وہ اس مدعی مسلمان کی ملکیت نہیں مانی جائے گی اراکین مسجد اس کی اجازت کے بغیر اس پر وضو خانہ تعمیر کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۰ جمادی الآخر ۱۴۲۹ھ

مسجد میں غیر مسلم نے نل لگایا تو؟

مسئلہ از: آپ کا قدم بوس محمد ہدایت رضا قادری، کرناٹکی

حضرت علامہ مفتی دارالعلوم علمیہ جہد اشراقی بستی یوپی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد از سلام عرض بارگاہ عالیہ میں یوں ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم مسجد شریف میں ہینڈ پمپ کا انتظام کیا ہو یا کسی شخص نے غیر مسلم سے ہینڈ پمپ کا انتظام کروایا شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس ہینڈ پمپ سے وضو و غسل وغیرہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں اگر نہیں تو جس شخص نے غیر مسلم سے ہینڈ پمپ لگوایا یعنی انتظام کروایا ہے اس شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کیا حکم نافذ فرماتی ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

غیر مسلموں سے دینی کاموں میں مدد نہیں مانگنی چاہیے پھر بھی اگر کسی غیر مسلم نے دیا تو اسے لے سکتے ہیں

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۵۹

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۵، ص: ۳۸۶

لہذا اگر کسی غیر مسلم نے ہینڈ پمپ لگوا یا تو اس سے وضو غسل کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

مسجد کے چندہ سے امام کے لیے حجرہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: احقر العباد ملک محمد آصف رضا بڑی در حال مکان، ضلع راجوری، جموں و کشمیر (انڈیا)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

کہ مصلیان جامع مسجد در حال مکان نے مسجد کے لیے چندہ کیا اور امام صاحب کے لیے مسجد کی طرف سے کوئی ٹھہرنے کا انتظام نہیں ہے لہذا اس صورت میں امام صاحب کے لیے مسجد کے چندے سے مکان تعمیر کیا جاسکتا ہے یا نہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں بالتفصیل تحریر فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جن لوگوں نے چندہ دیا ہے اگر وہ اجازت دیدیں تو ان کی دی ہوئی رقم سے امام صاحب کا حجرہ بنوانا جائز ہے ورنہ نہیں کیوں کہ چندہ کی رقم چندہ دینے والوں کی ملک میں رہتی ہے لہذا اگر وہ اجازت دیدیں تو بنایا جاسکتا ہے۔ حضور صدر الشریعہ قدس سرہ سے اسی قسم کا سوال ہوا تو آپ نے فرمایا:

”چندہ دہندگان سے دریافت کیا جائے وہ جو کہیں وہ کیا جائے۔“ (۱) اور اگر پہلے سے ہی لوگوں کو معلوم ہے کہ اس چندہ سے مسجد اور امام کا حجرہ بنے گا تو دوبارہ اجازت کی بھی حاجت نہیں اس رقم سے مسجد و حجرہ دونوں بنانا جائز ہے۔ مہکذا قال الفقہاء الکرام والعلماء العظام زادہم اللہ تعالیٰ شرفاً وتکریماً واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۶ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

مسجد میں موم بتی جلا سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شاداب رضا مقام جعفر آباد پوسٹ برہراہنور اٹلحہ ہلرام پور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسجد میں موم بتی جلانا درست

ہے یا نہیں؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر موم بتی کے متعلق صرف یہ شبہ ہو کہ یہ موم بتی کسی نجس چربی یا کسی اور نجس چیز کی بنی ہوئی ہے تو اس کو مسجد میں جلانا جائز ہے کہ اصل طہارت ہے اور نجاست عارض۔ اور قاعدہ ہے ”الیقین لا یزول بالشک“ (۱) اور اگر یہ یقینی طور پر معلوم ہو کہ یہ موم بتی چربی کی بنی ہوئی ہے لیکن یہ نہیں معلوم ہے کہ ذبیحہ کی چربی سے بنی ہے یا غیر ذبیحہ کی چربی سے تو اس کو کہیں نہ جلائے خواہ مسجد ہو یا غیر مسجد اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا قدس سرہ سے چربی سے بنی موم بتی کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے بیان فرمایا کہ:

”اگر مسلمان کی بنائی ہوئی ہے تو جائز ہے ورنہ مسجد ہی میں نہیں ویسے بھی نہ جلانا چاہیے۔“ (۲) واللہ

تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ رذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

جس عورت نے عیسائی سے نکاح کر لیا اس سے مسجد میں چندہ لینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مبین علیی خادم سنی جامع مسجد نکار اوسگاؤں گوا۔ ۲۰۳۴۰۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایسی عورت (جس نے ایک

عیسائی سے نکاح کر لیا ہے) کا چندہ علیہ وغیرہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں اگر نہیں تو کیوں جب کہ عورت علانیہ طور پر زنا کی مرتکب ہو رہی ہے، جواب بالتفصیل تحریر فرمائیں عین کرم ہوگا۔

(۱) الاشبہ والنظائر، ص: ۷۵

(۲) احکام شریعت، ج: ۲، ص: ۸۸

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جب وہ عورت مسلمان ہے تو اگرچہ وہ گناہ کبیرہ کی مرتکب ہے اس کا چندہ لینا جائز ہے البتہ زجر و توبہ اور عبرت کے لیے اگر نہ لیا جائے تو بہتر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۷ محرم الحرام ۱۴۲۷ھ

مکان مالک کی مرضی سے اس کی زمین پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: ارشاد علی شاہ مریریہ عید گاہ پرانی بستی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نعمت علی شاہ مرحوم کی زمین پر سو سال پہلے سے عیدین کی نماز ادا کی جا رہی ہے اور پرانی بستی کے مردے بھی دفن کیے جاتے ہیں اور امام باڑہ بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اسی رقبہ میں الگ سے نعمت علی مرحوم کے خاندان کے لوگ بھی آباد تھے اور آج بھی آباد ہیں۔ جس رقبہ میں عید گاہ، قبرستان اور امام باڑہ ہے اسی زمین کو ڈیڑھ سو سال پہلے پنڈتوں نے قبضہ کر لیا تھا مگر نعمت علی شاہ مقدمہ کر کے ڈگری حاصل کر لی اور ان کے مرنے کے بعد اس زمین کی وراثت ان کے بچوں کے نام نہ ہو کر لیکھ پال نے صرف عید گاہ کے کاغذ میں درج کر دیا۔ متصل عید گاہ کے جو مکانات ہیں انہیں مکانوں میں سے ایک مکان جو سو سال پرانا تھا منہدم ہو گیا اس منہدم مکان پر مکان مالک کی اجازت سے مسلمان مسجد تعمیر کروانا چاہتے ہیں۔ کیا مسجد تعمیر کروانا شرعاً جائز ہے۔ جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر مکان مالک کی مرضی سے اس کی زمین کو لیکھ پال نے عید گاہ میں درج نہیں کیا ہے بلکہ اپنی مرضی سے ایسا کیا ہے تو وہ مکان و زمین بدستور اس کے مالک کی ہے اور اسے شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اور جب وہ اپنی مرضی سے مسجد تعمیر کروانا چاہتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ وہ زمین مسجد کے لیے وقف کر دے اور مسلمان اسے مسجد بنالیں بشرطیکہ وہ واقعی دینے والے کی ملکیت میں ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۶ ربی الحجہ ۱۴۳۲ھ

بنجر زمین جو دوسرے کے قبضہ میں ہو اس پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ ۱۵: عبد القیوم مقام و پوسٹ نادری مل رنج آباد، ضلع ہارہ مولہ سر پتھر کشمیر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) زید کے پاس بنجر زمین ہے تقریباً پندرہ سال سے زیادہ کا قبضہ ہے، اب کچھ لوگ زید سے کہتے ہیں کہ اس زمین کو مسجد کے لیے دید و حالاں کہ مسجد بن چکی ہے اور زید دینے کے لیے تیار نہیں، لوگ زبردستی کرتے ہیں، کیا یہ زمین مسجد میں لگ سکتی ہے؟

(۲) اگر بنجر زمین پر مسجد بن گئی ہو حالاں کہ اس وقت وہ لوگ جس کے قبضے میں وہ بنجر زمین تھی راضی نہیں تھے اور اس وقت بھی کچھ لوگ زیادتی کیے ہیں۔ اب اس صورت میں کیا کیا جائے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور والیان ملک اس میں اپنے طور پر تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں ایسی غیر مملوک زمین اللہ تعالیٰ کی ملک ہوتی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ”عادی الارض للہ ورسولہ“ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۴۵۹ پر ہے۔ اور جب وہ زمین کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں تو وہ مباح الاصل ہوئی اور مباح چیز کو جو اپنے قبضہ میں اولاً کر لے وہ اس کی ملک ہو جاتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”مباح چیز احراز و استیلا سے ملک ہو جاتی ہے، اول بار جس کا ہاتھ اس پر پہنچا اور اس نے اپنے قبضہ میں کر لیا اس کی ملک ہو جائے گی“ (۱)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جس بنجر زمین پر زید نے قبضہ کر لیا ہے وہ زید کی ملک ہو گئی اب جب تک زید خوشی بخوشی اسے بیع یا وقف نہ کر دے جبراً اس پر مسجد نہیں بن سکتی ہے۔ اگر زید خود وقف کر دے تو بھی درست ہے اور اگر بیع کرتا ہے تو مشتری حضرات اب اسے وقف کر دیں تب اس پر مسجد بن سکتی ہے۔ فان الوقف شرط

للمسجدية كما في عامة كتب الفقه. واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جن کا ان زمینوں پر قبضہ تھا وہی ان کے مالک تھے ان کی رضامندی کے بغیر جن لوگوں نے جبریہ مسجد بنائی

وہ ظالم ہوئے ان پر لازم ہے کہ مالکان سے معافی مانگیں اور ان کو راضی کریں کہ وہ زمین مسجد کے لیے وقف کر دیں یا بیع کر دیں پھر اہل محلہ خرید کر وقف کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ

مسجد کو مدرسہ میں بدلنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد اظہار الحق مقام بلٹی پوسٹ سبر ضلع رانچی جھارکھنڈ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کے گاؤں میں ایک مسجد ہے جس میں پنج وقتہ نمازیں ادا کی جاتی ہے وہاں کے لوگ اس مسجد کو دینی مدرسہ بنانا چاہتے ہیں اور اس کی بجائے دوسری جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں اس میں حکم شرعی نافذ کر کے جواب مرحمت فرمائیں۔
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

صورت مذکورہ میں مسجد کو مدرسہ کی شکل میں بدل دینا اور اس کے عوض دوسری جگہ مسجد بنانا جائز و حرام ہے کہ جو جگہ مسجد ہو گئی وہ ہمیشہ مسجد ہی رہے گی اس کو کسی دوسری غرض کے لیے ختم کرنا سخت حرام ہے اور ایسے لوگ جو مسجد کو مدرسہ میں بدلنا چاہتے ہیں وہ بہت بڑے ظالم و جفا کار ہوں گے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا﴾ (۱) اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ کی مسجدوں کو اس کا نام لیے جانے سے روکے اور ان کو دیران کرنے کی کوشش کرے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”لایجوز تغیر الوقف عن ہیئته“ (۲)

اور حضور صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”مسجد کا کوئی حصہ کرایہ پر دینا کہ اس کی آمدنی مسجد پر صرف ہوگی حرام ہے اگرچہ مسجد کو ضرورت بھی ہو یوں ہی مسجد کو مسکن بنانا بھی ناجائز ہے یوں ہی مسجد کے کسی چیز کو حجرہ میں شامل کر لینا بھی ناجائز ہے۔“ (۳) اسی طرح ایک مقام پر اور لکھتے ہیں ”ایک شخص کہتا ہے مسجد مجھے دید و اسے میں اپنے مکان میں شامل کر لوں اور اس کے عوض میں وسیع اور بہترین زمین تمہیں دیتا ہوں تو مسجد کو بدلنا جائز نہیں“ (۴)

(۱) سورۃ البقرہ، آیت: ۱۱۴

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۴۹۰

(۳) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۲

(۴) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۳

اور حضور فقہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ”مسجد کے کل یا بعض حصہ کو کسی قیمت پر چھوڑ دینا ہرگز جائز نہیں“ (۱) خلاصہ کلام یہ کہ مسجد مذکور کو مدرسہ میں بدلنا کسی حالت میں ہرگز جائز نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ولیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۶ رجب المرجب ۱۴۳۲ھ

الجواب صحیح: محمد قدس سرہ اللہ الرضوی عفرلہ

نیچے دوکان اور اوپر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حاجی ریاست صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے پاس دوکان ہے اب زید چاہتا ہے کہ دوکان کے اوپر ایک مسجد تعمیر ہو جائے، کیا یہ درست ہے؟ بکر کہتا ہے کہ دوکان کے اوپر مسجد تعمیر کرنا درست نہیں ہے، اس لیے کہ وہ مسجد کے حکم میں نہیں ہے۔ نماز پڑھنا اور بات دوکان وغیرہ خارج مسجد ہونا چاہیے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں کس کا قول درست ہے بادل لیل تحریر فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد کے لیے وقف ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی شخص نے اپنی زمین کو بغیر وقف کئے مسجد بنایا تو وہ مسجد نہیں ہوگی۔ چنانچہ خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں: ”حاصلہ ان شرط کو نہ مسجد ان یكون سفله وعلوه مسجد ينقطع حق العبد عنه لقوله تعالى وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ“ بخلاف ما اذا كان السرداب والعلو موقوفا لمصالح المسجد فهو كسرداب بيت المقدس هذا هو ظاهر الرواية“ (۲)

اور اگر زمین مسجد کے لیے وقف کر دی اور مصالح مسجد کے لیے نیچے دوکان اوپر مسجد بنائی تو وہ شرعاً مسجد ہے، علامہ ابن ہمام قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”اذا كان السرداب او العلو موقوفا لصاحب المسجد فانه يجوز اذا لا ملک فيه لا حد بل هو من تتميم مصالح المسجد“ (۳)

(۱) فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۲، ص: ۳۷۳

(۲) رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۷۰

(۳) فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۴۴۵

صورت مذکورہ میں اگر زید دکان کو اپنی ملکیت میں باقی رکھتے ہوئے اس کے اوپر مسجد بنائے گا تو وہ شرعاً مسجد نہیں ہوگی اور اگر مسجد کے لیے اسے وقف کر دے اور پھر اس کے اوپر مسجد تعمیر کرے تو وہ مسجد رہے گی اور اس پر احکام مسجد نافذ ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۱ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

نگر پنچایت کی زمین پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: النور علی، محلہ کھاتے سارا، ضلع جوپور یو پی۔

سوال نمبر ۱۔ پرانی مسجد کا اندراج ایک ڈسمل ہے لگ بھگ ایک سو تیرہ برس پرانی ہے تعمیر و توسیع کا منصوبہ ۵۵ ڈسمل پر ہے، کام جاری ہے، زائد زمین اغل بغل اور آگے پیچھے کی گرام سبھا کی ہو کر اب نگر پنچایت میں ہے۔ زمین بلا معاوضہ کی ہے، ایسی زمین پر مسجد کی توسیع و تعمیر از روئے شرع کیسا ہے؟
(۲) بعد تعمیر و توسیع مسجد اس پر نماز کی ادائیگی شرعی رو سے کیا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور والیان ملک اس میں اپنے طور پر تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں اور جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں ایسی غیر مملوک زمین اللہ جل مجدہ کی ملک ہوتی ہیں، حکومت کی ملک نہیں ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”عادی الارض للہ ورسولہ“ ایسا ہی فتاویٰ رضویہ ج ۶، ص ۴۵۹ میں مرقوم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نگر پنچایت کی زمین کسی خاص شخص کی ملک نہیں ہے، اللہ جل مجدہ کی ملک ہے، لہذا اس زمین پر مسجد بنانا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جب اس پر مسجد بنانا شرعاً جائز ہے تو بلاشبہ اس میں نماز پڑھنا بھی جائز و درست ہے۔ ہکذا فی

کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۶ ذی القعدہ ۱۴۲۳ھ

جو شخص مسجد کو اپنی ملک بتائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: صابر حسین بھٹان بازار بستی

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ بھٹان بازار میں ایک پرانی مسجد ہے جس میں عاشق علی نام کے ایک صاحب امامت کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مسجد میرے باپ دادا کی بنائی ہوئی ہے اس لیے امامت میں ہی کروں گا جب کہ موجودہ وقت امامت کرنے والے شخص میں کئی ایک خامیاں ہیں۔

(۱) مسجد سے متصل ایک کمرہ مسجد کی ضرورت کے لیے تعمیر کیا گیا ہے جس کو امام مذکور نے اپنے استعمال میں لے لیا ہے اور اس میں اپنے اہل وعیال کو رکھتا ہے اور اسی کمرہ میں ٹی وی بھی رکھتا ہے جس کے لیے مسجد سے بجلی استعمال کرتا ہے اگر کوئی مسلم اسے سمجھاتا ہے کہ مسجد کی چیز استعمال نہ کرو تو وہ فحش گالیاں دیتا ہے۔
(۲) مسجد کا روپیہ تینتیس ہزار غصب کئے ہوئے ہے جب کمیٹی کے لوگ اس سے رقم طلب کرتے ہیں یا حساب چاہتے ہیں تو گالیاں دیتا ہے۔

(۳) کوئی عالم دین یا مسئلہ کا جاننے والا اسے کوئی مسئلہ کی بات بتاتا ہے تو وہ انہیں بھی برا بھلا کہتا ہے کہ یہ مسجد میرے باپ دادا کی ہے اس میں ہم جو چاہیں کریں کیا ایسے امام کی امامت جائز ہے نیز یہ بھی واضح فرمائیں جو مسجد کی رقم غصب کرے اور مسجد کو باپ دادا کی میراث سمجھے ایسے شخص کے لیے شرع کا کیا حکم ہے۔ ہینوا توجروا۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدر“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد صرف اللہ جل مجدہ کی ملکیت میں ہوتی ہے اس پر اور کسی کی ملکیت نہیں ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَإِنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ﴾ (۱) حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں مسجد نہ کسی کی ملک ہے اور نہ اس میں وراثت جاری ہو سکتی ہے کہ جب تک وقف نہ ہو مسجد نہیں اور جب وقف ہو گئی تو ملک انسان سے خارج ہو گئی: (۲)

لہذا عاشق علی نامی امام کا مسجد کو اپنی ملکیت بتانا سراسر جہالت اور نادانی ہے اس کے علاوہ جتنی باتیں سوال

(۱) سورة الجن، آیت: ۱۸

(۲) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۳، ص: ۱۲۸

میں مذکور ہیں اگر عاشق علی میں واقعی وہ باتیں پائی جاتی ہیں تو وہ فاسق و فاجر ظالم و غاصب اور سخت مجرم و گنہگار مستحق غضب جبار ہے۔ مسجد کی رقم کو فوراً واپس کرے حجرہ مسجد میں رکھی ٹی وی کو بلاتا خیر باہر کرے اور علامیہ توبہ و استغفار کرے اور اپنے کیے پر صدق دل سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں تائب و نادم ہوا اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ فوراً اس کو منصب امامت سے ہٹا دیں کہ ایسے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اگر اسے امام بنائیں گے تو بنانے والے سب گنہگار ہوں گے علامہ اجل امام حلی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”لو قدموا الفاسقا یا ائمنون“ (۱) اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لیے مقدم کیا تو گنہگار ہوں گے۔ اور منیہ میں ہے ”یکره تقدیم الفاسق کراہۃ تحریمہ“ (۲) یعنی فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے ”کسرہ امامۃ الفاسق لعدم اہتمامہ بالمدین فتجب اہانتہ شرعاً فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ“ (۳)

اور حضور صدر الشریعہ قدس سرہ فرماتے ہیں: ”اگر امام مسجد صالح امامت نہ ہو فاسق و فاجر ہو کہ اسے امام بنانا گناہ و مکروہ تحریمی ہو تو اہل محلہ متفق ہو کر ایسے امام کو معزول کر دیں۔“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۲ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

مسجد کی زمین تعمیر مدرسہ کے لیے کرایہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: صدر و سکرٹری دارالکین سنی دارالعلوم محمدیہ کوٹہ ہنگل بنگلور
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں۔

(۱) مسجد سے ملحق ایک وسیع و عریض آراضی مسجد کی ملک سمجھی جاتی ہے جو اس کی مصلحت میں کام آتی ہے مثلاً کرایہ پر دینے کے لیے مکانات تعمیر کیے گئے ہیں اور ناریل کے درخت لگائے گئے ہیں وغیرہ۔ تاکہ مسجد کی آمدنی ہو اور اس سے مسجد کا کاروبار چلے۔ کچھ دنوں پہلے بعض ذمہ دار مسلمانوں نے دینی علوم کو عام کرنے کے لیے اور وہابیت کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے ایک دینی عربی دارالعلوم قائم کرنے کا ارادہ کیا لیکن ان کے پاس کوئی مناسب

(۱) غنیۃ المستملی، ص: ۴۲۹

(۲) منیۃ المصلی، ص: ۲۶۲

(۳) مراقی الفلاح، ص: ۷۰

(۴) فتاویٰ امجدیہ، ج: ۳، ص: ۱۱

جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کی خالی اور غیر استعمال جگہ کے بعض حصہ کو کرائے پر لے کر وہاں دینی ادارہ تعمیر کرنے کا فیصلہ ہوا۔ زید کہتا ہے کہ چوں کہ مسجد کی اراضی گثیر ہے اس میں جس طرح مکانات تعمیر کر کے کرایہ پر دیئے جاتے ہیں اس طرح دینی ادارہ تعمیر کرنے کے لیے ایک معاہدہ کے تحت کرایہ پر مسجد کی آراضی دینا اور لینا جائز ہونا چاہیے تاکہ ایک طرف مسجد کی آمدنی میں اضافہ ہو اور دوسری طرف علم دین کے فروغ میں مدد ملے۔ خیال رہے کہ اس قرب و جوار میں کوئی بڑا دینی ادارہ نہیں جس سے لوگوں کی دینی ضرورت پوری ہو سکے۔ لہذا دریافت امر یہ ہے کہ مذکورہ مصلحت کے تحت مسجد کی اراضی تعمیر مدرسہ کے لیے کرایہ پر لینا اور دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جواز کی کوئی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کی جگہ میں مدرسہ کا ایک بورویل بھی ہے جس سے مدرسہ کی ضروریات کے علاوہ مسجد کے مصلیوں کو وضو کا پانی بھی دیا جاتا ہے اور مل چارج مدرسہ ادا کرتا ہے اس مصلحت کے تحت کہ مصلیوں کو وضو کا پانی ملتا رہے۔ مسجد کی جگہ میں مدرسہ کا بورویل لگانا درست ہوگا یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا باجر الجزیل۔
”باسمہ تعالیٰ وثقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مصالح مسجد کے پیش نظر ایسا کرنا جائز ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لو كان السرداب لمصالح المسجد جاز كما في بيت المقدس كما في الهداية (۱)، وهكذا في الفتاوى المصطفوية وفتاوى فيض الرسول وغيرها. واللہ تعالیٰ اعلم۔“

(۲) ایسا کرنا بھی جائز ہے کہ مصلحت مسجد کے لیے ضرورت مسجد میں پیڑ لگانا جائز ہے تو آراضی مسجد پر مسجد کی مصلحت کے لیے ٹل لگانا بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”ان كان لنفع الناس ظلة ولا يضيق على الناس لا بأس به“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۷ رذیقہ ۱۴۲۳ھ

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۵۵

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۵، ص: ۳۲۱

شہر میں عید گاہ کی جگہ پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: عبدالرئیس، محلہ بھریا، غلیل آباد سنت کبیر گھر ۲۳ جولائی ۲۰۰۴ء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں محلہ بھریا شہر غلیل آباد میں ایک عید گاہ ہے لیکن مسجد نہیں ہے اب لوگ اسی عید گاہ کی جگہ پر مسجد بنانا چاہتے ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس عید گاہ کو مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟ واضح ہو کہ براؤں شریف سے اس جگہ مسجد کے لیے جائز ہونے کا فتویٰ آیا ہے جو حق ہو اس کی وضاحت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

چوں کہ غلیل آباد شہر ہے۔ اس لیے وہاں پر عید گاہ کا وقف صحیح ہے، اور اب اس میں کسی طرح کی تبدیلی ہرگز جائز نہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته“ (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”مسلمانوں کو تغیر وقف کا کوئی اختیار نہیں، تصرف آدمی اپنی ملک میں کر سکتا ہے وقف مالک حقیقی جل و علا کی ملک خالص ہے اس کے بے اذن دوسرے کو اس میں تصرف کا اختیار نہیں۔“ (۲)

حضور فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ”جس زمانے میں وہ زمین دینے والے نے عید گاہ کے لیے دی یا عید گاہ بنانے کی نیت سے خریدی گئی اگر اس وقت وہ آبادی شہر میں داخل تھی تو اس عید گاہ کو مسجد بنانا ہرگز جائز نہیں اس لیے کہ عید گاہ کے لیے وقف صحیح ہو گیا اور وقف کی تبدیلی جائز نہیں۔“ (۳) ان ارشادات سے واضح ہوا کہ صورت مسئلہ میں عید گاہ کو مسجد نہیں بنا سکتے ہیں اور جنہوں نے جائز بتایا ان کا بتانا درست نہیں۔

رہا یہ شبہ کہ فتاویٰ شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ عید گاہ مسجد کے حکم میں ہے تو اسے مسجد میں تبدیل کر سکتے ہیں یہ شبہ صحیح نہیں کیوں کہ مسجد کے حکم میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مسجد کا ادب و احترام اور اس میں اقتداء جائز ہے یوں ہی عید گاہ کا بھی ادب و احترام لازم ہے اور اس میں بھی انفصال صفوف کے باوجود اقتداء درست ہے یہ مطلب نہیں کہ عید گاہ کو بدل کر مسجد بنا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۷/رجب ۱۴۲۵ھ

الجواب صحیح: محمد نظام الدین قادری

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۴۹۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۸

(۳) الفتاویٰ ہرکالیہ، ص: ۳۶۷

کیا پردھان نالی کے فنڈ سے مسجد کے لیے استنجا خانہ یا بیت الخلا بنا سکتا ہے؟

مسئلہ از: غلام رسول محمود پور گوٹھا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید گاؤں کا پردھان ہے اور وہ گاؤں کی نالی کے لیے اپنے فنڈ سے اینٹ لیا جس اینٹ میں سے ایک فیکرا اینٹ زید سے گاؤں کے کسی آدمی نے بلا معاوضہ مسجد کے لیے مانگ لیا تو کیا ایسی اینٹ کا استعمال مسجد کے بیت الخلا و استنجا خانہ میں درست ہے یا نہ تو جہاں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

گورنمنٹ کی جانب سے گاؤں کے پردھان کو مسجد یا اس کی ضروریات پر صرف کرنے کے لیے رقم نہیں ملتی ہے اور اگر پردھان اپنے طور پر خرچ کر دے تو اسے مسجد کے نام پر رقم بھی نہیں مل پاتی ہے اس لیے ظاہر یہی ہے کہ پردھان مسجد کی ضروریات پر خرچ کرنے کے لیے مجاز نہیں ہے تو گاؤں سماج کے فنڈ سے خاص کر مسجد کے بیت الخلا کے لیے اینٹ دینا درست نہیں ہے نہ اس کا استعمال درست ہے ہاں اگر مسجد کے قریب ایسی جگہ پر بنائیں کہ مصلیٰ حضرات بھی اپنی حاجت پوری کریں اور عام لوگ بھی آجائیں تو درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم

کتابہ: محمد اختر حسین قادری

۱۰ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ

گورنمنٹ کی جگہ پر مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حسین رضوی، فلیٹ نمبر ۱۳۵ پرشانتی گرو لیشا ماپٹنم آندھرا پردیش

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ گورنمنٹ کی جگہ پر بغیر بیع و شراء کے مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے واضح رہے کہ اس جگہ سے کوئی فتنہ و فساد کا ڈر نہیں ہے، فقط والسلام۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور گورنمنٹ اپنے طور پر جس طرح چاہتی ہے تصرف کرتی ہے جسے چاہتی ہے دیتی ہے اور جو چاہتی ہے اس میں بغاتی ہے اس طرح کی زمین اللہ و رسول جل شانہ و صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہوتی ہے شرعاً وہ گورنمنٹ کی ملکیت نہیں ہے حضور سید عالم علیہ التحیۃ و الثناء نے ارشاد فرمایا ہے ”عادی

الارض لیلہ ورسولہ“ (۱) یعنی امتادہ زمین اللہ ورسول کی ہے جل جلالہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایسا ہی سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرمایا ہے (۲) لہذا ایسی گورنمنٹی جگہ پر مسلمانوں کا مسجد تعمیر کرنا جائز ہے البتہ اگر کسی طرح کا خطرہ ہو تو منع ہے چنانچہ غنیۃ میں ہے: ”وذكر في الواقعات رجل بنى مسجداً على رسول المدينة لا ينبغي ان يصلى فيه لانه حق العامة علم يخلص لله تعالى كالمبنى على ارض مفضولة قال السروجي وهنا يخالف ما ذكره في الاجناس والظاهر انه لا مخالفة لان لا باس عند عدم القرينة يدل على خلاف الاولى ويمكن حمل لا ينبغي عليه“ (۳) اھ (۳) هذا ما عندي والعلم بالحق عند الله.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

ایم۔ ایل۔ اے۔ کے فنڈ سے مسجد تعمیر کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حسین رضوی فلیٹ نمبر ۱۳۵، پرشانتی نگر، ویشا ماپٹم آندھرا پردیش

حضور مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام مندرجہ مسئلے میں کہ ہمارے علاقہ کے ”ایم، ایل، اے“ گورنمنٹ سے میرج ہال کے نام پر روپیہ لے کر مسلمانوں کو دینا چاہتا ہے تو مسلمان حضرات اس پیسے کو لے کر مسجد تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں۔ واضح رہے کہ جب اس روپے سے مسجد تعمیر کریں گے تو مسجد کے سنگ بنیاد کے موقع پر غیر مسلم بھی شرکت کریں گے اور وہ اپنے رواج کے مطابق سنگ بنیاد رکھیں گے اور یہاں پر اس بات کی بھی وضاحت بے بنیاد نہ ہوگی کہ جب مسجد تعمیر ہو جائے گی تو اس میں وہابی، دیوبندی کے آنے کا بھی امکان ہے، مدلل جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی فقط والسلام۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

گورنمنٹی خزانہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتا ہے اس پر ملک کے تمام باشندوں کا حق ہے جسے وہاں سے رقم

(۱) السنن الکبریٰ، ج: ۶، ص: ۱۴۳

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۵۹

(۳) غنیۃ المستعملی شرح منیۃ المصلی، ص: ۵۶۷

ملے لے لینا درست ہے مگر شرط یہ ہے کہ لینے میں کسی ناجائز و حرام کام کا ارتکاب نہ کرنا پڑے نہ ہی کسی مصلحت شرعیہ کے خلاف ہو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ”غزانہ والی ملک کی ذاتی ملک نہیں ہوتا تو اس کے لینے میں حرج نہیں جب کہ کسی مصلحت شرعیہ کے خلاف نہ ہو (۱) اور سوال میں مذکورہ صورت میں بہت سے معاصی و مفاسد کا دروازہ کھولنا ہوگا لہذا اب اس صورت میں ایم، ایل، اے سے گورنمنٹ کی رقم لینا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم،“

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ

قبر کو مسجد میں شامل کر سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: حافظ جمال الدین، باہر شہر چندیری، ضلع گنا، ایم، پی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک مسجد کی توسیع کرنی ہے مگر چچ میں ایک قبر ہے کیا اس کو مسجد میں شامل کر کے اس پر فرش بنایا جاسکتا ہے۔ جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

قبروں پر مسجد بنانا اور اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ”لا یحل

التخاذ القبور مساجد ولا تباح الصلوة علیہا“ (۲)

البتہ قبر کے چاروں طرف نیچے سے دیوار قائم کر دیں پھر اس پر اس طرح چھت ڈھالیں کہ چھت کا اوپری حصہ مسجد کے فرش سے ملا دیں اور چھت کا نچلا حصہ قبر سے نہ ملائیں بلکہ قبر اور چھت کے درمیان تھوڑی جگہ خالی رکھیں اس طرح قبر کی بے حرمتی بھی نہیں ہوگی اور اس کی چھت پر نماز پڑھنا بھی جائز ہو جائے گا۔ ایسا ہی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ میں تحریر فرمایا ہے۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۲۰ شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۶۰

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۳

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۹۹

جو شخص کورٹ کچہری کے ذریعہ مسجد کی زمین

اپنے نام کرائے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

مسئلہ از: حقیق اللہ خاں، مقام مہتا، ضلع ہلراپور، یوپی

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ایک قطعہ زمین آراضی نمبر ۳۹ جس کا رقبہ آٹھ بسوہ ہے جو کاغذات پر پرانی آبادی درج ہے، اس سے متصل ایک مزار بھی ہے۔ آبادی کی زمین نمبر ۳۹ جو مزار کے نام سے تھا ۱۹۸۳ء تک یہ زمین بالکل خالی تھی، جب زمین کی قیمت سڑک کی وجہ سے بڑھنے لگی تو کمال الدین کی نیت بھی خراب ہوئی اور اس نے مزار کی زمین پر مکان بنانے کی کوشش کی تو گاؤں کے عام لوگوں نے منع کیا اور پردھان کی طرف سے تحصیلدار کے یہاں مقدمہ قائم ہوا اور گاؤں کے سارے لوگوں نے ان کا سماجی بائیکاٹ بھی کیا، تحصیلدار نے کمال الدین کے خلاف جرمانہ عائد کر کے ان کو اس زمین سے بے دخل کیا اور اس کا قبضہ وہاں سے ہٹا دیا گیا۔ کمال الدین نے گاؤں کے لوگوں کو جمع کر کے صلح کیا اور صلح نامہ میں لکھا گیا کہ اس زمین کو مذہبی کام ہی میں استعمال کیا جائے، کوئی شخص اپنے نجی کام میں استعمال نہیں کر سکتا ہے۔

اس بات کی روشنی میں گاؤں کے لوگوں نے طے کیا کہ اس نمبر میں ایک مسجد تیار کی جائے جس کی اس وقت بنیاد ڈال دی گئی، رقم فراہم نہ ہونے کی وجہ سے تعمیر کا کام اس وقت جاری نہ رہ سکا اور اس درمیان کمال الدین نے لوگوں کو مطمئن کرنے کے بعد گاؤں والوں کو دھوکہ دے کر S.D.M کے یہاں سے چار بسوہ زمین کا 229B میں اپنے حق میں فیصلہ کرا لیا، جب مسجد کا تعمیر کا دوبارہ شروع ہوا تو کمال الدین نے اپنے کاغذات پیش کئے کہ یہ زمین ہمارے نام ہے پھر کام کو بند کر کے S.D.M اتر ولہ کے یہاں دعویٰ نگرانی دائرہ کیا گیا جس کا انہوں نے معائنہ کر کے اسے خارج کر دیا اور مسجد کو تسلیم کر کے اس کے تعمیر کی اجازت دے دی، کام شروع کیا گیا، اس کے بعد کمال الدین اس حکم کے خلاف گورنمنٹ اکسٹری میں گئے وہاں بھی ان کا دعویٰ خارج ہو گیا کام پھر شروع کیا گیا، اس دوران انہوں نے الہ آباد بورڈ آف ریو نو سے اسٹے لے لیا کام پھر بند ہو گیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ موجودہ صورت حال میں جب کہ زمین مسجد کے لیے گاؤں کی طرف سے اور حکومت کی طرف سے بھی دی جا چکی ہے، اور تمام فیصلہ مسجد کے حق میں ہے اور کافی حد تک مسجد کی تعمیر بھی ہو چکی ہے، کیا کیا جائے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

اللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ، الْجَوَابِ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ:

صورت مسئلہ میں جس زمین میں مسجد کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے اس میں کسی طرح سے کمال الدین کا کوئی حق نہیں ہے، پھر بھی اگر وہ مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ ڈال رہا ہے تو وہ شدید گنہگار، قہر و غضب مولائے جبار و قہار کا سزاوار اور مستحق عذاب نار ہے، اور ارشاد بانی ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا﴾ (۱) یعنی اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔“ کی وعید میں داخل اور بہت بڑا ظالم ہے، گاؤں اور علاقہ کے ہر اس مسلمان پر جو اس کے اس ظلم و زیادتی سے واقف ہو فرض ہے کہ مذکور کمال الدین کا سخت بایکاٹ کریں کہ وہ اپنی زیادتیوں سے باز آ کر علانیہ توبہ و استغفار کرے اور جب تک وہ اپنی زیادتیوں سے باز آ کر توبہ نہ کر لے اس کا مقاطعہ اور بایکاٹ جاری رکھیں۔

ارشاد بانی ہے:

﴿وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۲)

یعنی اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا یہ ظلم اور زیادتی جانتے ہوئے جو لوگ بھی اس سے میل جول رکھیں گے، جو لوگ بھی اس کے ساتھ نشست برخاست، سلام و کلام اور کھانا پینا باقی رکھیں گے سب قہر خداوندی کے مستحق ٹھہریں گے۔ کمال الدین جیسے ہی لوگوں کے لیے قرآن کریم میں ارشاد ہوا:

﴿لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (۳)

یعنی ایسوں کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۱۴/ ذی القعدہ ۱۴۲۵ھ

(۱) سورة البقرة، آیت: ۱۱۴

(۲) سورة الانعام، آیت: ۶۸

(۳) سورة البقرة، آیت: ۱۱۴

قبلہ سے دس درجہ انحراف کی صورت میں مسجد تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: جملہ مسلمانان اہل سنت، موضع ہری ہر پور، پوسٹ نیوتی، ردولی، ضلع فیض آباد، یوپی،
مندرجہ ذیل مسئلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں۔ ہمارے یہاں
گاؤں میں ایک قدیم طرز کی مسجد ہے، بڑھتی آبادی کے پیش نظر وہ مصلیوں کے لیے ناکافی ہے، کچھ خلع اور دیندار
حضرات کے باہمی مشورہ سے یہ تجویز منظور ہوئی کہ از سر نو مسجد کی تعمیر ہو، مسجد کے دھن جانب مصلیٰ ایک صاحب کی زمین
تھی انہوں نے وقف کردی، حاصل شدہ زمین کو تو وسیع مسجد میں شامل کرنے کے لیے اصل قبلہ رخ سے تقریباً دس درجہ کا
انحراف ہو رہا ہے اور اگر اصل رخ پر مسجد کی تعمیر ہو تو خاطر خواہ رقبہ میں اضافہ نہیں ہو پائے گا اور یہی مقصد اصلی ہے، جدید تعمیر
پر خرچ بھی لاکھ روپے کا ہے، سوائے اس کے اضافے کے اور کوئی صورت ہے ہی نہیں۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دس درجہ انحراف کی صورت میں مسجد تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں جب کہ حضور صدر
الشریعہ علیہ الرحمہ نے ”بہار شریعت“ حصہ سوم صفحہ ۴۸، ۴۹، مطبع فاروقیہ دہلی میں ۴۵ درجہ انحراف کی صورت میں بھی
صحت نماز کا قول کیا ہے۔

”باسمہ تعالیٰ وتقّدر“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اصل جواب سے پہلے چند امور کا ذکر از بس ضروری ہے تاکہ اصل جواب واضح ہو جائے۔
اولاً: دین اسلام صحیح و سہل ہے اس میں تنگی نہیں۔ ثانیاً: آفاقی کا قبلہ عین کعبہ نہیں بلکہ جہت کعبہ ہے، فتاویٰ
رضویہ میں بدائع الصنائع پھر حلیہ امام ابن امیر الحاج حلبی سے نقل فرمایا: ”قبلتہ حالۃ البعد جہۃ الکعبۃ وہی
المحاریب لاعین الکعبۃ“ پھر جامع الرموز امام زندقہ سی سے نقل فرمایا: ”الجهة قبلۃ کالعین“ ثالثاً:
اگر عین کعبہ سے بالکل انحراف نہ ہو بلکہ ذرا دائیں یا بائیں مائل ہو کر نماز پڑھے تو نماز بلا کراہت جائز ہے، کما نقلہ
الامام فی فتاواہ عن الدرر للمولیٰ خسرو وعن رد المحتار: ”لو انحراف عن العین انحرافاً لا
تنزل منه المقابلة بالکلیۃ جاز و یؤیدہ ما قال فی الظہیریۃ اذا تبا من اوتی تاسر یجوز“ وابعاً: حضرات
علمائے خراسان و سمرقند وغیرہا بلاد مشرقیہ کے لیے بین المغربین قبلہ ذکر فرمایا، انہیں بلاد مشرقیہ میں ہندستان بھی داخل
ہے، کما صرح بہ المجدد الاعظم قدس سرہ فی فتاواہ۔ (۱)

الحاصل مقدمات مذکورہ کی روشنی میں صاف ظاہر ہے کہ سوال میں مذکور صورت جائز و درست ہے، اور وہ بھی جب کہ سوال میں مذکور دس درجہ انحراف محض تخمینی و تقریبی ہے نہ کہ تحقیقی اگرچہ اصابت عین سے قرب مستحب ہے مگر اس کا ترک مستلزم کراہت ہمزہ بھی نہیں ہے۔ ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ: محمد قدرت اللہ الرضوی غفرلہ

۲۳ ذی الحجہ ۱۴۲۳ھ

بینک میں جمع شدہ مسجد کی رقم پر جو زیادتی ملتی ہے اس کا

استعمال مسجد میں درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ از: مفتی بدیع الزماں برکاتی، مقام جعفر آباد، پوسٹ بڑھرا بھٹورا، ضلع بلرام پور، یوپی کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان متین اس مسئلہ میں کہ مسجد کی رقم بینک میں جمع ہے اس جمع کردہ رقم سے سود کی صورت میں جو رقم ملتی ہے اس کا استعمال مسجد کے کسی کام کے لیے کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مثلاً لاؤڈ اسپیکر، بیٹری، بلب وغیرہ خریدنا نیز مسجد کی صفائی، اور اس کی چٹائی وغیرہ پر وہ رقم خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں، قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر بینک مسلمانوں کا ہے یا مسلم اور غیر مسلم دونوں کا مشترک ہے تو اس میں پیسہ جمع کرنے کے بعد جو نفع ملتا ہے وہ شرعاً سود ہے جو حرام ہے اور جو بینک خالص کافروں کا ہے اس کا نفع لینا جائز ہے کہ وہ از روئے شرع سود نہیں، کما فی الفتاویٰ الرضویۃ للامام احمد رضا البریلوی قدس سرہ۔ وفی فتاویٰ فیض الرسول لفقہ الملة المفتی جلال الدین احمد الامجدی علیہ الرحمہ۔

مسجد کی رقم اگر کسی خالص کافر کے بینک میں جمع ہے یا انڈیا گورنمنٹ کے بینک میں ہے تو اس سے جو زائد رقم ملے اس کا لینا جائز ہے کہ وہ سود نہیں ہے اور اس کو ہر جائز کام میں استعمال کرنا درست ہے۔ فقیہ ملت مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ”وہ بینک جو خالص غیر مسلموں کے ہیں ان میں روپے جمع کرنے پر جو زیادتی ملتی ہے اس کا لینا جائز ہے کہ وہ اپنی خوشی سے دیتے ہیں اور لینے میں اپنی عزت اور آبرو کے لیے کوئی خطرہ بھی نہیں ہے، وہ رقم کسی کے کہہ دینے سے سود نہ ہوگی اسے اپنے اوپر جائز کام میں استعمال کر سکتا ہے“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

مدرسہ کی کچھ زمین مسجد کی توسیع کے لیے شامل کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد عمر انصاری اسلام پورہ، مجھو امیر بستی، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ زید نے اپنی زمین پندرہ روپیہ میں فروخت کی مگر نے کہا کہ اس میں دین کا کام ہوگا تو زید نے وہ پندرہ روپیہ بھی واپس کر دئے اور کہا کہ ہم اس زمین کو فی سبیل اللہ وقف کرتے ہیں۔

موجودہ وقت میں وہاں ایک مدرسہ اور مسجد قائم ہے اب مسجد تنگ ہو گئی ہے تو کیا اہل محلہ مسجد کی توسیع کے لیے اس زمین کے کچھ حصہ کو مسجد میں شامل کر سکتے ہیں؟ جس پر مدرسہ قائم ہے۔ بینوا تو جروا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

۱۔ وقف کرنے والے نے اگر وقف کرتے وقت مسجد یا مدرسہ بنانے کی کوئی شرط نہیں لگائی تھی یا دونوں کے لیے الگ الگ زمین کی حد بندی نہیں کی تھی بلکہ مطلقاً فی سبیل اللہ وقف کیا تھا جیسا کہ سوال میں تحریر ہے تو ایسی صورت میں مسجد کے تنگ ہو جانے کی وجہ سے اہل محلہ مدرسہ کا کچھ حصہ مسجد کی توسیع کے لیے لے سکتے ہیں جیسا کہ حضور صدر الشریعہ علامہ الشاہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان ارشاد فرماتے ہیں کہ: ”مصلیوں کی کثرت کی وجہ سے مسجد تنگ ہو گئی اگر پہلے مسجد میں کوئی زمین یا مکان ہے جو اسی مسجد کے نام وقف ہے یا کسی دوسرے کام کے لیے وقف ہے تو اس کو مسجد میں شامل کر کے اضافہ کرنا جائز ہے۔“ (۱)

اور علامہ اجل شیخ ابن بزاز کردری حنفی قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”وان ضاق المسجد عن اہلہ جاز للمتولی ان یدخل بعض منازل الوقف فیہ (۲) یعنی اگر مسجد نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے تنگ ہو جائے تو متولی کے لیے یہ جائز ہے کہ وقف کے کچھ حصہ کو مسجد میں شامل کر دے۔ لہذا صورت مذکورہ میں اہل محلہ کے لیے یہ جائز ہے کہ زمین کا وہ حصہ جس پر مدرسہ قائم ہے بقدر حاجت مسجد میں شامل کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔“

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

۹۔ شوال المکرم ۱۴۲۲ھ

(۱) بہار شریعت، ج: ۱۰، ص: ۸۳، مطبوعہ فاروقیہ بکلیو دہلی

(۲) الفتاویٰ البزازیہ علی هامش الفتاویٰ الہندیہ، ج: ۶، ص: ۲۸۵

غیر وقفی جگہ میں کچھ قبریں ہوں تو اس جگہ پر مسجد بنانا کیسا؟

مسئلہ از: مولانا آس محمد مصباحی دارالکین دارالعلوم انوار العلوم بیلو بازار، گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ جامع مسجد سے متصل ایک زمین ہے جو کسی کے نام درج نہیں ہے لیکن گلشن علی اور ان کے بھائیوں کے قبضہ میں تھی اس زمین میں گلشن علی کے گھر کے چند افراد مدفون بھی تھے مگر تقریباً تیس سال سے کوئی فرد دفن نہیں کیا گیا ہے۔ گلشن علی اور ان کے بھائیوں نے اس زمین کو مسجد کے لئے دے دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس زمین پر مسجد بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ اگر جائز ہے تو مسجد بنانے کا کیا طریقہ ہوگا؟ ایک قبر پختہ ہے جس کے سرے پر ایک فٹ دیوار اونچی ہے اس دیوار کو ہٹایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر وہ زمین قبرستان کے لئے وقف نہیں تھی تو اس پر مسجد بنانا جائز ہے البتہ جتنے حصہ پر مسلمانوں کی قبریں ہیں ان کے چاروں طرف نیچے سے دیوار کھڑی کر کے اس پر اس طرح چھت ڈھال دیں کہ چھت کا اوپری حصہ اور مسجد کا فرش ایک برابر ہو جائے اور چھت کا نچلا حصہ قبروں سے نہ ملے بلکہ چھت اور قبروں کے درمیان کچھ جگہ خالی رہے۔ اس طرح سے قبروں کا احترام بھی برقرار رہے گا اور ان کی چھت پر نماز پڑھنا بھی جائز ہوگا۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”بیرون حدود مقبرہ ستون قائم کر کے اوپر کافی بلندی پر پاٹ کر چھت کو صحن مسجد سابق ملا کر مسجد کر دینا چاہتا ہے اس طرح کہ اس چھت کے ستون قبور مسلمین پر واقع نہ ہوں بلکہ حدود مقبرہ سے باہر ہوں تو اس میں حرج نہیں اھ۔“ (۱)

اور فرش مسجد کو برابر رکھنے کے لئے اگر قبور کے سرہانے کی جانب کھڑی دیوار کو ختم کرنا پڑے تو کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴/محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

بلا اجازت کسی کی زمین مسجد میں لینا کیسا؟

مسئلہ اف: سید محمد شاہد حسین اشرف، موضع قاضی پور پوسٹ شیودپال تلج، ضلع کوٹہ یوپی کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم پانچ بھائی سنی صحیح العقیدہ ہیں اور مسجد کے بغل میں ہماری زمین ہے جو ہماری والدہ کے نام سے ہے۔ اس زمین کا کچھ حصہ پہلے ہی سے مسجد میں شامل ہے اب مسجد کو شہید کر کے از سر نو اس کی تعمیر اور توسیع کی جارہی ہے۔ حالانکہ مسجد تنگ نہیں ہے گاؤں کے ذمہ دار حضرات ہماری زمین کا کچھ حصہ مزید مسجد میں بلا اجازت اور بغیر رائے کے مسجد کے نام پر قبضہ کر کے مسجد میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اور ہمارے مسجد کے دروازے کے سامنے مسجد کا زینہ بنانا چاہتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مالک زمین کی اجازت کے بغیر مسجد میں اس کی زمین شامل کر سکتے ہیں؟ نیز یہ بھی واضح کریں کہ ہم پانچوں بھائیوں میں سے کوئی ایک بھائی اگر اپنا حصہ دینا چاہے تو کیا دے سکتا ہے؟ جبکہ ابھی والدہ ماجدہ کے نام سے ہے۔ ازراہ کرم اپنا جواب با صواب سے نواز کر عند اللہ ماجور ہوں۔ بینوا تو جو روا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر مسجد تنگ نہیں ہے تو بلا اجازت کسی کی زمین کو مسجد میں شامل کرنا ناجائز و گناہ ہے اور جبراً شامل کرنے والے غاصب و گناہگار اور حقوق العبد میں گرفتار ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ القوی ارشاد فرماتے ہیں:

”اگر مسجد نے تنگی نہ کی تو متولیوں کو اس زمین کے لینے کا کوئی اختیار نہیں وہ غاصب ہوں گے اور اتنے پارہ زمین پر نماز ناجائز ہوگی۔“ (۱)

اور اگر زمین کے مالک آپ لوگ ہیں اور سب کا حصہ جدا کر دیا گیا ہے تو جو چاہے اپنا حصہ مسجد میں دے سکتا ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”منہا الملک وقت الوقف“ (۲) اسی میں ہے: ”والتفقا علی عدم جعل المشاع مسجدا او مقبرة مطلقا سواء کان مما

(۱) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۲۸۸

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۳۵۳

لا یحتمل القسمہ اویحتملہا ہکذا فی الفتح۔“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۴/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

گورنمنٹی زمین پر مسجد بنانا کیسا؟

مسئلہ از: محمد اسلام، مقام وپوسٹ بہادر پور، ضلع بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک گاؤں میں آبادی کی زمین ہے جس میں مدرسہ بنا ہوا ہے باقی خالی زمین میں لوگ مسجد بنانا چاہتے ہیں جبکہ یہ زمین کسی چیز کے لئے متعین نہیں کی گئی ہے اور نہ کسی نے کسی کو وقف کیا ہے۔

کیا اس خالی زمین میں مسجد بنا سکتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں!

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ملک کی وہ زمین جس کا کوئی خاص مالک نہیں ہوتا ہے اور گورنمنٹ اس میں بطور خود تصرف کرتی ہے جسے چاہتی ہے دیتی ہے جو چاہے بنواتی ہے۔ ایسی زمین اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہوتی ہے۔ حدیث پاک میں ہے ”عادی الارض لله و مولہ“ ایسا ہی نوائی رضویہ جلد ۶ صفحہ ۴۵۹ پر ہے۔ لہذا گاؤں کی اس خالی زمین پر مسجد بنانا جائز و درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳/ جمادی الآخرہ ۱۴۳۳ھ

جبرائی گئی زمین پر مسجد بنانے کا حکم

مسئلہ از: عبدالکریم انصاری، اللو، کھجریا، بلرام پور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں

(۱) کسی کی زمین کو جبراً مسجد میں داخل کر کے اس میں وضو خانہ اور استنجا خانہ بنوانا کیسا ہے؟

(۲) ایسی مسجد میں نماز پڑھنا اور اس وضو خانے میں وضو کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۳) زمین کو جبراً داخل کرنے والوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) کسی کی زمین کو جبراً لے لینا ناجائز ہے۔ اس پر سخت وعیدیں ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ارشاد فرماتے ہیں: ”من اخذ من الارض شیئاً بغير حقہ خسف به يوم القيامة الى سبع ارضین۔“ (۱)

لہذا اس طرح زمین لے کر اس میں وضو خانہ اور استنجا خانہ بنوانا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسی مسجد میں نماز پڑھنا اور اس میں بنے وضو خانہ سے وضو کرنا درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے

”وکذا تکره فی اماکن (الی قولہ) وارض مفضوبہ۔“ (۲)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”ان غضب دارا فجعلها مسجدا لایسع لاحدان یصلی فیہ۔“ (۳)

اور بہار شریعت میں ہے زمین مفضوب میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ایسے لوگ ظالم و جابر اور غاصب ہیں ان پر لازم ہے کہ زمین جس کی ہے اسے واپس کر دیں یا اسے

راضی کر لیں اور اپنی غلطی پر تائب ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۷/رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

قبرستان کی زمین پر مسجد بنانے کا حکم

مسئلہ از: قاری محمد شاکر علی نظامی، بنڈا بازار ضلع کیرنگر

مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں کہ قبرستان کی زمین پر مسجد، مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں۔ اس کا جواب قرآن

وحدیث کی روشنی میں دیں۔

(۱) الصحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۳۲۳

(۲) الدر المختار مع رد المحتار جدید، ج: ۲، ص: ۴۴

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۵، ص: ۳۲۰

(۴) بہار شریعت مکروہات، ج: ۳، ص: ۶۳۰

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

قبرستان کی زمین پر مدرسہ و مسجد بنانا جائز و گناہ ہے۔ فتاویٰ مالگیری میں ہے:

”لا يجوز تغیر الوقف عن ہیئته۔“ (۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”قبرستان کو پاٹ کر مسجد میں شامل

کرنا حرام ہے۔“ (۲)

اور جب مسجد بنانا حرام ہے تو مدرسہ بنانا بدرجہ اولیٰ ناجائز و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: اختر حسین قادری

۱۰/ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ

واقف کا اپنے خاندان کے لئے تولیت کی شرط لگانا کیسا؟

مسئلہ از: ڈاکٹر محمد سلیم شیخ حیدر، حاجی ایوب شیخ اعظم، سید وقار علی، عبدالحمید بیگ، چاند بیگ، حبیب

خان پشمان، شیرپور

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

آج سے تقریباً ۴۰ سال پہلے زید نے ایک قطعہ زمین خرید کر اپنی والدہ کے نام مسجد میں وقف کی اور عوامی چندہ سے چار منزلہ بنام مدینہ مسجد تعمیر کرائی اور خود ہی تولیت کی ذمہ داری اب تک نبھاتے آرہے ہیں اور دستور میں اپنے انتقال کے بعد نام بنام اپنے رشتہ داروں کے لئے تولیت کی شرط لگادی اور اب نمازیوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ کے سبب مسجد تنگ پڑ رہی ہے۔ بنابریں مسجد سے متصل ہی جانب مغرب ۲۸×۱۲ کی قطعہ زمین مسجد کی آمدنی سے خریدی گئی اور مسجد شہید کرنے کا کام شروع کر دیا گیا تاکہ مسجد کی توسیع کی جاسکے۔

نئی خریدی گئی زمین سے متصل ہی جانب مغرب ایک قطعہ زمین ہے جو ۱۹۲۱ء میں گورنمنٹ کی جانب سے ایک مسلم کلکٹر کی معرفت برائے ہکیہ قوم مسلم کو دی گئی جس زمین پر مسلمانوں نے مکان بنا کر بھٹکل مدرسہ تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع کر دیا جواب تک جاری ہے اس درمیان ایسا اوقات ہا جماعت نماز، غنا گانہ و جمعہ بھی ادا کی گئی ہے۔ اب اہل محلہ و مسلمان مدینہ مسجد کی خواہش ہے کہ اس جگہ کو بھی توسیع مسجد میں شامل کر لیا جائے کیونکہ خریدی ہوئی زمین پر توسیع

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۵۱۶

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۲۹۹

سے بھی تنگی جماعت کی شکایت دور نہیں ہوگی لیکن شرط یہ ہے کہ موجودہ متولی و واقف اپنے رشتہ داروں سے شرط تولیت تحریری شکل میں ختم کر دیں اور از سر نو فرسٹ کا قیام عمل میں لائیں۔ مگر موجودہ متولی و واقف توسیع مسجد میں بکئیہ والی زمین کو شامل کرنے کے لئے تیار ہے لیکن اپنے رشتہ داروں سے شرط تولیت ختم کرنے کو تیار نہیں ہے تو عرض یہ ہے کہ

(۱) تولیت کو اپنے خاندان اور رشتہ داروں میں شرط کرنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بکئیہ والی زمین کو توسیع مسجد میں شامل کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو اس زمین کی توسیع میں شامل نہ کرنے پر متولی واقف کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) واقف کو اپنے اور اپنے خاندان کے لئے تولیت کی شرط کرنے کی اجازت ہے اور جب تک ان کے اندر خیانت اور فسق و فجور اور تولیت کی ذمہ داری سے عاجزی نہ پائی جائے وہ متولی رہیں گے اور اگر ان کے اندر مذکورہ خرابیاں آجائیں تو ان کو منصب تولیت سے معزول کر دیا جائے گا اگرچہ متولی خود واقف ہی ہو۔ درمختار میں ہے:

”جعل الواقف الولاية لنفسه جائز ثم لو صیه ان كان.“ (۱)

اسی میں ہے:

”ولاية نصب القيم الى الواقف ثم لو صیه.“ (۲)

اسی میں ہے:

”وينزع وجوبها بزيادة لو الواقف در رفیرہ بالا ولی غیر مامون او عاجز او ظہر بہ فسق کشر ب خمر و نحوه.“ (۳)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ رقمطراز ہیں ”ولایت کو اپنے خاندان میں شرط کر دینا بھی صحیح ہے۔“ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

(۲) اگر بکئیہ والی زمین پر مسلمانوں نے بہ نیت مدرسہ عمارت بنائی تھی تو وہ زمین اب مدرسہ کے لئے وقف

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۴

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۴۰۹

(۳) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۸۵

(۴) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۳۸

ہوگئی اور اسے توسیع مسجد میں شامل کرنا جائز نہیں۔ فتح القدیر میں ہے۔

”الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ۔“ (۱)

اور اگر یوں ہی ایک عمارت بنا دی گئی جو مسلمانوں کے کسی بھی دینی یا سماجی کام میں استعمال کے لئے ہے تو اسے توسیع مسجد میں شامل کر سکتے ہیں۔ ضرورت کے باوجود توسیع مسجد میں شامل نہ کرنا اگر کسی وجہ وجہ کی بنا پر ہے تو حرج نہیں اور اگر ضد و نفسانیت کی وجہ سے ہے تو توبہ کر کے اصلاح حاصل کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ الموجع والماب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۴/محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

کیا کر بلا کی زمین پر مسجد بنا سکتے ہیں؟

مسئلہ از: تبریز عالم، شہر بستی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جگہوں پر مسلمانوں نے کر بلا کے نام سے ایک جگہ مخصوص کر رکھی ہے جہاں محرم الحرام میں میلہ کرتے ہیں اور وہاں تعزیرہ دفن کرتے ہیں کیا اس جگہ مسجد بنا سکتے ہیں؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو جگہ مسلمانوں نے کر بلا کے نام سے مخصوص کر رکھی ہے وہ شرعاً وقف نہیں ہے کہ وقف کے لیے کار خیر اور قربت ہونا ضروری ہے جب کہ یہاں مخالفت قربت ہے تو وہ ایسی زمین ہے کہ اگر اس کا کوئی مالک ہو تو اس کی یا مسلمانوں کی رائے سے مسجد یا کسی بھی نیک کام کے لیے صرف کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقمطراز ہیں۔

”وہ زمین و عمارت ملک بانیان ہیں انہیں اختیار ہے اس میں جو چاہیں کریں“ (۱) البتہ اگر مسجد بنانے میں فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو اس زمین کو اپنی حالت پر چھوڑ دیں اور فتنہ سے بچیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ جہد اشائی، بستی

(۱) فتح القدیر، ج: ۶، ص: ۲۱۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۴۱۶

مسجد میں دینی تعلیم دینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: مولانا جہانگیر احمد عزیزی قادری مدرسہ ضیاء العلوم پرانا گورکھپور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔

کہ حالات حاضرہ میں باطل مکاتب فکر کی تحریکیں اور تنظیمیں فاسد عقائد و نظریات پر مشتمل تعلیمات و توجیہات کے ذریعہ عوام الناس کو دام تزیرو و فریب میں ملوث کرنے کی حتی المقدور سعی پیہم اور جہد متواصل کر رہی ہیں انہیں تحریکات میں سے ایک تحریک مکتب دینیات بھی ہے جو تقریباً ان کی جملہ مساجد میں بنام دینیات بچوں کو زیور گمرہ سے آراستہ و پیراستہ کر رہی ہے ان باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا سنی صحیح العقیدہ عوام کو اپنی مساجد میں بچوں کو زیور تعلیمات حقہ سے آراستہ کرنا از روئے شرع درست ہے یا نہیں۔ کتاب و سنت اور ائمہ مجتہدین کے حوالے سے جواب مطلوب ہے عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ بینوا تو جروا عند اللہ۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

مسجد میں تنخواہ لے کر بچوں کو پڑھانا جائز نہیں کہ تنخواہ لے کر پڑھانا کار دنیا ہے اور مسجد میں کار دنیا ناجائز ہے سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”اگر پڑھانے والا (مسجد میں) اجرت لے کر پڑھاتا ہو تو اور زیادہ ناجائز ہے کہ اب کار دنیا ہو گیا اور دنیا

کی بات کے لیے مسجد میں جانا حرام ہے۔“ (۱)

لیکن اگر بد مذہب فرقے بچوں کے عقائد خراب کر رہے ہیں اور سنیوں کے پاس الگ سے مدرسہ قائم کر کے اپنے بچوں کی تعلیم کا بندوبست نہیں اور نہ ہی فی الحال اس کی استطاعت ہے تو بوجہ ضرورت مسجد میں عقائد حقہ سنیہ اور سچی دینی تعلیم یا تنخواہ دینا جائز ہے بشرطیکہ مسجد کا احترام ملحوظ رہے فقہ کا مسلمہ قاعدہ ہے۔ ”الضرورات تبیح المحظورات“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ حمد اشاہی بہتقی

۱۳ جمادی الآخر ۱۴۳۸ھ

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۳۶۶

(۲) الاشیاء والنظائر، ج: ۱، ص: ۹۴

باب المقبرة

قبرستان کا بیان

موقوفہ قبرستان میں پختہ قبر بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد خالد قادری مقام جمروی، کسمبی ضلع سدھار تھ نگر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ مسلم قبرستان کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتا ہے لہذا اس میں اپنے والدین اور بھائی وغیرہ کی قبریں پکی بنانا جائز نہیں ہے اگرچہ حاجی و نمازی ہوں اور بکر کہتا ہے کہ مسلم قبرستان میں اپنے والدین وغیرہ کی قبریں پکی بنانا جائز ہے اس لیے کہ جس جگہ جو آدمی دفن ہو جاتا ہے وہ جگہ اسی کی ملکیت میں آ جاتی ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا زید و بکر کے اقوال سے کس کا قول صحیح ہے از روئے شرع دلائل سے واضح فرمائیں نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو مسلم قبرستان وقف ہو اس میں پختہ قبر بنانا جائز نہیں کہ ہمیشہ کے لیے وہ جگہ کسی کے لیے مخصوص کر لینا اس میں تصرف مالکانہ ہے اور وقف میں ایسا تصرف حرام ہے در مختار میں ہے:

”اذا تم و لازم لا یملک ولا یملک“ (۱)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”جائداد ملک ہو کر وقف ہو سکتی ہے مگر وقف ٹھہر کر کبھی ملک نہیں ہو سکتی“ (۲)
اور اسی میں ہے ”اگر بعد وقف بنائی ہے تو یہ عمارت خود ہی ناجائز ہے کہ مقابر موقوفہ میں عمارت بنانے کی اجازت نہیں ہے: ”لانه يستحق الازالة لا الادامة“ (۳)

صورت مذکورہ میں زید کا قول درست اور موافق شرع ہے اور بکر اپنے قول میں غلط اور مخالف شرع ہے اس پر

(۱) الدر المختار، رد المحتار، ج: ۳، ص: ۳۰۲

(۲) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۵۳

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۶، ص: ۳۹۰

لازم ہے کہ حکم شریعت کی اطاعت کرے اور غلط مسئلہ بیان کرنے کی وجہ سے توبہ و استغفار کرے۔ بکر کا استدلال اس کی حماقت و جہالت کا آئینہ دار ہے کیوں کہ موت سے آدمی کا سامان خود اس کی ملکیت سے نکل جاتا ہے اور یہاں بکر میت کے لئے ملکیت ثابت کر رہا ہے، بہر حال بکر کا موقف غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری، خلیل آبادی

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۳ ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ

کیا کسی مزار پر وقف کو بدل کر دوسرے کام میں استعمال کرنا جائز ہے؟

مسئلہ از: سید اعجاز احمد قادری شطاری عفی عنہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ذیل کے مسئلوں کے بارے میں ہمارے شہر تار پیڑی میں ایک بزرگ حضرت شمشیر ولی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کی وقف زمین پانچ ایکڑ ہے اس کو اب اس درگاہ کے مجاور صاحب شہر کے مسلمانوں کے قبرستان کے لیے لکھ کر دیے ہیں اب وہاں اس زمین پر قبرستان بنانے کے لیے اطراف چہار دیواری بنانے کی تیاری کی جا رہی ہے۔

زید وقف کی تبدیلی شرعاً حرام و ناجائز کہتا ہے وقف کیا ہوا شخص ہی کیوں نہ ہو وہ ایک جگہ کے لیے وقف کر کے اس چیز کو دوسری جگہ دوسرے کام کے لیے لگا نہیں سکتا ایسی صورت میں کوئی سو سال کے آگے کی درگاہ شریف کے لیے وقف کی گئی جگہ کو آج مجاور تبدیل کرنے کا کیا حق رکھتا ہے۔

یہ شرعاً قبرستان نہیں ہوتا اس میں مردے دفن کرنا ناجائز مردوں کو عذاب نار میں ڈالنے کے برابر ہے کیا زید کا کہنا درست ہے یا نہیں دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس نئے قبرستان کو قبرستان کی طرح استعمال کرنا اور وہاں پر مردوں کو دفن کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بیہوا تو جو روا

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو چیز جس کام کے لیے وقف ہے وہی کام اس سے لیا جاسکتا ہے دوسرے کام میں اس کا استعمال ناجائز ہے متولی، مجاور حتیٰ کہ خود واقف کو ہرگز یہ اختیار نہیں کہ وقف شدہ زمین جس کے لیے وقف ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا کام اس سے لے یا کسی دوسرے کام کی اجازت دے فتاویٰ مالگیری میں ہے:

”لا يجوز تغير الوقف عن هيئته فلا يجعل الدار مستعانا ولا الخان حماما والرباط

(۱) دکانا

اسی میں ہے: ”سئل القاضي الامام شمس الائمة محمود الاوز جندی عن مسجد لم يبق له قوم وخرب بها حوله واستغنى الناس عنه هل يجوز جعله مقبرة قال لا وسئل هو ايضا عن المقبرة في القرى اذا اندرست ولم يبق فيها اثر الموتى لا العظم ولا غير هل يجوز زرعها واستغلالها قال لا ولها حكم المقبره كذا في المحيط“ (۲)

تفصیل مذکور سے واضح ہوا کہ مجاور صاحب کا درگاہ شریف پر وقف شدہ زمین کو قبرستان کے لیے دینا خیانت و بددیانتی اور سراسر ظلم و گناہ ہے اور اس زمین کو قبرستان بنانا وہاں مردے دفن کرنا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

ربیع الاول شریف ۱۴۳۰ھ

قبرستان میں عید گاہ کی توسیع کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ موسیٰ خاں باہر دتیا گیٹ جھانسی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک اراضی برہنہ برس سے قبرستان کے لیے وقف تھی اور اس کا ایک حصہ جو قبروں سے خالی تھا اس میں پرانے لوگوں نے عید گاہ کی تعمیر کر دیا تھا جس میں عید الفطر و عید الاضحیٰ کی نماز ہوتی چلی آرہی ہے اب عید گاہ کے اتر اور دکن عید گاہ کی توسیع کرنے کا ارادہ ہے جس میں قبریں بھی موجود ہیں زید جس کے خاندان کی قبریں اس میں موجود ہیں اس لیے عید گاہ کی توسیع سے روکا تو لوگ اس سے جھگڑا کرنے پر آمادہ ہیں۔ اس لیے دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے حالت میں عید گاہ کی توسیع کرنے والے اور اس میں تعاون کرنے والے کے لیے کیا حکم ہے اور زید از روئے شرع حق پر ہے یا نہیں کتاب و سنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو چیز جس کام کے لیے وقف ہو اس میں دوسرا کام کرنا اور غرض وقف کے خلاف اس کے وقف کو استعمال

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۹۰

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۲۷۰، ۲۷۱

کرنا ناجائز و حرام ہے فتح القدر میں ہے: "الواجب ابقاء الوقف علی ما کان علیہ" (۱)

در مختار میں ہے: "شرط الوقف کنص الشارع" (۲)

فتاویٰ رضویہ میں ہے: "وقف میں شرائط واقف کا اتباع ضروری ہے۔" (۳)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "لا یجوز تغیر الوقف عن ہیئته فلا یجعل الدار بستاناً ولا الخان

حماماً والرباط دکاناً۔" (۴)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ موقوفہ قبرستان پر عید گاہ بنانا جائز و حرام ہے کہ اس میں تغیر وقف ہے جو ناجائز ہے علاوہ ازیں توسیع کی صورت میں مسلمانوں کی قبروں کو برابر کر دینا ہوگا اور کسی مسلمان کی قبر بلا وجہ شرعی کھود کر برابر کرنا

حرام ہے فتاویٰ خیرہ میں ہے: "وقد صرحوا بحرمۃ النیش لغیر ضرورۃ" (۵)

ردالمحتار میں ہے: "فعلیم من هذا ان النیش لتوسیع المسجد لا یجوز لعدم تعلق حق الادمی

بالمیت۔" (۶)

اور قبر کو برابر کر کے جب عید گاہ میں شامل کریں گے تو اس پر چلنا، پھرنا، پاؤں رکھنا بھی ہوگا اور قبر پر چلنا پاؤں رکھنا حرام ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"لان امشی علی جمرة احب الی من ان امشی علی قبر مسلم۔" (۷)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "یکره القعود علی القبر لان سقف القبر حق المیت۔" (۸)

قبر پر بیٹھنے یا نماز پڑھنے سے ایذا و میت مسلم ہے اور مسلمان کو خواہ زندہ ہو یا مردہ ایذا پہنچانا ناجائز و حرام ہے۔ ارشاد نبی کریم علیہ السلام ہے "یا صاحب القبر انزل من علی القبر لا تؤذ صاحب القبر

ولا یؤذیک۔" (۹)

ایک حدیث میں ارشاد ہوا: "من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذانی اللہ۔" (۱۰)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں عید گاہ کی توسیع حرام حرام اشد حرام ہے بلکہ قبرستان میں بنی ہوئی عید گاہ کو بھی منہدم کر دیا جائے کہ واقعی قبرستان میں عید گاہ یا کوئی اور عمارت بنانا ناجائز ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے

(۲) الدر المختار مع رد المحتار، ج: ۶، ص: ۵۰۸

(۳) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۳۵۴

(۶) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۶۶۲، باب صلاة الجنائز

(۸) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۵، ص: ۳۵۱

(۱۰) المعجم الاوسط، ج: ۴، ص: ۳۷۳

(۱) فتح القدر، ج: ۵، ص: ۴۴۰، کتاب الوقف

(۳) الفتاویٰ الرضویہ، ج: ۷، ص: ۳۷۷

(۵) الفتاویٰ الخیریہ، ج: ۱، ص: ۱۵، باب الجنائز

(۷) سنن ابن ماجہ، ص: ۱۱۲

(۹) مرقاة المفاتیح، ج: ۴، ص: ۶۹

اور جو لوگ قبروں پر عید گاہ کی توسیع کے لیے آمادہ ہیں اگر وہ توسیع کریں گے تو وہ سب مجرم و گنہگار حرام کار مستحق نار و غضب جبار اور حق العبد میں گرفتار ہوں گے اور جو لوگ ان کی مدد کریں گے وہ بھی انہیں کی مثل ٹھہریں گے مسلمانوں پر لازم ہوگا کہ اپنی طاقت بھر لوگوں کو ایسے سخت حرام کام سے روکیں اور کوشش کے باوجود وہ لوگ نہ رکیں تو مسلمان ان لوگوں کا مکمل بایکاٹ کر دیں ورنہ سب مجرم و گنہگار ہوں گے قال اللہ تعالیٰ ﴿وَأَمَّا يُنْسِفُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِىٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ (۱) اور زید بے شک عید گاہ کی توسیع سے روکنے والا حق پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۸ رذیقہ ۱۳۳۲ھ

وقفی قبرستان میں مدرسہ و مسجد بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد حبیب خاں قادری مقام بیلا پور پوسٹ رانی گڑھ ضلع بارہ بنگی (یوپی)
کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ پر کہ قبرستان کی جگہ میں جہاں قبریں موجود ہوں ہڈی وغیرہ مل رہی ہوں وہاں مدرسہ و مسجد یا مکان بنانا درست ہے یا نہیں اگر بن گیا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟
”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

وقفی قبرستان میں ان چیزوں کا بنانا ناجائز و حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لا یجوز تغیر الوقف عن ہیئته فلا یجعل الدار بستاناً ولا الخان حماماً ولا الرباط دکاناً۔“ (۲) اور جو مسجد یا مدرسہ اس پر بن گیا ہے اسے منہدم کر دیا جائے کہ یہ تصرفات ناجائز ہیں اور وقف کا اپنے حال پر باقی رکھنا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

(۱) سورۃ الانعام، آیت: ۶۸

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۳۵۴

قبرستان کے درختوں کی رقم مسجد میں لگانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد شبیر احمد نظامی

جماعت سادسہ، معلم دارالعلوم اہل سنت تنویر الاسلام امرڈوبھا بکھیرا بازار سنت کبیر نگر یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان اہل سنت مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ میرے علاقے میں
ایک ایسا گاؤں ہے جہاں تقریباً تین سو گھروں کی مسلم آبادی ہے گاؤں میں ایک چھوٹی مسجد بہت پرانی تھی جسے شہید
کر کے گاؤں کے لوگوں نے توسیع کا کام شروع کیا اخراجات بڑھتے گئے چوں کہ گاؤں کے بیشتر مسلمان غربت و
افلاس کے شکار ہیں تعمیر مکمل ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی اتفاق رائے سے اسی گاؤں کے قبرستان
میں لگائے گئے ساگون کے کچھ درخت فروخت کر کے اس کی رقم مسجد میں لگادی گئی ہے دیواریں مکمل ہوگئی ہیں صرف
چھت کا کام باقی ہے اب انہیں مسلمانوں میں سے کچھ کا کہنا ہے کہ قبرستان کی رقم مسجد میں لگانا درست نہیں ہے
ازروئے شرع مفصل جواب تحریر فرمائیں تاکہ اختلاف دور کیا جاسکے۔

(۲) مسجد مذکور میں لگائے گئے روشن دان اور جنگلوں کی لکڑیاں ایسی ہیں جو ایسے شخص سے خریدی گئی ہیں جو
گورنمنٹی جنگل سے چوری کر کے لکڑیاں بیچتا ہے انتظامیہ نے علمائے اہل سنت کے بلا تحقیق و تفتیش کے ایسی لکڑیوں کو
مسجد میں لگایا ہے جس کو اس شخص نے چرایا تھا انتظامیہ کے لوگوں نے اسے خریدا تھا۔
جواب طلب صرف یہ ہے کہ ایسی لکڑیاں مسجد میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں اگر نہیں لگائی جاسکتی ہیں تو ان
لکڑیوں کو مسجد سے نکلوا دیا جائے یا نہیں نیز ایسے انتظامیہ کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) قبرستان کے درختوں کو بیچ کر اس کی رقم مسجد میں لگانا جائز ہے سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری
محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ”قبرستان اگر چہ وقف ہو اس کے درخت وقف نہیں ہوتے (۱)
ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ: ”قبرستان میں پیڑ کے مالک کا پتہ نہیں یا درخت خود رو ہیں تو مسجد میں صرف کر سکتے
ہیں۔“ ملخصاً (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جنگل کی لکڑیاں کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی ہیں ان کا شمار مباح اشیاء میں ہے تو جو اسے قبضہ میں

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۴، ص: ۱۱۷

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۴، ص: ۱۱۰

لے لے اس کی ہیں اس لیے منتظمین نے خرید کر جو لکڑیاں مسجد میں لگا دیں ان کو نکالنے کی ضرورت نہیں البتہ گورنمنٹی قانون کے مطابق اس طرح سے جنگل سے لے آنا جرم ہے اس لیے مسلمانوں کو اس طرح کے کام سے بچنا لازم ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

”من الصور المباحة ما يكون جرمًا في القانون ففي القبحه تعرض النفس للاذى والاذلال وهو لا يجوز فيجب التحرز عن مثله.“ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم.

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

قبرستان میں نیا راستہ نکالنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: حافظ مقبول احمد نوری چھاؤنی پڈرونہ ضلع کشی نگر یو پی انڈیا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ برسوں پرانا ایک قبرستان ہے جس میں ایک پرانا راستہ ہے پھر بعد میں چل کر ایک نیا راستہ نکالا گیا پھر اس پر دس فٹ چوڑی سڑک RCC ودھایک کے کوٹے سے بنائی گئی جس کی زد میں کچھ پرانی قبریں بھی آگئیں ہیں جس کا آمدورفت کے علاوہ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ قبرستان کے نئے راستہ کو قبرستان کے تعمیری کام میں استعمال کیا جائے گا نیز قبرستان کی لکڑیاں اور دیگر سامان کی خاطر ٹریکٹر ڈالی و بیل گاڑی وغیرہ کا استعمال بھی اس نئے راستہ پر ہوگا۔

لہذا دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ قبرستان میں نیا راستہ بنوانا یا پرانے راستہ پر پکی سڑک بنوانا جائز ہے یا کچھ اور، بینوا بالبرہان تو جروا عند الرحمن

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

کسی مسلمان کی قبر پر چلنا، پھرنا، اٹھنا بیٹھنا سخت ناجائز ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”لان یجلس احدکم علی جمرة فتحرق لیاہ فتخلص الی جلدہ خیر من ان یجلس علی قبر“ (۲) ایک اور حدیث پاک ہے: ”نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یخصص القبر وان یقعد علیہ وان ینی علیہ.“ (۳)

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۷، ص: ۱۱۵

(۲) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۳۱۲

(۳) الصحیح لمسلم، ج: ۱، ص: ۳۱۲

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”یکرہ القعود علی القبر لان سقف القبر حق المیت“ (۱) اور کھلی ہوئی بات ہے کہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہے اس پر چلنا، اٹھنا، بیٹھنا سب ہوگا تو یہ سب ناجائز و گناہ ہوگا چنانچہ ردالمحتار میں فرمایا: ”المروء فی سکتہ حادثہ فی المقابر حرام۔“ (۲) یعنی قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا جائے اس پر چلنا حرام ہے۔ لہذا مذکورہ قبرستان میں جو نیا راستہ نکالا گیا ہے وہ نکالنا حرام اس پر چلنا حرام اس پر بیٹھنا حرام ہے جن لوگوں نے نکالا وہ سب سخت مجرم و گنہگار ستحق نار و غضب جبار ہیں۔ ان پر لازم ہے کہ اس راستہ کو ختم کر کے پہلی حالت پر کر دیں ورنہ عذاب الہی کے لیے تیار ہیں البتہ پرانے راستہ کو پختہ کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ وعلمہ اتم واحکم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۶/ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ

قبرستان میں گائے، بھینس وغیرہ چرانا اور باندھنا کیسا ہے؟

مسئلہ: از: ذوالفقار احمد رضوی، معلم دارالعلوم علمیہ جہد اشاہی، بستی، یوپی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں
قبرستان میں گائے، بیل، بھینس وغیرہ چرانا یا باندھنا کیسا ہے؟ اور جو ایسا کرے اس کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

قبرستان میں گائے، بیل اور بھینس وغیرہ جانور چرانا یا باندھنا ناجائز و گناہ ہے اور قبور مسلمین کی توہین و بے حرمتی اور اموات مسلمین کی ایذا رسانی کا باعث ہے، کیوں کہ گائے، بیل، بھینس وغیرہ جانور جہاں چرتے ہیں پیشاب اور لید گوبر کرتے ہیں۔ اور قبرستان میں انہیں چرانے اور باندھنے کا مطلب ہوا کہ قبور مسلمین کو جانوروں سے پامال کرنا اور ان کے پیشاب و لید گوبر سے قبروں کو ملوث اور گندا کر کے ان کی بے حرمتی کرنا اور مردوں کو اپنا دینا ہے اور یہ سراسر ناجائز و گناہ ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”المیت یوذیہ فی قبرہ ما یوذیہ فی بیتہ“ یعنی جس چیز سے مردہ کو گھر میں ایذا پہنچتی ہے اس سے قبر میں بھی ایذا ہوتی ہے۔

(۱) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۵، ص: ۳۵۱

(۲) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۲۹

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ”قبر پر چلنا پھرنا، پاؤں رکھنا حرام ہے۔“ (۱) اور جب مسلمانوں کی قبروں پہ چلنا پھرنا اور پاؤں رکھنا حرام ہے کیوں کہ اس سے ان کو اذیت پہنچتی ہے اور ان کی بے حرمتی ہوتی ہے تو پھر جانوروں سے انہیں پامال کرنا اور جانوروں کے گوبر اور پیشاب سے انہیں آلودہ کرنے میں انہیں کتنی ایذا پہنچے گی؟ اور ان کی کتنی بے حرمتی ہوگی؟ الحاصل ایسے لوگوں کو فوراً اپنے گناہوں پر نادم ہو کر ایسے افعال سے باز آ جائیں اور علانیہ توبہ بھی کریں ہے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے ہیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کا سخت بائیکاٹ کریں تاکہ وہ توبہ پر مجبور ہو جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۱۲ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ

قبرستان کے درختوں کو کاٹ کر اس کی قیمت قبرستان میں صرف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: محمد مصطفیٰ وجملہ ساکنان امولی پوسٹ، تھیا گڑھ ضلع بہتلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک قبرستان جس میں دو سو سال سے زائد عرصہ سے مسلمان مردوں کو دفن کیا جاتا ہے آبادی کے لوگ قبرستان کی حفاظت اور جانوروں وغیرہ کی گندگی سے بچاؤ کے لیے چار دیواری بنانا چاہتے ہیں، لیکن ان کی مالی پوزیشن ایک مرحلہ میں باہمی چندہ سے چار دیواری بنوانے کی نہیں ہے۔ ایسی صورت میں قبرستان میں موجود درختوں کو کاٹ کر ان کی قیمت چار دیواری میں صرف کرنا کیسا ہے؟

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

قبرستان میں موجود درخت کا اگر کوئی مالک ہو تو اس کی اجازت سے کاٹ کر اس کی قیمت قبرستان کی چار دیواری میں صرف کر سکتے ہیں اور اگر اس کے مالک کا کچھ علم نہیں تو ایسی صورت میں قاضی شرع کے حکم سے اور اس کے نہ رہنے کی حالت میں ضلع کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ مرجع فتویٰ عالم دین کے حکم سے اور اگر کوئی ایسا عالم دین نہ ہو تو آبادی کے عام مسلمہ لوگوں کے مشورہ سے اس درخت کو کاٹ کر اس کی قیمت قبرستان کی ضرورت میں لگا سکتے ہیں فتاویٰ عالمگیری میں ہے ”ان علم لها غارس ففي القسم الاول كانت للغارس وفي القسم الثاني الحكم في ذلك الى القاضي ان رای بیعها وصرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذلك كذا في

الوقعات الحسامیة۔ (۱) واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۳ شوال المکرم ۱۴۲۸ھ

چکبندی سے پچی ہوئی زمین کی رقم مسجد و مدرسہ میں صرف کرنا کیسا ہے؟

مسئلہ از: احقر محمد شاہد رضا نوری، ناظم اعلیٰ دارالعلوم فضل رحمانیہ مقام وگورگھنڈہ نان پارہ ضلع بہرائچ (یوپی) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، چکبندی سے کچھ باقی ماندہ زمین قبرستان سے متصل ہے جس میں تاہنوز اجل رسیدہ شخصیتوں کی تدفین کا آغاز نہیں ہوا ہے نیز اس زمین سے افادہ مسجد کے لیے کاشتکاری کی جاتی ہے اس زمین سے حاصل شدہ رقم مسجد یا مدرسہ یا عید گاہ میں بوقت ضرورت صرف کرنا روا ہے یا نہیں از روئے شرع تحقیقی جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

ملک کی وہ زمین جن کا کوئی خاص شخص مالک نہیں ہوتا ہے اور اہل مملکت ان میں اپنے طور پر تصرف کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں دیتے ہیں جو چاہتے ہیں بنواتے ہیں، ایسی غیر مملوک زمینیں اللہ جل مجدہ کی ملک ہوتی ہے حکومت کی ملک نہیں ہوتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ”عادی الارض لله ولرسوله“ (۲) اور ایسا ہی فتاویٰ رضویہ جلد ۶ ص ۴۵۹ پر بھی مرقوم ہے لہذا اگر چکبندی سے باقی ماندہ زمین کو کار خیر میں صرف کیا جائے۔ بلاشبہ جائز و درست ہے کہ اللہ جل مجدہ کی ملکیت سے حاصل نفع اسی کی راہ میں خرچ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۸ رجب ۱۴۲۵ھ

قبرستان پر شادی محل یا مدرسہ بنانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: جمیل احمد خان قادری، ہیل روڈ سری، ضلع کاردار، کرناٹک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ (۱) دو سو سال پرانی مسلمانوں کی قبریں اس

(۱) الفتاویٰ عالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۳۶۳

(۲) السنن الکبریٰ، ج: ۶، ص: ۱۴۳، دار صادر بیروت

میں شادی محل یا مدرسہ بنا سکتے ہیں یا نہیں اس جگہ شادی محل بنانے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں۔

(۲) اور اس قبرستان میں ایک بزرگ کی مزار ہے جس پر سلیب ڈال کر شادی محل بنا کر دولہا دلہن کا انتظام،

کھانا کھانا، جوتے ڈال کر چہل قدمی کرنا، گانا، بجانا، نکاح پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۳) یہاں سنی جماعت کی مسجد ہے جس کے بازو میں ایک بزرگ کا مزار ہے اور مزار کے اوپر ہی مولانا کا

کمرہ ہے وہ اوپر غسل وغیرہ کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں قرآن و حدیث کی روشنی میں تشریح کریں برائے کرم جلد سے جلد تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں عین کرم ہوگا۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) مسلمانوں کی قبروں پر عمارت بنانا مدرسہ تعمیر کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں بہار شریعت میں ہے: ”مسلمانوں

کا قبرستان ہے جس میں قبر کے نشان بھی مٹ چکے ہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں جب بھی اس کو کھیت بنانا یا اس میں مکان

بنانا جائز نہیں اب بھی وہ قبرستان ہی ہے قبرستان کے تمام آداب بجالائے جائیں“ (۱)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”سئل هو (ای القاضی الامام شمس الائمہ محمود الاوز

جندی) عن المقبرة فی القرى اذا اندرست لم یبق فیها اثر الموتى لا العظم ولا غیره هل یجوز

زرعها واستغلالها قال لا ولها حکم المقبرة کذا فی المحيط“ (۲)

اس جگہ شادی محل یا مدرسہ تعمیر کرنے والے ظالم و جفا کار مستحق نار و غضب جبار اور اموات مسلمین کو ایذا

پہنچانے والے سخت مجرم و گنہگار ہیں ان پر توبہ و استغفار لازم اور قبور مسلمین پر بنی عمارتوں کو منہدم کر دینا واجب ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ سب سخت ناجائز و حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ہر مسلمان کی قبر کا احترام ضروری ہے اور بزرگوں کے مزارات کا اور بھی زیادہ ضروری ہے اس لیے وہ

تمام باتیں جو ادب و احترام کے خلاف ہوں سب منع ہیں۔ البتہ مزار کے اوپر بنے حجرہ میں غسل کرنا گناہ نہیں ہاں اگر

غسل وغیرہ کا پانی مزار پر آتا ہو تو اب ممانعت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

(۱) بہار شریعت، ج: ۱، ص: ۸۳

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۷۷۰

قبرستان کی گھاس کاٹ کر اس کو بیج سکتے ہیں یا نہیں؟

مسئلہ از: محمد شمشیر عالم نظامی، مہر اچکھوی، دارالعلوم علیہ جہد اشاہی بستی (یوپی)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

قبرستان میں اگر گھاس اگی اور اتنی بڑی ہوگئی جس سے کسی بھی قسم کا استفادہ کیا جاسکتا ہے یا کم از کم چوپائے کو کھلایا جاسکتا ہے، تو کیا اس گھاس کو کسی بھی آدمی کے ساتھ فروخت کر سکتے ہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں تسلی بخش جواب عطا کر کے شکر یہ کاموقع عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جو ہرے پودے خاص قبروں کے اوپر ہوں ان کو کاٹنا منع ہے کہ ان کی بیج سے صاحب قبر کو فائدہ پہنچتا ہے۔ رد المحتار میں ہے: ”مکروہ قطع النبات الرطب والحشيش من المقبرة دون اليابس كما في البحر والدرد وشرح المنية وعلله في الامداد بانه مادام رطباً يسبح الله تعالى فيونس الميت وتنزل بذكره الرحمة اه“۔ ”نحوه في الخانية:“ (۱) بقیہ اور جو گھاس قبرستان میں اگی ہوئی ہیں اور ان کا کوئی مالک نہیں ہے تو قاضی سلام کے حکم سے اسے کاٹ کر فروخت کر سکتے ہیں۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”ان علم لها (ای اشجار) غارس اولم يعلم ففي القسم الاول كانت للغارس وفي القسم الثاني الحكم في ذلك الى القاضي ان رأى بيعها و صرف ثمنها الى عمارة المقبرة فله ذلك كذا في الوقعات الحسامية“ (۲) اور جہاں قاضی اسلام نہ ہو وہاں ضلع کا سب سے بڑا سنی صحیح العقیدہ عالم دین مرجع فتاویٰ اس کے قائم مقام ہے اور اگر ضلع میں ایسا عالم نہ ہو تو عام مسلمانوں کا کہ فیصلہ کے مطابق عمل ہو۔ ہکذا قال سیدی الکریم الامام احمد رضا القادری رحمہ اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

یکم ربی الحجۃ ۱۴۲۳ھ

(۱) رد المحتار، ج: ۱، ص: ۶۰۶

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۷۷۴

قبرستان کی زمین کسی شخص کو دیدینا کیسا ہے؟

مسئلہ از: اسلم اعظمی ضلع اعظم گڑھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک تالاب ہے جو قبرستان کی حد میں شامل ہے اور زید کے گھر کی نجاست اس تالاب میں آتی ہے، تالاب سے ذرا سا ہٹ کر ایک زمین ہے جس پر گاؤں والوں نے کہا کہ یہ زمین بھی قبرستان کی حد میں شامل ہے، اور زید کہتا ہے کہ نہیں، یہ زمین قبرستان کی حد میں شامل نہیں ہے، اور گاؤں والوں کو یہ خطرہ ہے کہ ہم اس سے زیادہ خرید کر لیں تو یہ مسلمانوں کو ہندو لوگوں کے ساتھ مل کر تکلیفیں دے گا اور نہ جانے کوئی کوئی ایذا پہنچائے گا اور اگر زمین اس کے حق میں دیدیتے ہیں تو وہ خاموش ہو جائے گا۔ تو ایسی صورت میں کیا کیا جائے، شریعت مطہرہ کی روشنی میں صحیح جواب عنایت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر وہ زمین قبرستان کے لیے وقف ہے تو زید کو اس کے جھگڑا فساد کے ڈر سے دیدینا ہرگز جائز نہیں ہے کہ وقف کی زمین نہ کسی کو بیع کر سکتے ہیں نہ بیع کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس میں شرط واقف کے خلاف کوئی تبدیلی کر سکتے ہیں۔ فان الوقف لا یباع ولا یورث ولا یغیر عن ہیئۃ، فی الفتاویٰ الہندیۃ: ”لا یجوز تغیر الوقف عن ہیئۃ“ (۱) اور محقق علی الاطلاق علامہ ابن ہمام قدس سرہ فرماتے ہیں: ”امرونا بابقاء الوقف علی ما کان علیہ“ (۲) بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی الامکان وقف کے مال کی حفاظت کریں اور ظالموں، غاصبوں کے ظلم و غصب سے بچانے کی کوشش کریں۔ فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصری میں ہے: ”ارض وقف خاف القیم من وارث الوقف او من ظالم له ان یبیعه ویصدق بالثمن کذا ذکر فی النوازل والفتویٰ علی انہ لا یجوز کذا فی السراجیۃ“ (۳)

اور امام احمد رضا قدس سرہ رقمطراز ہیں: ”مسلمانوں پر فرض ہے کہ حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف اور دفع ظلم ظالم میں صرف کریں اور اس میں جتنا مال یا وقت خرچ ہو گا یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔“ (۴) اور

(۱) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۲۹۰

(۲) فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۲۲، مطبعہ بشاور

(۳) الفتاویٰ العالمگیریۃ، ج: ۲، ص: ۳۲۰

(۴) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۳۵۰

اگر وہ زمین کسی کی ملکیت میں ہے تو مالک کی اجازت سے اس کو دے سکتے ہیں، کما فی الکتب الفقہیہ۔
الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۲ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ

قبرستان میں اگر بتی اور موم بتی جلانا کیسا ہے؟

مسئلہ از: قاری احمد کھیل نورانی، بھیڑی منڈی، بشارت گنج، بکھنو، یوپی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں:

- (۱) قبرستان میں جب کہ ہر جگہ عموماً قبر ہوتی ہے وہاں اگر بتی خوشبو کے لیے اور موم بتی روشنی و چراغاں کے لیے جلانا کیسا ہے؟ اور جو لوگ اس کام کو کرتے ہیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟
- (۲) اگر بتی یا لوبان پر قرآن شریف پڑھ کر دم کر کے یا فیتہ جس پر نقش یا آیت لکھی ہوتی ہے جیسا کہ دعا، تعویذ والے حضرات کرتے ہیں، تو شرع کے مطابق انہیں جلانا درست ہے یا نہیں؟
- ”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

- (۱) قبر کے اوپر اگر بتی، موم بتی وغیرہ جلانا منع ہے۔ اور قبر کے قریب جلانا اگر قبر کے لیے ہو اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہ ہو تو یہ بھی منع، اور اگر اس لیے ہو کہ وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہیں، فاتحہ خوانی، قرآن خوانی یا ذکر و اذکار میں مشغول ہیں، ان کی طبیعت کو خوشبو سے انبساط و سرور حاصل ہوگا، یا اس طرح کے دوسرے مقاصد حسنہ ہوں تو اگر بتی سلگانا، چراغ جلانا جائز و درست ہے، اور ایسا کرنے والے مستحق اجر و ثواب ہوں گے۔ تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ ج ۴، ص ۱۴۱ سے ۱۶۰ تک کا مطالعہ کریں، اس کے علاوہ حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد دوم، فتاویٰ شامی، جواہر اخلاطی وغیرہ میں تفصیل موجود ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

- (۲) اگر بتی اور لوبان پر آیات قرآنیہ پڑھ کر دم کر کے انہیں جلانا جائز ہے۔ یوں ہی نقش لکھ کر جلانا بھی منع نہیں ہے، رہی آیت تو دعا و تعویذ کرنے والے آیتوں کو بطور دعا لکھتے ہیں، نہ کہ قرآن شریف کی آیت سمجھ کر اس لیے اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد تفسیر القادری

۱۱ رجب الثوٹ ۱۴۲۳ھ

قبرستان میں مٹی پائے کیا صورت ہے؟

مسئلہ از: مجاہد عالم رضوی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ قبرستان کا علاقہ بہت نیچا ہے۔ قبرستان کے چاروں طرف گھر بننے اور راستہ اونچا بننے کے سبب قبرستان سے بارش کا پانی نکل نہیں پاتا اور زیادہ بارش ہونے پر غلیظ پانی بھی قبرستان میں داخل ہو جاتا ہے۔ قبرستان کو لگ کر مسجد بھی ہے۔ وضو خانہ کا پانی بھی قبرستان کو جاتا ہے۔ جب کبھی میت ہوتی ہے تو قبر کھودتے وقت وہاں پانی لکھتا رہتا ہے یہاں تک کہ گرمی کے موسم میں بھی پانی لکھتا ہے۔

اس سے میت کو دفن کرنے میں پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ

(۱) کیا قبرستان میں مٹی ڈالوا کر اونچا کیا جاسکتا ہے؟

(۲) اگر قبرستان میں مٹی ڈالوا کر اونچا کر سکتے ہیں تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

(۳) قبرستان میں مٹی ڈالنے کے لئے کبھی قبر کے اوپر سے گزرنا ہوگا کیا اس سے قبر کی بے حرمتی نہیں ہوگی؟

(۴) کیا قبرستان کے پیر پودوں کو کاٹ کر بیچ سکتے ہیں؟ اگر بیچ سکتے ہیں تو اس کی رقم کس مد میں خرچ ہوگی؟

(۵) کیا ایم پی، ایم ایل اے فنڈ کی رقم قبرستان میں مٹی ڈالوانے کے کام میں لگا سکتے ہیں؟ اس فنڈ کی رقم

قبرستان میں مٹی ڈالنے کے بعد بچنے کی صورت میں مسجد کمپلیکس کے کام میں لگ سکتی ہے؟ مسجد کی زمین کے تالاب وغیرہ میں ڈال کر پاٹ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۶) قبرستان میں مٹی ڈالنے کے بعد قبرستان کو پاٹ کر کے راستہ بنانا چاہتے ہیں اس کی کیا صورت ہوگی؟

برائے کرم اسلامی قانون کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

(۱) صورت مذکورہ میں قبرستان کی حفاظت کے لئے مٹی ڈال کر اونچا کرنا جائز ہے کہ اس میں مال وقف کی

حفاظت کے ساتھ مسلمانوں کو خرچ و دقت سے بچانا ہے۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا قادری بریلوی

قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں ”حتی المقدور ہر جائز کوشش حفظ مال وقف میں کریں اس میں جتنا وقت یا مال ان کا خرچ ہوگا

یا جو کچھ محنت کریں گے مستحق اجر ہوں گے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (۱)

(۲) لوگ جس طرح احتیاط کے ساتھ مردہ دفن کرنے کے لئے قبرستان میں جاتے ہیں اسی طرح سروں پر مٹی اٹھا اٹھا کر حتی المقدور احتیاط سے پوری قبرستان کو مٹی سے پاٹ کر اونچا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) کسی مسلمان کی قبر پر چلنا پھرنا ناجائز و حرام ہے۔ ارشاد وحدیث ہے کہ ”لان اطاع علی جمرة حتی تخلص الی جلدی احب الی من ان اطاع علی قبر مسلم“۔ (۱) یعنی مجھے چنگاری پر پاؤں رکھنا زیادہ پسند ہے اس سے کہ کسی مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھوں۔“

اس لئے مٹی ڈالتے وقت احترام قبر ملحوظ رکھنا اور اسے بے حرمتی سے بچانا واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۴) قبرستان کی گھاس جب تک تر ہے اسے کاٹنے کی اجازت نہیں ہے اور اگر پیڑ لگانے والا معلوم ہے تو اس کی اجازت سے بچ سکتے ہیں اور اگر نامعلوم ہو تو وہاں کے سب سے بڑے سنی صحیح العقیدہ عالم دین کے مشورہ سے اور وہ نہ ہو تو اہل محلہ اپنی صوابدید پر جس کار خیر میں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

”قبرستان میں پیڑ جس نے لگائے اس لگانے والے کی ملک ہے وہ جو چاہے کرے اور اگر مالک کا پتہ نہیں یا درخت خود رو ہیں تو مسجد میں صرف کر سکتے ہیں۔“ (۲)

فتاویٰ خانہ میں ہے ”مقبرة فیہا اشجار ان علم غار سنہا کانت للغارس۔“ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ایم پی ایم ایل اے فنڈ کی رقم گورنمنٹی خزانے کی ہوتی ہے کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتی لہذا اسے قبرستان کی پٹائی مسجد کپلیکس، مسجد کے تالاب کی پٹائی میں صرف کرنے کی اجازت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(۶) قبرستان میں جو قدیم راستہ ہو اس کی مرمت کر سکتے ہیں۔ مگر کوئی نیا راستہ نکالنا اس پر چلنا سب ناجائز و حرام ہے۔ ردالمحتار میں ہے ”المروور فی سكة حادثة فی المقابر حرام“ (۴)

فتاویٰ رضویہ میں ہے ”قبر مسلمین پر چلنا جائز نہیں بیٹھنا جائز نہیں ان پر پاؤں رکھنا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ نے تصریح فرمائی کہ قبرستان میں جو نیا راستہ پیدا ہوا ہو اس پر چلنا حرام ہے۔“ (۵) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

(۱) سنن ابی داؤد، ج: ۲، ص: ۱۴۰

(۲) الفتاویٰ الرضویة، ج: ۴، ص: ۱۱۰

(۳) الفتاویٰ الخالصة علی هامش الہندیة، ج: ۳، ص: ۳۱۱

(۴) ردالمحتار، ج: ۱، ص: ۲۲۹

(۵) الفتاویٰ الرضویة، ج: ۴، ص: ۱۰۸

قبرستان کی زمین پر نماز عید و بقرہ عید پڑھنے کا حکم

مسئلہ از: محمد نیر اعظم اشرفی ابن حاجی محمد اشرف، مظفر پور، بہار

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

ایک زمین جس میں بہت پہلے سے جنازے کی نماز ہو رہی ہے وقف جنازہ اور قبرستان کے نام سے ہو لیکن اس میں لوگوں کا خیال ہے کہ عید و بقرہ عید کی بھی نماز ہو کیا اس جگہ اب عید و بقرہ عید کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

”باسمہ تعالیٰ و تقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جوزمین قبرستان کے نام وقف ہے تو جس حصہ پر وہاں قبر نہیں ہے وہاں پر عید و بقرہ عید کی نماز پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ سامنے قبر نہ ہو جس طرح عید گاہ اور مدرسہ میں نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے: ”لا تکرہ فی مسجد اعدلہا و کذا فی مدرستہ و مصلی عید۔“ (۱)

البتہ اس زمین کو عید و بقرہ عید کی نماز کے لئے ہی خاص کر لیا یا اسے عید گاہ کی شکل دے دینا ناجائز و گناہ ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ”لا يجوز تغيير الوقف عن هيئته“ (۲)

فتح القدیر میں ہے: ”الواجب ابقاء الوقف على ما كان عليه“ (۳) واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

۲۲/ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ

قبرستان کے لئے غیر مسلم کی وقف کردہ زمین میں دفن کرنا کیسا؟

مسئلہ از: آفتاب حسین قادری، سکریٹری امام احمد رضا ویلفیئر ٹرسٹ چھپرہ

(۱) کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک غیر مسلم نے قبرستان کے لئے زمین وقف کیا

اور وہ مر گیا اس نے وقف کرتے وقت وارث یا لا وارث مردہ کا کوئی ذکر نہ کیا جیسا کہ اس کے دستاویز سے ظاہر ہے۔

(۱) الطحاوی علی مرقی الفلاح، ص: ۳۲۶

(۲) الفتاویٰ العالمگیریہ، ج: ۲، ص: ۳۵۴

(۳) فتح القدیر، ج: ۵، ص: ۴۴۰

بعد میں لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ اس نے صرف لا وارث مردہ کے لئے وقف کیا ہے اب تک وہ زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس قبرستان میں عام مردوں کو دفن کرنا جائز ہے یا نہیں؟
 ”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

جب وہ زمین مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اور اب قانونی طور پر کسی کو حق مزاحمت نہ رہ گیا تو اگرچہ غیر مسلم نے قبرستان کے لئے زمین دیتے وقت صرف لا وارث مردوں کے دفن کی ہی شرط کیوں نہ لگائی ہو پھر بھی اب اس قبرستان میں کسی بھی مسلمان لاش کو دفن کر سکتے ہیں۔

ایسا ہی درمختار ۳/۳۶۱ اور فتاویٰ رضویہ ۶/۴۰۱ کی عبارات سے واضح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

۱۸/شوال المکرم ۱۴۳۳ھ

قبرستان میں لگے درختوں کا مالک کون؟

مسئلہ از: محمد مختار عالم، سورت کجرات

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک شخص کے تین بیٹے ہیں ماحمل بیٹے نے قبرستان میں درخت لگائے جب درخت بڑے ہو گئے تو دونوں بھائی حصہ مانگنے لگے۔ درخت کے حقدار کون ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

قبرستان میں جس نے درخت لگائے وہی درخت کا مالک ہے۔ دوسروں کا اس میں کوئی حق نہیں ہے۔ امام فقیہ انفس علامہ قاضی خاں قدس سرہ فرماتے ہیں:

”مقبرة فیہا اشجار ان تعلم ہارسہا کالت للغارس۔“ (۱)

یعنی ایک قبرستان میں کچھ درخت ہیں اگر ان کا لگانے والا معلوم ہے تو وہی ان کا مالک ہے۔

اور سیدی علی حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”قبرستان اگرچہ وقف ہو مگر درخت جو اس

میں لگائے جائیں لگانے والے ہی کی ملک میں رہیں گے اس کی اجازت کے بغیر دوسروں کو اس میں تصرف جائز نہیں ہے۔“ (۱)
 صورت مذکورہ میں درخت منقطع نہ ہونے کا ہے دیگر بھائیوں کا اس میں کوئی حق نہیں ہے اور ان کا مطالبہ غلط
 ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: محمد اختر حسین قادری
 ۱۷/ صفر ۱۴۳۳ھ

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

غیر مسلم نے قبرستان کے لئے زمین دی تو کیا وہ وقف ہے؟

مسئلہ از: شاکر علی سیٹھ محلہ بدھیاں، خلیل آباد

ہمارے محلہ میں ایک قبرستان ہے وہ پہلے محلہ کے غیر مسلموں کی زمین تھی ان لوگوں نے مسلمانوں کے مردوں کو دفن کے لئے دے دیا اب مسلمان اس میں اپنے مردے دفن کرتے ہیں اس قبرستان کو وقف مانا جائے گا یا نہیں؟
 ”باسمہ تعالیٰ وتقدس“

الجواب بعون الملک الوہاب:

اگر غیر مسلموں نے وہ زمین مسلمانوں کو مردہ دفن کرنے کے لئے دی اور مسلمانوں نے اسے قبرستان بنا دیا تو اب وہ وقف ہے اور اس پر قبی قبرستان کے احکام نافذ ہوں گے اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے سیدنا علی حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں:

”جب مسلمانوں نے اسے مسجد قرار دے دیا اس میں نمازیں مسجد سمجھ کر پڑھیں مسجد ہوگئی۔“ (۱)

اور حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ غیر مسلم مسلمانوں کو روپیہ دے دے مسلمان اسی روپیہ کا مالک ہو کر مسجد بنائیں یا غیر مسلم کسی زمین پر تعمیر بنا کر مسلمانوں کو دے دے مسلمان اس پر قابض ہو کر اسے وقف کر دیں ان دونوں صورتوں میں وہ مسجد ہو جائے گی۔“ (۲) واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: محمد اختر حسین قادری

الجواب صحیح: محمد قمر عالم قادری

خادم افتاد و درس دار العلوم علیہ حمد اشاعی، بستی

(۱) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۳۵۱

(۲) الفتاویٰ الرضویۃ، ج: ۶، ص: ۳۵۹

(۳) الفتاویٰ المصطفویۃ، ص: ۲۶۸

مراجع و مصادر

القرآن الکریم	کتب تفاسیر	
تفسیر خازن	علامہ علی بن محمد خازن شافعی	متوفی ۷۲۵ھ
تفسیر بغوی	محمد بن حسین مسعود قرابغوی	متوفی ۵۱۶ھ
تفسیر نسفی	عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی	متوفی ۷۰۱ھ
تفسیر بیضاوی	قاضی ابوالخیر عبد اللہ بن عمر بیضاوی شیرازی	متوفی ۶۸۵ھ
در منثور	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
احکام القرآن للجصاص	حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی بھاس	متوفی ۷۳۰ھ
تفسیر جمل	سلیمان بن عمر الجعفی الشہید بالجمل	متوفی ۱۲۰۲ھ
تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
تفسیرات احمدیہ	مفسر ملا احمد جیون	متوفی ۱۱۳۰ھ
تفسیر ابن کثیر	حافظ ابوالفداء عماد الدین ابن کثیر	متوفی ۷۴۲ھ
تفسیر روح البیان	علامہ اسماعیل حنفی	متوفی ۱۲۳۷ھ
تفسیر ابن شیخ زادہ	علامہ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قوجی	متوفی ۹۵۱ھ
تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	متوفی ۶۰۶ھ
حافیۃ الصاوی	علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی	متوفی ۱۲۲۳ھ
تفسیر عزیزی	شاہ عبدالعزیز	متوفی ۱۲۳۹ھ
کشاف	علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر ریشتری	متوفی ۵۲۸ھ
روح المعانی	علامہ سید آلوسی حنفی	متوفی ۱۲۷۰ھ
الجامع لاحکام القرآن	علامہ ابو عبد اللہ احمد مالکی قرطبی	متوفی ۶۶۸ھ
تفسیر حسینی	حسین بن علی واعظ کاشفی	متوفی ۹۱۰ھ
جامع البیان	علامہ محمد بن جریر طبری	متوفی ۳۱۰ھ
غرائب القرآن	علامہ نظام الدین حسن محمد نیشاپوری	متوفی ۷۲۸ھ

کتب احادیث و سیر

صحیح البخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری	متوفی ۲۵۶ھ
صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	متوفی ۲۶۱ھ

جامع الترمذی	امام ابو یحییٰ محمد بن یحییٰ ترمذی	متوفی ۲۷۹ھ
سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث	متوفی ۲۷۵ھ
سنن ابن ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ	متوفی ۲۷۳ھ
مسند امام احمد بن حنبل	امام احمد بن حنبل	متوفی ۲۴۱ھ
مشکاۃ المصابیح	شیخ ولی الدین حمیری	متوفی ۷۳۲ھ
المستدرک للحاکم	امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری	متوفی ۴۰۵ھ
سنن البیہقی	احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ الخضر و جردی البیہقی	متوفی ۲۵۸ھ
سنن دارقطنی	امام علی بن عمر دارقطنی	متوفی ۲۸۵ھ
جامع الاحادیث	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۳۰ھ
المعجم الاوسط	امام حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب	متوفی ۳۶۰ھ
کنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری	متوفی ۹۷۵ھ
مرقات المفاتیح	ملا علی بن سلطان محمد القاری	متوفی ۱۰۱۴ھ
انوار الحدیث	مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۳۲۲ھ
اشفاہ عرف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی	متوفی ۵۴۳ھ
الاصابة فی تمییز الصحابة	حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	متوفی ۸۵۲ھ
المنہاج شرح صحیح مسلم	حافظ ابو ذکریا یحییٰ بن شرف نووی شافعی	متوفی ۶۷۶ھ
کفایہ	علامہ جلال الدین خوارزمی	متوفی ۸۰۰ھ
حاشیہ شمس	علامہ شہاب الدین شمس	متوفی ۱۰۲۱ھ
ایضہ الممعات	شیخ عبد الحق محدث دہلوی	متوفی ۱۰۵۲ھ
نسیم الریاض	علامہ شہاب الدین خفاجی	متوفی ۱۰۶۹ھ
الجامع لاخلاق الراوی	ابو بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی	متوفی ۴۶۳ھ
ارشاد الساری شرح بخاری	علامہ احمد قسطلانی	متوفی ۹۱۱ھ
انباء الازکیاء فی حیاة الانبیاء	علامہ جلال الدین سیوطی	متوفی ۹۱۱ھ
حلیۃ الاولیاء	حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصہبانی	متوفی ۳۰۰ھ
شرح الترمذی	محمد بن عبد الباقی بن یوسف الترمذی	متوفی ۱۱۲۲ھ
المعجم الکبیر	حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد ایوب اللغنی الطبرانی	متوفی ۳۶۰ھ
فتح المغیث	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی	متوفی ۹۰۲ھ

متونی ۱۳۹۲ھ

متونی ۱۳۳۵ھ

متونی ۱۰۳۱ھ

متونی ۹۱۱ھ

متونی ۶۳۷ھ

متونی ۱۰۵۲ھ

متونی ۲۵۸ھ

عبد الرحمن بن محمد بن قاسم

علامہ غلام رسول سعیدی

زین الدین محمد بن محمد بن المدعو

علامہ جلال الدین سیوطی

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد المعروف بابن الحاج

شیخ عبدالحق محدث دہلوی

امام ابو بکر احمد بن حسینی بیہقی

الدرر البسیعہ

شرح صحیح مسلم

اتیسیر شرح جامع صغیر

شرح الصدور

مدخل

جذب القلوب

سنن کبریٰ

کتاب فقہ و اصول فقہ

متونی ۲۸۳ھ

متونی ۲۸۲ھ

متونی ۷۷۷ھ

متونی ۵۹۳ھ

متونی ۹۷۰ھ

متونی ۱۰۷۵ھ

متونی ۸۶۱ھ

متونی ۷۳۳ھ

متونی ۱۲۵۲ھ

متونی ۹۵۶ھ

متونی ۱۰۶۹ھ

متونی ۱۰۹۸ھ

متونی ۵۵۸ھ

متونی ۸۲۳ھ

متونی ۷۱۰ھ

متونی ۹۷۰ھ

متونی ۱۰۶۹ھ

متونی ۱۱۳۰ھ

علامہ شمس الدین محمد بن احمد سرخسی

فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی

صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی

علامہ زین الدین بن نجیم

علامہ محمد سلیمان آفندی

علامہ کمال الدین ابن حمام

علامہ عثمان بن علی زلیخی

علامہ سید محمد امین بن عابدین شامی

علامہ ابراہیم بن محمد حلبی

علامہ حسن بن عمار شرمیلانی

سید احمد بن محمد خنی حموی

علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی

محمد بن اسرائیل المعروف ابن قاضی

علامہ ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی

علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری

علامہ ابوالاخلاص حسن بن عمار شرمیلانی

ملا احمد جیون

الموسم للسرخی

اصول بزدوی

شرح وقایہ

ہدایہ

بحر الرائق

مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر

فتح القدیر

تبیین الحقائق

رد المحتار

فتیۃ المستملی

مراقی الفلاح

غز عیون البصائر

بدائع الصنائع

جامع المفصولین

کنز الدقائق

الاشیاء والنظار

نور الایضاح

نور الانوار

در مختار	علامہ علاؤ الدین حسکی	متوفی ۱۰۸۸ھ
الطحاوی علی الدر المختار	علامہ احمد بن محمد طحاوی	متوفی ۱۲۳۱ھ
مدیہ المصلی	علامہ سدید الدین محمد بن محمد کاشغری	متوفی ۵۰۵ھ
الوضوح علی التلویح	عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ	متوفی ۹۲۲ھ
قادی بزازیہ	علامہ شہاب الدین ابن بزاز کردی	متوفی ۱۸۲۷ھ
قادی ربلی	علامہ خیر الدین ربلی	متوفی ۱۰۱۸ھ
القادی العالکیریہ	ملا نظام الدین	متوفی ۱۱۶۱ھ
الطحاوی البیوی فی القادی الرضویہ	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۳۰ھ
قادی خانہ	قاضی حسن بن منصور اوزجندی	متوفی ۵۹۲ھ
قادی خیریہ	علامہ خیر الدین اعلیٰ	متوفی ۱۳۸۱ھ
قادی امجدیہ	علامہ امجد علی اعظمی	متوفی ۱۳۷۶ھ
قادی مصطفویہ	ابوالبرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری	متوفی ۱۴۰۲ھ
قادی فیض الرسول	مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۴۲۲ھ
قادی بحر العلوم	مفتی عبدالمنان اعظمی	متوفی ۱۴۳۴ھ
قادی تاتار خانہ	علامہ عالم بن علاء انصاری دہلوی	متوفی ۷۸۶ھ
قادی مفتی اعظم	ابوالبرکات محمد مصطفیٰ رضا قادری	متوفی ۱۴۰۲ھ
قادی شارح بخاری	علامہ مفتی شاہ شریف الحق امجدی	متوفی ۱۴۲۱ھ
قادی برکاتیہ	فقیہ طہر مفتی جلال الدین احمد امجدی	متوفی ۱۴۲۲ھ
خزانیہ المفتین	حسین بن اسمعانی السہبانی	متوفی ۷۴۰ھ
احکام شریعت	امام احمد رضا قادری	متوفی ۱۳۳۰ھ
بہار شریعت	علامہ امجد علی اعظمی	متوفی ۱۳۷۶ھ
قادی کا مسئلہ	علامہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری	

متفرق کتب

تقویت الایمان	اسامیل دہلوی	متوفی ۱۲۳۶ھ
رسالہ یکروزی	اسامیل دہلوی	متوفی ۱۲۳۶ھ
تحدیر الناس	محمد قاسم نانوتوی	متوفی ۱۲۹۷ھ

متوفی ۱۳۳۶ھ	خلیل احمد ایٹھوی	براین قاطعہ
متوفی ۱۳۶۲ھ	اشرف علی قانوی	حفظ الایمان
متوفی	حسین احمد ٹاٹوی	الشہاب الثاقب
متوفی ۱۹۱۷ھ	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر قناری	شرح عقائد
متوفی ۱۳۹۱ھ	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی	جاء الحق
متوفی ۱۳۳۹ھ	مولانا عبدالعزیز پرباروی	نبراس
متوفی ۹۸۱ھ	محمد بن ببر علی المعروف ببرکلی	طریقہ محمدیہ
متوفی ۱۱۳۳ھ	علامہ عبدالغنی تالبیسی	حدیقہ ندیہ
متوفی ۱۲۸۹ھ	علامہ فضل رسول بدایونی	المستفید الممتنع
متوفی ۱۰۱۴ھ	ملا علی بن سلطان محمد القاری	شرح فقہ اکبر
متوفی ۱۷۱۳ھ	ابوالحسن نور الدین علی بن یوسف شطونی	ہجۃ الاسرار
متوفی ۱۳۹۴ھ	خیر الدین زرکلی	اعلام مع سبل النجاة
متوفی ۱۲۶۵ھ	ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری	رسالہ قشیریہ
متوفی ۲۳۰ھ	امام محمد بن سعد	طبقات کبری
متوفی ۹۷۴ھ	احمد بن علی بن حجر البیہقی	الاعلام بقواطع الاسلام
متوفی ۱۹۰۱ھ	مرزا غلام احمد قادیانی	ازالہ ادھام
متوفی ۱۹۰۱ھ	مرزا غلام احمد قادیانی	تمہ حقیقت وحی
متوفی ۱۹۰۱ھ	مرزا غلام احمد قادیانی	دافع البلاء
متوفی ۱۹۰۱ھ	مرزا غلام احمد قادیانی	آئینہ کمالات اسلام
	ڈاکٹر طاہر القادری	فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن
متوفی ۱۳۳۰ھ	امام احمد رضا قادری	تمہید ایمان
متوفی ۱۳۳۰ھ	امام احمد رضا قادری	ردالرفضہ
	عبدالحفیظ بلیاوی	المصباح فی اللغۃ